بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

اہل دل کے تڑپا دینے والے

واقعات

جلد اول

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

مرتب

مفتی محمد انعام الحق قاسمی نقشبندی

استاذ دارالعلوم ہدایت الاسلام عالی پور، نوساری، گجرات (انڈیا)

تفصیلات

نام کتاب _____ اہل دل کو تڑپا دینے والے واقعات

افادات _____ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد

صاحب نقشبندیؒ زید مجدہ

مرتب _____ مفتی محمد انعام الحق قاسمیؒ نقشبندیؒ

استاذ دارالعلوم ہدایت الاسلام عالی پور، نوساری، گجرات (انڈیا)

کمپوزنگ _____ محمد شمیم اختر ممبئی 9769275940

تعداد اشاعت ____

صفحات _____

سن اشاعت _____

ناشر طباعت _____

قیمت _____

فہرست

واقعہ نمبر	مضامین	صفحہ
☆	عرض مرتب	۳۵
	محبت الٰہی	
۱	ذکرِ حبیب نے تڑپا دیا دل	۳۸
۲	دربار حبیب میں پہونچ جاؤں کب؟	۳۹
۳	عبادتوں کا تحفہ غلافِ محبت کے ساتھ	۳۹
۴	میرے محبوب کو قسم کی ضرورت کیا ہے؟	۴۰
۵	حضرت زِنّیرہ کی محبتِ الٰہی میں بے تابی	۴۰
۶	خدا سے محبت بھری گفتگو	۴۱
۷	حضرت عبداللہ ذُوالبَجادینؓ اور محبت الٰہی	۴۲
۸	محبت پر لاکھ روپیہ کا شعر	۴۵
۹	محبوب کی رضا میں کھوٹے سکّے بھی منظور	۴۵
۱۰	عشق و محبت کی دُکان دیکھی ہے آپ نے؟	۴۶
۱۱	اہل محبت آزمائے بھی جاتے ہیں	۴۷
۱۲	حکومت تو لیلیٰ کو سجتی ہے	۴۹
۱۳	محبت میں دیوار اور کتّے کی قدم بوسی	۵۰
۱۴	دیکھئے مگر مجنوں کی آنکھ سے	۵۰

۱۵	نمازی کو مجنوں کی تنبیہ	۵۲
۱۶	محبت وتوحید کا درس دیا بھی تو کس نے؟	۵۲
۱۷	ہر غم مجھے منظور مگر محبت میں شرکت	۵۳
۱۸	شبلی! جوش محبت نہ دکھلا	۵۳
۱۹	ناز کا معاملہ ہی الگ ہے	۵۴
۲۰	محبت میں رابعہ بصریہ کا غلبۂ حال	۵۴
۲۱	نفسانی اور رحمانی محبت کا بدلہ	۵۵
۲۲	محبت کی شمع کہاں جلتی ہے؟	۵۶
۲۳	دیدارِ الٰہی کا یہ نسخہ بھی عجیب	۵۶
۲۴	محبت کے غلبہ میں دو بوڑھے کی ہاتھا پائی	۵۷
۲۵	شربتِ دیدار سے روزہ کا افطار	۵۸
۲۶	محبت الٰہی آخر تو سنبھال لیتی ہے	۵۹
۲۷	محبت الٰہی کے کیسے اسیر ہو؟	۶۰
۲۸	عشق ومحبت کی دُکان کدھر کو ہے؟	۶۲
۲۹	محبت کی حقیقت ان سے پوچھو	۶۳
۳۰	جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ	۶۳
۳۱	حضرت شبلیؒ گورنری سے فقیری تک	۶۴
۳۲	شیخ شبلیؒ محبت ومعرفت کی دُکان میں	۶۶
۳۳	گڑ کے بدلے سونے کی انگوٹھی	۶۸
۳۴	محبت کے لیے ہاں تو کہہ دیں	۶۸

۳۵	محبوب ملا سب کچھ ملا	۶۹
۳۶	محبت الٰہی میں مولانا محمد علی جوہر سرشار	۷۹
۳۷	مرنے سے پہلے اباجی کی زیارت	۷۹
۳۸	محبت الٰہی کی برکت سے ہو گئے سب اپنے	۷۲
۳۹	دربارِ الٰہی میں اہل محبت کی لاج	۷۳
۴۰	محبت میں باہر آنے نہیں دیتے	۷۳
۴۱	اس کو محبت نہ ہوتی تو توفیقِ تہجد نہ دیتا	۷۴
۴۲	محبت میں بھوک و پیاس کا گزر کہاں	۷۴
۴۳	سجدہ میں محبوب نے پیار لے لیا	۷۶
۴۴	مجھے میرا محبوب بچائیگا	۷۶
۴۵	محبوب کی حفاظت دشمن کی گود میں	۷۷
۴۶	راہِ عشق و وفا میں دھوکا بھی گوارا	۷۹
۴۷	عشق الٰہی کے تین امتحان	۸۰
۴۸	بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق	۸۰
۴۹	حضرت معروف کرخی کی محبتِ الٰہی	۸۷
۵۰	محبت الٰہی کی پہچان	۸۸

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۵۱	محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بشارت	۹۰
۵۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۹۰
۵۳	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صدق و وفا کی انتہا	۹۲

۵۴	گلاب کے پھول پر شبنم	۹۲
۵۵	فرزندِ ابوقحافہؓ کی سنہری وفا شعاری	۹۳
۵۶	عشق رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں فوقیت لے گئے	۹۴
۵۷	عشق نے مشقت میں حلاوت پیدا کر دی	۹۵
۵۸	گر قبول افتد زہے نصیب	۹۵
۵۹	صدیق اکبرؓ کے عشق و وفا کی حد تو دیکھئے	۹۶
۶۰	صدیق اکبرؓ کی نیکیاں ستاروں سے زائد	۹۷
۶۱	تین رات کا مقام	۹۷
۶۲	عشق و محبت کے چند بکھرے موتی	۹۷
۶۳	حضرت عمرؓ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انوکھے چند نمونے	۱۰۰
۶۴	حضرت عثمانؓ کی الفت و محبت بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں	۱۰۲
۶۵	حضرت علیؓ کی عقیدت و محبت بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں	۱۰۳
۶۶	حضرت اسماءؓ کی محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۰۴
۶۷	ایک صحابیہ کا عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۰۵
۶۸	آخری حسرت آپ کی زیارت	۱۰۶
۶۹	حضرت حذیفہ کا جذب و عشق	۱۰۶
۷۰	فراقِ محبوب میں تنا بھی سسکنے لگا	۱۰۷
۷۱	حضرت ام حبیبہؓ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۰۷
۷۲	شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق بھرے اشعار	۱۰۸
۷۳	اب کسی کو دیکھوں گوارا نہیں	۱۰۸

۷۴	اذانِ بلالی پر مدنی پروانوں کا آہ وفغاں	۱۰۹
۷۵	صحابیات کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۱۰
۷۶	دولتِ عشق ومحبت سے بچے بھی مالا مال	۱۱۷
۷۷	حضرت زید بن حارثہؓ	۱۱۸
۷۸	حضرت شبلیؒ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت	۱۲۲
۷۹	حضرت نانوتویؒ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۲۲
۸۰	حضرت گنگوہیؒ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۲۴
۸۱	مولانا مدنیؒ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۲۵
۸۲	عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چور کو معاف کر دیا۔۔	۱۲۶
۸۳	عشق ومحبت خلوص وامانت کا ضامن	۱۲۷
۸۴	جانوروں کے لیے رحمت	۱۲۸
۸۵	ہرن کے بچہ پر نگاہِ رحمت	۱۲۸
۸۶	**لطیفہ**۔۔۔۔۔	۱۲۹
۸۷	حضرت زیدؓ پر عنایت وبخشش	۱۲۹
	اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	
۸۸	حضرت ابن عمرؓ اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۳۲
۸۹	فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ	۱۳۲
۹۰	دربارِ شاہی میں حضرت حذیفہؓ کا سنت پر عمل	۱۳۳
۹۱	میرا سر آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو جائے	۱۳۳
۹۲	روزہ رکھئے مگر سنت کے مطابق	۱۳۴

۹۳	حکیم ضیاء الدین اور سنت کا ادب	۱۳۵
۹۴	حضرت نانوتویؒ اور اتباعِ سنت	۱۳۵
۹۵	حضرت مدنیؒ کا ہر حال میں سنت پر عمل	۱۳۶
۹۶	اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پریشانی کا حل	۱۳۷
۹۷	چھری سے کاٹ کر کھانے والے	۱۳۹
۹۸	ایک خاتون کا قبول اسلام	۱۳۹

صحبتِ شیخ

۹۹	صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت	۱۴۲
۱۰۰	حضرت گنگوہیؒ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی صحبت میں	۱۴۲
۱۰۱	جگر مرادآبادی حضرت تھانویؒ کی صحبت میں	۱۴۳
۱۰۲	میخانہ سے خانۂ خدا تک	۱۴۴
۱۰۳	مفتی محمد حسن حکیم الامت کی صحبت میں	۱۴۵
۱۰۴	صحبت شیخ میں نماز کی کیفیت ہی کچھ اور۔۔۔۔۔	۱۴۷
۱۰۵	صحبت سے فیض اور گناہ سے نفرت	۱۴۸
۱۰۶	ہر مکان میں دو عیب تو پھر ہم میں	۱۴۹
۱۰۷	شیخ کی صحبت میں تیل بتی ٹھیک کر کے جایئے	۱۴۹
۱۰۸	عبدالقدوس گنگوہیؒ کی گفتگو میں تاثیر	۱۵۰
۱۰۹	حضرت شاہ عبدالقادر کی نگاہ میں تاثیر	۱۵۰
۱۱۰	صحبت کے انمول موتی	۱۵۱
۱۱۱	صحبت بد کا اثر جانکنی کے وقت بھی	۱۵۱

۱۱۲	خواہشِ نفس کی کوئی حد نہیں	۱۵۲
۱۱۳	نفس کشی کے بغیر اصلاح ممکن نہیں۔۔	۱۵۳
۱۱۴	ایک سالک کی اصلاح کا نرالہ انداز	۱۵۳
۱۱۵	حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا مقام	۱۵۴

ذکرِ الٰہی

۱۱۶	کثرت ذکر کے خوگر بنئے	۱۵۶
۱۱۷	اہل اللہ کے دلوں کی قدر و قیمت کیوں؟	۱۵۶
۱۱۸	دو آدمیوں کی قلبی کیفیت	۱۵۶
۱۱۹	مردہ دل کی پہچان	۱۵۷
۱۲۰	دست بکار دل بیار	۱۵۸
۱۲۱	ذکر میں نقل بھی کچھ کم نہیں	۱۵۸
۱۲۲	ہر قطرہ سے اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ	۱۵۹
۱۲۳	قلبی توجہ کے ساتھ ذکر خدا کی برکت	۱۵۹
۱۲۴	کراٹے کلب میں اللہ۔۔۔۔اللہ	۱۶۰
۱۲۵	حضرت یوسفؑ کی خریدار ایک بوڑھیا بھی	۱۶۱
۱۲۶	حضرت جرجانیؒ کا وقت کی حفاظت کرنا	۱۶۲
۱۲۷	حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی حسرت	۱۶۲
۱۲۸	تاثیر ذکر پر بوعلی سینا کا اشکال	۱۶۳
۱۲۹	ذکر ناجائز محبت کو کھرچ دیتا ہے	۱۶۳
۱۳۰	اللہ کی ضرب سے دل کی دنیا بدل گئی	۱۶۴

۱۳۱	ضرب الٰہی کی تاب ہتھکڑی نہ لاسکی	۱۶۵
۱۳۲	ذکر سے شیطان ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا	۱۶۶
۱۳۳	ذکر الٰہی سے فیضان باری کا ورود	۱۶۶

معرفت و معیت

۱۳۴	حضرت موسیٰؑ پر معرفت و تجلی کا نور	۱۷۰
۱۳۵	عظمتِ الٰہی پر ملی معرفتِ باری	۱۷۰
۱۳۶	خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ اور معیت الٰہی	۱۷۱
۱۳۷	امام غزالیؒ کے والدہ کی معرفت	۱۷۲
۱۳۸	تکبیر تحریمہ سے پہلے بیت اللہ کی زیارت	۱۷۳
۱۳۹	خواجہ بہاؤالدین اور معیت الٰہی کا غلبہ	۱۷۳
۱۴۰	حضرت شاہ حسین احمد کی استغراقی کیفیت	۱۷۴
۱۴۱	معرفت کے بعد احساسِ دل	۱۷۴
۱۴۲	آنکھ اور دل کے نور میں فرق	۱۷۶
۱۴۳	معیتِ الٰہی	۱۷۶

عقیدت و محبت اور ادب

۱۴۴	شیخ سے جس قدر مناسبت اسی قدر فائدہ	۱۷۸
۱۴۵	شیخ طریقت کی عزت باعثِ معرفت	۱۷۸
۱۴۶	شیخ کے پاس عقیدت اور بلند ارادے سے جایئے	۱۷۹
۱۴۷	شیخ سے جیسا گمان اُدھر سے ویسا ہی فیضان	۱۸۰
۱۴۸	عقیدت و محبت سے فائدہ ہی فائدہ	۱۸۱

۱۴۹	حضرت عبدالقدوسؒ کے پوتے کی عقیدت وطلب	۱۸۱
۱۵۰	میں نے تو شیخ کو آزمالیا ہے	۱۸۲
۱۵۱	بزرگوں سے محبت باعث معرفت	۱۸۳
۱۵۲	اہل اللہ کو محبت سے دیکھنے پر مغفرت	۱۸۳
۱۵۳	لفظ اللہ کے ادب پر زبیدہ کی مغفرت	۱۸۴
۱۵۴	حضرت نظام الدین اور امیر خسروؒ کی بے مثال محبت	۱۸۴
۱۵۵	خانقاہ کی مٹی ملنے پر محمود کی مغفرت	۱۸۵
۱۵۶	جادوگروں کے ادب پر ہدایت کے فیصلے	۱۸۶
۱۵۷	سید کے ادب پر جنید بغدادیؒ کو مقام ولایت	۱۸۶
۱۵۸	بشر حافیؒ کو ادب سے کیا مقام ملا	۱۸۸
۱۵۹	امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ادب کی انتہاء	۱۸۸
۱۶۰	رمضان کے ادب پر ایمان وجنت نصیب	۱۸۹
۱۶۱	اساتذہ کے احترام کی انوکھی مثال	۱۸۹
۱۶۲	علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور کتاب کا ادب	۱۹۰
۱۶۳	چار نعمتوں کا خاص ادب کیجئے	۱۹۱
۱۶۴	مگس کے ادب پر مغفرت	۱۹۲
۱۶۵	قبلہ رو بیٹھنے کی فضیلت	۱۹۲

نسبت وبرکت اور کرامت

۱۶۶	نسبت کی لاج رکھئے	۱۹۴
۱۶۷	نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت پر گھوڑا ابھی تازہ دم	۱۹۴

۱۶۸	عہدِ نبوت سے قرب کی نسبت جو پا گیا	۱۹۵
۱۶۹	نسبت بیعت کی برکت بوقتِ نزع بھی	۱۹۶
۱۷۰	جس قبرستان کو اہل اللہ سے نسبت ہوگئی	۱۹۷
۱۷۱	نسبت بیعت سے دل کی کایا پلٹ گئی	۱۹۸
۱۷۲	باسی روٹی کو بھی نسبت قرب مل گئی	۲۰۰
۱۷۳	نسبت اتحادی کے پیکر کون تھے؟	۲۰۰
۱۷۴	دستِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت دیکھی آپ نے؟	۲۰۱
۱۷۵	لمسِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سنی آپ نے؟	۲۰۲
۱۷۶	حضرت عمرؓ کے رومال کی تاثیر بھی عجیب	۲۰۲
۱۷۷	حضرت جابرؓ کے کھانے میں برکتوں کا ظہور	۲۰۳
۱۷۸	اِدھر دودھ کا ایک پیالہ اور اُدھر اصحاب صفہ	۲۰۴
۱۷۹	صحت ہزار نعمت بھی اور باعثِ برکت بھی	۲۰۵
۱۸۰	نسبت بیعت کی ترویج کا حکمِ منامی	۲۰۶
۱۸۱	نسبت کے احترام پر گناہوں کی بخشش	۲۰۹
۱۸۲	ابو مسلم خولانیؒ کے لیے آگ گل گلزار بن گئی	۲۰۹
۱۸۳	وہ جبہ بھی کیسا بابرکت تھا	۲۱۱
۱۸۴	اللہ والوں کے ہدیہ کی برکت نہ پوچھئے	۲۱۲
۱۸۵	صاحب ولایت کی برکت	۲۱۲
۱۸۶	حضرت پیر مہر علی شاہ اور نسبت کی برکت	۲۱۳
۱۸۷	کھا کھا کے تھک گئے مگر پھر بھی کھانا.....	۲۱۳

۱۸۸	جبہ کی برکت سے علاقہ فتح یاب	۲۱۴
۱۸۹	نسبتِ نقشبندیہ کی برکت بوقتِ غرغرہ بھی	۲۱۵
۱۹۰	بزرگ کے ہاتھ کی برکت کہ مجوسی کا ہاتھ نہ جلا	۲۱۷
۱۹۱	تین گھنٹوں کی نیند تین منٹ میں	۲۱۸
۱۹۲	انتظامی امور میں متعین دو مجذوب	۲۱۸
۱۹۳	ہَوا پانی ہُوا مسخر	۲۱۹
۱۹۴	درندوں نے جنگل خالی کر دیا	۲۲۰
۱۹۵	نظام الدین کے خیمہ کی رسی کٹ گئی مگر پھر	۲۲۰
۱۹۶	سید احمد دربندیؒ کی کرامت	۲۲۱
۱۹۷	تاتاری شہزادے کا قبول اسلام	۲۲۲
۱۹۸	سب سے بڑی کرامت، کرامت معنوی	۲۲۲
۱۹۹	دھڑ بغیر سر کے بھاگتا ہی رہا	۲۲۳
۲۰۰	محبوب خدا کو ستانے کا انجام	۲۲۳
۲۰۱	اولاد و رزق میں بھی برکت	۲۲۴
۲۰۲	محبوب دو جہاں کے غم کی انتہا	۲۲۵
۲۰۳	اندھا بھی چراغ لیکر نکلا	۲۲۷
۲۰۴	شاہ عبدالعزیز کا طرزِ عمل	۲۲۸
۲۰۵	پرسکون زندگی کا راز	۲۲۹
۲۰۶	ڈاکٹر ابدال کیسے بن گئے	۲۳۰
۲۰۷	خواجہ نظام الدین کی ملاقات	۲۳۱

۲۰۸	ایک مجذوبہ تنور میں کود پڑی	۲۳۲
	ایمان ویقین	
۲۰۹	کلمہ کے بغیر نیکیاں برباد کیوں؟	۲۳۴
۲۱۰	حضرت کلیم اللہ کے ایمانی واقعات کے چند گوشے	۲۳۵
۲۱۱	سیدنا موسیٰؑ کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ	۲۳۹
۲۱۲	خدایا ! ۔۔۔۔۔۔ایمان سلامت رکھنا	۲۴۲
۲۱۳	ایک انگریز کا قبول اسلام	۲۴۴
۲۱۴	ایک نوجوان دامنِ اسلام میں	۲۴۴
۲۱۵	ایک عیسائی سے میری دینی گفتگو	۲۴۵
	استقامت	
۲۱۶	قوتِ ارادی پر نصرت خداوندی	۲۴۸
۲۱۷	گرم تیل میں جل کر کباب بننا منظور	۲۴۸
۲۱۸	فرعون حضرت آسیہ کو ڈگمگا نہ سکا	۲۵۰
۲۱۹	قبر سے مشک کی مہک آنے لگی	۲۵۲
۲۲۰	تیرے سامنے پہاڑ ہو جائے نرم وگداز	۲۵۲
۲۲۱	فرعون مشاطہ کی استقامت میں تزلزل لا نہ سکا	۲۵۳
۲۲۲	قصر شاہی میں صحابی کی استقامت اور بیبا کی	۲۵۴
۲۲۳	اگر استقامت ہوتی تو جلنا نہ پڑتا	۲۵۶
۲۲۴	فتویٰ نویسی میں امام مالک کی جرأت وبیبا کی	۲۵۷
۲۲۵	اسیر مالٹا کی بے مثال قوتِ فولادی	۲۵۷

۲۲۶	کیا ۱۸۵۷ء میں تاریخ نمرود دہرائی گئی؟	۲۵۹
۲۲۷	مولانا احمد اللہ صاحبؒ تختۂ دار کے لیے تیار	۲۵۹
۲۲۸	دربارِ شاہی میں مجدد الف ثانی کی جرأت و بیباکی	۲۶۰
۲۲۹	سیفِ خدا کی استقامت پر کفر لرزہ براندام	۲۶۱
۲۳۰	شیخ الہندؒ کے عزم و استقلال کو سلام	۲۶۱
۲۳۱	سمرقندی نوجوان کا عزم و استقلال	۲۶۴
۲۳۲	حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی استقامت	۲۶۵
۲۳۳	کربناک پُرتشدد سفر کی داستان	۲۶۵
۲۳۴	گھوڑے کی استقامت	۲۶۷

برکتِ علم

۲۳۵	امام ابوحنیفہؒ اور سترہ احادیث	۲۷۰
۲۳۶	یہ تو پستے کا فالودہ کھائیگا	۲۷۰
۲۳۷	علم نے حضرت سالم کو کہاں پہونچا دیا	۲۷۱
۲۳۸	عزت کپڑے سے نہیں علمی خزانے سے	۲۷۲
۲۳۹	امام صاحب سے غلط فہمی کی وجہ	۲۷۲
۲۴۰	علمی سیر مہد سے لحد تک	۲۷۳
۲۴۱	طالب علم کی دعاؤں کی برکت	۲۷۴
۲۴۲	طالبانِ علوم نبوت کی دعا لیجئے	۲۷۵
۲۴۳	طلباء کی ضیافت گویا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت	۲۷۶
۲۴۴	حفظِ حدیث کی برکت تو دیکھئے	۲۷۶
۲۴۵	رسالۂ شاطبیہ کا فیض اتنا عام کیوں؟	۲۷۷

۲۴۶	آصف بن برخیا کے علم، عمل اور اخلاص کا رنگ	۲۷۷
۲۴۷	فاروق اعظمؓ کے علم واخلاص کا بے پایاں فیض	۲۷۸
۲۴۸	امام غزالیؒ سے سوال: پڑھتے کیوں ہو؟	۲۷۹
۲۴۹	کتب بینی حسن نیت سے کیجئے	۲۸۰
۲۵۰	ایک ڈاکٹر کو دعا یاد نہ ہونے پر حسرت	۲۸۰
۲۵۱	مسجد کے منارے یا' راکٹ لانچر	۲۸۱
۲۵۲	راہِ علم میں یہ دھوکہ کیسا	۲۸۱
۲۵۳	علمی غیرت اور کاسۂ گدائی سے اجتناب پر نصرت	۲۸۲
۲۵۴	علم دوست کی نظر ذاتِ خدا پر نہ کہ وظیفہ پر	۲۸۳
۲۵۵	حضرت تھانویؒ کی دستارِ فضیلت پر معذرت	۲۸۴
۲۵۶	یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں	۲۸۵
۲۵۷	حضرت امام شافعیؒ کے علمی کمالات	۲۸۶

شوق علم اور ذوق مطالعہ

۲۵۸	دو پیغمبروں کا سوال: اُدھر سے عجیب جواب	۲۸۸
۲۵۹	امام مسلمؒ کا مطالعہ میں استغراق	۲۸۹
۲۶۰	عبداللہ بن مبارکؒ کی علمی مجلس کا رنگ	۲۸۹
۲۶۱	اس کو کہتے ہیں شوق علم ۔۔۔۔۔	۲۹۰
۲۶۲	شوق علم نیند اڑا دیتا ہے	۲۹۰
۲۶۳	حصول علم کی برق رفتاری	۲۹۱
۲۶۴	علم کا نشہ بوقت نزع بھی ۔۔۔۔۔ نہ اتر سکا	۲۹۱

۲۶۵	ہم وہ رَہرَو ہیں کہ چلنا ہی ہے مسلک جن کا	۲۹۲
۲۶۶	تشنگانِ علم جیل کی سلاخوں تک	۲۹۲
۲۶۷	علم کے متوالے ایسے بھی تھے	۲۹۳
۲۶۸	فتویٰ پڑھتے پڑھتے اللہ کو پیارے ہو گئے	۲۹۴
۲۶۹	علم کے متلاشی ایسے بھی تھے	۲۹۴
۲۷۰	ہم تو ٹھکرا دیں گر راہ میں منزل آئے	۲۹۵
۲۷۱	تصنیف و تالیف میں نوکِ قلم کو فرصت ہی کہاں	۲۹۶
۲۷۲	درسی دیانت کی انتہا تو دیکھئے	۲۹۶
۲۷۳	چٹانیں چور ہو جائیں اگر ہو عزم سفر پیدا	۲۹۷
۲۷۴	ایک کچوکے نے ماہرِ فن بنا دیا	۲۹۸
۲۷۵	سرمایۂ علم کے نقصان پر ہمت نہ ہاریئے	۲۹۹
۲۷۶	مقتدا پھسلا تو سب پھسلے	۲۹۹
۲۷۷	علمی ذوق طبقۂ نسواں میں بھی	۳۰۰
۲۷۸	کتاب کا مطالعہ ایک بار۔۔۔یا بار بار	۳۰۰
۲۷۹	گھریلو کاروبار حصول علم میں نہ ہو بار	۳۰۱
۲۸۰	پڑھیئے مگر بلند عزائم کے ساتھ	۳۰۳

ذہانت وذکاوت

۲۸۱	حضرت ابو ہریرہؓ کو حافظے کی قوت کیسے ملی	۳۰۶
۲۸۲	یادداشت ہو تو ایسی؟	۳۰۶

۲۸۳	گر لاکھ حدیث کے حافظ نہ ہوئے تو۔۔۔۔۔۔۔۔	۳۰۷
۲۸۴	حافظِ حدیث ایسے بھی تھے	۳۰۸
۲۸۵	فقہاء کی ذہن رسائی	۳۰۸
۲۸۶	ابوحنیفہؒ کی حیرت انگیز حاضر جوابی	۳۰۹
۲۸۷	امام ابوحنیفہؒ کی معاملہ فہمی تو دیکھئے	۳۱۰
۲۸۸	خلیفہ منصور امام ابوحنیفہؒ کے سامنے ہکا بکا رہ گئے	۳۱۱
۲۸۹	ایک حدیث سے چالیس مسائل کا استنباط	۳۱۲
۲۹۰	امام ابوحنیفہؒ کے حیران کن علمی جوابات	۳۱۳
۲۹۱	امام شافعیؒ کی امام مالکؒ کے درس میں شرکت	۳۱۴
۲۹۲	حضرت شیخ الہندؒ کی قوت یادداشت	۳۱۷
۲۹۳	حضرت انور شاہ کشمیریؒ کا بے مثال حافظہ	۳۱۸
۲۹۴	قوتِ حافظہ کا کمال	۳۱۹
۲۹۵	حفظ ونسیان کا عجیب کرشمہ	۳۱۹
۲۹۶	عطاء اللہ شاہ بخاری کی ذہانت	۳۲۰
۲۹۷	ہائے رے۔۔۔تو نے۔۔۔زندگی گواں دی	۳۲۲

تربیت وپرورش

۲۹۸	لختِ جگر کی تربیت اور شوقِ شہادت	۳۲۴
۲۹۹	بیٹا!۔۔دامنِ صدق نہ چھوڑنا	۳۲۴
۳۰۰	ننھے منے کو وحدانیت سکھایئے	۳۲۵
۳۰۱	گوشۂ جگر کو باوضو دودھ پلا کر تو دیکھئے	۳۲۷

۳۰۲	باوضو دودھ پلانے کا نمونہ تو پڑھئے	۳۲۷
۳۰۳	والدین کی خدمت پر غیبی نصرت	۳۲۸
۳۰۴	کتا بہتر ہے یا ماں؟	۳۲۹
۳۰۵	سفید فام اور کتے میں کون وفادار؟	۳۳۰

عبادت وریاضت

۳۰	جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذوق عبادت	۳۳۲
	تیروں پر تیر کھاتے رہے مگر۔۔۔	۳۳۲
	بوقتِ شہادت بھی شوق عبادت	۳۳۳
	امام اعظمؒ کا معمول	۳۳۳
	جذبۂ عبادت کی قدر ومنزلت	۳۳۳
	سفرِ طیبہ اور ذوق عبادت	۳۳۵
	خواتین کا ذوق عبادت حضرت رابعہؒ سے پوچھئے۔۔۔۔	۳۳۵
	میری نمازِ جنازہ وہ پڑھائے جن کی۔۔	۳۳۶
	آہ۔۔۔۔۔۔۔۔تکبیر تحریمہ فوت ہوگئی۔۔	۳۳۷
	سجدے سے سر اٹھاؤں تو کیسے؟	۳۳۷
	باوضو زندگی گزارنے کی تڑپ	۳۳۸
	مسجد میں گدھا، میں تو نہیں۔۔۔۔	۳۳۹
	اذان کی مختلف تعبیر	۳۳۹
	بے وقت اذان دینے والے کا خواب	۳۳۹

	موسم عبادت میں اکابر کی ریاضت	۳۴۰
	ماہِ رمضان میں یکسو ہو جایئے۔۔۔۔	۳۴۱
	ایک امریکی غیر مسلم کا اعتراف	۳۴۲
	فرانس کے ایک سرجن کی تحقیق	۳۴۲
	عورت مرد کے برابر ثواب میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۳۴۳
۲۰	ٹیلے کے برابر آٹا صدقہ کرنے کا اجر	۳۴۴

حجّ بیتُ اللہ

	معذور مشتاقِ حرم کا کربناک روئیداد سفر	۳۴۶
	حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا پیدل سفر حج	۳۴۷
	حج مال سے نہیں اعمال کی برکت سے	۳۴۷
	طواف کعبہ کا یا تجلیات کعبہ کا	۳۴۸
	ستر طواف کی دولت کیسے نصیب۔۔۔۔	۳۴۹
	کعبہ دل کی دنیا بدل دیتا ہے	۳۵۰
	ایک بچہ کے دل میں کعبہ کی محبت	۳۵۲
	فرشِ حرم تک پہنچ کر بھی دید کعبہ سے محروم	۳۵۲
	ایک گوالے کا سچا جذبۂ حج	۳۵۳
	بیت اللہ شریف کی برکت کا ایک حیرت انگیز واقعہ	۳۵۸
	شوق ہو تو سفر حج آسان	۳۶۴

تلاوت قرآن پاک

	قرآن سننے کی خواہش رب جلیل نے کی	۳۶۶
	قرآن سننے کے لئے مشتاق فرشتے بھی۔۔۔	۳۶۶
	تلاوتِ قرآن پر نزولِ رحمت	۳۶۷
	رحمتوں کے جھرمٹ میں رحمت سے محرومی	۳۶۸
	آپ کے منہ سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔۔۔	۳۶۹
	دورانِ تلاوت تیروں کی چبھن کا احساس کہاں؟	۳۷۰
۳۹	چراگاہ سے دربارِ خلافت تک	۳۷۱
۴۰	تلاوتِ قرآن کے شیدائی۔۔۔۔۔	۳۷۱
۴۱	سورۂ بقرہ کی تکمیل ڈھائی سال میں۔۔۔	۳۷۲
۴۲	پانچ سالہ حافظ قرآن	۳۷۲
۴۳	بدنگاہی کی نحوست سے قرآن بھول گئے	۳۷۲
۴۴	عورت جو قرآنی آیتوں سے بات کرتی تھی	۳۷۳
۴۵	قرآنی اثر انگیزی پر اہل خانہ مشرف باسلام	۳۷۴
۴۶	سورۂ فاتحہ کا اثر	۳۷۹
۴۷	ایک عیسائی لڑکی کا اقرار؛ اب اصل انجیل کہاں۔۔	۳۸۰
۴۸	ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ	۳۸۱
۴۹	پتوں پر لکھا قرآن بھی دیکھا ہم نے۔۔۔۔	۳۸۱
۵۰	ماضی قریب میں قرآن مجید کا عجیب معجزہ	۳۸۱
۵۱	درود پڑھنے پر منہ سے خوشبو	۳۸۴

دعا اور آہ وزاری

۵۲	رحمت کے ابلتے چشمے۔۔۔۔۔	۳۸۶
۵۳	آہ وزاری اور شب بیداری نے بیڑا ڈبو دیا۔۔۔	۳۸۶
۵۴	دعا سے بدلتی وہ تقدیر دیکھی۔۔۔	۳۸۷
۵۵	خدایا۔۔۔دل کی کشتی پلٹ دے	۳۸۸
۵۶	دعا کا بدلہ دعاؤں کی سوغات کے ساتھ۔۔	۳۸۸
۵۷	اورنگ زیب کو تخت ملنے کی دعا۔۔۔	۳۸۹
۵۸	ماں کی بددعا کا اثر آج نہیں تو کل۔۔۔۔۔۔	۳۹۱
۵۹	ماں کی دعاء حفاظت کا ضامن	۳۹۱
۶۰	جھکے میرے سامنے مانگے کسی اور سے؟۔۔	۳۹۲

اخلاص وریاء

۶۱	اخلاص کی برکت سے کام ادھورا نہیں رہتا۔۔۔	۳۹۴
۶۲	حیدرِ کرارؓ کا میدانِ کارزار میں اخلاص۔۔۔	۳۹۵
۶۳	حضرت خالدؓ سے دامنِ اخلاص نہ چھوٹ سکا۔۔	۳۹۵
۶۴	میرا رب میرا نام جانتا ہے، تو پھر۔۔۔۔۔۔	۳۹۶
۶۵	اخلاص واحتیاط کا عجیب نمونہ۔۔۔	۳۹۶
۶۶	امام ابوداؤدؒ کی للّٰہیت پر جنت کا پروانہ	۳۹۷
۶۷	اخلاص نے رزق کے دروازے کھول دیئے۔۔	۳۹۷
۶۸	حضرت یعقوب کا مارنا بھی اللہ کیلئے	۳۹۹

۶۹	حضرت مدنیؒ کا اخلاص بھرا عمل	۴۰۰
۷۰	حضرت عبدالمالک صدیقیؒ کا اخلاص	۴۰۱
۷۱	ملنا جلنا، کھانا، پینا سبھی ہو اللہ کے لئے	۴۰۳
۷۲	اللہ کے لیے ننانوے مٹکے توڑے مگر۔۔۔۔	۴۰۴
۷۳	شدتِ بھوک میں بھی ترکِ اخلاص گوارا نہیں۔۔	۴۰۴
۷۴	اخلاص والوں کی قدر و منزلت بارگاہِ قدس میں۔۔	۴۰۵
۷۵	تیروں کی بوچھار میں رہا پھر بھی گمنام رہا۔۔۔۔	۴۰۸
۷۶	میرا نام ظاہر نہ ہونے پائے۔۔۔۔	۴۰۹
۷۷	ریا سے مٹ جاتے ہیں اجر و ثواب	۴۱۰
قدر و منزلت اور حوصلہ افزائی		
۷۸	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کی قدردانی	۴۱۲
۷۹	دربارِ فاروقی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کا مقام	۴۱۳
۸۰	بارگاہِ الٰہی میں سلمان فارسیؓ کی حوصلہ افزائی	۴۱۴
۸۱	حضرت سراقہؓ کے ہاتھوں میں کنگن	۴۱۹
۸۲	زبیدہ خاتون پر نظرِ کرم	۴۱۹
۸۳	ایک بت پرست کی پکار اور اس کی قدردانی	۴۲۲
زھد و استغناء		
۸۴	صدیق ابوبکر زہد و قناعت کے پیکر	۴۲۴
۸۵	فاروق اعظم زہد و قناعت کے رہبر	۴۲۴
۸۶	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زہد و فاقہ	۴۲۵

۸۷	حضرت سالم کی شانِ استغنا؟	۴۲۶
۸۸	تختِ خلافت پر بھی زاہدانہ زندگی	۴۲۷
۸۹	بیٹے گورنر بن گئے۔۔۔۔	۴۲۷
۹۰	پوری سلطنت کی قیمت پیالہ بھر پانی کے سوا۔۔۔۔۔	۴۲۸
۹۱	زاہد نے ہاتھ ہٹائے پاؤں بڑھائے	۴۲۹
۹۲	خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کی شانِ استغناء	۴۲۹
۹۳	شیخ جیلانیؒ کی دنیا سے بے رغبتی	۴۳۰
۹۴	حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا زہد و ورع	۴۳۱
۹۵	نیم روز کی حکمرانی مچھر کے مساوی۔۔۔۔	۴۳۱
۹۶	حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا استغنائے قلبی	۴۳۲
۹۷	حضرت اقدس تھانویؒ کی حمیت وقناعت	۴۳۲
۹۸	دنیا سے بے رغبتی اور اہل دنیا سے احتیاط	۴۳۳
۹۹	ہارون رشید کے لڑکے کا زہد ومجاہدہ	۴۳۳

رزقِ خداوندی اور جود وسخا

۱۰۰	ایک چیونٹی کا سالانہ رزق کس قدر؟	۴۳۶
۱۰۱	رزقِ حلال کے انوارات	۴۳۶
۱۰۲	امام بخاریؒ کا سات بادام پر گزر بسر	۴۳۷
۱۰۳	بند پتھر میں روزی کا انتظام	۴۳۷
۱۰۴	رزق حلال کے متلاشی وکیل کی سبق آموز داستان	۴۳۸
۱۰۵	مچھلیاں سائز میں کار کے برابر	۴۴۱

۱۰۶	قرآن وحدیث میں طِب کے رہنما اصول	۴۴۱
۱۰۷	علاج سے اگر چپاتی کھا سکوں تو ایک کروڑ کا انعام	۴۴۲
۱۰۸	بسیار خوری کے واقعات	۴۴۳
۱۰۹	مہمان سے پہلے رزق و برکت کی آمد	۴۴۶
۱۱۰	رزق کا انتظام دشمن کے محل میں	۴۴۷
۱۱۱	اشارۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہزار درختوں کا ایثار	۴۵۰
۱۱۲	کیا دنیا عثمان غنیؓ کی سخاوت پیش کر سکتی ہے؟	۴۵۳
۱۱۳	ہلاکت کے دہانے سے حفاظت	۴۵۴
۱۱۴	بیوی کی ترغیب پر شوہر کی سخاوت	۴۵۵

خوف وخشیت اور توبہ ومغفرت

۱۱۵	چہرۂ انور پر خوف خشیت کے قطرے	۴۵۸
۱۱۶	تیرے رونے پر فرشتے بھی رو پڑے	۴۵۹
۱۱۷	مولیٰ!۔۔ میرے بوڑھاپے کی لاج رکھ لے	۴۵۹
۱۱۸	صدیق اکبرؓ کی خشیت	۴۶۰
۱۱۹	حضرت عمرؓ کا خوف کہ کہیں میرا نام۔۔۔۔۔۔۔	۴۶۰
۱۲۰	نماز میں حضرت عمرؓ کے خوف وخشیت کا عالم	۴۶۱
۱۲۱	حضرت علیؒ بن عیاض کی خشیت	۴۶۱
۱۲۲	حضرت شبلیؒ بے ہوش گر پڑے	۴۶۲
۱۲۳	حضرت شعیبؑ کی آہ وزاری	۴۶۲
۱۲۴	نعمت کے ملنے پر حضرت عمرؓ کا خوف	۴۶۳

۱۲۵	حضرت محمد بن سیرینؒ کی بہن کا خوف وبکاء	۴۶۴
۱۲۶	رابعہ بصریہ کا خوفِ خدا	۴۶۴
۱۲۷	حسن بصریؒ کا خوف	۴۶۴
۱۲۸	حضرت رابعہ بصریہ کا خوف	۴۶۵
۱۲۹	حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا خوف خدا	۴۶۵
۱۳۰	حضرت جبرئیل علیہ السلام کا خوف	۴۶۵
۱۳۱	خوشی کے آنسو	۴۶۶
۱۳۲	حضرت یوسفؑ کے تقویٰ کا نتیجہ	۴۶۶
۱۳۳	زنا سے بچنے پر سلیما بن یسار کو بشارت	۴۶۸
۱۳۴	زنا سے بچنے پر مشک کی خوشبوٗ	۴۶۸
۱۳۵	احتیاط کی انتہاء اسے کہتے ہیں۔۔	۴۷۰
۱۳۶	حضرت ابودجانہ کا احتیاط	۴۷۰
۱۳۷	خوفِ خُدا ہو تو ایسا	۴۷۱
۱۳۸	خوف خدا کا اثر نسلوں تک	۴۷۲
۱۳۹	مجھے میرا خدا دیکھ رہا ہے۔۔۔۔۔۔	۴۷۳
۱۴۰	بادشاہوں میں بھی خوفِ آخرت	۴۷۴
۱۴۱	مولانا حسین علی اور خشیتِ اِلٰہی	۴۷۵
۱۴۲	اونٹ کے دل میں بھی خوف خدا۔۔۔۔۔	۴۷۶
۱۴۳	دل سوزی سے توبہ کا اثر	۴۷۷
۱۴۴	ندامت پر نجات، جرأت پر عذاب	۴۷۹

۱۴۵	عبداللہ بن مبارک کی توبہ	۴۸۰
۱۴۶	ایک بدنام زمانہ کی بدلتی زندگی۔۔۔۔	۴۸۱
۱۴۷	یحییٰ بن اکثم کی موئے سفید پر مغفرت۔۔۔۔۔	۴۸۵
۱۴۸	اللہ ہی دے گا۔۔۔۔۔	۴۸۵
۱۴۹	دھنستا ہوا قارون اگر مجھ سے مانگتا۔۔۔	۴۸۶
۱۵۰	نظر کرم ہوتی ہے کس کے دل پر۔۔۔۔۔	۴۸۶
۱۵۱	ٹوٹے دل پر رحمت کا سایہ	۴۸۷
۱۵۲	خُدا کا در تھام لیجیے	۴۸۸
۱۵۳	کُتے کی نصیحت!۔۔۔مالک کے در کو نہ چھوڑیئے	۴۹۰
۱۵۴	سب نے ٹھکرائے مگر رحمت نے تو تھام لیا۔۔۔	۴۹۱
۱۵۵	درِ رحمت کو چھوڑنا گوارا نہیں۔۔۔۔۔	۴۹۳
۱۵۶	ایک کفن چور کے ٹوٹے دل پر مغفرت کا سایہ	۴۹۳

شیطان اور گناہ و معصیت

۱۵۷	لذتِ مناجات سے محروم کون؟	۴۹۸
۱۵۸	گناہ کا اثر اہلِ خانہ پر بھی	۴۹۸
۱۵۹	ایک مؤذن کا عبرتناک انجام	۴۹۹
۱۶۰	اہل دل پر معصیت کا انکشاف۔۔۔	۵۰۰
۱۶۱	معصیت کبھی منکشف ہو جاتی ہے،	۵۰۰
۱۶۲	سیدنا عثمان غنی کی فراستِ ایمانی	۵۰۱
۱۶۳	نظر کی حفاظت کیجئے۔۔۔	۵۰۱

۱۶۴	چڑیا کی وفاداری	۵۰۲
۱۶۵	کتے کی وفاداری	۵۰۲
۱۶۶	کتے کی وفاشعاری	۵۰۴
۱۶۷	شیطان کے تجربات کا نچوڑ	۵۰۴
۱۶۸	شیطان تہجد میں حاضر۔۔۔۔۔	۵۰۵
۱۶۹	امام رازیؒ پر بوقت نزع شیطان کا حملہ	۵۰۶
۱۷۰	امام احمد بن حنبل پر شیطان کی شیطانیت	۵۰۷
۱۷۱	ایک عابد کی شیطان سے کُشتی	۵۰۷
۱۷۲	شیطان کی سواری اور اس کا مکر	۵۰۹
۱۷۳	شیطان کا ننگے پھرنا	۵۱۰
۱۷۴	کہیں شہادت کا رتبہ نہ مل جائے۔۔۔۔	۵۱۰
۱۷۶	شیخ جیلانیؒ پر شیطان کا داؤ	۵۱۱

شرم وحیائ اور عفت وپاکدامنی

۱۷۷	پروانۂ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرم وحیاء کا عجیب نمونہ	۵۱۴
۱۷۸	حضرت مریمؑ کی عفت و پاکدامنی	۵۱۴
۱۷۹	سیدہ فاطمہؓ نے پہلی کا چاند بھی نہ دیکھا۔۔۔۔۔۔۔۔	۵۱۸
۱۸۰	نگاہِ شریعت میں پسندیدہ عورت کون؟	۵۱۸
۱۸۱	حضرت عائشہؓ کی عفت کی شہادت تادم قیامت	۵۱۹
۱۸۲	میں اندھا ہوا اس وقت سے جب سے تو ہوا بے حیا	۵۲۶
۱۸۳	شرم وحیا کی پیکر کی برکت سے قحط ہوا رخصت	۵۲۶

۱۸۴	ملک یمن سے دیارِ حرم تک عفت کا مشعل	۵۲۷
۱۸۵	غم واندوہ میں بھی پردہ نہ چھوٹ پایا۔۔۔۔	۵۲۸
۱۸۶	پردے کا مخالف ہکا بکا رہ گیا۔۔۔۔	۵۲۸

شکر وامتنان اور صبر وتوکل

۱۸۷	شکرِ الٰہی پر حیرت انگیز اضافۂ ربّانی	۵۳۲
۱۸۸	شکرِ الٰہی کی انتہا کو چھوا تو نے۔۔۔۔۔۔۔	۵۳۳
۱۸۹	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شکر گزار زوجہ	۵۳۳
۱۹۰	شکر گزار سائل کی دربارِ رسالت میں دلجوئی۔۔	۵۳۵
۱۹۱	دولت کے نشہ میں اپنی پچھلی حالت کو نہ بھولیئے	۵۳۵
۱۹۲	ہر حال میں اپنے سے ادنیٰ کو دیکھئے	۵۳۶
۱۹۳	شکرِ الٰہی میں پتھر بھی رو پڑا۔۔۔۔۔۔	۵۳۷
۱۹۴	دونا شکرے کا انجام	۵۳۸
۱۹۵	قوم سبا کا عبرتناک انجام	۵۴۰
۱۹۶	سر پر شکوے کی پٹی	۵۴۱
۱۹۷	آنکھوں کی قدر و قیمت اور اسکا شکر۔۔۔۔	۵۴۲
۱۹۸	نعمت کی ناقدری پر مل کر رہتی ہے سزا۔۔۔	۵۴۳
۱۹۹	اللہ تعالیٰ کی خوشی معلوم کرنے کا ذریعہ	۵۴۴

صبر واستقلال

۲۰۰	صبر کی فضیلت	۵۴۶

۲۰۱	صبر ایوب علیہ السلام	۵۴۶
۲۰۲	حضرت عمرانؑ کی زوجہ اور لختِ جگر کا صبر و توکل	۵۴۸
۲۰۳	بی بی ہاجرہؑ کے صبر و توکل کی قدر دانی	۵۴۹
۲۰۴	نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عفو و تحمل	۵۵۱
۲۰۵	فرزند کے مرنے پر صحابیہ کا صبر و استقلال	۵۵۱
۲۰۶	سیدنا حضرت حسینؓ کا عفو و درگزر	۵۵۲
۲۰۷	آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عفو و درگزر	۵۵۲
۲۰۸	صبر و تحمل کی انتہا تو دیکھئے۔۔۔۔	۵۵۳
۲۰۹	ستانے والوں کو دعاؤں کا تحفہ	۵۵۳
۲۱۰	حضرت اقدس تھانویؒ کی تحمل مزاجی	۵۵۴
۲۱۱	ایک آفسر نے قلی کا دل جیت لیا۔۔۔	۵۵۴
۲۱۲	فیصلۂ خداوندی پر تسلیم و رضا	۵۵۶
۲۱۳	مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ	۵۵۸
۲۱۴	**لطیفہ:** حضرت امام شافعیؒ نے صافہ اتار کر	۵۵۸

تواضع وانکساری

۲۱۵	صدیق اکبرؓ کی عجز و فنائیت	۵۶۰
۲۱۶	فاتح خیبر کے عجز و انکساری کا عالم	۵۶۰
۲۱۷	ابدال کا مقام کیسے ملا۔۔	۵۶۱
۲۱۸	سید الطائفہ کا تواضع	۵۶۱

۲۱۹	بانیٔ دارالعلوم کی شانِ فنائیت	۵۶۲
۲۲۰	طالبانِ علوم نبوت کے سامنے تواضع کی مثال۔۔	۵۶۴
۲۲۱	شیخ طریقت کے سامنے عجز و بے کسی	۵۶۴
۲۲۲	خواجہ عبدالمالکؒ کی انکساری	۵۶۵
۲۲۳	برا کہنے والوں کو برا نہ کہئے۔۔۔۔	۵۶۷
۲۲۴	حضرت سعید احمد کی تواضع	۵۶۷
۲۲۵	معاملہ تمہارے پیر کا تو کھٹائی میں ہے۔۔۔۔	۵۶۸
۲۲۶	شرابی کی عجز و بے کسی پر مغفرت	۵۶۹
۲۲۷	ایک بوڑھی عورت کی کسمپرسی	۵۷۰
	عجب و کبر	
۲۲۸	فاروق اعظم کے عجب کا انمول علاج	۵۷۲
۲۲۹	کسی غیر کو بھی حقیر نہ جانئے۔۔۔۔	۵۷۲
۲۳۰	عجب و کبر کا حکیمانہ علاج	۵۷۵
۲۳۱	بڑائی جتانے کا عبرت ناک انجام	۵۷۶
۲۳۲	غریبوں کی آہ سے ڈرو	۵۷۷
	حرص و حسد	
۲۳۳	حاسد شرمندہ اور نمدیدہ رہا	۵۸۰
۲۳۴	دو خطرناک روحانی بیماری	۵۸۱
۲۳۵	امام ابوحنیفہؒ کے حاسدین	۵۸۲

۲۳۶	امام صاحب سے حسد کی انتہا؟	۵۸۲
۲۳۷	دنیا میں ہمارے سب سے بڑے دشمن	۵۸۴
۲۳۸	رشیا میں یہود کی سازش	۵۸۵

حسن معاشرت اور حسن اخلاق

۲۳۹	مثبت سوچ کا فائدہ	۵۸۸
۲۴۰	بیوی سے حسنِ سلوک پر مغفرت۔	۵۸۹
۲۴۱	بیوی کو معاف کرنے پر رحمت	۵۸۹
۲۴۲	محبت بھری زندگی کا طریقہ	۵۹۰
۲۴۳	شاکر و صابر دونوں جنتی	۵۹۰
۲۴۴	دنیا میں جنت کے مزے	۵۹۱
۲۴۵	مسکراہٹ محبت کا سرچشمہ ہے	۵۹۳
۲۴۶	قابل افسوس واقعہ	۵۹۴
۲۴۷	ساس بہو کے جھگڑے کا حل	۵۹۵
۲۴۸	شکر رنجی کو اس طرح دور کیجئے۔۔۔۔۔	۵۹۵
۲۴۹	بااخلاق پڑوس کی قیمت	۵۹۶
۲۵۰	یتیم۔۔۔۔۔۔۔نبی اکرم ﷺ کی نظر میں	۵۹۶
۲۵۱	لختِ جگر ہو تو ایسی ہو۔۔۔۔۔	۵۹۸
۲۵۲	باپ کا بیٹی سے سلوک	۵۹۸
۲۵۳	بھوکوں، بیماروں کی خدمت کی عظمت	۵۹۹

۲۵۴	مکھی پر شفقت بھی موجبِ رحمت	۶۰۰
۲۵۵	صدق وامانت سے کیا شرف ملا۔۔۔	۶۰۰
۲۵۶	اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُم جمیل کو دامنِ اسلام میں	۶۰۱
۲۵۷	تین سو آدمیوں کا قبول اسلام	۶۰۲
۲۵۸	مفتی لطف اللہ کے کردار میں تاثیر	۶۰۳
۲۵۹	ایثار و ہمدردی میں جان کی قربانی	۶۰۵
۲۶۰	راست بازی کا کرشمہ	۶۰۵
۲۶۱	مسلمان ہار گئے!۔۔اسلام جیت گیا	۶۰۷
۲۶۲	میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں	۶۰۸

موت وقبر اور میدانِ حشر

۲۶۳	محشر کے ہولناک مناظر اور اولادِ آدمؑ کی نفسا نفسی	۶۱۲
۲۶۴	حضرت آدمؑ کی خدمت میں درخواست	۶۱۲
۲۶۵	حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں درخواست	۶۱۳
۲۶۶	حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں درخواست	۶۱۴
۲۶۷	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں درخواست	۶۱۵
۲۶۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں درخواست	۶۱۶
۲۶۹	شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست	۶۱۶
۲۷۰	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب	۶۱۷
۲۷۱	حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشی	۶۱۸

۲۷۲	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	۶۱۸
۲۷۳	حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب	۶۱۹
۲۷۴	پل صراط کا سفر	۶۱۹
۲۷۵	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں داخلہ	۶۲۰
۲۷۶	مسلمانوں کو جہنم میں کفار کا طعنہ	۶۲۰
۲۷۷	جہنمی مسلمانوں سے جبرئیل امین کی ملاقات	۶۲۰
۲۷۸	شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام گنہگاروں کا پیغام	۶۲۱
۲۷۹	شفاعتِ کبریٰ	۶۲۱
۲۸۰	عتقاء رحمن کون؟	۶۲۲
۲۸۱	عتقاء رحمن کی فریاد	۶۲۳
۲۸۲	شفاعت کی دعا	۶۲۳
۲۸۳	مہلت زندگی کا عجیب واقعہ	۶۲۴
۲۸۴	ایک انسان کی عجیب موت	۶۲۵
۲۸۵	موت کی یاددہانے کیلئے آدمی مقرر تھا۔۔	۶۲۶
۲۸۶	ایک حیران کن منظر بھی دیکھا۔۔۔۔۔	۶۲۶
۲۸۷	اللہ والوں کی موت	۶۲۷
۲۸۸	قبر کیا سلوک کرتی ہے؟	۶۲۷
۲۸۹	قبر میں عذاب الٰہی کے مناظر	۶۲۸
۲۹۰	بوقت موت انابت الی اللہ	۶۳۱

{عرض مرتب}

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم! امابعد

کلام ربانی اور کتاب الٰہی کا ایک حصہ واقعات وقصص پر مشتمل ہے، جس کا مقصد کسی بڑی حقیقت کو واقعاتی اور تمثیلی انداز میں ذہن نشیں کرنا، خوابیدہ دلوں کو بیدار کرنا، اور خاصانِ خدا کے نقش پا پر چلنے کی ترغیب دینا ہے، اور قوموں کے عروج وزوال کی داستان سنا کر، اعلیٰ اخلاق وکردار کا مشعل دکھلانا ہے، اسی حکمت ومصلحت کے پیشِ نظر ہر دور میں علوم نبوت کے پاسبان تقریر وتحریر میں، طاعت وعبادت، محبت ومعرفت، علم واستقامت اور اخلاق حسنہ سے پیراستہ ہونے کے لیے تڑپا دینے والے واقعات بیان کرتے آئے ہیں، اسی قسم کے واقعات کا یہ مجموعہ ہے، جو حضرت اقدس عارف باللہ حضرت ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کی زبانِ فیض ترجمان سے نکلے ہیں۔

اس کی ترتیب میں مندرجہ باتیں ملحوظ رہی ہیں:

(۱) ہر واقعہ کو کسی نہ کسی عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) واقعات حضرت والا کے الفاظ میں ہی نقل کئے گئے ہیں۔

(۳) ایک ہی واقعہ کے چند پہلو کے پیش نظر حضرت نے مختلف مقامات پر ایک ہی واقعہ کو بیان فرمایا ہے، لیکن یہاں طوالت سے بچنے کے لیے کسی ایک ہی باب میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۴) حضرت کی سترہ کتابوں (خطبات ذوالفقار ۱۲/ حصے، سکونِ دل، تمنائے دل

اور دوائے دل، عشق الٰہی، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مذکورہ واقعات اس میں جمع کئے گئے ہیں۔

(۵) ۱۴۲۶ھ میں موسم حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں حضرت اقدس مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کو یہ مسودہ پیش کیا تو حضرت اقدس نے ہی اس کتاب کا نام تجویز فرمایا۔

(۶) پہلی دفعہ یہ مجموعہ ایک حصے میں مرتب کیا گیا تھا، بعد میں پھر اسے دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے، تاکہ جلد کافی ضخیم نہ رہے، البتہ ان دونوں حصے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جن حضرات کے واقعات اس میں شامل ہیں، ان کی مختصر تاریخ حاشیہ میں لکھدی گئی ہے تاکہ قارئین کو اندازہ ہوسکے کہ کون بزرگ کس صدی کے ہیں اور کن کن بزرگوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

امتنان وتشکر:

اس کتاب کی تالیف میں اپنے ان تمام محسنین کا شکر ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کا تعاون شامل رہا، جن میں بطورِ خاص حضرت اقدس کے خلیفۂ خاص جناب مولانا صلاح الدین صاحب نقشبندیؔ ہیں، جن کی ہمت افزائی اور رہنمائی سے حوصلہ ملا اور جن کے مفید مشورے اور دعائیں اس عاجز کے لئے زادِ راہ ہیں، نیز رفیق مکرم جناب مولانا رضی عالم صاحب قاسمیؔ کا تہہ دل سے ممنون ہوں، جنہوں نے ہر قسم کی مشغولیات کے باوجود تصحیح کا کام بخوبی انجام دیا، نیز رفیق محترم جناب مولانا مظہر عالم صاحب قاسمیؔ کا بھی بصمیم قلب مشکور ہوں جنہوں نے نقل وتبییض میں بھرپور تعاون پیش فرمایا اسی کے ساتھ مولانا ساجد صاحب بھائی جی خانپوری کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اپنی کشادہ ظرفی کے ساتھ کمپوزنگ کا کام بحسن وخوبی انجام دیا "جزاھم اللہ خیر الجزاء فی الدارین"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

اہل دل کے تڑپا دینے والے

واقعات

جلد اول

از افادات

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

مرتب

مفتی محمد انعام الحق قاسمی نقشبندی

استاذ دارالعلوم ہدایت الاسلام عالی پور، نوساری، گجرات (انڈیا)

ذکرِ حبیب نے تڑپا دیا دل

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بکریوں کا ریوڑ چرا رہے تھے کہ ایک آدمی قریب سے گزرا، گذرتے ہوئے اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ الفاظ ذرا بلند آواز سے کہے: ''**سبحان ذی الملک والملکوت، سبحان ذی العزة والعظمة والهيبة والقدرة والكبرياء والجبروت**'' (پاک ہے وہ زمین کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی والا پاک ہے وہ عزت بزرگی ہیبت اور قدرت والا اور بڑائی دبدبے والا)

حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنے محبوب حقیقی کی تعریف اتنے پیارے الفاظ میں سنی تو دل مچل اٹھا، فرمایا کہ اے بھائی! یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دینا، اس نے کہا کہ مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے؟ آپ نے فرمایا: آدھا ریوڑ، اس نے یہ الفاظ دوبارہ کہہ دیئے، آپ کو اتنا مزہ آیا کہ بے قرار ہو کر فرمایا: اے بھائی! یہ الفاظ ایک مرتبہ پھر کہہ دیجئے، اس نے کہا اب مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے؟ فرمایا بقیہ آدھا ریوڑ، اس نے یہ الفاظ سہ بارہ کہہ دیئے، آپ کو اتنا سرور ملا کہ بے ساختہ کہا اے بھائی! یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دیجئے، اس نے کہا اب تو آپ کے پاس دینے کے لیے کچھ بچا نہیں، اب آپ کیا دیں گے؟ فرمایا اے بھائی میں تیری بکریاں چرایا کروں گا تم ایک مرتبہ میرے محبوب کی تعریف اور کر دو، اس نے کہا حضرت ابراہیم خلیل اللہ آپ کو مبارک ہو میں تو فرشتہ ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ جاؤ اور میرا نام لو اور دیکھو کہ وہ میرے نام کے کیا دام لگاتا ہے۔ سبحان اللہ!

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا۔۔۔۔۔۔
جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

دربار حبیب میں پہونچ جاؤں کب؟

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی روح لینے کے لیے ملک الموت آئے، انہوں نے فرمایا: "**ھل رایت خلیلا یقبض روح خلیلہ**" کیا آپ نے کسی ایسے دوست کو دیکھا جو اپنے خلیل کی روح کو قبض کر رہا ہو؟ انہوں نے کہا کہ اچھا اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہوں، ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا، اللہ نے فرمایا: کہ جاؤ میرے حبیب کو پیغام دیدو "**ھل رایت خلیلا یکرہ لقاء خلیلہ**" کیا تم نے کسی دوست کو دیکھا کہ اپنے دوست کی ملاقات سے انکار کر رہا ہو؟ تو جیسے ہی ان کو پتہ چلا کہ موت اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا طریقہ ہے، کہنے لگے ملک الموت "**عجل عجل**" جلدی کر جلدی کر روح قبض کر، مجھے اپنے مالک سے واصل کر دے، یہ تھی تمنا حضرت ابراہیمؑ کی کہ اب تو جلد سے جلد اپنے پیارے اللہ کے حضور جا پہونچیں اور ملاقات حبیب سے لطف اندوز ہوں، اسی لیے حدیث پاک میں فرمایا، حدیث قدسی سے "**اَلَا طالَ شوقُ الابرارِ الی لِقائِی وَ اَنا اِلیھِم لَاَشَدُّ شَوْقاً**" ملاقات کر، کہ میرے نیک لوگوں کا شوق میری ملاقات کے لیے بڑھ گیا اور میں ان کی ملاقات کے لیے ان سے بھی زیادہ مشتاق ہوں۔

الفت میں جب مزا ہے کہ ہوں وہ بھی بے قرار دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

عبادتوں کا تحفہ غلاف محبت کیساتھ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی، درہم دھو رہی ہیں نبی علیہ السلام حیران ہوئے فرمایا: حمیرا۔۔۔! جواب دیا لبیک یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)۔۔۔۔ یہ کیا کر رہی ہو؟ فرمانے لگیں اے اللہ کے نبی میں درہم دھو رہی ہوں، فرمایا: کس لیے؟ اے اللہ کے نبی میں نے آپ کی زبان مبارک سے یہ بات سنی جب اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والا کسی سائل کو دیتا ہے تو وہ پیسے سائل کے ہاتھ

میں پہونچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پہونچ جاتے ہیں جب سے میں نے یہ بات سنی میں ہمیشہ سے صدقہ ان پیسوں کا دیتی ہوں جن کو پہلے سے دھولیتی ہوں میرے آقا کے ہاتھوں میں صاف اور پاک مال پہونچ جائے، اللہ اکبر یہ ہے محبت دیکھئے، جس سے محبت ہوتی ہے، اس کو پھلوں کی ٹوکری بھی بھیجتا ہے تو اس کو گفٹ پیک کر کے بھیجتا ہے، منگنی وعید پر تو اگر بسکٹ کا ڈبا ہو تو اس کو بھی گفٹ پیک کر کے بھیجتے ہیں، اللہ والے بھی اسی طرح جب اللہ رب العزت کی عبادت کرتے ہیں تو وہ بھی اپنی نمازوں کو محبت کے غلاف میں پیک کر کے اللہ کے حضور بھیج رہے ہوتے ہیں۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول پھول کچھ میں چنے ہیں ان کے دامن کے لیے

میرے محبوب کو قسم کی ضرورت کیا ہے؟

ایک صحابی بکریاں چراتے تھے، جب کبھی مدینہ طیبہ واپس آتے تو پوچھتے کہ قرآن پاک کی کونسی نئی آیات اتری ہیں؟ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص بات ارشاد فرمائی ؟ ان کو بتادیا جاتا ایکدفعہ واپس آکر پوچھا تو انھیں بتادیا گیا کہ یہ آیات اتری ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میرے بندو! میں ہی تمہیں رزق دینے والا ہوں جب انہوں نے یہ بات سنی تو وہ ناراض ہونے لگے، اور کہنے لگے کہ وہ کون ہے جس کو یقین کے لیے میرے اللہ کو قسم کھانی پڑی، سبحان اللہ، یہ محبت کی بات ہے۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں میری سادگی تو دیکھ کیا چاہتا ہوں

حضرت زِنّیرہ کی محبتِ الٰہی میں بے تابی

سیدہ زِنّیرہؓ ایک صحابیہ ہیں جو کہ ابوجہل کی خادمہ تھیں، آپؓ نے کلمہ پڑھ لیا، ابوجہل کو بھی پتہ چل گیا، اس نے آکر پوچھا، کیا کلمہ پڑھ لیا، ؟ فرمایا، ہاں، آپؓ بڑی عمر کی تھیں، مشقتیں نہیں اٹھا سکتی تھیں، مگر ابوجہل نے اپنے دوستوں کو ایک دن بلایا اور ان کے سامنے بلا کر

انہیں مارنا شروع کر دیا، لیکن برداشت کرتی رہیں، کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نام پر اس سے بڑی تکالیف بھی برداشت کرنے کے لیے تیار تھیں، جب اس نے دیکھا کہ اتنا مارنے کے باوجود اس کی زبان سے کچھ نہیں نکلا، تو اس نے آپؓ کے سر میں کوئی چیز ماری جس سے آپؓ کی بینائی زائل ہوگئی، اور آپؓ نابینا ہوگئیں، اب انہوں نے مذاق کرنا شروع کر دیا، کہنے لگے، دیکھا ہمارے بتوں کی پوجا چھوڑ چکی تھی، لہٰذا ہمارے معبودوں نے تمہیں اندھا کر دیا، مار برداشت کر چکی تھیں، مشقتیں اٹھا چکی تھیں، یہ سب سزائیں برداشت کرنا آسان تھیں، مگر جب انہوں نے یہ بات کہی تو آپؓ برداشت نہ کر سکیں، چنانچہ فوراً تڑپ اٹھیں، اسی وقت کمرے میں جا کر سجدہ میں گر گئیں اور اپنے محبوب حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں کرنے لگ گئیں، عرض کیا، اے اللہ! انہوں نے مجھے سزائیں دیں تو میں نے برداشت کیا، وہ میری ہڈیاں بھی توڑ دیتے، وہ میرے جسم کو چھلنی کر دیتے تو میں یہ سب کچھ برداشت کر لیتی مگر تیری شان میں گستاخی کی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتی، وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں نے تمہاری بینائی چھین لی اے اللہ! جب میں کچھ نہیں تھی تو' تو نے مجھے بنا دیا، بینائی بھی عطا کر دی، اب تو نے ہی بینائی واپس لی ہے، اے اللہ! تو مجھے دوبارہ بینائی عطا فرما دے تا کہ ان پر تیری عظمت کھل جائے، ابھی دعا والے ہاتھ چہرے پر نہیں پھیرے تھے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی بینائی لوٹا دی، سبحان اللہ، اس وقت مرد تو مرد عورتوں میں بھی یوں محبتِ الٰہی کا جذبہ بھرا ہوا تھا۔

جب عشق سے تیرے بھر گئے ہم ☆ تو ہی رہا جدھر گئے ہم
تیری ہی طرف کو راہ نکلی ☆ بھولے بھٹکے جدھر گئے ہم

خدا سے محبت بھری گفتگو

بنی اسرائیل میں ایک سادہ سا آدمی بیٹھا باتیں کر رہا ہے کہ اے اللہ! میں نے سنا ہے کہ تیری بیوی نہیں، تیرے بچے نہیں، کبھی میرے پاس آتا تو میں آپ کی خدمت کرتا، میں تیرے کپڑے دھوتا، تجھے کھانا دیتا، حضرت موسیٰ علیہ السلام ادھر سے گذرے، فرمانے لگے،

اے اللہ کے بندے یہ تو اللہ کی شان میں گستاخی ہے، سادہ آدمی تھا ڈر گیا، کانپ گیا، اللہ رب العزت کو اس کا ڈرنا اور کانپنا اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمادی جس کو کسی شاعر نے یوں کہا۔

تو برائے وصل کردن آمدی ☆ نہ برائے فصل کردن آمدی

اے نبی میں تجھے جوڑنے کے لیے بھیجا تھا، توڑنے کے لیے نہیں بھیجا تھا، کیوں؟ اس لیے کہ اگرچہ ظاہری طور پر باتوں کا مفہوم ٹھیک نہیں تھا، مگر محبت تو اللہ رب العزت سے تھی۔

حضرت عبداللہ ذُوالبَجادینؓ اور محبت الٰہی

محبت الٰہی کا جذبہ انسان کے دل میں ہو تو اللہ تعالیٰ بڑی قدر دانی فرماتے ہیں، محبت میں ایسی کیفیت ہو جیسی حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کو نصیب تھی۔

یہ ایک نوجوان صحابی رضی اللہ عنہ تھے جو مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلہ پر ایک بستی میں رہتے تھے، دوستوں سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ میں ایک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں، چنانچہ حاضر ہوئے اور چوری چھپے کلمہ پڑھ لیا، واپس گھر آ گئے، گھر کے سب لوگ ابھی کافر تھے لیکن محبت تو وہ چیز ہے جو چھپ نہیں سکتی، اپنی طرف سے تو چھپایا کہ کسی کو پتہ نہ چلے مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی تذکرہ کرتا تو یہ متوجہ ہوتے۔

؎ اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

چنانچہ گھر والوں نے اندازہ لگا لیا کہ کوئی نہ کوئی معاملہ ضرور ہے، ایک دن چچا نے کھڑا کر کے پوچھا، بتاؤ بھئی! کلمہ پڑھ لیا ہے؟ فرمانے لگے، جی ہاں، چچا کہنے لگا، اب تیرے سامنے دو راستے ہیں، یا تو کلمہ پڑھ کر اس گھر سے نکل جا اور اگر گھر میں رہنا ہے تو پھر ہمارے دین کو قبول کر لے، چنانچہ ایک ہی لمحہ میں فیصلہ کر لیا، فرمایا، میں گھر تو چھوڑ سکتا ہوں لیکن اللہ کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا، چچا نے مارا پیٹا بھی سہی اور جاتے ہوئے جسم کے کپڑے بھی اتار لئے، جسم پر بالکل کوئی کپڑا نہ تھا، ماں بالآخر ماں تھی، شوہر کی وجہ سے کچھ ظاہر میں تو نہ کہہ سکی لیکن چھپ کر اپنی

چادر پکڑا دی کہ بیٹا! ستر چھپا لینا، وہ چادر لے کر جب باہر نکلے تو اس کے دو ٹکڑے کئے، ایک سے ستر چھپا لیا اور دوسری اوپر اوڑھ لی، اسی لئے 'ذوالبجادین' یعنی دو چادروں والے مشہور ہو گئے، اب کہاں گئے؟ جہاں سودا کر چکے تھے، قدم بے اختیار مدینہ طیبہ کی طرف بڑھ رہے ہیں، رات کا سفر کر کے صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو چہرہ پر عجیب خوشی کی کیفیت ظاہر ہوئی، صحابہ کرامؓ متوجہ ہوئے کہ یہ کون آیا ہے کہ جس کو دیکھ کر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ یوں ٹمٹما اٹھا ہے ؎

دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہار کے وہ آ رہا ہے کوئی شب غم گزار کے

حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ چھوڑ چکا ہوں، اب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہوں، چنانچہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے، اور وہیں رہنا شروع کر دیا۔

چونکہ قربانی بہت بڑی دی تھی، محبت الٰہی میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا اس لئے اس کا بدلہ بھی ایسا ہی ملنا چاہئے تھا، چنانچہ ان کو ایسی کیفیات حاصل تھیں، کہ محبت الٰہی میں بعض اوقات جذب میں آ جاتے، آج کل بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ جی جذب کیا ہوتا ہے؟ جناب احادیث مبارکہ پڑھو، پھر پتہ چلے گا کہ جذب صحابہ کرامؓ پر بھی طاری ہوتا تھا، حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ یہ (حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ) مسجد نبوی کے دروازے پر بعض اوقات بیٹھے ہوتے تھے اور ایسا جذب طاری ہوتا تھا کہ اونچی آواز سے اللہ اللہ اللہ کہہ اٹھتے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو انہوں نے ڈانٹا کہ کیا کرتا ہے، یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر! عبد اللہ کو کچھ نہ کہو، یہ جو کچھ کر رہا ہے اخلاص سے کر رہا ہے۔

کچھ عرصہ گزرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، راستہ میں ایک جگہ پہنچے تو بخار ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو لے کر تشریف لائے، جب وہاں پہنچے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چند لمحات باقی تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان کے سر کو اپنی گود مبارک میں رکھ دیا، یہ وہ خوش نصیب صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی نگاہیں چہرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لگی ہوئی تھیں اور وہ اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے، سبحان اللہ! گود مبارک میں ہی اپنی جان اس کیفیت میں جان آفریں کے سپرد کر دی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان کے کفن دفن کی تیاری کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بھجوائی اور فرمایا کہ عبد اللہ کو اس چادر میں کفن دیا جائے گا، سبحان اللہ! واہ اللہ! تو بھی کتنا قدر دان ہے کہ جس بدن کو تیری راہ میں ننگا کیا گیا تھا آج اس بدن کو تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی کملی سے چھپا رہا ہے، سبحان اللہ! سودا تو کر کے دیکھیں، پھر دیکھیں اللہ رب العزت کیسی قدر دانی فرماتے ہیں، ہم لوگ ہی بے قدرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی کہنا پڑا {وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ} اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہئے تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھایا، پھر جنازہ لے کر قبرستان کی طرف چلے شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی میت کا سب سے زیادہ قریبی ہو تو وہ قبر میں اس کو اتارنے کے لئے اترے، اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ بھی کھڑے تھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود قبر میں اتر کر فرمایا، اپنے بھائی کو پکڑا دو مگر ان کے ادب کا خیال رکھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عاشق صادق کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور زمین پر لٹا دیا، گویا اپنی امانت کو زمین کے سپرد کر دیا۔

حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو زمین پر رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے اللہ! میں عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا'' یہ ایسے الفاظ تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سن کر وجد میں آ گئے اور کہنے لگے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ کاش! آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں میری میت ہوتی، دیکھا! محنت مجاہدہ اور قربانیاں کرنے والوں کو اللہ رب العزت یوں بدلہ دیا کرتے ہیں، آپ سوچئے کہ جو آقا اپنے کمزور بندوں کو حکم ارشاد

فرماتا ہے کہ {هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ} تو اگر کوئی اس کے لئے قربانیاں دے تو کیا اللہ رب العزت قدردانی نہیں فرمائیں گے؟ ضرور فرمائیں گے۔ سبحان اللہ

محبت پر لاکھ روپیہ کا شعر

خواجہ عزیز الحسنؒ حضرت اقدس تھانویؒ کے خلیفہ مجاز تھے، انہوں نے ایک شعر لکھا اور اپنے پیر و مرشد کو سنایا، حضرت تھانویؒ نے شعر سن کر فرمایا کہ اگر میں صاحب استطاعت ہوتا تو ایک لاکھ روپے انعام دے دیتا، یہ اس زمانے کی بات ہے جب اسکول جانے کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں ملتا تھا، یہ اس دور کی بات ہے جب انجینئر کی تنخواہ پندرہ ہزار روپے ہوا کرتی تھی، وہ شعر کیا تھا؟ بڑا مختصر، بہت سادہ، دل میں اتر جانے والا، عجیب بات کہی مگر حکایت دل بیان کر دی فرمایا:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

محبوب کی رضا میں کھوٹے سکے بھی منظور

حضرت عثمان خیر آبادیؒ ایک بزرگ گزرے ہیں، ان کی ایک دکان تھی، ان کی عادت تھی کہ جب کوئی گاہک آتا اور اس کے پاس کبھی کوئی کھوٹا سکہ ہوتا تو وہ پہچان تو لیتے تھے مگر پھر بھی وہ رکھ لیتے اور سودا دے دیتے، اس دور میں چاندی کے بنے ہوئے سکے ہوتے تھے، وہ سکے گھسنے کی وجہ سے کھوٹے کہلاتے تھے، وہ کھوٹے سکے جمع کرتے رہتے، ساری زندگی یہی معمول رہا، جب موت کا وقت قریب آیا تو آخری وقت انہوں نے پہچان لیا، اس وقت اللہ رب العزت کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! میں ساری زندگی تیرے بندوں کے کھوٹے سکے وصول کرتا رہا تو بھی میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرمالے، سبحان اللہ محبت الٰہی کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے۔

عشق ومحبت کی دکان دیکھی ہے آپ نے؟

میرے دوستو! اللہ کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں، اس عاجز نے مجمع میں کبھی اس طرح قسمیں نہیں کھائیں، مگر آج میرے جی نے چاہا کہ یہ بات عرض کر دی جائے کہ اس عاجز نے بھی اپنی زندگی میں عشق کی ایک دکان دیکھی ہے، اس کے گواہ حضرت حکیم عبد اللطیف صاحب مدظلہ العالی بیٹھے ہیں، وہ عشق کی دکان چکوال میں دیکھی تھی، وہاں پینے والے آتے تھے، کوئی مشرق سے آتا تھا، کوئی مغرب سے آتا تھا، کوئی پشاور سے آتا تھا، کوئی کراچی سے آتا تھا، کہیں سے منیر صاحب چلے آ رہے ہوتے تھے، کہیں سے حکیم عبد اللطیف صاحب آ رہے ہوتے تھے، کہیں سے مولانا نعیم اللہ صاحب آ رہے ہوتے تھے، کہیں سے کوئی عشق کی پڑیا لینے آتا تھا اور کہیں سے کوئی عشق کا پیالہ پینے کے لئے آتا تھا، یہ عشق کی سودائی، یہ محبت الٰہی کے منگتے، یہ محبت الٰہی لینے والے فقیر بے تاب ہو کر اپنے گھروں سے کھینچے چلے آتے تھے۔

یہ وہاں جاتے تھے، وہاں ایک مربی، اور شیخ تھے جن کی زندگی اللہ رب العزت کے حکموں کے مطابق ڈھل چکی تھی، جن کا سینہ عشق الٰہی سے بھر چکا تھا، وہ عشق کی دوا پیتے تھے، کبھی کسی کو تنہائی میں بٹھا کر دیتے، کبھی کسی سے بیان کروا کر دیتے، کبھی کسی کو سامنے بٹھا کر دیتے، کبھی کسی کو ڈانٹ پلا کر دیتے، جو عشق کی دوا پی لیتے تھے وہ اپنے سینوں میں عشق کی گرمی لے کر جاتے تھے، میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ جب ان حضرات کے دلوں میں انہوں نے عشق کی ایسی گرمی بھر دی تو پتہ نہیں کہ اللہ نے ان کے دل میں عشق کی کیا حرارت رکھی ہوگی۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ! کیا آگ بھری ہوگی

اہل محبت آزمائے بھی جاتے ہیں

ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ان کی شادی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن و جمال بھی عجیب دیا تھا اور شادی بھی ایک بڑے امیر کبیر صحابیؓ سے ہوئی کہ جن کے پاس رزق کی فراخی تھی، ہر طرح کی عیش و آرام کے سامان تھے، میاں بیوی میں خوب محبت تھی، اور اچھا وقت گذر رہا تھا، حتی کہ بیوی اپنے خاوند کی خدمت بھی کرتی اور انہیں خوش بھی رکھتی دونوں میاں بیوی خوشی خوشی زندگی گذار رہے تھے، ایک رات خاوند سو چکا تھا، وہ پانی کا پیالہ لیکر کھڑی رہی حتی کہ جب ان کی دوبارہ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بیوی پانی لیکر کھڑی ہے وہ بڑے خوش ہوئے انہوں نے اٹھکر پانی پیا اور بیوی سے کہا میں اتنا خوش ہوں کہ تم اتنی دیر پانی کا پیالہ لیکر میرے انتظار میں کھڑی رہی آج تم جو کہوگی میں تمہاری فرمائش پوری کرونگا، جب خاوند نے یہ کہا تو بیوی کہنے لگی کیا آپ اپنی بات میں پکے ہیں کہ جو کہونگی آپ پورا کریں گے؟ کہنے لگے، ہاں پورا کر کے دکھاؤنگا، کہنے لگی کہ اچھا پھر آپ مجھے طلاق دیکر فارغ کر دیجئے، اب جب طلاق کی بات ہوئی تو وہ صحابی بہت پریشان ہوئے کہ اتنی خوبصورت، خوب سیرت، اتنی وفادار اور خدمتگار بیوی کہہ رہی ہے کہ آپ مجھے طلاق دید یجئے پوچھنے لگے، بی بی! کیا تجھے مجھ سے کوئی تکلیف پہونچی ہے؟ کہنے لگی بالکل نہیں، بی بی! کیا میں نے آپ کی بے قدری کی ہے؟ ہرگز نہیں، کوئی آپ کی امیدوں کو توڑا ہے، کوئی آپ کی بات پوری نہیں کی؟ نہیں ایسی بھی کوئی بات نہیں، بی بی! کیا آپ مجھ سے خفا ہیں؟ کہنے لگی ہرگز نہیں، تو پھر مجھ سے طلاق کیوں چاہتی ہو کیا آپ مجھے پسند نہیں کرتیں؟ کہنے لگی، یہ بات بھی نہیں، پسند بھی بہت کرتی ہوں، محبت کرتی ہوں اسی لیے خدمت کرتی ہوں، آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کی بات کو پورا کرونگا، لہٰذا آپ مجھے طلاق دیکر فارغ کر دیں، وہ صحابیؓ حیران ہیں کہ قول بھی دے بیٹھے، کہنے لگے اچھا، صبح ہوگی، تو ہم نبی علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر فیصلہ کروالیں گے، وہ کہنے لگی، بہت اچھا چنانچہ میاں بیوی رات کو سو گئے۔

صبح ہوئی تو بیوی کہنے لگی کہ چلو جلدی چلتے ہیں، چنانچہ دونوں میاں بیوی گھر سے نکلے تھے کہ خاوند کا کسی وجہ سے پاؤں اٹکا اور وہ نیچے گرے اور ان کے جسم سے خون نکلنے لگا، بیوی نے فوراً اپنا دوپٹہ پھاڑا اور خاوند کے زخم پر پٹی باندھی، اس کے بعد اس کو سہارا دیا، اور کہنے لگی کہ چلو گھر واپس چلتے ہیں، میں آپ سے طلاق نہیں لیتی، وہ حیران ہوئے کہ جب تم نے طلاق کا مطالبہ کیا تو نہ مجھے اس وقت سمجھ میں آیا اور اب کہتی ہو کہ طلاق نہیں چاہیئے تو نہ اب مجھے سمجھ میں آسکا، کہنے لگی گھر تشریف لے چلیں، وہاں جا کر میں آپ کو بات بتادوں گی، جب گھر جا کر بیٹھے تو کہنے لگے، کہ مجھے بتاؤ تو سہی کیا بات ہے کہنے لگی آپ نے چند دن پہلے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث سنائی تھی کہ جس بندے سے اللہ رب العزت محبت کرتے ہیں اس بندے کے اوپر اس طرح پریشانیاں آتی ہیں، جس طرح پانی اونچائی سے ڈھلوان کی طرف جایا کرتا ہے، میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان سنا میں دل میں سوچتی رہی کہ میں نے آپ کے گھر میں کوئی پریشانی نہیں دیکھی کوئی غم نہیں دیکھا، کوئی مصیبت نہیں دیکھی، تو میرے دل میں خیال آیا کہ میرے آقا کی بات سچی ہے، ایسا تو نہیں کہ میرے خاوند کے ایمان میں فرق ہو، میرے خاوند کے اعمال میں فرق ہو، میرے خاوند سے اگر پروردگار کو محبت نہیں تو میں اس بندے کی کیا خدمت کروں گی، اس لیے جب آپ نے کہا کہ میں تمہاری بات پوری کروں گا تو میں نے کہا کہ میں اس بندے سے طلاق چاہتی ہوں جس سے میرے پروردگار محبت نہیں کرتے، پھر جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لیے جارہے تھے، یہ اللہ کا راستہ تھا، آپ گرے اور خون نکلا تو میں فوراً سمجھ گئی کہ آپ کو اللہ کے راستہ کا غم پہونچا، مصیبت پہونچی، تکلیف پہونچی، یقیناً اللہ تعالیٰ کو آپ سے پیار ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ناراضگی کی وجہ سے خوشیاں نہیں دی ہوئیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے، اب مجھے طلاق لینے کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے میں ساری زندگی آپ کی خادمہ بن کر آپ کی خدمت کیا کروں گی۔

ذکر دنیا کر کے دیکھا فکر عقبیٰ کر کے دیکھ سب کو اپنا کر کے دیکھا رب کو اپنا کر کے دیکھ

حکومت تو لیلیٰ کو سجتی ہے

ایک دفعہ مجنون جا رہا تھا ان دنوں حضرت حسنؓ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہو گئے تھے، اور حکومت ان کے حوالے کر دی تھی، ملاقات ہوئی سلام جواب ہوا، حضرت حسن نے فرمایا کہ میں خلافت سے دست بردار ہو گیا ہوں، اور میں نے حکومت انہیں کو دیدی، جن کو سجتی تھی، جب اس نے سنا تو کہنے لگا کہ حضرت میرے خیال میں تو حکومت لیلیٰ کو سجتی ہے، حضرت نے فرمایا "انت مجنون" تو تو مجنون ہے تب سے اس کا نام قیس کی جگہ مجنون پڑ گیا، دیوانہ تھا بیچارہ اپنے بس میں نہیں تھا۔

☆ ایک مرتبہ اس کے باپ نے کہا بیٹا بہت بدنامی ہو گئی، لہذا دعا مانگ کہ اے اللہ لیلیٰ کی محبت کو میرے دل سے نکال دیجئے ختم کر دیجئے، اس نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی کہ "اللّٰھم زدنی حب لیلیٰ" اے اللہ لیلیٰ کی محبت کو اور بڑھا دیجئے، چنانچہ اس کے والد ایک مرتبہ پکڑ کر بیت اللہ لے گئے، کہنے لگے کہ بہت بدنامی ہو گئی آج میں تجھے نہیں چھوڑونگا، جب تک کہ تو سچی توبہ نہ کرے، چل توبہ کر یہ توبہ کرنے لگا تو اس نے کہا:

الٰھی تبت من کل المعاصی ولکن حب لیلیٰ لااتوب

اللہ میں نے ہر گناہ سے توبہ کر لی لیکن لیلیٰ کی محبت سے توبہ نہیں کرتا

اس کے والد نے ناراض ہو کر کہا کہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ جب وہ بہت زیادہ ناراض ہوئے تو اس نے مجبور ہو کر ہاتھ اٹھائے اور والد کے سامنے دعا مانگنے لگا۔

الھی لا تسلبنی حبھا ابداً ویرحم اللّٰہ عبداقال آمینا

یا اللہ اس کی محبت میرے دل سے کبھی نہ نکالنا اور اللہ اس بندے پر رحم کرے جو اس دعا پر آمین کہے

محبت میں دیوار اور کتّے کی قدم بوسی

ایک مرتبہ مجنون کو کسی نے دیکھا کہ ایک کتے کے پاؤں چوم رہا ہے، اس نے پوچھا کہ مجنون تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ مجنون نے کہا یہ کتا لیلیٰ کی گلی سے ہو کر آیا ہے میں اس لیے اس کے پاؤں چوم رہا ہوں، ایسے مغلوب الحال اور فاتر العقل انسان کو مجنون پاگل نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟ کسی فارسی شاعر نے یہی بات شعر میں کہی ہے ؎

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود گفت گاہے ایں سگے در کوئے لیلیٰ رفتہ بود

مجنون لیلیٰ کی گلی کا طواف کیا کرتا تھا اور یہ شعر پڑھا کرتا تھا:

اَطُوْفُ علی جدار دیار لیلیٰ اُقَبِّلُ ذالجدار وذالجدارا

وماحبُّ الدیارِ شغفن قلبی ولکن حُبَّ مَنْ سَکَنَ الدیارا

(میں لیلیٰ کے گھر کی دیواروں کا طواف کرتا ہوں، کبھی یہ دیوار چومتا ہوں کبھی وہ دیوار چومتا ہوں اور دراصل ان گھروں کی محبت میرے دل پر نہیں چھا گئی بلکہ اس کی محبت جوان گھروں میں رہنے والی ہے)

☆ ایک مرتبہ حاکم شہر نے سوچا کہ لیلیٰ کو دیکھنا چاہئے کہ مجنون اور اس کی محبت کے افسانے زبان زد ہیں، جب سپاہیوں نے لیلیٰ کو پیش کیا تو حاکم حیران رہ گیا کہ ایک عام سی لڑکی تھی نہ شکل نہ رنگ نہ روپ تھا، اس نے لیلیٰ سے کہا :

از دگر خوباں تو افزوں نیستی گفت خاموش چوں تو مجنوں نیستی

(تو دوسری حسیناؤں سے زیادہ بہتر نہیں ہے کہنے لگی خاموش رہ چونکہ تو مجنوں نہیں ہے)

دیکھئے مگر مجنوں کی آنکھ سے

ایک بادشاہ نے لیلیٰ کے بارے میں سنا کہ مجنوں اس کی محبت میں دیوانہ بن چکا ہے، اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں لیلیٰ کو دیکھوں تو سہی چنانچہ جب اس نے دیکھا تو اس

کا رنگ کالا تھا اور شکل بھدی تھی، وہ اتنی کالی تھی کہ اس کے ماں باپ نے لیلیٰ (رات) سے مشابہت کی وجہ سے اس کو (کالی) کا نام دیا، لیلیٰ کے بارے میں بادشاہ کا تصور یہ تھا کہ وہ بڑی نازنین اور پری چہرہ ہوگی مگر جب اس نے لیلیٰ کو دیکھا تو اسے کہا: از دگر خوباں تو افزوں نیستی!

دوسری عورتوں سے تو زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے!۔۔۔۔۔۔۔۔۔جب بادشاہ نے یہ کہا تو لیلیٰ نے آگے سے جواب دیا:

''گفت خاموش تو چوں مجنوں نیستی''

کہ خاموش ہو جا تیرے پاس مجنوں کی آنکھ نہیں ہے، اگر مجنوں کی آنکھ ہوتی تو تجھے دنیا میں میرے جیسا خوبصورت کوئی نظر نہ آتا، اسی طرح میرے دوستو! محبت الٰہی کی آنکھوں سے اس کائنات کو دیکھیں گے تو ہر جگہ جمال خداوندی نظر آئیگا۔

☆ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس کو کسی نے دیکھا کہ ریت کے ڈھیر پر بیٹھے کچھ لکھ رہا ہے اس پر انہوں نے کہا:

دید مجنون را یکے صحرانورد ☆ در بیاباں غمش نشستہ فرو
ریگ کاغذ بود انگشتاں قلم ☆ می نمود ے بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنو ن شیدا چسیت ایں ☆ می نویسی نامہ بہر کیست ایں
گفت مشق اسم لیلیٰ می کنم ☆ خاطر خودرا تسلی می کنم

ایک صحرانورد نے ایکبار مجنون کو دیکھا، غم کے بیابان میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا، ریت کو اس نے کاغذ بنایا ہوا تھا، اور اپنی انگلیوں کو قلم، اور کسی کو کوئی خط لکھ رہا تھا، اس نے پوچھا، اے مجنون شیدا تو کیا لکھ رہا ہے؟ تو کس کے نام یہ خط لکھ رہا ہے؟ مجنون نے کہا کہ لیلیٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں، اس کے نام کو لکھ کر میں اپنے آپ کو تسلی دے رہا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ جب دنیا کے محبوب کا نام لکھنے اور بولنے سے سکون ملتا ہے تو محبوب حقیقی کے ذکر و نام لینے پر کس قدر سکون ملے گا۔

نمازی کو مجنوں کی تنبیہ

ایک دفعہ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا، مجنوں لیلیٰ کی محبت میں غرق تھا، وہ اسی مدہوشی میں اس نمازی کے سامنے سے گذر گیا، اس نمازی نے نماز مکمل کرنے کے بعد مجنوں کو پکڑ لیا، کہنے لگا، تو نے میری نماز خراب کر دی کہ میرے سامنے سے گذر گیا، تجھے نظر نہیں آیا؟ اس نے کہا، خدا کے بندے! میں مخلوق کی محبت میں گرفتار ہوں، مگر وہ محبت اتنی غالب آئی کہ مجھے یہ پتہ نہ چلا کہ میں کس کے سامنے سے گذر رہا ہوں، اور تو خالق کی محبت میں گرفتار ہے کہ نماز پڑھ رہا تھا تجھے اپنے سامنے سے جانے والوں کا پتہ چل رہا تھا۔

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے جمال میں

محبت وتوحید کا درس دیا بھی تو کس نے؟

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ مجھے تو ایک عورت نے توحید سکھا دی، کسی نے پوچھا کہ، حضرت! وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے پاس ایک عورت آئی جو پردے میں تھی، کہنے لگی کہ میرا خاوند دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، آپ یہ فتویٰ لکھ کر دیں کہ اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے، انہوں نے سمجھایا کہ اللہ کی بندی! اگر وہ اپنی ضرورت کے تحت دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو شریعت نے چار تک کی اجازت دی ہے میں کیسے لکھ کے دے سکتا ہوں؟ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو اس عورت نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگی کہ حضرت! شریعت کا حکم راستہ میں رکاوٹ ہے ورنہ اگر اجازت ہوتی اور میں آپ کے سامنے چہرہ کھول دیتی اور آپ میرے حسن و جمال کو دیکھتے تو آپ اس بات کو لکھنے پر مجبور ہو جاتے کہ جس کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں، فرماتے ہیں کہ وہ تو یہ بات کہہ کر چلی گئی مگر میرے دل میں یہ بات آئی کہ اے اللہ! آپ نے عورت کو عارضی حسن و جمال عطا کیا اس کو اپنے حسن پر اتنا ناز ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جس کی بیوی میں ہوں اب

اس کو محبت کی نظر دوسرے کی طرف ڈالنے کی اجازت نہیں، تو اے پروردگار! تیرے اپنے حسن و جمال کا کیا عالم ہے۔۔۔!!! آپ کہاں پسند کریں گے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی بندہ محبت کی نظر کسی غیر کی طرف اٹھا سکے۔

ہر غم مجھے منظور مگر محبت میں شرکت۔۔۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ مجھے ایک دھوبن نے توحید سکھائی، کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے ہمسایہ میں ایک دھوبی رہتا تھا، میں ایک مرتبہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا گرمی کی رات میں قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا، ہمسایہ سے میں نے ذرا اونچا اونچا بولنے کی آواز سنی پوچھا، بھائی خیریت تو ہے کیوں اونچا بول رہے ہو؟ جب غور سے سنا تو مجھے پتہ چلا کہ بیوی اپنے میاں سے جھگڑ رہی تھی وہ اپنے خاوند کو کہہ رہی تھی کہ دیکھ تیری خاطر میں نے تکلیفیں برداشت کی فاقے کاٹے، سادہ لباس پہنا، مشقتیں اٹھائیں، ہر دکھ سکھ تیری خاطر میں نے برداشت کیا اور میں تیری خاطر ہر دکھ برداشت کرنے کے لیے اب بھی تیار ہوں، لیکن اگر تو چاہے کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح کر لے تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہوسکتا، مگر تیرے ساتھ کبھی میں نہیں رہ سکتی، فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے قرآن پر نظر ڈالی تو قرآن مجید کی آیت سامنے آئی، ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے جو بھی گناہ لے کر آئیگا، میں چاہوں گا، سب معاف کر دونگا، لیکن میری محبت میں کسی کو شریک بنائے گا تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہوسکتا۔

شبلی جوش محبت نہ دکھلا

ایک مرتبہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ وضو کر کے گھر سے نکلے، راستے میں ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا، شبلی! ایسا گستاخانہ وضو کر کے تو میرے گھر کی طرف جا رہا ہے، وہ سہم گئے، اور پیچھے ہٹنے لگے، جب وہ پیچھے ہٹنے لگے تو دوبارہ الہام ہوا، شبلی! تو میرا گھر

چھوڑ کر کہاں جائے گا؟ وہ پھر ڈر گئے اور زور سے ''اللہ'' کی ضرب لگائی، جب اللہ کا لفظ کہا تو الہام ہوا، شبلی! تو ہمیں اپنا جوش دکھاتا ہے، حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ یہ سنکر دبک کر بیٹھ گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد الہام ہوا، شبلی! تو ہمیں اپنا صبر دکھاتا ہے بالآخر کہنے لگے، اے اللہ! میں تیرے ہی سامنے فریاد کرتا ہوں، اصل میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے کے ساتھ ذرا محبت کی باتیں کرنا چاہتے تھے۔

تیرے عشق کی انتہاء چاہتا ہوں ☆ میری سادگی تو دیکھ کیا چاہتا ہوں

ناز کا معاملہ ہی الگ ہے

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مرتبہ عجیب کیفیت تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الہام فرمایا، شبلی! کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں پر کھولکر ظاہر کردوں تاکہ تجھے دنیا میں کوئی منھ لگانے والا نہ رہے وہ بھی ذرا ناز کے موڈ میں تھے لہذا جب یہ الہام ہوا تو وہ اسی وقت اللہ رب العزت کے حضور کہنے لگے، اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی رحمت کھول کھول کر لوگوں پر ظاہر کردوں تاکہ آپ کو دنیا میں سجدہ کرنے والا نہ رہے، جیسے ہی یہ بات کہی اوپر سے الہام ہوا، شبلی! نہ تو میری بات کہنا اور نہ میں تیری بات کہتا ہوں، سوچئے تو سہی کہ نسبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے ساتھ کس طرح راز و نیاز اور محبت وشفقت کی باتیں کرتے ہیں۔

محبت میں رابعہ بصریہؒ کا غلبۂ حال

رابعہ بصریہؒ ایک ہاتھ میں پانی لیکر دوسرے میں آگ لیکر ایک بار جارہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ آگ سے میں جنت کو جلاؤں گی اور پانی سے میں جہنم کو بجھاؤں گی تاکہ لوگ جنت اور جہنم کے لیے عبادت نہ کریں، یہ رابعہ بصریہؒ کے غلبۂ حال کا واقعہ ہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر رابعہ بیچاری بھید سے واقف ہوتی تو وہ ایسا کام نہ کرتی، اس لیے کہ

اللہ تعالیٰ خود جنت کی طرف بلا رہے ہیں "وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَام" اور جس کی طرف اللہ بلائیں اس کی طرف جانا عین منشائے خداوندی ہوتا ہے، اللہ والوں کی محبت الٰہی کے غلبہ میں ایسی باتیں کر جانا یہ محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ؎

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے ☆ ہم ثواب وعذاب کیا جانیں

نفسانی اور رحمانی محبت کا بدلہ

حضرت یوسف علیہ السلام ایک جگہ سے جا رہے تھے آواز سنی کہ ویرانہ میں کوئی آواز دے رہا ہے (**سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْمُلُوْکَ عَبِیْداً بِالْمَعْصِیَةِ وَجَعَلَ الْعَبِیْدَ مُلُوْکاً بِالطَاعَةِ**) پاک ہے، وہ ذات جس نے بادشاہوں کو نافرمانی کی وجہ سے غلام بنا دیا، اور غلاموں کو فرمانبرداری کی وجہ سے وقت کا بادشاہ بنا دیا، سبحان اللہ! واقعی اللہ تعالیٰ ایسی ہی ذات ہے جو اس کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی عزتیں دیتے ہیں تو حضرت یوسفؑ نے پوچھا کہ اے بوڑھیا تو کون ہے؟ کہنے لگی "**انا التی اشتریتک بالجواھر والذھب والفضة**" میں ہی وہ ہوں جس نے تمہیں سونے، چاندی، ہیرے اور موتیوں کے بدلے خریدا تھا، اللہ اکبر! زلیخا کو یوسفؑ سے محبت تھی ملکہ سے ہٹا کے بھکارن بنا دی گئی، اور یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ سے محبت تھی اللہ نے غلامی سے نکال کر وقت کا بادشاہ بنا دیا۔

یہی نفسانی اور رحمانی محبت میں فرق ہوتا ہے، ہر دور ہر زمانہ میں جو یوسف علیہ السلام کے نقش قدم پر چلے گا اللہ اسے فرش سے اٹھائیں گے اور عرش تک پہونچائیں گے اور جو زلیخا کے نقش قدم پر مخلوق کی محبت میں گرفتار ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے ملکہ کے درجہ سے ہٹا کر اس کو بھکارن بنا کر کھڑا کر دیں گے، اس لیے اللہ کی محبت اصل ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ سے اللہ کی محبت مانگنے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کی محبت جب دل میں ہو تو پھر غم غم نہیں رہتا۔

کریم مجھ پر کرم کر بڑے عذاب میں ہوں
کہ تیرے سامنے بیٹھا ہوں اور حجاب میں ہوں

محبت کی شمع کہاں جلتی ہے؟

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ لکھ رہا تھا پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ کہنے لگے کہ اللہ کے عاشقوں کا نام لکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ میرا نام بھی ہے فرشتہ نے کہا کہ تمہارا نام نہیں ہے تو کہنے لگے کہ ایسا کرو کہ اللہ کے عاشقوں سے محبت کرنے والوں میں میرا نام لکھو، وہ فرشتہ کہتا ہے بہت اچھا اور چلا گیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھا دیکھتے ہیں کہ فرشتہ لکھ رہا ہے پوچھا کیا لکھ رہے ہو کہنے لگا کہ ان لوگوں کے نام لکھ رہا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اچھا میرا نام بھی کہیں ہے تو اس نے دکھایا کہ جن سے اللہ محبت کرتے ہیں اس صفحہ کے سب سے اوپر ابراہیم بن ادہم کا نام لکھا ہوا تھا اللہ نے فرمایا کہ جو میرے عاشقوں سے محبت کرتے ہیں میں ان بندوں کے ساتھ محبت کیا کرتا ہوں اس لیے اللہ والوں سے محبت اللہ کی محبت ملنے کا ذریعہ بن جاتی ہے، جب اللہ سے محبت ہوتی ہے اللہ کے نام سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔

ایکدم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

دیدارِ الٰہی کا یہ نسخہ بھی عجیب

ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے پاس ایک آدمی آیا، وہ کہنے لگا، حضرت! ذکر واذکار اور عبادات میں زندگی گذر گئی ہے مگر میرا دل ایک تمنا کی وجہ سے جل رہا ہے، جی چاہا کہ آج آپ کے سامنے وہ تمنا ظاہر کردوں، آپ نے پوچھا، کونسی تمنا ہے؟ کہنے لگا، حضرت! امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں سو مرتبہ اللہ کا دیدار ہوا تھا، میرا بھی جی چاہتا ہے کہ مجھے بھی اپنے خالق کا دیدار نصیب ہو جائے۔

حاجی صاحبؒ بھی حاذق طبیعت تھے، فرمانے لگے، اچھا تم آج عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سو جانا اس میں حکمت تھی مگر وہ بندہ سمجھ نہ سکا، وہ گھر آیا جب مغرب کے بعد کا وقت ہوا

توسوچنے لگا کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ تم عشاء کی نماز پڑھے بغیر ویسے ہی سوجانا، لیکن فرض تو بالآخر فرض ہے چلو میں فرض پڑھ کر سنت چھوڑ کر سوجاؤں گا اور بعد میں پڑھ لوں گا، چنانچہ وہ فرض پڑھ کر سو گیا۔

رات کو خواب میں اسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار نصیب ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: ''تم نے فرض تو پڑھ لئے مگر سنتیں کیوں نہ پڑھی،'' اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی، صبح آ کر اس نے حاجی صاحب کو بتایا، حاجی صاحب نے فرمایا: اواللہ کے بندے! تو نے اتنے سال نمازیں پڑھتے گزار دیئے، بھلا اللہ تیری نماز قضا ہونے دیتے، کبھی ایسا نہ ہوتا بلکہ وہ تیرے عملوں کی حفاظت فرماتے، اگر تو مغرب کے بعد سوجاتا تو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہوتا وہ تجھے جگا بھی دیتے اور تجھے عشاء کی توفیق بھی عطا فرما دیتے مگر تو راز کو نہ سمجھ سکا، تو نے فقط سنت چھوڑیں تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا اگر تو فرض چھوڑ دیتا تو تجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو جاتا۔

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

محبت کے غلبہ میں دو بوڑھے کی ہاتھا پائی

مقامات زواریہ میں ایک عجیب بات لکھی ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ خانقاہ فیصلہ میں دو بوڑھے آپس میں الجھنا شروع ہو گئے دیکھنے والے بڑے حیران ہوئے کہ یہ دونوں ظاہر میں بڑے نیک اور متقی نظر آتے ہیں اتباعِ سنت بھی ان کے جسم پر بالکل ظاہر ہے مگر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں ایک اس کو تھپڑ لگاتا ہے، دوسرا اس کو لگاتا ہے، وہ اسے کھینچتا ہے اور وہ اسے کھینچتا ہے اور کچھ باتیں بھی کر رہے ہیں ایک صاحب قریب ہوئے کہ آخر بات کیا ہے؟ جب قریب ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں محبتِ الٰہی میں مستغرق تھے کہ آپس میں بیٹھے ہوئے ان میں سے ایک نے کہہ دیا ''اللہ میڈا رے'' یعنی اللہ میرا ہے جب دوسرے نے سنا تو وہ الجھنے لگا کہ نہیں ''اللہ میڈا رے'' وہ اسے مارتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ میڈا رے، اور وہ

اسے مارتا ہے اور کہتا ہے کہ ''اللہ میڈ ارے'' اور محبت کا کتنا غلبہ تھا کہ دونوں اس بات پر الجھ رہے تھے۔ اللہ اکبر ؎

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے
بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے جمال میں

شربتِ دیدار سے روزہ کا افطار

مواہبِ لدنیہ میں واقعہ لکھا ہوا ہے کہ عبداللہ بن مخزومہؓ ایک بزرگ تھے انہوں نے دعا مانگی تھی کہ اے اللہ جنگ یمامہ کے لیے جارہا ہوں اب اس جنگ میں میرے جسم کے ہر عضو کے اوپر زخم آئے، یہ دعا مانگی اور واقعی ایسا ہی ہوا کہ ان کو گھمسان کے رن میں اس طرح گھر گئے کہ ان کے جسم کے ہر ہر عضو پر زخم آئے جب زخمی حالت میں تھے اور روح پرواز کرنے کے قریب تھی ایک مسلمان قریب ہوا تو اس مسلمان نے کہا کہ آپ کو پانی پلاؤں آپ کے جسم کا ہر ہر عضو زخمی ہو چکا ہے تو عبداللہ بن مخزومہ فرمانے لگے کہ نہیں میں اس وقت روزے کی حالت میں ہوں میں شربت دیدار سے اپنے روزے کا افطار کرنا چاہتا ہوں ایسی بھی محبت ہوتی ہے۔ اللہ اکبر۔۔۔

اللہ تعالیٰ اس محبت کا تھوڑا سا نشہ ہمیں بھی عطا فرمادے پھر ہمیں عبادات کے اندر سکون نصیب ہوجائیگا،،، اس لیے کہا کہ (**العشق نار یحرق ماسوی اللّٰہ**) عشق ایک آگ ہے جو ماسوا اللہ کو جلا کر رکھ دیتی ہے اللہ کی محبت دل میں آتی ہے غیر سے انسان کی نگاہیں اٹھ جاتی ہیں۔

عشق کی آتش کا جب شعلہ اٹھا ☆ ماسوی معشوق سب کچھ جل گیا
تیغ لا سے قتل غیر حق ہوا ☆ دیکھئے پھر بعد اس کے کیا بچا
پھر بچا اللہ باقی سب فنا ☆ مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

محبتِ الٰہی آخر تو سنبھال لیتی ہے

امریکہ میں ایک نوجوان کلمہ گو مسلمان تھا، دفتر میں کام کرتا تھا، دفتر میں کام کرنے والی ایک امریکن لڑکی سے اس کا تعلق بن گیا، اور اس کی محبت کا یہ تعلق اتنا بڑھا کہ اس نے یہ محسوس کیا کہ اب میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، چنانچہ اس نے اس کے والدین کو پیغام بھیجا کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں، اس کے والدین نے کہا کہ ہماری کنڈیشن ہے کہ ہم عیسائی ہیں آپ کو اپنا دین چھوڑ کر عیسائی بننا پڑیگا، والدین سے قطع تعلق کرنا پڑیگا، آپ اپنے ملک واپس نہیں جایا کریں گے، جس معاشرے میں آپ رہتے ہیں اس سے بالکل آپ ملا ہی نہیں کریں گے، اگر آپ یہ سب شرائط پوری کر سکتے ہیں تو ہم اپنی بیٹی کی شادی کر دیں گے، یہ اپنے جذبات میں اس قدر مغلوب الحال تھا کہ اللہ کے اس بندے نے یہ تمام شرائط قبول کر لی، ماں باپ سے رشتہ ختم، عزیز و اقارب سے رشتہ ختم، ملک سے رشتہ ختم اور جس کمیونیٹی میں یہ رہتا تھا، ان سب سے رشتہ ختم، حتی کہ یہ عیسائی بن کر عیسائیوں کے ماحول میں زندگی گذارنے لگ گیا، اور اس نے شادی کر لی، مسلمان بڑے پریشان کبھی کبھی وہ اس کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے مگر یہ ان سے ملنے سے بھی گھبرایا کرتا تھا کبھی کہیں کسی کو دیکھ لیتا تھا تو دور کترا جاتا تھا لوگ بالآخر تھک گئے، کسی نے کہا کہ اس کے دل پر مہر لگ گئی، کسی نے کہا کہ مرتد ہو گیا، کسی نے کہا کہ اس نے جہنم خرید لی، کسی نے کہا کہ اس نے بڑا مہنگا سودا خریدا۔۔۔۔ ہر ایک کی اپنی اپنی باتیں تھیں۔

تین چار سال اسی حال میں گذر گئے، یہانتک کے دوست احباب سب کی یادداشت سے بھی نکلنے لگ گیا، بھولی بسری چیز بنتا چلا گیا، ایکدن امام صاحب نے فجر کی نماز کے لیے جب دروازہ کھولا تو دیکھا کہ یہ نوجوان آیا اس نے وضو کیا اور مسجد میں نماز کی صف میں بیٹھ گیا، امام صاحب بڑے حیران، ان کے لیے تو یہ چیز بالکل عجیب تھی نماز پڑھائی اور اس کے بعد اس سے سلام کیا پھر اس کو لیکر اپنے حجرے میں گئے اور محبت پیار سے ذرا پوچھا کہ آج

بڑی مدت کے بعد آپ کی زیارت نصیب ہوئی، اس وقت اس نے اپنی حالت بتائی کہ میں نے اس لڑکی کی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا، بہت کچھ میں نے اپنا ضائع کر دیا، لیکن جس گھر میں رہتا تھا میرے اس گھر میں اللہ کا قرآن رکھا ہوتا تھا، میں جب کبھی آتا جاتا، اس پر میری نظر پڑتی، تو میں اپنے دل میں سوچتا کہ یہ میرے مولیٰ کا کلام ہے، یہ میرے اللہ کا قرآن ہے اور میرے گھر میں موجود ہے میں اپنے نفس کو ملامت کرتا۔

اعمال تو میرے برے تھے، لیکن دل مجھے کہا کرتا تھا، کہ نہیں جس کا میں کلمہ پڑھا میں اس سے محبت ضرور کرتا ہوں اس کی نشانی میں نے اپنے گھر میں رکھی ضرور ہے، اس طرح کئی سال گذر گئے، ایک دن میں آیا اور حسب معمول میں نے گذرتے ہوئے اس جگہ پر نظر ڈالی مجھے قرآن نظر نہ آیا، میں نے بیوی سے پوچھا کہ یہاں ایک کتاب ہوا کرتی تھی وہ کہاں ہے؟

اس نے کہا کہ میں نے گھر کی صفائی کی تھی اس میں غیر ضروری چیزوں کو میں نے پھینک دیا ہے، اس نے پوچھا اس کتاب کو بھی؟ اس نے کہا ہاں، یہ وہاں سے واپس گیا اور کوڑے پھینکنے کی جگہ سے اس کتاب کو اٹھا کر لے آیا، جب لڑکی نے دیکھا کہ یہ بہت زیادہ اس کتاب کا احساس کر رہا ہے تو وہ بھی احساس کرنے لگی کہ آخر وجہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ بس میں اس کتاب کو رکھنا چاہتا ہوں، اس لڑکی نے جب دیکھا کہ یہ تو عربی میں ہے تو اس نے کہا کہ ہاں کوئی نہ کوئی اس کا تعلق اسلام سے ہے تو اس نے کہا کہ دیکھو یا تو اس گھر میں یہ کتاب رہے گی یا پھر میں رہوں گی، تمہیں اس میں سے کسی ایک کے بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا، وہ کہنے لگا کہ جب اس لڑکی نے یہ کہا تو میرے لیے یہ زندگی کا عجیب وقت تھا میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ تو نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے وہ کچھ کر لیا جو تجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔

آج تیرا رشتہ پروردگار سے ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جائیگا، اب تو فیصلہ کر لے اب تو اس

کے ساتھ رہنا چاہتا ہے یا اس کے پروردگار کو چاہتا ہے، جب میں نے دل میں یہ سوچا تو دل نے یہ آواز دی کہ نہیں میں اپنے مولیٰ سے کبھی بھی نہیں کٹنا چاہتا میں نے لڑکی کو طلاق دی اور میں نے دوبارہ کلمہ پڑھا اور اب میں ہمیشہ کے لیے پکا مسلمان بن چکا ہوں، سوچئے اتنے غافل مسلمان کے دل میں بھی اللہ رب العزت کی محبت کا بیج موجود ہوتا ہے۔

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب ☆ کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو

محبت الٰہی کے کیسے اسیر ہو؟

حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ مجھے چار واقعات زندگی میں بڑے عجیب لگے، لوگوں نے کہا کہ وہ کونسے؟ کہنے لگے کہ۔۔۔

(۱) ایک نوجوان کے ہاتھ میں چراغ تھا، تو میں نے نوجوان سے سوال کیا کہ بتاؤ یہ روشنی کہاں سے آئی تو جیسے ہی میں نے یہ پوچھا کہ یہ روشنی کہاں سے آئی اس نے پھونک مار کے چراغ بجھایا اور کہنے لگا حضرت جہاں چلی گئی وہاں سے آئی تھی، فرماتے ہیں کہ میں اس نوجوان کی حاضر جوابی کے اوپر آج تک حیران ہوں۔

(۲) ایک مرتبہ دس بارہ سال کی لڑکی آرہی تھی اس کی بات نے مجھے حیران کر دیا، بارش ہوئی تھی، میں مسجد جا رہا تھا اور وہ بازار سے کوئی چیز لیکر آرہی تھی، جب ذرا میرے قریب آئی تو میں نے کہا کہ بچی ذرا سنبھل کر قدم اٹھانا، کہیں پھسل نہ جانا تو جب میں نے یہ کہا تو اس نے آگے سے یہ جواب دیا، حضرت میں پھسل گئی تو مجھے نقصان ہوگا، آپ ذرا سنبھل کر قدم اٹھانا اگر آپ پھسل گئے تو پھر قوم کا کیا بنے گا؟ کہنے لگے کہ اس لڑکی کی بات مجھے آج تک یاد ہے اس لڑکی نے کہا تھا کہ آپ سنبھل کر قدم اٹھانا آپ پھسل گئے تو پھر قوم کا کیا بنے گا؟

(۳) ایک مرتبہ میں نے ایک مخنث کو دیکھا جب اسے پتہ چل گیا کہ اِس نے مجھے پہچان لیا ہے تو مجھے کہنے لگا کہ میرا راز نہ کھولنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے

رازوں پر پردہ ڈالیں گے۔

(۴) ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اس کے سامنے سے ایک عورت روتی ہوئی کھلے چہرے کھلے سر کے ساتھ آگے سے گذری اس نے سلام پھیرا تو اس عورت پر بڑا ناراض ہوا، کہنے لگا کہ تجھے شرم نہیں آئی، دھیان نہیں ننگے سر کھلے چہرے کے ساتھ، میں نماز پڑھ رہا تھا تو میرے آگے سے گذر گئی، اس عورت نے پہلے تو معافی مانگی اور معافی مانگ کر کہنے لگی کہ دیکھو میرے میاں نے مجھے طلاق دیدی، اور میں اس وقت غمزدہ مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں یا نہیں، میں اس حالت میں آپکے سامنے سے گذر گئی، مگر حیران اس بات پر ہوں کہ میں خاوند کی محبت میں اتنی گرفتار کہ مجھے سامنے سے گذرنے کا پتہ نہ چلا اور تم اللہ کی محبت میں کیسے گرفتار ہو کہ کھڑے پروردگار کے سامنے ہو اور دیکھ میرا چہرہ رہے ہو، حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس عورت کی یہ بات مجھے آج تک یاد ہے، اور واقعی ہماری نماز کا یہی حال ہے، نیچے منزل پر اگر نماز پڑھ رہے ہوں اور اوپر کی منزل میں اگر کوئی ہمارا نام لے دے تو ہمیں نماز میں پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارا نام پکارا گیا ہماری نماز کی توجہ کا عالم ہونا یہ چاہئے تھا۔

اللہ وہ دل دے جو تیرے عشق کا گھر ہو ☆ دائمی رحمت کا تری اس پر نظر ہو۔۔۔۔

دل دے کہ تیرے عشق میں یہ حال ہو اس کا ☆ محشر کا اگر شور ہو تو بھی خبر نہ ہو۔۔۔۔۔

عشق ومحبت کی دُکان کدھر کو ہے؟

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے حضرت شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادی کی صحبت میں جانا شروع کر دیا، یہ ذرا عقل مند تھے ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحبؒ نے بڑے رازدارانہ لہجہ میں پوچھا کہ محمد علی! کیا تم نے کبھی عشق کی دکان دیکھی ہے؟ انہوں نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر کہنے لگے، جی حضرت! میں نے عشق کی دو دکانیں دیکھی ہیں، ایک شاہ آفاق کی اور دوسری شاہ عبداللہ کی، غلام علی دہلویؒ جو سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخ ہیں اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں

سے ہیں، دکانوں سے مراد خانقاہیں ہیں، کیونکہ عشق الٰہی کا سودا اللہ والوں کی خانقاہوں سے ملتا ہے۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی ☆ بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

محبت کی حقیقت ان سے پوچھو

امام مالکؒ کے سامنے محبت کا لفظ آیا تو فرمایا کہ اگر اس کا لفظی معنی پوچھنا ہو تو ہم بھی بتادیں گے، شش اقسام میں سے کونسا لفظ ہے، ہفت اقسام میں سے کونسا ہے، باب اس کا کونسا ہے، یہ تو ہم بھی بتادیں گے، لیکن اس کی حقیقت پوچھنی ہو تو تمہیں فلاں شیخ کے پاس جانا ہوگا، وہ تمہیں اس کی حقیقت سمجھائیں گے، اسی طرح امت کے علماء، وقت کے مشائخ کے ساتھ ایک رابطہ رکھتے۔

جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ

ایک بزرگ گذرے ہیں شاہ دولہ، ان کی بستی کے قریب ایک بند باندھا ہوا تھا، سیلاب آتا بستی ڈوبنے کا خطرہ ہوتا، اس لیے لوگوں نے بندھ باندھ دیا، ایک دفعہ پانی بہت زیادہ آگیا، اور ایک جگہ ڈر ہوا کہ کہیں بند ٹوٹ نہ جائے، لہٰذا لوگ ان کے پاس گئے کہ جی دعا کریں کہ کہیں بند ٹوٹ نہ جائے، وہ اپنا کدال لے کر آئے اور اس جگہ کو دیکھا جہاں سے ٹوٹنے کا خطرہ تھا اور اس کو کھودنا شروع کر دیا، لوگ حیران کہ حضرت ہم تو آپ کو اس لیے لائے ہیں کہ بند ٹوٹے نا آپ الٹا کھود رہے ہیں، کہنے لگے :- ''جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ''

اگر میرے رب کو توڑنا منظور ہے تو میں خود ہی کیوں نہ توڑوں؟ تو ان کی یہ عاجزی اللہ کو پسند آگئی اور پانی گھٹنا شروع ہوگیا، سیلاب جہاں سے آیا تھا وہیں واپس ہوگیا، اللہ والے سراپا تسلیم و رضا ہوتے ہیں۔

تیرا غم بھی مجھکو عزیز ہے ☆ کہ وہ تیری دی ہوئی چیز ہے

حضرت شبلیؒ گورنری سے فقیری تک

عباسی دور خلافت میں اسلامی حکومت کی وسعتیں لاکھوں مربع میل کے علاقے تک پھیل چکی تھیں، مختلف علاقوں کے گورنر اپنے اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومتی نظم ونسق چلا رہے تھے، اکثر اطراف وجوانب سے عدل وانصاف کی خبریں مل رہی تھی تاہم چند علاقوں کے حالات مزید بہتر بنانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، خلیفۂ وقت نے سوچا کہ تمام گورنر حضرات کو مرکز میں طلب کیا جائے اور اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو انعام واکرام سے نوازا جائے تاکہ دوسرں کو بھی اصلاح احوال کی ترغیب ہو، چنانچہ فرمان شاہی چند دنوں میں ہر علاقے میں پہنچ گیا کہ فلاں دن سب گورنر حضرات مرکز میں اکھٹے ہوں، بالآخر وہ دن آپہنچا جس کے لیے گورنر حضرات ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آئے تھے، خلیفۂ وقت نے ایک خصوصی نشست میں سب کو جمع کیا، بعض اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو خصوصی لطف واکرام سے نوازا اور بقیہ حضرات کو نصیحتیں کیں، محفل کے اختتام پر خلیفہ نے سب حضرات کو اپنی طرف سے خلعت عطا کیا اور اگلے دن خصوصی دعوت کا اہتمام کیا۔۔۔۔۔۔سب حضرات اپنی اپنی خصوصی پوشاک پہن کر اگلے دن دعوت میں آئے، پرتکلف کھانوں اور لذیذ پھلوں کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے، کھانے کے بعد تبادلۂ خیالات اور گذارش احوال واقعی کی محفل گرم ہوئی، سب لوگ انتہائی خوش تھے، خلیفۂ وقت کی خوشی بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی، عین اسی وقت ایک گورنر کو چھینک آ رہی تھی وہ اسے اپنی قوت سے دبا رہا تھا، تھوڑی دیر کی کشمکش کے بعد گورنر کو دو تین چھینکیں اکٹھی آئیں تھوڑی دیر کے لیے محفل کا ماحول تبدیل ہوا، سب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا، چھینک آنا ایک طبعی امر ہے، مگر جس گورنر کو چھینک آئی وہ سبکی محسوس کر رہا تھا، کیونکہ اس کی ناک سے کچھ مواد نکل آیا تھا جب سب لوگ خلیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اس گورنر نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنی خلعت کے ایک کونے سے ناک کو صاف کر لیا۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کی شان کہ عین

اس لمحے خلیفۂ وقت اس گورنر کی طرف دیکھ رہا تھا، جب اس نے دیکھا کہ اس کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ ناک سے نکلے ہوئے مواد کو صاف کیا گیا ہے، تو اس کے غصے کی انتہا نہ رہی، خلیفہ نے گورنر کو سخت سرزنش کی کہ تم نے خلعت شاہی کی بے قدری کی اور سب لوگوں کے سامنے اس سے خلعت واپس لے لی اسے دربار سے باہر نکلوا دیا، مجلس کی خوشیاں خاک میں مل گئیں اور سب گورنر حضرات پریشان ہو گئے کہ کہیں ان کا حشر بھی اس جیسا نہ ہو۔

وزیر با تدبیر نے حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے خلیفۂ وقت سے کہا کہ آپ محفل برخواست کر دیں، چنانچہ محفل ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا، سب گورنر حضرات اپنی رہائش گاہوں کی طرف لوٹ گئے، دربار میں خلیفہ اور وزیر باقی رہ گئے، تھوڑی دیر دونوں حضرات خاموش رہے اور اس ناپسندیدہ واقعے پر متأسف تھے۔۔۔۔۔۔تھوڑی دیر بعد دربان نے آ کر اطلاع دی کہ نہاوند کے علاقے کا گورنر شرف باریابی چاہتا ہے، خلیفہ نے اندر آنے کی اجازت دی، گورنر نے اندر آ کر سلام کیا اور پوچھا کہ چھینک آنا اختیاری امر ہے یا غیر اختیاری امر ہے؟ خلیفہ نے سوال کی نزاکت کو بھانپ لیا اور کہا کہ تمہیں ایسا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے جاؤ اپنا کام کرو، گورنر نے دوسرا سوال پوچھا کہ جس آدمی نے خلعت سے ناک صاف کی اس کی سزا یہی لازمی تھی کہ بھرے دربار میں ذلیل کر دیا جائے یا اس سے کم سزا بھی دی جا سکتی تھی؟

یہ سوال سن کر خلیفہ نے کہا کہ تمہارے سوال سے محاسبے کی بو آتی ہے میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ ایسی بات مت کرو ورنہ پچھتاؤ گے، گورنر نے کہا بادشاہ سلامت مجھے ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو خلعت پہنائی اور اس نے خلعت کی ناقدری کی تو آپ نے سر دربار اس کو ذلیل و رسوا کر دیا، مجھے خیال آیا کہ رب کریم نے بھی مجھے انسانیت کی خلعت پہنا کر دنیا میں بھیجا ہے، اگر میں نے اس خلعت کی قدر نہ کی تو اللہ مجھے بھی روز محشر اسی طرح ذلیل و رسوا کر دیں گے، یہ کہہ کر اس نے اپنی خلعت اتار کر تخت پر پھینکی اور کہا کہ میں پہلے خلعت انسانی کی قدر کروں تا کہ محشر کی ذلت سے بچ سکوں، گورنر یہ کہہ کر اور گورنری کو لات

مار کر در باسے باہر نکل گیا۔

باہر نکل کر سوچا کہ کیا کروں تو دل میں خیال آیا کہ جنید بغدادیؒ کی خدمت میں جا کر باطنی نعمت کو حاصل کرنا چاہئے۔

شیخ شبلیؒ محبت و معرفت کی دکان میں

حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت آپ کے پاس باطنی نعمت ہے، آپ یہ نعمت عطا کریں چاہے اس کو مفت دے دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں، حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم دے نہیں سکو گے اور اگر مفت دے دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی، گورنر نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کے لیے تیار ہوں، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ یہاں کچھ عرصہ رہو، جب ہم دل کے آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القاو عطا کر دیں گے، کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو، عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر رہا ہوں، فرمایا اچھا جاؤ بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنالی، ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرے خریدنے والے عامۃ الناس کی بحث و تکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوتی، چار و ناچار ایک سال گزرا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہوگئی ہے، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ، اب تو دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا، ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ کا دوسرا سال مکمل ہوگیا، عرض کیا پتہ نہیں، حضرت نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ جاؤ بغداد شہر میں بھیک مانگو، گورنر صاحب حیران رہ گئے، حضرت نے فرمایا اگر نعمت کے طلبگار ہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے ہو ادھر سے واپس چلے جاؤ، گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بغداد شہر میں چلے گئے، چند لوگوں کو ایک جگہ دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھایا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو، انہوں نے

چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا، لہذا انہوں نے کہا کام چور شرم نہیں آتی مانگتے ہوئے، جاؤ محنت مزدوری کر کے کھاؤ، گورنر صاحب نے جلی کٹی سن کر غصے کا گھونٹ پیا اور قہر درویش برجان درویش والا معاملہ، عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال دریوزہ گری کرتے رہے کسی نے کچھ نہ دیا ہر ایک نے جھڑکیاں دیں، یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا، حضرت جنید بغدادیؒ گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر نکالنا چاہتے تھے، چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق کے بجائے خالق سے مانگنا چاہئے، پورا سال اسی کام میں گذر گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا شبلی، فرمایا: اچھا اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں، گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی مگر شبلیؒ کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہو چکا تھا، اب حضرت کی ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی گئیں، چند ماہ کے اندر اندر احوال و کیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الٰہی سے لبریز ہو گیا، بالآخر حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک دن بلایا اور فرمایا: کہ شبلی آپ نہاوند کے علاقے کے گورنر رہے ہیں، آپ نے کسی پر زیادتی کی ہوگی، کسی کا حق دبایا ہوگا۔

آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ کسی کا حق آپ نے پامال کیا، آپ نے فہرست بنانا شروع کی، حضرت کی توجہات تھیں چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل فہرست تیار ہو گئی، حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو، جاؤ ان لوگوں سے حق معاف کروا کے آؤ، چنانچہ آپ نہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی، بعض نے تو جلد معاف کر دیا، بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا تھا ہم اس وقت تک معاف نہیں کریں گے، جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو، بعض نے کہا ہم اس وقت تک معاف نہ کریں گے جب کہ ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو، آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط

پوری کرتے، ان سے حق بخشواتے رہے حتیٰ کہ دوسال کے بعد واپس بغداد پہنچے، اب آپ کو خانقاہ میں آئے ہوئے پانچ سال کا عرصہ گزر گیا تھا، مجاہدے اور ریاضت کی چکی میں پس پس کر نفس مر چکا تھا، ''میں'' نکل گئی تھی باطن میں تُو ہی تُو کے نعرے تھے، پس رحمت الٰہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کر دیا، بس پھر کیا تھا، آنکھ کا دیکھنا بدل گیا، پاؤں کا چلنا بدل گیا، دل و دماغ کی سوچ بدل گئی، غفلت کے تار و پود بکھر گئے، معرفت الٰہی سے سینہ پرنور ہو کر خزینہ بن گیا اور آپ عارف باللہ بن گئے۔

جو دنیا کی صورت پر ہوتے ہیں شیدا ☆ ہمیشہ وہ رنج والم دیکھتے ہیں

گڑ کے بدلے سونے کی انگوٹھی

شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا سا تھا تو میری والدہ نے مجھے سونے کی انگوٹھی بنوا کر دی، میں انگوٹھی پہن کر باہر نکلا تو مجھے ایک ٹھگ مل گیا، اس کے پاس گڑ کی ڈلی تھی، اس نے مجھے بلایا اور کہا کہ یہ چکھو، میں نے گڑ کو چکھا تو میٹھا لگا پھر وہ کہنے لگا کہ اب اپنی انگوٹھی کو چکھو، جب میں نے اپنی انگوٹھی کو چکھا تو کچھ لذت محسوس نہ ہوئی وہ مجھے کہنے لگا کہ یہ بے لذت چیز دیدو اور لذت والی چیز لے لو میں نے اس کی باتوں میں آ کر اسے سونے کی انگوٹھی دیدی اور گڑ کی ڈلی لے لی، اسی طرح اگر محبت الٰہی کی قدر و قیمت ہمارے دل میں نہ ہو تو آدمی غفلت و معصیت کی وجہ سے اس کو ضائع کر دیتا ہے۔

حسن فانی کی سجاوٹ پر نہ جا ☆ یہ منقش سانپ ہے ڈس جائیگا

محبت کے لیے ہاں تو کہہ دیں

ایک بندے کی جھونپڑی تھی سرکنڈے کی بنی ہوئی، ایک ہاتھی والا کہیں سے آ گیا ہاتھی والے نے اس جھونپڑی والے سے کہا کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا کہ جی میں تو نہیں کر سکتا، کیوں؟ اس نے کہا کہ آپ تو ہاتھی والے ہیں ہاتھی لے کر آئیں گے

اور میری جھونپڑی میں تو ہاتھی آ نہیں سکتا، تو ہاتھی والا مسکرایا اور کہنے لگا کہ بس تم ہاں کر دو، میں تمہاری جھونپڑی کو بھی محل بنا دوں گا، سوچئے جہاں ہاتھی آ جاتا ہے اگر ہاتھی والا محبت کے اقرار کرنے پر اس کی جھونپڑی کو محل بنا سکتا ہے۔

بالکل یہی معاملہ پروردگار نے قرآن پاک میں فرمادیا:

"اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا" اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کی مثال ہاتھی والے کی طرح ہے اور مؤمن کی مثال جھونپڑی والے کی، اب اگر مؤمن ہاں کہدے، اللہ تعالیٰ آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں، ہم بھی اس دوستی پر لبیک کہنا چاہتے ہیں تو آپ پروردگار ہماری جھونپڑیوں کو محل خود بنادیں گے اور محبت کے آداب خود سکھا کر ہمیں اپنی محبت کی نعمت خود عطا فرمادیں گے، تو بڑے کی طرف سے محبت کا اشارہ ہے "اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا" تو جب اشارہ ہے تو ہم اس کے لیے حاضر ہیں اے محبوب ہم آپ سے محبت کے لیے تیار ہیں آپ ہمیں اپنی محبت میں شامل فرمالیجئے۔

دنیا کی محفلوں سے اکتا گیا ہوں یارب ☆ کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا

محبوب ملا سب کچھ ملا

سبکتگین بادشاہ اپنی ایک بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، ایک مرتبہ دوسری بیویوں نے اس سے کہا کہ آپ اپنی فلاں بیوی سے زیادہ محبت رکھتے ہیں حالانکہ حسن میں ہم اس سے زیادہ ہیں، سمجھداری میں بھی ہم ان سے زیادہ ہیں آخر اس میں کونسی ایسی خاص بات ہے، ہمیں تو اس کے اندر کچھ نظر نہیں آتا، مگر آپ کی محبت کی نگاہیں جو اس پر اٹھتی ہیں وہ کسی دوسری بیوی پر نہیں اٹھتیں، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ بادشاہ نے کہا، اچھا، میں کبھی اس بات کا جواب دیدونگا، اس کے بعد اس کی بیویاں یہ بات بھول گئیں۔

ایک دن سبکتگین نے اپنے گھر کے صحن میں بیٹھ کر کہا کہ آج میں اچھے موڈ میں ہوں، اس لیے آج میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں سے ہر ایک کو اچھے اچھے انعام سے

نوازوں، وہ یہ بات سنکر خوش ہوگئیں کہ آج ہمیں شاہی خزانے سے انعام ملے گا، صحن میں سونے چاندی اور جواہرات کے ڈھیر لگا دیئے گئے، بادشاہ نے ان سب کو بلا کر کہا کہ اس صحن میں جو چیزیں پڑی ہوئی ہیں ان میں سے جس چیز پر جو بیوی بھی ہاتھ رکھ لے گی اس کو وہ چیز انعام کے طور پر دیدی جائیگی، چنانچہ جس وقت میں اشارہ کروں تم دوڑ کر اپنی پسند کی چیز پر ہاتھ رکھ لینا، بیویاں تیار ہوگئیں اور انہوں نے اپنی اپنی پسند کی چیزوں پر نگاہ جمالیں، کسی نے یاقوت کے اوپر، کسی نے ہیرے کے اوپر کسی نے سونے کے اوپر، کسی نے چاندی کے اوپر، بادشاہ نے اشارہ کیا تو بیویوں نے دوڑ کر اپنی اپنی پسندیدہ چیزوں پر ہاتھ رکھ لیے لیکن وہ بیوی جس پر اس کی محبت کی خاص نظر رہتی تھی، وہ اپنی جگہ کھڑی رہی، جب سب نے دیکھا کہ ہم نے قیمتی چیزوں پر ہاتھ رکھ لیے ہیں، مگر اس نے کسی چیز پر ہاتھ نہیں رکھا تو وہ ہنسنے لگیں اور بادشاہ سے کہنے لگیں، بادشاہ سلامت! ہم کہا کرتی تھیں کہ یہ بیوقوف ہے اور اس کے اندر عقل کی کمی ہے، اور آج اس کی عقل کی کمی کھل کر سامنے آگئی ہے یہ تو بس سوچتی ہی رہی لہٰذا آج اس کے پلے کچھ نہیں آئے گا، بادشاہ نے اس سے پوچھا، اے اللہ کی بندی! تو نے کسی چیز پر ہاتھ کیوں نہ رکھا؟ وہ کہنے لگی، بادشاہ سلامت! میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ نے یہی کہا ہے نا کہ آج جو جس چیز پر ہاتھ رکھے گی، وہ چیز اس کی ہوجائیگی، بادشاہ نے کہا، ہاں یہی تو میں نے کہا ہے اس نے یہ سنا تو آگے بڑھی اور بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا، اور کہنے لگی، بادشاہ سلامت! جب میرے ہوگئے تو پھر سارا خزانہ میرا بن گیا، بادشاہ نے اس کی یہ بات سنکر اپنی دوسری بیویوں سے کہا کہ دیکھو، اس کی اس عقلمندی اور محبت کی وجہ سے، میں اس کے ساتھ زیادہ محبت کرتا ہوں، اس طرح جب انسان محبت الٰہی کو تھام لیتا ہے، تو کائنات کی چیزیں اس کے لیے مسخر ہوجاتی ہیں۔

عشق کی دیوانگی طے کرگئی کتنے مقام عقل جس منزل پہ تھی اب تک اسی منزل پہ ہے

محبت الٰہی میں مولانا محمد علی جوہر سرشار

مولانا محمد علی جوہرؒ قریب زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں، ہمارے نقشبندی بزرگوں کے سایہ رہے ان سے تربیت پائی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اپنی محبت بھر دی، دل میں عہد کرلیا کہ مسلمانوں کو جب تک آزادی نہیں ملے گی میں اس وقت تک قلم کے ذریعہ سے جہاد کرتا رہوں گا، چنانچہ انگلینڈ تشریف لے گئے، وہاں کے اخبارات میں اپنے مضامین لکھتے تھے کہ انگریزوں کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو آزادی دیدیں قلمی جہاد کرتے رہے اور یہ نیت کرلی کہ جب تک آزادی نہیں مل جاتی واپس گھر نہیں جاؤں گا، اسی حالت میں کئی مرتبہ ان کو تکالیف بھی آئیں، جیل میں بھی ڈالے گئے، انہوں نے جیل میں چند اشعار لکھے، فرماتے ہیں:

تم یونہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے پر غیب میں سامان میرے لیے ہے
توحید یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

مرنے سے پہلے اباجی کی زِیارت

حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ کی بیٹی بیمار ہوئی، ڈاکٹروں نے جواب دیدیا، جوان العمر بیٹی تھی ماں نے پوچھا کوئی آخری تمنا کوئی آخری خواہش؟ کہا اباجی کی زیارت کو جی چاہتا ہے ماں نے خط لکھوادیا، جوان العمر بیٹی کا خط پردیس میں ملا کہ میں اپنے عمر کی آخری گھڑیاں گن رہی ہوں، دل کی آخری تمنا ہے کہ ابا حضور تشریف لائیں تو میں آپ کا دیدار کرلوں کتنی بڑی بات تھی، حضرت کو وہ خط ملا حضرت مولانا محمد علی جوہرؒ نے اس خط کے پشت پر دو شعر لکھ کر وہ خط واپس بھیجدیا، بیٹی کو اس حال میں کیا جواب لکھا، فرماتے ہیں:

میں تو مجبور ہوں اللہ تو مجبور نہیں ☆ تجھ سے میں دور ہوں وہ تو مگر دور نہیں
تیری صحبت ہمیں منظور ہے لیکن اس کو ☆ نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

یہ کیفیت نصیب ہوجائے تو زندگی کا مزہ آجائے اللہ رب العزت ہمارے لیے اپنی یہ نعمت آسان فرمادے۔ آمین

محبتِ الٰہی کی برکت سے ہو گئے سب اپنے

شیخ عبدالواحدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! آپ نے جس کو جنت میں میرا ساتھی بنانا ہے دنیا میں ہی میری اس سے ملاقات کرا دیجئے، فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ حبشہ کی رہنے والی ایک عورت میمونہ ہے جو جنت میں تمہاری ساتھی بنے گی، چنانچہ میں اس بستی کی طرف چل پڑا، جا کر بستی والوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو بکریاں چراتی ہے اور اس وقت وہ باہر کہیں بکریاں چرا رہی ہوگی، فرماتے ہیں کہ میں اس طرف چل پڑا، جب میں نے بستی سے باہر نکل کر دیکھا تو حیران ہوا کہ بکریاں ایک ہی جگہ پر چر رہی ہیں اور ادھر ادھر بھاگتی نہیں ہیں، اور ایک عورت درخت کے نیچے کھڑی نماز پڑھ رہی ہے، جب میں نے غور کیا تو میں نے یہ دیکھا کہ جہاں بکریاں چر رہی تھیں اس چراگاہ کے کنارے پر مجھے کچھ بھیڑیئے بیٹھے نظر آئے، ان بھیڑیوں کی وجہ سے وہ بکریاں کہیں باہر بھی نہیں بھاگ رہی تھیں، اور ایک ہی جگہ پر چر رہی تھیں، جب اس عورت نے سلام پھیرا اور مجھے دیکھا تو کہنے لگی! عبدالواحد! اللہ رب العزت نے ملاقات کی وعدہ گاہ تو جنت بنائی ہے، اس لیے تم دنیا میں کیسے آ گئے! میں نے کہا کہ میں نے دعا مانگی تھی جو اللہ رب العزت کے یہاں قبول ہوگئی، البتہ اب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں نے ایسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہی تھیں، بکریاں چر رہی تھیں، اور بھیڑیئے بیٹھے ہوئے تھے، اور وہ بکریوں کو کچھ کہہ بھی نہیں رہے تھے، مجھے اس کا راز سمجھ میں نہیں آ رہا، وہ کہنے لگی، عبدالواحد!! یہ بات سمجھنی آسان ہے کہ جس دن سے میں نے اپنے پروردگار سے صلح کر لی ہے اس دن سے بھیڑیوں نے میری بکریوں سے صلح کر لی ہے۔۔۔۔ تو معلوم ہوا کہ "**فاذکرونی اذکرکم**" کا ایک مطلب یہ بنا کہ اے بندو! تم مجھ سے صلح کر لو میں مخلوق کی تمہارے ساتھ صلح کروا دوں گا۔

ساری چمک دمک تو انہی موتیوں سے ہے ☆ آنسو نہ ہو تو عشق میں کچھ آبرو نہیں

دربارِ الٰہی میں اہل محبت کی لاج

ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک عیسائی رفیق سفر بنے چونکہ دونوں کو ایک ہی منزل پر جانا تھا، لہٰذا سوچا کہ اکٹھا رہنے سے سفر اچھا گذرے گا، ابھی منزل پر پہنچنے میں دو دن باقی تھے کہ دونوں کا زادراہ ختم ہو گیا، آپس میں سوچ بچار کرنے بیٹھے، مسلمان نے تجویز دی کہ ایک دن آپ دعا کریں تا کہ کھانا ملے دوسرے دن میں دعا کرونگا کہ کھانا ملے، عیسائی نے کہا آپ پہلے دعا کریں، چنانچہ مسلمان نے ایک طرف ہو کر اپنے پروردگار سے دعا مانگی تو تھوڑی دیر میں ایک آدمی گرم گرم کھانے کا خوان لے کر آ گیا، مسلمان بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عزت رکھ لی، کھانا کھا کر دونوں اطمینان کی نیند سو گئے، دوسرے دن عیسائی کی باری تھی وہ بظاہر بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا، اس کے ایک طرف خوشی کی انتہا نہ رہی مگر مسلمان اپنے دل میں بہت پریشان ہوا اس کا جی ہی نہیں چاہتا تھا کہ کھانا کھائے، عیسائی نے دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ کھانا کھائیں تو میں آپ کو دو خوش خبریاں سناؤنگا، جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو مسلمان نے پوچھا کہ بتائیں کیا خوشخبری ہے، عیسائی نے کہا پہلی خوشخبری تو یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں نے یہ دعا مانگی تھی اے اللہ اگر اس مسلمان کا آپ کے یہاں کوئی مقام ہے تو آپ کھانا عطا فرما دیں، لہٰذا آج اللہ تعالیٰ نے دو خوان آپ کے اکرام کی وجہ سے عطا فرمائیں، عاشق صادق کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قدر و قیمت ہوتی ہے۔

محبت میں باہر آنے نہیں دیتے

ایک آدمی نے مچھلی خریدی اور ایک مزدور سے کہا کہ گھر پہنچا دو تو اتنی مزدوری مل جائیگی، مزدور نے کہا بہت اچھا تاہم اگر راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو میں پہلے نماز پڑھوں گا

پھر مچھلی پہنچاؤں گا، اس آدمی نے رضامندی کا اظہار کیا، جب چلے تو کافی دور جا کر اذان ہوئی، مزدور نے کہا کہ حسب وعدہ میں تو نماز پڑھوں گا، آدمی نے کہا بہت اچھا میں مچھلی کے پاس کھڑا ہوتا ہوں تم جلدی سے نماز پڑھ کر آجاؤ، مزدور مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے میں مشغول ہوگیا، جب دوسرے لوگ نماز پڑھ کر باہر نکل آئے تو بھی یہ مزدور نماز پڑھ رہا تھا۔

اس آدمی نے دیکھا کہ بہت دیر لگ گئی تو آواز دینے لگا، اے میاں اتنی دیر ہوگئی، تمہیں کون باہر آنے نہیں دیتا، اس مزدور نے جواب دیا کہ جناب جو آپ کو اندر نہیں آنے دیتا وہی مجھے باہر نہیں جانے دیتا، سبحان اللہ عشق ومحبت والوں کا عجیب حال ہوتا ہے، وہ نماز میں یوں محسوس کرتے ہیں جیسے اپنے محبوب حقیقی سے راز ونیاز کی باتیں کر رہے ہوں۔

اسکو محبت نہ ہوتی تو توفیقِ تہجد نہ دیتا

ایک شخص بازار جا رہا تھا اس نے دیکھا ایک باندی کا مالک اسے بیچ رہا ہے مگر خریدار کوئی نہیں، وہ باندی دیکھنے میں بہت دبلی پتلی سی نظر آرہی تھی، اس شخص نے اس باندی کو معمولی داموں میں خرید لیا، جب رات کو آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ باندی تہجد کی نماز پڑھ کر دعا کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ اے اللہ آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، اس شخص نے ٹوکا کہ یوں نہ کہو بلکہ یہ کہو اے اللہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم، یہ سنکر وہ باندی بگڑ گئی اور کہنے لگی میرے آقا، اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے ساری رات مصلے پر نہ بٹھاتا اور آپ کو یوں میٹھی نیند نہ سلاتا، یہ کہہ کر اس باندی نے رو رو کر دعا کی کہ اے اللہ اب تک میرا معاملہ پوشیدہ تھا اب مخلوق کو پتہ چل گیا ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لے چنانچہ وہیں مصلّے پر بیٹھے بیٹھے اس کی روح پرواز کر گئی۔

محبت الٰہی میں بھوک و پیاس کا گزر کہاں؟

ایک مرتبہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بہت بیمار ہوئے، طبیعت سنبھل ہی نہیں رہی تھی، خاتون جنت رضی اللہ عنہا

نے دونوں شہزادوں کی صحت یابی کے لیے منت مانی کہ یا اللہ دونوں بچوں کو صحت مل گئی تو ہم میاں بیوی تین دن لگا تار نفلی روزہ رکھیں گے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ سے دونوں شہزادوں کو صحت عطا کر دی، چنانچہ سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ نے روزہ رکھنا شروع کیا جب افطار کا وقت ہوا تو دونوں کے پاس کھانے کے لیے فقط ایک روٹی تھی، اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی، پوچھا کون تو جواب ملا کہ میں مسکین ہوں بھوکا ہوں اس در پر آیا ہوں کہ کچھ مل جائے، میاں بیوی نے سوچا کہ ہم بغیر کھائے گزارہ کر لیں گے مگر ہمیں سائل کو خالی نہیں بھیجنا چاہئے، چنانچہ روٹی اٹھا کر سائل کو دے دیا اور خود بغیر کھائے فقط پانی سے روزہ افطار کر لیا، صبح سحری بھی فقط پانی پی کر ہوئی، دوسرے دن حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا مگر اجرت اتنی ملی کہ پھر دونوں کے لیے فقط ایک روٹی، جب افطاری کا وقت قریب آیا تو پھر دروازے پر دستک ہوئی، پتہ چلا کہ ایک یتیم سائل بن کر آیا ہے اور کچھ کھانے کے لیے مانگ رہا ہے، میاں بیوی نے سوچا کہ ہم آج پھر کھائے بغیر گزارہ کر لیں گے مگر یتیم کو انکار کرنا ٹھیک نہیں، چنانچہ روٹی یتیم کو دے دی گئی، اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیا، سحری کے وقت بھی فقط پانی تھا، تیسرے دن حضرت علیؓ کچھ لے کر آئے مگر وہ بھی فقط اتنا کہ میاں بیوی بمشکل افطار کر سکتے تھے، لیکن اس دن ایک اسیر نے دستک دی اور سوال کیا، گویا کہ تین دن متواتر بھوکا رہنے سے سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی اپنی حالت دگرگوں تھی، نقاہت بہت زیادہ تھی، بھوک کی شدت نے مضطرب کر دیا تھا، مگر اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی بھیج دینا ان کے نزدیک مناسب نہیں تھا، لہذا تیسرے دن بھی روٹی اٹھا کر سائل کو دیدی، اپنے اوپر تنگی برداشت کر لی مگر محبت الٰہی سے دل ایسے لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینا بھی آسان تھا یہ تو پھر بھی روٹی کی بات تھی، عشاق کی زندگیوں کا ایک نمایاں پہلو یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے گر ہار گئے تو مات نہیں

سجدہ میں محبوب نے پیار لے لیا

حضرت شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ ایک بہت بڑے شیخ تھے، ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ تشریف لے گئے، حضرت نے فرمایا: اشرف علیؒ! جب سجدہ کرتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے میرا پیار لے لیا ہو، اور اشرف علی! جب قرآن پڑھتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے پروردگار سے ہم کلامی کر رہا ہوں اور مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ جنت میں اگر کچھ حوریں میرے پاس آئیں تو میں ان سے کہوں گا، بی۔ بی! مجھے تھوڑا سا قرآن سنا دو۔ سبحان اللہ

مجھے میرا محبوب بچائیگا

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں ایک کافر نے دیکھا کہ تلوار لٹک رہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں، اس نے سوچا کہ اچھا موقع ہے، کچھ کام کر دکھاؤں، اس نے آگے بڑھ کر تلوار کو ہاتھ میں لے لیا، اسی دوران نبی علیہ السلام بیدار ہو گئے تو وہ پوچھتا ہے "**من یمنعک منی یامحمد**" (اے محمد! اب آپ کو مجھ سے کون بچائیگا؟)

نبی علیہ السلام نے فرمایا: اللہ، اس اللہ کے لفظ میں کوئی ایسی تاثیر تھی کہ اس کافر کے دل پر ایک ہیبت طاری ہوئی، اتنا کانپا کہ اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لی، فرمایا: "**من یمنعک منی**" اب تجھے مجھ سے کون بچائیگا؟

وہ کافر منتیں کرنے لگا کہ آپ تو کریم ہیں، آپ تو بڑے اچھے ہیں، فلاں ہیں اور فلاں ہیں، آپ مجھے معاف کر دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رحمۃ للعالمین ہونے کا ثبوت دیا کہ اچھا تو ایسے سخی سے معافی مانگ رہا ہے جسے رحمۃ للعالمین کہا گیا، فرمایا، جا تجھے میں نے معاف کر دیا، کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے معاف کر دیا اور ذرا کلمہ پڑھا دیجئے تاکہ مجھے اللہ تعالیٰ بھی معاف فرما دیں، میں آج سے آپ کے غلاموں میں شامل ہوتا ہوں۔

محبوب کی حفاظت دشمن کی گود میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ کرلیا، نتیجہ کیا ہوا؟ ذرا یہ واقعہ مختصر سا سن لیجئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ" (ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کہ آپ اس بچے کو دودھ پلایئے اور اگر آپ کو اس کے بارے میں ڈر لگ جائے (فرعون کے سپاہی کہیں پکڑ کے نہ لے جائیں اور ذبح نہ کردیں) تو اس کو پھر پانی میں ڈال دینا} اور ارشاد فرمایا: "فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ (پھر اس کا وہ تابوت ساحل پر آلگے گا، اس کو وہ پکڑے گا جو میرا بھی دشمن اس کا بھی دشمن ہے۔

اب بتایئے کہ عقل سے پوچھیں عقل چیخے گی، چلائے گی، اور کہے گی پروردگار آپ نے حفاظت بھی کرنی ہے تو یہ بچہ ان سپاہیوں کو نظر ہی نہ آئے، وہ سپاہی ادھر آ ہی نہ سکیں، مجھے فرمادیں میں کہیں غار میں چھپا آتی ہوں، چھت پر لٹادیتی ہوں، رب کریم یہ کیا بات ہے کہ اس کو دریا میں ڈالیں، بچہ ہے تابوت بنا کے ڈالنا پڑیگا، تابوت میں ڈالیں تو پانی بھرنے کا اندیشہ اور اگر پانی سے بچانے کے لیے واٹر ٹائٹ بنائیں تو ہوا بھی بند ہوجائیگی، ہوا بند ہونے سے مریگا، سمجھ نہیں آتی کہ کیا کریں؟ ہوا کیلئے سوراخ رکھیں تو پانی جانے کا خطرہ اور پانی سے بچانے کی کوشش کریں تو ہوا بند ہونے کا خطرہ، عقل کہتی ہے کہ یہ بچہ بچتا نہیں ہے، مگر رب کریم کیا فرماتے ہیں: "وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ" (تم نے خوف بھی نہیں کھانا اور تم نے ڈرنا بھی نہیں ہے، ہم اسے لوٹائیں گے تمہارے پاس اور ہم نے تو اسے رسولوں میں بنانا ہے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس بات پر یقین کرلیا، چنانچہ بیٹے کو دریا میں ڈال دیا، اس کو فرعون کے کارندوں نے پکڑ لیا، اب جب کھول کے دیکھا تو اس میں بچہ تھا، اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں: "وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ" (ہم نے آپ پر محبت ڈال دی)

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں اتنی دل کش تھیں، جاذب تھیں کہ جیسے ہی فرعون اور اس کی بیوی نے دیکھا تو وہ اپنا دل دے بیٹھے، فرعون کی بیوی کہنے لگی:

"لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا" (تم نے اسے قتل نہیں کرنا، ہم اس کو اپنا بیٹا بنائیں گے ہمیں نفع ہوگا)

فرعون کہنے لگا، ٹھیک ہے، لہٰذا شاہی فرمان جاری ہوئے کہ ہم نے اسے بیٹا بنالیا، ہزاروں بچوں کو ذبح کروانے والا اپنا دل دے بیٹھا ہے کہتا ہے ٹھیک ہے، اسے قتل نہیں کرنا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ" (ہم نے ان پر باقی عورتوں کے دودھ کو حرام کر دیا)

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام دودھ نہیں پیتے تو فرعون خود پریشان ہوتا ہے کہ بچہ دودھ نہیں پیتا، کیا بنے گا؟ چنانچہ عورتوں کو بلوایا، جو عورت آتی ہے بچہ دودھ نہیں پیتا، اسی حال میں رات گزر گئی، ادھر موسیٰؑ کی والدہ کی حالت بھی عجیب تھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا"

(وہ تو اپنی بات کا اظہار کر ہی بیٹھتی اگر ہم نے اس کے دل پر گرہ نہ ڈال دی ہوتی)

بیچاری رو بیٹھی، آخر ماں تھی، رات گزر گئی سوچتی تھی کہ کیا پتہ میرا بیٹا کس حال میں ہے؟ رو رہا ہے یا خوش ہے، جاگ رہا ہے یا سویا ہوا ہے، کس کے ہاتھ میں ہے، کس کے ہاتھ میں نہیں، ماں تھی، ان خیالات نے بہت پریشان کیا ہوا تھا، چنانچہ مضطرب ہو کر اپنی بیٹی سے کہا، جاؤ ذرا بھائی کی خبر لاؤ، وہ بھاگی گئی، جا کر منظر دیکھتی ہے کہ بہت ساری عورتیں دودھ پلانے آ رہی ہیں مگر وہ بچہ کسی کا دودھ ہی نہیں پیتا، وہ آگے بڑھی اور فرعون سے کہا:

"هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ"

(میں تمہیں بتاؤں ایسے گھر والوں کے بارے میں جو اسے دودھ بھی پلائیں گے اور اس کے بڑے خیر خواہ ہونگے)

مفسرین نے لکھا ہے کہ کہ فرعون کو بات کھٹکی، کہنے لگا کون ہوں گے جو اس کے بڑے خیر خواہ ہونگے، وہ بھی نبی کی بہن تھی، کہنے لگی، ہم آپ کی رعایا ہیں، اگر ہم آپ کی خیر خواہی نہیں کریں گے تو کون کریگا؟ فرعون کہنے لگا: بات سمجھ میں آ گئی، اچھا لے آؤ، چنانچہ بہن آئی اور والدہ کو لے گئی، انہوں نے دودھ پلایا، جب بچے نے دودھ پی لیا تو فرعون بہت خوش ہوا، کہنے لگا، بی بی اس بچے کو اپنے گھر لے جاؤ وہاں جا کر اسے دودھ پلانا اور دودھ پلانے کی تنخواہ ہم اپنے خزانے سے بھیج دیا کریں گے، رب کریم فرماتے ہیں:

" فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ" (اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم زدہ نہ ہو اور وہ جان لے کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں، لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے)

دیکھا اللہ رب العزت کے وعدے کیسے سچے ہیں، اس لیے فرمایا: "ومن اصدق من اللہ قیلا" (اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچی بات کہنے میں) سبحان اللہ! اللہ اس طرح اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

راہِ عشق و وفا میں دھوکا بھی گوارا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ اپنے غلاموں میں سے کسی کو اچھے انداز سے نماز پڑھتے دیکھتے تو وہ اس غلام کو آزاد کر دیا کرتے تھے، جب آہستہ آہستہ غلاموں کو پتہ چلا تو ہر غلام نے یہی وطیرہ اپنا لیا، غلام اچھی طرح نماز پڑھ کر دکھا دیتے اور وہ انہیں آزاد کر دیتے، کسی نے کہا، حضرت! آپ کے غلام ریاکاری کرتے ہیں، وہ آپ کے سامنے بنا سنوار کر نماز پڑھ لیتے ہیں اور آپ ان کو آزاد کر دیتے ہیں، وہ تو آپ کو اس طرح دھوکا دیتے ہیں، اس پر عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا:

''میں اللہ کی محبت میں سچا کیسے ہو سکتا ہوں، جب تک کہ اس کی محبت میں دھوکا نہ کھاؤں''۔

عشق الٰہی کے تین امتحان

عشق الٰہی کے میدان میں سیدنا ابراہیمؑ نے راسخ قدم رکھا، اللہ تعالیٰ نے جب ان کو آزمایا تو وہ اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے، اسی حقیقت کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا،

"وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ" (البقرۃ: ۱۲۴)

(اور یاد کر اس وقت کو جب آزمایا ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں، اور وہ اس میں کامیاب ہوا) ہمارے حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ فاتمھن کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں Cent per cen (سو فیصد) کامیاب ہوئے، اب آپ کی خدمت میں ان چند باتوں کی تفصیل کرتا ہوں۔

(۱) بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

کتابوں میں لکھا ہے کہ۔

"اوحی اللہ تعالیٰ الی نبیہ ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یاابراھیم انک لی خلیل فاحذر ان اطلع علی قلبک فاجد مشغولا بغیری فیقطع حبک منی فانی انما اختار لحبی من لو احرقتہ بالنار لم یلتفت قلبہ عنی"

(اللہ رب العزت نے اپنے نبی ابراہیمؑ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اے ابراہیم! آپ میرے خلیل ہیں، اس بات سے پرہیز کرنا کہ میں آپ کے قلب کی طرف توجہ کروں اور میں آپ کے قلب کو کسی غیر کے ساتھ مشغول پاؤں، اس لیے کہ جس کو میں اپنی محبت کے لیے چن لیتا ہوں تو وہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس کو آگ بھی جلا دے تو بھی اس کا قلب میری طرف سے دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا)۔۔۔ چنانچہ زندگی میں وہ وقت بھی آیا جب نمرود نے آپ کو آگ میں ڈال دینے کا حکم دیا، تفاسیر میں اس آگ کی تفصیل بیان کی گئی ہے، ان لکڑیوں کو ایک ہی وقت میں آگ لگائی گئی، جب ساری لکڑیاں جلنے لگیں تو نمرود اس سوچ میں پڑ گیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں کیسے ڈالے، بالآخر شیطان نمرود کے پاس آیا اور اس نے سمجھایا کہ ایک

جھولا بنا لیجئے اور اس میں بٹھا کر ان کو آگ میں پھینک دیجئے، اس طرح یہ آگ کے وسط میں جا کر گریں گے، چنانچہ اس نے جھولا بنوالیا اور آپ کو اس میں بٹھا کر آگ میں پھینک دیا گیا۔

ابھی حضرت ابراہیمؑ کا جھولا ہوا میں ہی تھا کہ فرشتے تعجب سے کہنے لگے، اے اللہ! ابراہیمؑ کے دل میں آپ کی کتنی محبت ہے، آپ کی محبت کیوجہ سے آگ میں ڈالے جارہے ہیں، انہوں نے اسباب کی کوئی پرواہ نہیں کی، اے اللہ! ان کی مدد فرمادیجئے، مگر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا: ''تم لوگ ان کے پاس چلے جاؤ اور اپنی مدد پیش کرلو، پھر میرا خلیل قبول کرلے تو تم مدد کردینا، ورنہ خلیل جانے اور خلیل کا رب جلیل جانے، کیونکہ یہ میرا اور میرے خلیل کا معاملہ ہے''۔

چنانچہ فرشتوں نے ابراہیمؑ کے پاس آکر مدد کی پیش کش کی مگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی بات سن کر فرمایا: ''لَا حَاجَةَ لِيْ اِلَيْكُمْ'' (مجھے تمہاری کوئی حاجت نہیں)

پھر حضرت جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور امداد پیش کی، حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا، جبرئیل! کیا آپ اپنی مرضی سے آئے ہیں یا اللہ رب العزت نے بھیجا ہے؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ میں آیا تو اللہ کی مرضی سے ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ اگر مدد کو قبول کریں تو مدد کردینا، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: نہیں جب میرے اللہ کو میرے حال کا پتہ ہے تو پھر مجھے یہی کافی ہے کہ پروردگار جانتا ہے کہ ابراہیم کس حال میں ہے، میرا مالک اور محبوب جانتا ہے کہ مجھے اس کے نام پر آگ میں ڈالا جارہا ہے لہٰذا میں آگ میں جانا ہی پسند کروں گا۔

جب فرشتے واپس چلے گئے تو اللہ رب العزت نے آگ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ'' (انبیاء:۶۹)۔۔۔(اے آگ! میرے ابراہیم پر سلامتی والی ٹھنڈک والی بن جا) اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آگ کو گلزار بنادیا۔

(۲) بے آب وگیاہ وادی میں

جب حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش ہوگئی تو اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیمؑ کو فرمایا: ''اے میرے پیارے خلیل! آپ اپنی بیوی کو بے برگ وگیاہ وادی کے اندر

چھوڑ آیئے''۔۔۔۔۔۔۔۔چنانچہ آپ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور بچے حضرت اسماعیلؑ کو بیت اللہ کے قریب جہاں پانی اور سبزہ کا نام ونشان بھی نہیں تھا، چھوڑ دیتے ہیں، کوئی بات بھی نہیں کرتے اور پھر واپس ملک شام جانے کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں۔۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا، ذرا تصور کر کے دیکھئے کہ اپنی بیوی کو اکیلے مکان میں چھوڑ کر آنے کے لیے بندے کا دل آمادہ نہیں ہوتا حالانکہ شہر کے اندر ہوتا ہے، پھر اپنی بیوی اور بچے کو ایسے ویرانہ میں چھوڑ دینا جہاں پینے کو پانی بھی نہ ملے اور ہر طرف پتھر ہی پتھر نظر آئیں، کتنی بڑی آزمائش ہے۔۔۔۔۔جب اللہ کے حکم سے ان کو چھوڑ کر واپس آنے لگے تو بیوی نے پوچھا، آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جارہے ہیں؟ مگر آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا، دوبارہ پوچھا کہ آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جارہے ہیں؟ مگر پھر بھی آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا، وہ بھی آخر نبیؑ کی صحبت یافتہ تھیں، چنانچہ تیسری بار پوچھنے لگیں، کیا آپ ہمیں اللہ کے حکم سے یہاں چھوڑ کر جارہے ہیں، آپ نے جواب دینے کے بجائے سر ہلا دیا کہ ہاں میں اللہ کے حکم سے آپ کو یہاں چھوڑ کر جارہا ہوں، جب اس نیک بیوی نے یہ سنا تو کہنے لگیں، اگر آپ ہمیں اللہ کے حکم سے چھوڑ کر جارہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے، پھر آپؑ اپنی بیوی کو چھوڑ کر وہاں سے واپس ملک شام چلے گئے۔

(۳) سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

اپنی جان دینا آسان ہوتا ہے لیکن اپنے سامنے اپنے بچے کو مرتے دیکھنا اس سے بھی زیادہ مشکل کام ہے، اسی لئے تو بچے کو بچانے کے لیے ماں باپ آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہمیں مارو پھر بچے کو ہاتھ لگانا، تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کا آگ میں ڈالے جانے والا امتحان ایک درجہ پیچھے تھا اور اولاد کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا اس سے بھی ایک درجہ آگے تھا، حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی اور بچے کو ملنے کے لیے ملک شام سے مکہ مکرمہ آئے، آپؑ نے آٹھ

ذی الحجہ کی رات کو خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو اللہ کے نام پر ذبح کر رہا ہوں، آپ صبح اٹھے تو سوچنے لگے کہ شاید قربانی مطلوب ہے، چنانچہ آپ نے ستر اونٹ اللہ کے راستے میں قربان کر دیئے، پھر نویں کی شب کو پھر وہی خواب دیکھا، چنانچہ دوسرے دن بھی ستر اونٹ قربان کر دیئے، لیکن دسویں کی رات کو پھر وہی خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کر رہا ہوں، جب تیسری بار یہی خواب دیکھا تو واضح طور پر سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے بیٹے کی ہی قربانی مطلوب ہے، چنانچہ آپؑ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب میں اپنے سات سالہ بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بچے کو پیار کیا اور کہا، بیٹا! میرے ساتھ چلو، بیوی نے پوچھا، کہاں؟ آپؑ نے فرمایا: کسی بڑے کی ملاقات کرنی ہے۔۔ نام نہ بتایا کیونکہ وہ بالآخر ماں ہے، ممکن ہے کہ قربانی کا نام سن کر اس کا دل پسیج جائے اور اس کی آنکھوں سے آنسو آ جائیں اور صبر وضبط میں کچھ فرق پڑ جائے، چنانچہ موٹی سے بات کر دی کہ کسی بڑے کی ملاقات کے لیے جانا ہے۔۔۔ بی بی ہاجرہؓ نے حضرت اسماعیلؑ کو نہلا دیا، سر پر تیل بھی لگایا اور کنگھی بھی کر دی، لیکن ان کو معلوم نہیں تھا کہ آج میرا بیٹا کس آزمائش میں جا رہا ہے، البتہ روانہ ہوتے وقت ابراہیمؑ نے بیٹے کو کہہ دیا، بیٹا! ایک رسی اور چھری بھی لے لو، اس نے پوچھا، ابا جان! رسی اور چھری کس لئے لینی ہے؟ فرمایا: بیٹا! جب بڑے سے ملاقات ہوتی ہے تو پھر قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں، بیٹا سمجھا کہ شاید کسی جانور کو قربان کریں گے، یوں حضرت ابراہیمؑ اپنے لختِ جگر کو قربان کرنے کے لیے گھر سے چل پڑے۔

جب وہ اپنے گھر سے چلے گئے تو پیچھے شیطان ملعون بی بی ہاجرہؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا، تجھے پتہ بھی ہے کہ آج تیرے بیٹے کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ انہوں نے پوچھا، کیا؟ وہ کہنے لگا، تیرا خاوند تیرے بیٹے کو ذبح کر دے گا، انہوں نے کہا بوڑھے! تیری عقل چلی گئی، کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے؟ وہ کہنے لگا، ہاں، ان کو اللہ کا حکم ہوا ہے، جب اس نے یہ کہا کہ ہاں ان کو اللہ کا حکم ہوا ہے تو بی بی ہاجرہؓ کہنے لگیں، اگر اللہ کا حکم ہوا ہے تو میرے

بیٹے کو قربان ہونے دو کیونکہ اگر میرے بارے میں اللہ کا حکم ہوتا تو میں بھی اس کے راستے میں قربان ہونے کے لیے تیار ہو جاتی۔

جب شیطان کا بی بی ہاجرہؓ کے سامنے کوئی بس نہ چلا تو وہ راستے میں حضرت اسماعیلؑ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا، سناؤ! تم کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے فرمایا، کسی بڑے کی ملاقات کے لیے جا رہا ہوں، وہ کہنے لگا، ہرگز نہیں، تجھے ذبح کر دیا جائیگا، انہوں نے کہا، یہ کیسے ہوسکتا ہے، کوئی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے؟ کہنے لگا، ہاں اللہ کا حکم ہے، حضرت اسماعیلؑ کہنے لگے اگر اللہ کا حکم ہے تو میں حاضر ہوں، چنانچہ شیطان پھرنا کام ہوا۔

پھر راستے میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا، بیٹے کو کیوں ذبح کرتے ہو، کبھی خواب کے پیچھے بھی کوئی اپنی اولاد کو ذبح کرتا ہے، دیکھئے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا لیکن آج تک اس کا نام رسوائے زمانہ مشہور ہے، اگر آپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں گے، تو کہیں آپ کا نام بھی ایسے ہی برا نہ مشہور ہو جائے، لہذا ایسا کام ہرگز نہ کرنا، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا:، ارے بدبخت! معلوم ہوتا ہے کہ تو شیطان ہے، قابیل نے تو اپنی نفسانی خواہش کی وجہ سے بندے کو مارا تھا اور میں تو رحمانی خواب کو پورا کرنے کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہتا ہوں، میرے خواب کا اس کے عمل کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ بھی نہیں ہے، قابیل تو عورت کا وصل چاہتا تھا، اور میں پاک پروردگار کا وصل چاہتا ہوں، لہٰذا میں آج اپنے بیٹے کی قربانی دے کے دکھاؤں گا،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بعد جب حضرت ابراہیمؑ آگے بڑھے تو شیطان آ کر راستے میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، میں نہیں جانے دیتا، اس وقت انہوں نے سات کنکریاں اٹھا کر شیطان کو ماریں اور اللہ تعالیٰ نے وہاں سے شیطان کو بھگا دیا، جہاں اسے حضرت ابراہیمؑ نے کنکریاں ماریں اس جگہ کا نام جمرۂ اولیٰ پڑ گیا، پھر دوسری جگہ پر جا کر راستہ روکا اور حضرت ابراہیمؑ نے وہاں بھی اس کی رمی جمار کی، شیطان پھر بھاگ گیا، اس جگہ کا نام جمرۂ وسطیٰ پڑ گیا، پھر تیسری جگہ بھی اس کو کنکریاں لگیں اور اس جگہ کا نام جمرۂ عقبہ پڑ گیا،۔۔۔۔جمرۂ عقبہ سے آگے حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا، ابا جان!

آپ نے فرمایا کہ بڑے کے لیے جانا ہے، بتایئے کہ اس بڑے کی ملاقات کب ہوگی؟ اب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ساری بات بتائی کہ "یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی"۔۔۔۔۔۔(اے میرے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، بتا تیری کیا رائے ہے؟)(الصٰفٰت:۱۰۲)۔۔۔۔۔۔بیٹا بھی جدالانبیاء کے گھر کا چشم و چراغ تھا اور بعد میں منصب رسالت پر فائز ہونے والا تھا، اس لیے کم سنی کے باوجود سر تسلیم خم کرتے ہوئے نہایت ہی ادب سے عرض کرنے لگے:

"یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ"

(اے اباجان! کر گزریئے جس بات کا آپ کو حکم ہوا ہے، آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے)(الصٰفٰت:۱۰۲)

سبحان اللہ!۔۔۔۔۔۔جب باپ کے دل میں محبت الٰہی کا جذبہ موجزن ہوتا ہے تو پھر گھر کے دوسرے افراد کے اندر بھی اس کے نمونے نظر آتے ہیں۔۔۔جب بیٹے نے یہ جواب دیا تو حضرت ابراہیمؑ ان کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے، یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے۔۔۔ ''اباجان! میں آپ سے چار باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں''۔۔۔حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے فرمایا: میرے بیٹے! تم مجھے بتاؤ کہ تم اس وقت مجھے کیا کہنا چاہتے ہو؟ عرض کیا، اباجان! پہلی بات تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ چھری کو اچھی طرح تیز کر لیجئے، ایسا نہ ہو کہ چھری کند ہو اور مجھے ذبح کرنے میں زیادہ وقت لگ جائے، میں نے جب اللہ کے نام پر ہی جان دینی ہے تو چھری تیز ہونے کی وجہ سے میری جان جلدی نکلے گی اور میں اللہ سے واصل ہو جاؤں گا''

یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے چھری اور بھی تیز کر لی اور پوچھا، بیٹا! دوسری بات کونسی ہے؟ بیٹے نے عرض کیا: ''اباجان! میں چھوٹا ہوں، آپ مجھے رسی سے باندھ دیجئے''۔

چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ان کو رسی سے باندھ دیا اور پوچھا، بیٹا! تیسری بات کون سی ہے؟ بیٹے نے عرض کیا: ''اباجان! جب آپ مجھے ذبح کریں گے تو آپ میرا چہرہ اوپر آسمان کی طرف نہ کرنا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے سجدہ کی حالت میں موت آئے، ویسے بھی

جب آپ کی طرف میری پیٹھ ہوگی تو آپ کے دل میں محبت پدری بھی جوش نہیں مارے گی''۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا، بیٹا! میں یہ بھی کردوں گا، آپ اور کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟ عرض کیا: ''ابا جان! جب آپ مجھے ذبح کرچکیں تو آپ میرے کپڑے میری والدہ کو دکھا دینا اور کہنا کہ آپ کا بیٹا اللہ کے نام پر کامیاب ہوگیا ہے'' حضرت اسماعیلؑ کی چوتھی بات پر حضرت ابراہیمؑ رو پڑے اور اللہ رب العزت سے فریاد کی۔۔۔''اے اللہ! آپ نے مجھے بوڑھاپے میں اولاد دی اور اب اس معصوم بچے کی قربانی مانگتے ہیں، اے اللہ! اپنے خلیل پر رحم فرمانا اور اس بچے پر بھی رحم فرما دینا جو قربانی کے لیے تیار ہے''۔

پھر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو اوندھے منہ لٹا کر ان کے گلے پر چُھری رکھ دی، وہ ان کو ذبح کرنا چاہتے ہیں مگر چُھری ان کو ذبح نہیں کرتی، اللہ رب العزت نے جبرئیلؑ کو حکم دیا۔۔۔۔۔۔''اے جبرئیل! جاؤ اور چُھری کو تھام لو، اگر رگوں میں سے کوئی رگ کٹ گئی تو فرشتوں کے دفتر سے تمہارا نام نکال دوں گا''، چنانچہ جبرئیلؑ آکر چُھری کو تھام لیتے ہیں، حضرت ابراہیمؑ چُھری کو چلانے کی پھر کوشش کرتے ہیں، لیکن چُھری نہیں چلتی، پھر اپنا پورا بوجھ اس کے اوپر ڈال دیتے ہیں مگر چُھری نے بچے کو پھر بھی ذبح نہ کیا، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ غصے میں آکر چُھری سے کہتے ہیں، اے چُھری! تو کیوں نہیں چلتی ؟ ۔۔۔۔۔۔۔چُھری نے جواب میں پوچھا: ۔۔۔۔۔''اے ابراہیم خلیل اللہ! جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا تو آپ کو آگ نے کیوں نہیں جلایا تھا؟'' حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا:

''آگ کو اللہ کا حکم تھا کہ میرے ابراہیمؑ کو نہیں جلانا'' پھر چھری کہنے لگی: ''اے ابراہیم خلیل اللہ! آپ مجھے ایک مرتبہ کہتے ہیں کہ گلے کو کاٹو اور اللہ تعالیٰ مجھے ستر مرتبہ کہہ رہے ہیں کہ ہرگز نہیں کاٹنا، اب بتائیں کہ میں گلا کیسے کاٹ سکتی ہوں'' اللہ رب العزت کی شان دیکھئے کہ اس نے حضرت اسماعیلؑ کو زندہ بچالیا اور ان کے بجائے ایک مینڈھا قربان ہوگیا، اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ نے ان کے بیٹے کو محفوظ بھی فرمالیا اور فرمایا:

"وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ" (اس کی جگہ ہم نے ایک بڑی قربانی دے دی) (الصفت:۱۰۷)

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "عظیم" کا لفظ اس لیے ارشاد فرمایا کہ حضرت اسماعیلؑ کی پیشانی میں دو نبوتوں کا نور تھا، ایک اپنی نبوت کا اور ایک سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ" (الصفت:۱۰۶)

(بے شک یہ بہت بڑی آزمائش تھی)

پھر فرمایا: "سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ" (الصفت:۱۰۹) (اے ابراہیم! تجھ پر سلامتی ہو)

یعنی اے ابراہیم! تجھے شاباش ہو، ابراہیمؑ! تو جیتا رہے کہ تو نے ایسی قربانی کر کے دکھائی۔

اللہ رب العزت نے اپنے خلیل کی اتنی حوصلہ افزائی فرمائی کہ فرمایا: "وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ" (الصفت:۱۰۸) ۔۔۔۔۔۔ (اور ہم نے آنے والوں میں اس عمل کو جاری کر دیا)

یعنی اے ابراہیم! ہمیں تیرا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ ہم تیرے اس عمل کو قیامت تک سنت بنا کر جاری کر دیں گے۔۔ دیکھئے، جو عشق حقیقی میں کامیاب ہوتے ہیں اللہ رب العزت کی طرف سے ان کو یوں عزتیں ملتی ہیں، آج بھی ایمان والوں کی زندگیوں میں محبت الٰہی کے آثار نظر آتے ہیں، کتنی مائیں ہیں جو آج کے دور میں بھی اپنے بیٹوں کو دین اسلام کی سربلندی کے لیے میدان جہاد میں بھیجتی ہیں اور کہتی ہیں کہ جائیے اور اپنی جان قربان کر دیجئے۔

آج بھی گر ہو ابراہیم سا ایماں پیدا ☆ آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

حضرت معروف کرخی پر محبت الٰہی

کتابوں میں لکھا ہے سری سقطیؒ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا اور انہیں قیامت کا منظر دکھایا گیا، انہوں نے دیکھا کہ قیامت کا دن ہے، لوگ اللہ رب العزت کے حضور کھڑے ہیں اور ان میں ایک آدمی ہے جو اللہ کی محبت میں مست ہے اور دیوانہ ہے اور دیوانوں کی طرح اللہ رب العزت کی یاد میں لگا ہوا ہے، پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا، اے

اہل موقف! اے یہاں کھڑے ہونے والے لوگو! تم اس بندے کو حیران ہو کر دیکھ رہے ہو، یہ میرا بندہ معروف کرخی ہے، اس پر میری محبت کا جذبہ طاری ہے، اس کو اس وقت تک سکون نہیں ملے گا جب تک کہ میرا دیدار نہیں کر لے گا، لہٰذا اللہ رب العزت ان کو اپنا دیدار عطا فرمائیں گے تب ان کے جسم میں سکون پیدا ہوگا۔

محبت الٰہی کی پہچان

ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں ایک باندی خرید کر لایا، دیکھنے میں وہ کمزور سی تھی، بیمار سی لگتی تھی، سارا دن اس نے گھر کے کام کئے اور عشاء کے بعد مجھ سے پوچھنے لگی کہ کوئی اور کام بھی میرے ذمہ ہے، میں نے کہا، جاؤ، آرام کرلو، اس نے وضو کیا اور مصلی پر آ گئی اور مصلے پر آ کر اُس نے نفلیں پڑھنی شروع کر دیں، کہنے لگے، میں سو گیا، تہجد کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ وہ اس وقت اللہ تعالی سے دعا مانگ رہی تھی، مناجات کر رہی تھی اور مناجات میں یہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم! آپ میری یہ بات پوری فرما دیجیے، کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ سنا کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، تو میں نے اِس کو ٹوکا اور کہا، اے لڑکی! یہ نہ کہہ کہ اے اللہ! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، بلکہ یوں کہہ کہ اے اللہ! مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم، فرماتے ہیں کہ جب اس نے یہ سنا تو وہ ناراض ہونے لگ گئی، بگڑ گئی اور کہنے لگی میرے مالک! بات یہ ہے، کہ اگر اللہ رب العزت کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو یوں وہ مجھ کو مصلے پر نہ بٹھاتا اور آپ کو ساری رات میٹھی نیند نہ سلاتا، آپ کو جو میٹھی نیند سلا دیا اور مجھے مصلے پر بٹھا کر جگا دیا، میرے ساتھ کوئی تعلق تو ہے کہ مجھے جگایا ہوا ہے، سبحان اللہ! ایک وہ وقت تھا کہ تہجد کے وقت اپنے رب سے یوں اپنے تعلق کے واسطے دیا کرتے تھے، اے اللہ!۔۔۔۔آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، واقعی اللہ رب العزت کو ان سے محبت ہوتی تھی اور ان لوگوں کو اللہ تعالی سے محبت ہوتی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ
مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (مسلم)

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے — نقش روئے محمد بنایا گیا
پھر اسی نور سے مانگ کر روشنی — بزم کون ومکان سجایا گیا
وہ محمد بھی احمد بھی محمود بھی — حسن فطرت کا شاہد بھی مشہود بھی
علم وحکمت میں وہ غیر محدود بھی — ظاہراً امیوں میں اٹھایا گیا

محبت نبویؐ پر بشارت

ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کرتے ہیں: اے اللہ کے نبیؐ! میں ایک بات سے بہت پریشان ہوں، جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے دلوں میں لہریں مارتی ہیں، ہم حاضر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں، لیکن جنت میں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بہت اعلیٰ درجوں پر ہوں گے اور ہم نیچے کے درجے میں ہونگے، وہاں اگر آپ کی زیارت نہ ہوئی تو ہمیں جنت کا کیا لطف آئیگا؟ چنانچہ اسی وقت جبرئیلؑ آئے اور آکر اطلاع دی آپ نے اس شخص کو بلایا اور خوشخبری سنائی، ''اَلمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبّ'' (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی) صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ پوری زندگی میں ایمان کے بعد جتنی خوشی اس حدیث سے ہوئی کسی اور حدیث سے نہیں ہوئی، کیونکہ یقین ہوگیا کہ آخرت میں ہمیں حضور کا ساتھ نصیب ہوجائیگا، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح محبت کرتے تھے۔

محمدؐ کی محبت ہے سند آزاد ہونے کی ☆ خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے، اور ان میں سے پہلا نمبر حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کا تھا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ایک محفل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے تین چیزیں بہت محبوب ہیں، خوشبو، نیک بیوی، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ فوراً بول اٹھے، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی تین چیزیں بہت محبوب ہیں، آپ کے چہرۂ انور کو دیکھتے رہنا، دوسرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا مال خرچ کرنا، اور تیسرا یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے، اب ذرا ان تینوں باتوں کا اندازہ لگایئے کہ ان کا مرکز اور محور کون بنتا ہے؟ وہ ہے نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس، ۔۔۔جب ہجرت کا حکم ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے، حضرت ابوبکر کے دروازے پر دستک دی تو وہ فوراً حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیران ہوکر پوچھا، اے ابوبکرؓ! کیا آپ جاگ رہے تھے، عرض کیا، جی ہاں، کچھ عرصہ سے میرا دل محسوس کر رہا تھا کہ عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور مجھے اپنے ساتھ لے جانے کا شرف عطا فرمائیں گے، پس میں نے اس دن سے رات کو سونا چھوڑ دیا، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ تشریف لائیں اور مجھے جاگنے میں دیر ہو جائے۔

جنگ تبوک کے موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جہاد کے لیے اپنا مال پیش کرو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا آدھا مال لے آئے اور دل میں سوچتے رہے کہ آج میں ابوبکر صدیقؓ سے اس نیکی میں بڑھ جاؤں گا لیکن جب صدیق اکبر آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، اے ابوبکر! آپ اپنے پیچھے بیوی بچوں کے لیے کیا چھوڑ آئے عرض کیا اپنی بیوی بچوں کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ ؎

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس ☆ صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

جب نبی اکرم صلی اللہ وسلم کا وصال مبارک ہوا تو صدیق اکبرؓ نے اپنا غم ان الفاظ میں ظاہر کیا:

لَمَّا رأیتُ نبیَّنا مُنجَنْدِ لا ضَاقَتْ عَلَیَّ بِمَرضهن الاوْلا
فَارْتَاعَ قَلبِی عندَ ذالک لِهَلَاکِه وَالعَظْمُ مَاحیثُ کسیر
یَالَیْتَنِی مِنْ قَبْلُ لَهَلَکَ صاحِبِی عُیِبْتُ فِی حَدَثٍ عَلَیَّ صُخُوْر

نبی جب میں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات یافتہ دیکھا تو مکانات اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے اس وقت آپ ﷺ کی وفات پر میرا دل لرز اٹھا اور زندگی بھر میری کمر ٹوٹی رہے گی، کاش! میں اپنے آقاؐ کے انتقال سے پہلے قبر میں دفن کر دیا گیا ہوتا اور مجھ پر پتھر ہوتے۔

صدیق اکبرؓ کے صدق ووفا کی انتہاء

جب غارثور میں پہونچنے کے لیے پہاڑ پر چڑھنے کا وقت تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں کے پنجے لگا رہے تھے اور ہاتھوں کے بل اوپر چڑھ رہے تھے، پورا پاؤں نہیں لگا رہے تھے، اس طرح چڑھنے کا مقصد یہ تھا کہ قدموں کے نشان نہ لگیں تا کہ دشمن قدموں کے نشان دیکھ کر پیچھے نہ آجائیں، جب حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ دیکھا کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر پورے پاؤں نہیں لگا رہے فقط پنجے لگا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ابوبکر حاضر ہے، مہربانی فرمایئے، آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جایئے، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے کندھوں پر سوار ہوئے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر غارثور تک پہونچے۔

یہ معراج محبت ہے یہ اعجازِ محبت ہے ☆ ہزاروں زخم کھا کر مسکرانا شادماں رہنا

گلاب کے پھول پر شبنم

عشق ومحبت کی یہ داستان بھی عجیب ہے کہ غارثور میں جس سوراخ پر سیدنا صدیق اکبرؓ نے پاؤں رکھا ہوا تھا اس میں ایک سانپ تھا، اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاؤں مبارک پر کاٹ لیا، جیسے ہی سانپ نے کاٹا، ابوبکر صدیقؓ کو تکلیف ہوئی اور زہر اثر کیا، ادب کی وجہ سے زبان سے کوئی لفظ نہ نکالا، کہ کہیں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل نہ آجائے، لیکن درد کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آگئے، اور یہ سعادت بھی اللہ تعالیٰ کو سیدنا صدیق اکبرؓ کو دینی تھی کہ جب آنسو گرا تو زمین پر نہیں، بلکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخسار مبارک پر گرا، چہرۂ اقدس پر آنسو پڑتے ہی نبی اکرم صلی اللہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''**ما یبکیک یا ابابکر؟**'' اے ابوبکر! تو کیوں روتا ہے؟۔۔۔۔ارے رحمۃ للعالمین تو تیری گود میں ہیں، اس حال میں بھی روتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کی آنکھوں میں آنسو تھے بتادیا کہ اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میرا پاؤں اس سوراخ پر تھا، کسی موذی چیز

نے پاؤں پر کاٹ لیا ہے، جس کے زہر کی وجہ سے آنسو نکل آئے اور آنسو بھی گرے تو کہاں گرے ؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور پر گرے، کسی شاعر نے اس پر بھی مضمون باندھ دیا۔

آنسو گرا ہے روئے رسالت مآبؐ پر ☆ قربان ہونے آئی ہے شبنم گلاب پر

سبحان اللہ! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آنسو شبنم کے مانند اور میرے آقا محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا رخسار گلاب کے پھول کے مانند، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا، ابوبکر! کیوں روتے ہیں؟ عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اس زہر کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہے اس لیے میں رو رہا ہوں، چنانچہ تاجدار مدینہ سرور کائنات فخر موجودات سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب مبارک اس زخم کے اوپر لگایا جس کی وجہ سے تکلیف بھی جاتی رہی اور زخم بھی ٹھیک ہو گیا۔

فرزندِ ابوقحافہؓ کی سنہری وفا شعاری

تین روز کے بعد غار ثور سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے دیکھا کہ ابوبکرؓ کبھی پیچھے چلتے ہیں کبھی دائیں کبھی بائیں، نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا: ابوبکر یہ کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوبؐ! جب پیچھے چلتا ہوں تو ڈر لگتا ہے کہ دشمن کہیں دائیں سے نہ آجائے تو ادھر چلنے لگ جاتا ہوں پھر ڈر لگتا ہے کہ کہیں بائیں سے نہ حملہ آور ہو تو ادھر چلنے لگ جاتا ہوں جس طرح شمع کے گرد پروانہ چکر لگا رہا ہوتا ہے، ایک عاشق صادق اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد یوں چکر لگا رہا تھا۔

جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ام معبد کے گھر کے قریب پہنچے تو بھوک کی وجہ سے آگے سفر جاری رکھنا دشوار ہو رہا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام معبد کی اجازت سے بکریوں کا دودھ نکالا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا، جب نبی علیہ السلام نے خوب جی بھر کر پی لیا تو ابوبکرؓ کو خوشی ہوئی، چنانچہ بعد میں کسی موقع پر یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا: ''فَشَرِبَ حَتی رضیتُ'' (نبی علیہ السلام نے اتنا دودھ پیا کہ میں خوش ہو گیا)

عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کتنی پیاری مثال ہے کہ دودھ تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرمارہے ہیں اور محب حقیقی کا دل خوشی سے پھولا نہیں سما تا حالانکہ بھوک صدیقؓ کو نڈھال کررہی تھی، جب مدینہ طیبہ پہنچے تو اہل مدینہ نے دونوں مہمانوں کا استقبال کیا مگر چونکہ انصارؓ پہلے نبی علیہ السلام کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے لہذا وہ غلطی سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گرد جمع ہونے لگے، اتباع اتنی کامل تھی کہ تابع اور متبوع میں فرق کرنا مشکل ہوگیا تھا، رفتار، گفتار، چال ڈھال، لباس وغیرہ میں اتنی مشابہت تھی کہ نقل اور اصل میں کوئی امتیاز کرنا مشکل تھا، حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں: ؎

من تو شدم تو من شدی من جاں شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعدازیں من دیگرم تو دیگری

میں تو ہوگیا تو میں ہوگیا میں جان بن گیا تو جان ہوگیا اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں اور ہوں اور تو اور ہے۔ (یہ فنافی الشیخ کا مقام ہے)

عشق رسالت مآبؐ میں فوقیت لے گئے

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا، میرے پاس کافی مال تھا میں نے سوچا آج میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا چنانچہ میں نے آدھا مال صدقہ کیا، نبی علیہ السلام نے پوچھا اہل خانہ کے لیے کیا چھوڑا میں نے عرض کیا، مثلہ (اس کے برابر) اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی اپنا مال لے کر آئے، نبی علیہ السلام نے پوچھا: **"ما ابقیت لاھلک قال ابقیت لھم اللہ ورسولہ"**

(اہل خانہ کے لیے کیا چھوڑا عرض کیا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو) یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا:

"لا اسابقک الی شئی ابدا" (میں تمہارے ساتھ کسی چیز میں مقابلہ نہ کروں گا)

علامہ اقبالؒ نے اس واقعے کو عجیب انداز میں پیش کیا ہے:

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا ☆ جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت ☆ ہر چیز جس کا چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین ودرہم ودینار ورخت جنس ☆ اسپ قمر سم وشتر وقاطر و حمار
بولے حضور چاہئے فکر عیال بھی ☆ کہنے لگا وہ عشق ومحبت کا رازدار
اے تجھ سے دیدہ مہ وانجم فروغ گیر ☆ اے تیری ذات باعث تکوین روزگا
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس ☆ صدیق کے لیے ہے خداورسولؐ بس

عشق نے مشقت میں حلاوت پیدا کردی

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ابوبکرؓ کو پھٹے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا ابوبکرؓ! تم پر ایک وقت کتنا خوشحالی کا تھا، اب تمہیں دین کی وجہ سے کتنی مشقتیں اٹھانی پڑ رہی ہیں، حضرت ابوبکرؓ ایک دم تڑپ کر بولے: ''**امالو عشت عمر الدنیا و اعذب به جمیعا اشد العذاب لا یفرجنی فرج الملح**''۔۔۔۔(اگر ساری زندگی اسی مشقت میں گذاروں اور شدید عذاب میں مبتلا ہوں پھر بھی دوست کی دوستی میں جو وسعت اور کشادگی ہے وہ حاصل نہیں ہوتی)

گر قبول افتد زہے نصیب

حضرت ابوبکرؓ ایک مرتبہ اپنے گھر میں رو رو کر دعا مانگ رہے تھے، جب فارغ ہوئے تو اہل خانہ نے پوچھا کہ کیا وجہ تھی فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال ہے جو میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں مگر دینے والے کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے، لینے والے کا نیچے ہوتا ہے، میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بے ادبی بھی نہیں کرنا چاہتا اس لیے رب کائنات سے رو رو کر دعا مانگ رہا تھا اے اللہ میرے محبوبؐ کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ وہ ابوبکرؓ کے مال کو اپنا مال سمجھ کر خرچ کریں، چنانچہ دعا قبول ہوئی، حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام ابوبکرؓ کے مال کو اپنے مال کی طرح خرچ کرتے تھے، ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''**ان من امن الناس علی فی صحبته و ماله ابو بکر** رضی اللہ عنہ''

(بے شک لوگوں میں سب سے بڑا محسن خدمت اور مال کے اعتبار سے ابوبکرؓ ہے)

صدیق اکبرؓ کے عشق و وفا کی حد تو دیکھئے

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف میں تھے، کفار نے آکر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا پہونچانی شروع کردی، ایک کافر کہیں باہر نکلا اس نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو دیکھا اور کہنے لگا ''**ادرک صاحبک**'' کہ تو اپنے دوست کا خیال کر کہ اس کو تو کفار ایذا پہونچا رہے ہیں، آپ بھاگے ہوئے مسجد میں پہونچے اور مجمع کو چیر کر اندر گئے، اور فرمانے لگے ''**اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ**'' کیا تم اس ہستی کو مارنا چاہتے ہو جو یہ کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے، اب کافروں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر ان کو مارنا شروع کردیا، روایات میں آیا ہے کہ صدیق اکبرؓ زبان سے صرف اتنا کہہ رہے تھے ''**تبارکت یا ذا الجلال والاکرام**'' کفار نے اتنا مارا کہ بے ہوش ہوگئے، اس وقت ان کے قبیلے کے لوگ وہاں پہونچے اور ان کو اٹھا کر گھر لے آئے، بہت دیر تک ہوش میں نہ آئے، رات گذر گئی جب ہوش میں آئے تو والدہ نے کہا کہ، بیٹا! کچھ کھالو، اس وقت سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنی والدہ سے پوچھا، ؛ اماں! مجھے یہ بتاؤ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کس حال میں ہیں؟ اس نے کہا، بیٹے! تیرا اپنا حال یہ ہے کہ جسم زخموں سے چور چور ہو چکا ہے اب بھی پوچھ رہے ہو کہ ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا، ہاں! جب تک مجھے ان کے حال کا پتہ نہیں چلے گا میں کچھ نہیں کھاؤں گا، ان کی والدہ نے کہا کہ مجھے تو نہیں پتہ کہ وہ کس حال میں ہیں، سیدنا صدیق اکبرؓ نے ام جمیل کا نام بتایا اور فرمایا کہ ان کے پاس جایئے، وہ آپ کو بتائیں گی، چنانچہ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ دار ارقم میں ہیں، جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پتہ چلا تو سیدنا صدیق اکبرؓ اپنی والدہ کے ساتھ دار ارقم پہونچے، روایات میں آتا ہے کہ جب صدیق اکبرؓ دار ارقم پہونچے تو صدیق اکبرؓ کی اس کیفیت کو دیکھ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوبکرؓ کا بوسہ لیا اور اس کے بعد سب صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین نے صدیق اکبرؓ کا بوسہ لیا۔ سبحان اللہ!

مر کر کسی کی زلف پہ معلوم ہو تجھے ☆ فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں

صدیق اکبرؓ کی نیکیاں ستاروں سے زائد

ایک دفعہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آرام فرمارہی تھیں، آسمان پر ستارے چمک رہے تھے، ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ آسمان پر جتنے ستارے ہیں اتنی نیکیاں بھی کسی کی ہونگی؟ انہوں نے یہی سوال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ کیا کسی کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہونگی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں عمرؓ کی ہونگی، یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خاموش ہوگئیں، پھر تھوڑی دیر کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود پوچھا، عائشہ تم سوچ رہی ہوگی کہ میرے والد کا نام نہیں لیا، کہنے لگیں، جی ہاں بالکل یہی سوچ رہی تھی، فرمایا، عائشہ! ان کی بات کیا سوچتی ہو ان کی تو غارِ ثور میں گزری ہوئی ایک رات کی نیکیاں آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ سبحان اللہ!

تین رات کا مقام

حضرت عمرؓ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے آپ میری ساری زندگی کی نیکیاں لے لیجئے، اور مجھے غارِ ثور والی تین راتوں کی نیکیاں دیدیجئے، کیونکہ مجھے ان تین راتوں کی نیکیاں اپنی ساری زندگی کی نیکیوں سے زیادہ نظر آتی ہیں، عشق ومحبت نے ان کی نیکیوں کو کس قدر قیمتی بنادیا تھا۔

عشق ومحبت کے چند بکھرے موتی

☆ جب نبی علیہ السلام مرض الوفات کی حالت میں تھے تو حضرت ابوبکرؓ نماز کی امامت کرواتے تھے ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فوراً پیچھے ہٹے نماز سے فراغت پر نبی علیہ السلام نے فرمایا ''ابوبکرؓ! میں خود تمہیں حکم کر چکا تھا تو تم کو اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوقحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے آگے بڑھ کر نماز پڑھائے۔

☆ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا سے پردہ فرمالیا تو صحابہ کرامؓ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جس نے کہا نبی علیہ السلام فوت ہو گئے میں اس کا سر قلم کر دوں گا، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ تشریف لائے، بخاری شریف میں ہے، **"فجاء ابو بکر و کشف عن رسول اللہ ﷺ فقبلہ قال بابی انت و امی طبت حیا و میتا"** (پس ابوبکرؓ آئے اور نبی علیہ السلام کے چہرے سے چادر ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان '' آپ نے زندگی بھی پاکیزہ گزاری اور پاکیزگی سے ہی خالق کو جا ملے)۔۔۔۔۔۔سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کو بعض قرائن سے پتہ چل چکا تھا کہ اب محبوب سے جدائی ہونے والی ہے اس لیے جب سورۃ النصر نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ خوش ہوئے مگر عاشق زار ابوبکر صدیقؓ دل گرفتہ ہو کر مسجد کے کونے میں رونے بیٹھ گئے، صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین نے کہا کہ لوگ فوج در فوج داخل ہونگے تو یہ پیغام خوشی کا ہے، فرمایا: ہاں لیکن جب کام مکمل ہو گیا تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے گا میں جدائی کے تصور سے بیٹھا رو رہا ہوں۔

☆ جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد حضرت ابوقحافہ ایمان لائے تو نبی علیہ السلام نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اس پر عاشق صادق نے کہا: ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ ان کے اسلام کی نسبت مجھے آپ کے چچا ابوطالب کے اسلام لانے کی خوشی زیادہ ہوتی'' (الاصابہ)

☆ حضرت ابوبکر صدیق عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنا کمال حاصل کر چکے تھے کہ اب ان کو اپنے محبوب کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہ تھی، چنانچہ ایمان لانے سے پہلے ایک مرتبہ ان کے والد نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا بات کر دی تو حضرت ابوبکر نے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا، ایک مرتبہ ابوجہل نے نبی علیہ السلام کی شان میں کوئی گستاخی کی تو ابوبکر شیر کی طرح اس پر جھپٹے اور فرمایا: '' تو دفع ہو جا اور جا کر لات

ومنات کی شرمگاہ کو چاٹ'' یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ عشق مصلحت اندیش نہیں ہوا کرتا۔

☆ جب نبی علیہ السلام نے پردہ فرمالیا تو اطراف مدینہ کے بعض قبائل دین اسلام سے پھر گئے، سیاسی حالات نے سنگینی اختیار کرلی، اکثر صحابہؓ کی رائے تھی کہ لشکر اسامہؓ کو واپس بلالیا جائے جس کو نبی علیہ السلام قیصر روم کے مقابلے میں روانہ کر چکے تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ابوبکرؓ سے ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اس لشکر کو واپس کرے جسے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بھیجا میں اس لشکر کو واپس ہرگز نہیں بلاؤنگا اگرچہ مجھے یقین ہو کہ کتے ہماری ٹانگیں کھینچ کر لے جائیں گے'' عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلے سے متصادم تھا لیکن دنیا نے دیکھا کہ خیر اسی میں تھی سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں، دشمنوں کے حوصلے پست ہوگئے سیاسی حالات کی کایا پلٹ گئی، عشق ایک مرتبہ پھر جیت گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر سیدہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی علیہ السلام کی وفات کس دن ہوئی اور کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا، مقصد یہ تھا کہ مجھے بھی یوم وفات اور کفن دفن میں نبی علیہ السلام کی موافقت نصیب ہو، حیات میں تو مشابہت تھی ہی سہی ممات میں بھی مشابہت مطلوب تھی۔

اللہ اللہ یہ شوق انتہا ہے آخر ☆ تھے جو صدیق اکبر بلکہ عاشق اکبر

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ جب میرا جنازہ تیار ہوجائے تو روضہ اقدس کے دروازے پر لے جا کر رکھ دینا اگر دروازہ کھل جائے تو وہاں دفن کردیں ورنہ جنت البقیع میں دفن کرنا چنانچہ جب آپ کا جنازہ دروازے پر رکھا گیا تو ''**انشق القفل وفتح الباب**'' (تالہ کھل گیا اور دروازہ بھی کھل گیا)، اور ایک آواز سب صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین نے سنی کہا ''**ادخلوا الحبیب الی الحبیب**'' (ایک دوست کو دوسرے دوست کی طرف لے آؤ) (شواہد النبوۃ)

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پہ ☆ عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

حضرت عمرؓ اور عشق رسولؐ کے انوکھے چند نمونے

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت شفاف اور نکھری ہوئی شخصیت کے مالک تھے، جب حالت کفر میں تھے تو نبی علیہ السلام کو شہید کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے جب ایمان قبول کرلیا تو بیت اللہ شریف کے قریب ہو کر اعلان کیا اے قریش مکہ اب مسلمان برسر عام نمازیں پڑھیں گے جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کروانا چاہے وہ عمرؓ کے مقابلے میں آئے، آپؓ کے ایمان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویت بخشی ایک مرتبہ دل میں اشکال پیدا ہوا کہ نبی علیہ السلام مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت کو واضح فرمایا تو کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں پھر ساری زندگی اسی پر جمے رہے، اس پر جمے رہنے کی چند مثالیں حسب ذیل درج ہیں:

{۱} فتح مکہ میں حضرت عباسؓ اپنے خچر پر سوار حضرت ابوسفیان بن حرب کو بٹھا کر لائے اور نبی اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میں نے ابوسفیان کو پناہ دی حضرت عمرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دشمن خدا نے آپ کو بہت ایذا پہنچائی مجھے اجازت دیں کہ میں اس کا سر اڑا دوں حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے عمر اگر ابوسفیان قبیلہ بنوعدی میں سے ہوتے تو آپ ایسا نہ کہتے جواب میں حضرت عمرؓ نے کہا اے عباسؓ جس دن آپ اسلام لائے تو آپ کا ایمان لانا مجھے اپنے والد خطاب کے ایمان لانے سے زیادہ محبوب تھا اس لیے کہ آپ کے ایمان لانے سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوشی ہوئی تھی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اپنے آقا کی خوشی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے۔ (بیہقی، بزاز، اصابہ)

{۲} نبی علیہ السلام کے سامنے ایک مرتبہ ایک یہودی اور منافق کا مقدمہ پیش ہوا یہودی چونکہ حق پر تھا لہٰذا نبی علیہ السلام نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا منافق نے سوچا کہ حضرت عمرؓ یہودیوں پر سخت گیر ہیں ذرا ان سے بھی فیصلہ کروالیں، جب

حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام پہلے فیصلہ دے چکے ہیں اور یہ منافق اپنے حق میں فیصلہ کروانے کی نیت سے میرے پاس آیا ہے آپ اپنے گھر سے ایک تلوار لائے اور منافق کی گردن اڑا دی پھر کہا جو نبی علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں مانتا عمرؓ اس کا فیصلہ اسی طرح کرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص/ ۸۸)

{۳} حضرت عمرؓ کو جب وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین ہو گیا تو انہوں نے یہ کلمات کہے:

"یارسول اللہ ﷺ ابی انت وامی لقد کنت تخطبنا علی جذع النخلة فلما کثر الناس اتخذت منبرا لِنسمعهم فحن الجذع لفراقک حتی جعلت یدک علیه فسکن فاتئک اولی بالحنین الیک نسافازقهما"

(یارسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ہمیں خطبہ دیا کرتے تھے جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ نے ایک منبر بنوایا تا کہ سب کو آواز پہنچا سکیں، آپ منبر پر رونق افروز ہوئے تو وہ درخت آپ کی جدائی پر رونے لگا آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا تو وہ چپ ہوا جب ایک تنے کا آپ کی جدائی میں یہ حال ہوا تو آپ کی امت کو آپ کے فراق پر زیادہ نالہ وفریاد کرنے کا حق پہنچتا ہے) (عظمت اسلام ص/ ۷)

{۴} حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کا تین ہزار مقرر کیا ابن عمرؓ نے پوچھا کہ آپ نے اسامہ کو ترجیح کیوں دی وہ کسی جنگ میں مجھ سے آگے نہیں رہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہؓ تمہاری نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ محبوب تھا اور اسامہ کا باپ تمہارے باپ کی نسبت نبی علیہ السلام کو زیادہ پیارے تھے، پس میں نے نبی علیہ السلام کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی۔ (ترمذی، کتاب المناقب بن حارثہ)

{۵} ایک مرتبہ حضرت عمر نے شفاء بنت عبداللہ العدویہ کو بلا بھیجا وہ آئیں تو دیکھا کہ عاتکہ بنت اسید پہلے سے موجود تھیں کچھ دیر بعد حضرت عمرؓ نے دونوں کو ایک ایک

چادر دی لیکن شفاء کی چادر کی کم قیمت تھی، انہوں نے کہا کہ میں آپ کی چچازاد بہن ہوں قدیم الاسلام ہوں آپ نے مجھے خاص اسی مقصد کے لیے بلایا ہے عاتکہ تو یونہی آ گئی تھیں آپ نے فرمایا واقعی یہ چادر میں نے تمہیں دینے کے لیے رکھی تھی لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو مجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرابت داری کا لحاظ کرنا پڑا۔ (اصابہ، تذکرہ عاتکہ بنت اسید)

{۶} اپنے دور خلافت میں حضرت عمرؓ ایک مرتبہ رات کو گشت کر رہے تھے آپ نے ایک گھر سے کسی کے اشعار پڑھنے کی آواز سنی جب قریب ہوئے تو پتہ چلا کہ ایک بوڑھی عورت نبی علیہ السلام کی محبت اور جدائی میں اشعار پڑھ رہی ہے حضرت عمرؓ آبدیدہ ہو گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، بوڑھی عورت نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تو حیران ہوئی اور کہنے لگی امیر المؤمنین آپ رات کے وقت میرے دروازے پر آپؓ نے فرمایا ہاں مگر ایک فریاد لے کر آیا ہوں کہ وہ اشعار مجھے دوبارہ سنائیں جو آپ پڑھ رہی تھیں بوڑھی عورت نے اشعار پڑھے: ع

علی محمد صلوٰۃ الابرار ★ صلی علیه الطیبون الاخیار

قد کان قوما بکی بالاسحار ★ یالیت شعری والمنایا اطوار

هل تجمعنی وحبیبی الدار

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نیک اور اچھے لوگ درود پڑھ رہے ہیں وہ راتوں کو جاگنے والے اور سحر کے وقت روزہ رکھنے والے تھے موت تو آنی ہی ہے کاش مجھے یقین ہو جائے کہ مرنے کے بعد مجھے محبوبؐ کا وصل نصیب ہوگا) حضرت عمرؓ وہیں زمین پر بیٹھ کر کافی دیر تک روتے رہے دل اتنا غمزدہ ہوا کہ کئی دن بیمار رہے۔

حضرت عثمانؓ کی الفت ومحبت بارگاہِ نبوتؐ میں

{۱} جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا تو قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جب صحابہؓ

کرامؓ کو پتہ چلا تو وہ بہت افسردہ ہوئے بعض نے کہا کہ وہ خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ کا طواف کر کے آئیں گے نبی علیہ السلام نے فرمایا: کہ عثمانؓ میرے بغیر طواف نہیں کریں گے، حضرت عثمانؓ واپس آئے تو صحابہؓ نے پوچھا کہ کیا آپ نے بیت اللہ کا طواف بھی کیا انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے طواف کرنے کے لیے قریش اصرار کرتے رہے اگر میں وہاں ایک سال بھی مقیم رہتا تو بھی نبی علیہ السلام کے بغیر طواف نہ کرتا۔

{۲} ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہمراہ ان کے گھر کی طرف چلے تو حضرت عثمانؓ سارا راستہ نبی علیہ السلام کے قدم مبارک کی طرف دیکھتے رہے صحابۂ کرامؓ نے جب یہ بات نبی علیہ السلام کو بتائی تو آپؐ نے حضرت عثمانؓ سے اس کی وجہ دریافت کی عرض کیا اے اللہ کے محبوب آج میرے گھر میں اتنی مقدس ہستی آئی ہے کہ میری خوشی کی انتہا نہیں میں نے نیت کی تھی کہ آپ جتنے قدم اپنے گھر سے چل کر یہاں آئیں گے میں اتنے غلام اللہ کے راستے میں آزاد کروں گا۔ (جامع المعجزات)

کچھ نہیں مانگتا دنیا سے یہ شیدا تیرا ☆ اس کو بس چاہئے نقش کف پا تیرا

حضرت علی مرتضیٰؓ کی عقیدت ومحبت بارگاہِ رسالتؐ میں

{۱} حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے لڑکپن سے ہی سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرا تعلق تھا اسی لیے آفتاب رسالت کی کرنیں جیسے ہی طلوع ہوئیں انہوں نے لڑکوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت حاصل کی چھوٹی عمر میں انسان میں خوف اور ڈر زیادہ ہوتا ہے مگر عشق کا یہ تاثر ہے کہ انسان کو نتائج سے بے پرواہ بنا دیتا ہے، لہٰذا حضرت علیؓ نے ایمان قبول کرنے میں دیر نہ لگائی جب نبی علیہ السلام نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ کے پاس لوگوں کی امانتیں موجود تھیں اس صادق اور امین ذات نے حضرت علیؓ کو منتخب کیا اور حکم دیا کہ علی تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور صبح کے وقت امانتیں لوگوں کے سپرد کر دینا حضرت علیؓ کی دلیری، شجاعت وبہادری پر قربان جائیں کہ وہ بلاخوف وخطر کے چارپائی پر

لیٹ گئے نبی علیہ السلام کے حکم پر جان کی بازی لگا دینا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

{۲} حضرت علیؓ نے نبی علیہ السلام کو آخری غسل دیتے ہوئے جو تاریخی الفاظ کہے وہ پوری امت کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ''میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی وفات سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی قوت سے نہ گئی تھی یعنی وحی کا آسمانی سلسلہ منقطع ہو گیا آپ کی جدائی عظیم صدمہ ہے اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ وزاری سے منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپ پر آنسو بہاتے تاہم درد کا درماں اور زخم کا علاج پھر بھی نہ ہوتا''۔

عجب چیز ہے عشق شاہ مدینہ ☆ یہی تو ہے عشقِ حقیقی کا زینہ
ہے معمور اس عشق سے جس کا سینہ ☆ اسی کا ہے مرنا اسی کا ہے جینا

حضرت اسماءؓ کی محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہجرت کے موقعہ سے غارِ حرا میں حضرت اسماءؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلے دن کھانا پہونچا آئیں، جب دوسرے دن پہونچانے کے لیے گئیں تو روایت میں آتا ہے کہ ان کے ماتھے پر زخم تھا اور کچھ مغموم سی تھیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تو پوچھا اسماء! آج مجھے تم پریشان اور غم زدہ نظر آتی ہو، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو آ گئے، پوچھا اسماء! کیا بات ہے؟ عرض کیا:

اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کل جب میں آپ کو کھانا دیکر واپس گئی، تو راستہ میں ابوجہل مل گیا اس نے مجھے پکڑ لیا، کہنے لگا، ابوبکر کی بیٹی! تجھے پتہ ہوگا کہ تیرے والد کہاں ہیں اور تمہارے پیغمبر کہاں ہیں؟ میں نے جواب میں کہدیا کہ ہاں مجھے پتہ ہے، وہ کہنے لگا، مجھے بتاؤ، میں نے کہا میں نہیں بتاؤں گی، اس نے مجھے دھمکایا، ڈرایا، اور کہنے لگا کہ اگر تم نہیں بتاؤ گی تو میں تمہیں بہت ماروں گا، سخت سزا دوں گا، میں نے کہا، میں ہرگز نہیں بتاؤنگی، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس نے مجھے ایکدم زوردار تھپڑ لگایا تو میں نیچے گری، پتھر پر میری پیشانی لگی، اس میں سے خون نکل آیا، اور میری آنکھوں میں سے آنسو نکل

آئے، پھر اس نے مجھے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا، اور کہا کہ بتا ورنہ تجھے اور ماروں گا، اے اللہ کے نبیؐ! میں نے اسے کہا: ابوجہل! میری جان تو تیرے حوالے مگر میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے حوالے نہیں کروں گی، یہ ہے خواتین اسلام کی محبت و وفا کی مثال۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر ☆ عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

ایک صحابیہ کا عشق نبویؐ

جنگ احد کے دوران مدینہ منورہ میں خبر پھیل گئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، اس خبر کے پھیلتے ہی مدینہ میں کہرام مچ گیا، عورتیں روتی ہوئیں گھروں سے باہر نکل آئیں، ایک انصاریہ عورت نے کہا کہ جب تک اس کی خود تصدیق نہ کرلوں، میں اسے تسلیم نہیں کروں گی، چنانچہ وہ ایک سواری پر بیٹھی اور اپنی سواری کو اس پہاڑ کی طرف بھگایا، کافی قریب آئیں تو ایک صحابی آتے ہوئے ملے ان سے پوچھتی ہیں ''**مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم**'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم نہیں، البتہ میں نے دیکھا کہ تیرے بیٹے کی لاش فلاں جگہ پر پڑی ہوئی ہے، اس عورت کو جوان سال بیٹے کی شہادت کی خبر ملی مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی، اس ماں کے دل میں عشق رسولؐ نے اتنا اثر ڈالا ہوا تھا کہ بیٹے کی شہادت کی خبر سنی مگر کوئی پرواہ نہ کی، سواری آگے بڑھاتی ہیں ایک اور صحابی ملے، پوچھتی ہیں: **مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟** (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟) انہوں نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں، البتہ تیرے خاوند کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے، یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی، اور آگے بڑھی کسی اور سے پوچھا، **مابال محمد** صلی اللہ علیہ وسلم؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ جواب ملا مجھے معلوم نہیں البتہ تیرے والد کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے، اسی طرح بھائی کے لاش کے بارے میں بھی بتایا گیا کہ فلاں جگہ پڑی ہے مگر یہ عورت پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی، آگے ایک اور صحابیؓ ملے، پوچھتی ہیں ''**مابال محمد صلی اللہ علیہ وسلم**'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

انہوں نے کہا کہ آپؐ فلاں جگہ موجود ہیں، چنانچہ سواری کو ادھر بڑھاتی ہیں، جب وہاں پہونچیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے وہاں اپنی سواری سے نیچے اتر گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا: ''**کل مصیبة بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم سھل**'' (میرے اوپر تمام مصیبتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے بعد آسان ہوگئیں۔

آخری حسرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

غزوۂ احد کے میدان میں ایک صحابیؓ زخمی ہوئے، خون بہت نکل جانے کی وجہ سے قریب المرگ ہو چکے تھے، ایکدم دوسرے صحابیؓ ان کے قریب آئے اور پوچھا، آپ کو کسی چیز کی تمنا ہے؟ عرض کیا کہ ہاں، انہوں نے پوچھا کہ کونسی؟ جواب ملا کہ آخری وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے زخمی مجاہد کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور ان کو لے کر تیزی سے اس طرف بھاگے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر اتارا اور کہا کہ آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے ہیں، جب نام سنا تو مجاہد کے جسم میں بجلی کی لہر دوڑ گئی، کہ فوراً طاقت بحال ہوگئی، اپنے چہرہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا دیدار کرتے ہی ان کی حالت غیر ہوگئی، اور انہوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے
تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

حضرت حذیفہؓ کا جذب و عشق

جنگ خندق کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت محسوس کی کہ کسی طرح دشمنوں کا پروگرام معلوم کیا جائے، حضرت حذیفہ قریب ہی موجود تھے مگر ان کے پاس نہ کوئی

ہتھیار تھا اور نہ ہی سردی سے بچنے کے لیے کوئی بڑی چادر تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جائیں اور دشمنوں کے خیمہ سے ان کی خبر لائیں، حضرت حذیفہؓ نے آقا کے حکم پر سردی کی کوئی پرواہ نہ کی اور تیار ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دیکر روانہ فرمایا، حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے میرا خوف اور سردی بالکل دور ہو گئی، جی ہاں یہ عشق تھا، جس نے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا ایسا جذبہ پیدا کر دیا۔

فراقِ محبوبؐ میں تنا بھی سسکنے لگا

کھجور کے ایک تنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد نبوی بنائی تو اس میں منبر نہیں تھا، مسجد کے اندر کھجور کا ایک تنا تھا، اسی کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے، کچھ عرصہ کے بعد ایک صحابی تمیم داریؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اجازت دیں تو ایک منبر بنالیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی، چنانچہ ایک منبر بنالیا گیا، اگلی دفعہ جب خطبہ دینے کا وقت آیا تو آپ منبر پر کھڑے ہو گئے اور خطبہ دینا شروع کر دیا، تھوڑی دیر کے بعد کھجور کے اس تنے میں سے اس طرح رونے کی آواز آنے لگی، جیسے کوئی بچہ بلک بلک کر روتا ہے، سب لوگوں نے حیران ہو کر اس تنے کو دیکھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر سے نیچے اترے اور کھجور کے تنے کے قریب گئے، اس کے اوپر دست شفقت رکھا اور اس کو دلاسہ دلایا، حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گلے سے لگایا تب وہ تنا اس طرح سسکیاں لیتے ہوئے چپ ہوا جیسے کوئی بچہ اپنے ماں کے سینے سے لگ کر چپ ہوتا ہے، کھجور کے تنے کو اتنی محبت تھی، اے کاش! ہمیں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھجور کے تنے جیسی محبت نصیب ہو جاتی۔

حضرت ام حبیبہؓ کا عشق رسولؐ

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہؓ اپنے گھر میں موجود ہیں کہ آپ کے والد جو اس وقت تک

مسلمان نہیں ہوئے تھے کسی کام کے لیے مدینہ طیبہ آئے، سوچا کہ چلو میں اپنی بیٹی کو ملتا جاؤں، ان کے گھر آئے، جب بیٹھنے لگے تو چارپائی کے اوپر بستر بچھا ہوا تھا، سیدہ ام حبیبہؓ نے دوڑ کر بستر کو جلدی سے لپیٹ دیا، کہنے لگی، آپ میرے والد ہیں اس میں یقینا کوئی شک نہیں، آپ جانتے ہیں کہ یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبرؐ کا ہے اس لیے میں کسی کافر اور مشرک کا اس بستر پر بیٹھنا گوارا نہیں کرسکتی۔

شاعرِ رسولؐ کے عشق بھرے اشعار

حضرت حسان بن ثابتؓ کو شاعر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے اعزاز حاصل ہے وہ عالم عشق و مستی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار لکھتے تھے فرماتے ہیں:

وَاَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِی وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ فَکَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے حسین وجمیل ہیں کہ کسی آنکھ نے ایسا دیکھا ہی نہیں ایسا خوبصورت بیٹا کسی ماں نے جنا ہی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ جیسے آپؐ کو آپ کی مرضی کے مطابق پیدا کیا گیا ہو۔

اب کسی کو دیکھوں گوارہ نہیں

بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صبح ہوتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے آجاتے تھے، انہوں نے قسمیں کھالی تھیں، ہم صبح اٹھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں گے، آپؐ کی زیارت سے پہلے کسی دوسرے کا چہرہ نہیں دیکھیں گے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن زید ابن عبدربہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نابینا ہونے کی دعا کی اور اسی وقت نابینا ہوگئے۔

اذان بلالی پر مدنی پروانوں کا آہ وفغاں

ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''بلال! یہ کتنی سرد مہری ہے کہ تم ہمیں ملنے ہی نہیں آتے''

یہ سنتے ہی حضرت بلالؓ کی آنکھ کھل گئی، انہوں نے اسی وقت اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ میں بس اسی وقت رات کو ہی سفر کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ اپنی اونٹنی پر روانہ ہوئے، مدینہ طیبہ پہونچے تو سب سے پہلے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام پیش کیا، اس کے بعد مسجد نبویؐ میں نماز پڑھی، دن ہوا تو صحابۂ کرامؓ کے دل میں خیال ہوا کہ کیوں نہ آج ہم حضرت بلالؓ کی اذان سنیں، چنانچہ کئی صحابی نے ان کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا، لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ جی میں نہیں سنا سکتا کیونکہ میں برداشت نہیں کر سکوں گا، مگر ان میں سے بعض حضرات نے حسنین کریمینؓ سے کہدیا کہ آپ بلالؓ سے فرمائش کریں، ان کا اپنا بھی دل چاہتا تھا، چنانچہ شہزادوں نے فرمائش کی کہ ہمیں اپنے نانا کے زمانہ کی اذان سننی ہے، اب یہ فرمائش ایسی تھی کہ حضرت بلالؓ کے لیے انکار کی گنجائش بالکل نہیں تھی، چنانچہ یہ دوسرا موقع تھا جب حضرت بلالؓ اذان دینے لگے، جب انہوں نے اذان دینا شروع کیا اور صحابہ کرامؓ نے وہ اذان سنی جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں سنا کرتے تھے تو ان کے دل ان کے قابو میں نہ رہے حتی کہ گھروں کے اندر جو مستورات تھیں جب انہوں نے وہ آواز سنی تو وہ بھی روتی ہوئی اپنے گھروں سے باہر نکلیں، اور مسجد نبویؐ کے باہر ہجوم لگ گیا عجیب بات یہ تھی کہ ایک عورت نے بچے کو اٹھایا ہوا تھا اور وہ چھوٹا سا بچہ اپنی ماں سے پوچھنے لگا ''اماں! بلال تو کچھ عرصہ کے بعد واپس آ گئے، یہ بتاؤ کہ نبی علیہ السلام کب واپس آئیں گے؟ اس بات کو سنکر صحابۂ کرامؓ مچھلی کی طرح تڑپ اٹھے۔

یہ محبت تھی جب دل میں بلالیؓ محبت ہو تو پھر اللہ رب العزت راستے ہموار کر دیا کرتے ہیں۔

چمکتا رہے تیرے روضہ کا منظر سلامت رہے تیرے روضہ کی جالی
ہمیں بھی عطا ہو وہ جذبِ ابوذر ہمیں بھی عطا ہو وہ روحِ بلالی

صحابیاتؓ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابیات نے بھی بہت اعلیٰ اور نمایاں مثالیں پیش کیں، ان کے سینے عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور تھے، اور ان کے پاکیزہ قلوب اس نعمت کے حصول پر مسرور تھے، چند مثالیں درج ذیل ہیں:

☜ {۱} جنگ احد میں یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی کہ نبی علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں، مدینہ کی عورتیں شدت غم سے روتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں، ایک انصاریہ صحابیہؓ کہنے لگیں کہ میں اس بات کو اس وقت تک تسلیم نہیں کروں گی جب تک کہ خود اس کی تصدیق نہ کرلوں، چنانچہ وہ اونٹ پر سوار ہو کر احد کی طرف نکل پڑیں، جب میدان جنگ کے قریب پہنچیں تو ایک صحابی سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے، ان سے پوچھنے لگیں "**مابال محمد؟**" (محمدؐ کا کیا حال ہے؟) انہوں نے کہا معلوم نہیں لیکن تمہارے بھائی کی لاش فلاں جگہ پڑی ہے وہ اس خبر کو سن کر ذرا بھی نہ گھبرائی اور آگے بڑھ کر دوسرے صحابی سے پوچھا "**مابال محمد؟**" (محمدؐ کا کیا حال ہے؟) انہوں نے جواب دیا کہ معلوم نہیں مگر تمہارے والد کی لاش فلاں جگہ میں نے دیکھی ہے وہ یہ خبر سن کر بھی پریشان نہ ہوئی بلکہ آگے بڑھ کر تیسرے صحابی سے پوچھا "**مابال محمد؟**" (محمدؐ کا کیا حال ہے؟) انہوں نے بتایا کہ میں نے تمہارے خاوند کی لاش فلاں جگہ پڑی دیکھی ہے، یہ خبر سن کر بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوئی پھر پوچھا کہ مجھے نبی علیہ السلام کی خیریت کے بارے میں بتاؤ، کسی نے کہا کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فلاں جگہ بخیریت دیکھا ہے یہ سنکر وہ تیزی سے اس طرف کو روانہ ہوئی، جب نبی علیہ السلام کو سامنے بخیریت دیکھا تو آپؐ کے قریب پہنچ کر چادر کا ایک کونہ پکڑ کر کہا "**کل مصیبة بعد محمد جلل**" ہر مصیبت نبی علیہ السلام کے بعد آسان ہے) اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابیاتؓ کے قلوب میں جو محبت نبی علیہ السلام کے لیے وہ باپ، بھائی اور شوہر کی محبت سے بھی زیادہ تھی، یہی ایمان کامل کی نشانی بتائی گئی ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

☜ {۲} ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابۂ کرامؓ کو حکم دیا کہ وہ جہاد کی

تیاری کریں، مدینہ کے ہر گھر میں جہاد کی تیاریاں زوروں پہ تھیں، ایک گھر میں ایک صحابیہ اپنے معصوم بچے کو گود میں لیے زاروقطار رو رہی تھی، اس کے خاوند پہلے کسی جہاد میں شہید ہو گئے تھے، اب گھر میں کوئی بھی ایسا مرد نہ تھا کہ جس کو یہ تیار کر کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ جہاد میں بھیجتیں، جب بہت دیر تک روتی رہیں اور طبیعت بھر آئی اور اپنے معصوم بیٹے کو سینے سے لگایا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئیں، اپنے بیٹے کو نبی علیہ السلام کی گود میں ڈال کر کہا اے اللہ کے رسولؐ میرے بیٹے کو بھی جہاد کے لیے قبول فرمائیں، نبی علیہ السلام نے حیران ہو کر فرمایا یہ معصوم بچہ جہاد میں کیسے جا سکتا ہے، وہ رو کر کہنے لگیں کہ میرے گھر میں کوئی بڑا مرد نہیں کہ جس کو بھیج سکوں آپؐ اسی کو مجاہد کے حوالے کر دیجئے جس کے ہاتھ میں ڈھال نہ ہو، تا کہ جب وہ مجاہد کفار کے سامنے مقابلے کے لیے جائے اور کافر تیروں کی بارش برسائیں تو وہ مجاہد تیروں سے بچنے کے لیے میرے بیٹے کو آگے کر دے، میرا بیٹا تیروں کو روکنے کے کام آ سکتا ہے، سبحان اللہ تاریخ انسانیت ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے کہ عورت اور ماں جیسی شفیق ہستی فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنکر اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے اتنی بے قرار ہوئی ہے کہ معصوم بچے کو شہادت کے لیے پیش کر دیتی ہے۔

☜ {۳} سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے نبی علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کرا دیں، سیدہ عائشہؓ نے حجرہ مبارکہ کھولا، وہ صحابیہ عشقِ نبویؐ میں اس قدر مغلوب تھیں کہ زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں۔ (شفاء شریف)

☜ {۴} ام المؤمنین ام حبیبہؓ کے والد ابوسفیان صلح حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ آئے اپنی بیٹی سے ملنے گئے، قریب پڑے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام حبیبہؓ نے جلدی سے بستر الٹ دیا ابوسفیان نے پوچھا بیٹی مہمان کے آنے پر بستر بچھاتے ہیں بستر لپیٹتے تو نہیں، ام حبیبہؓ نے کہا ابا جان! یہ بستر اللہ تعالیٰ کے پیارے اور پاک محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ

مشرک ہونے کی وجہ سے ناپاک ہیں لہٰذا اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے، ابوسفیان کو اس کا بڑا رنج ہو اگر ام حبیبہؓ کے دل میں جو محبت اور عظمت اللہ کے رسولؐ کی تھی اس کے سامنے جسمانی رشتے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے، قربان جائیں ان کے پیارے عمل پر کہ فیصلہ کرلیا کہ باپ چھوٹتا ہے تو چھوٹ جائے مگر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

☜ {۵} ایک صحابی حضرت ربیعہ اسلمیؓ نہایت غریب نوجوان تھے، ایک مرتبہ تذکرہ چلا کہ انہیں کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے، نبی علیہ السلام نے انصار کے ایک قبیلے کی نشاندہی کی کہ ان کے پاس جا کر رشتہ مانگو، وہ گئے اور بتایا کہ میں نبی علیہ السلام کے مشورے سے حاضر ہوا ہوں تاکہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے کردیا جائے، باپ نے کہا بہت اچھا ہم لڑکی سے معلوم کرلیں جب پوچھا تو وہ لڑکی کہنے لگی ابوجان یہ مت دیکھو کہ آیا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ بھیجنے والا کون ہے، چنانچہ فوراً نکاح کردیا گیا۔

☜ {۶} فاطمہ بنت قیسؓ ایک حسین وجمیل صحابیہ تھیں، ان کے لیے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جیسے دولت مند صحابی کا رشتہ آیا، جب انہوں نے نبی علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپؐ نے فرمایا اسامہ سے نکاح کرلو، حضرت فاطمہؓ نے آپ کو اپنی قسمت کا مالک بنادیا اور عرض کی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں نکاح کردیں، یعنی میرے لیے یہی خوشی کافی ہے کہ آپ کے ہاتھوں سے میرا نکاح ہوگا۔ (نسائی شریف، کتاب النکاح)

☜ {۷} نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب اعلان نبوت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں، جب جوانی کی عمر کو پہنچیں تو اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے نکاح ہوا، ہجرت کے وقت نبی علیہ السلام کے ساتھ نہ جاسکیں، ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کفار کی طرف سے شریک ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہوئے اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کے لیے فدیے ارسال کئے تو سیدہ حضرت زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کے لیے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے ان کو جہیز میں

دیا تھا، نبی علیہ السلام نے جب وہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی، صحابہؓ سے مشورے میں یہ بات طے پائی کہ ابوالعاص کو بلا فدیہ چھوڑ دیا جائے، اس شرط پر کہ وہ واپس جا کر سیدہ زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو آدمی سیدہ زینبؓ کو لینے کے لیے ساتھ کر دیئے تا کہ وہ مکہ سے باہر ٹھہر جائیں اور ابوالعاص سیدہ زینبؓ کو ان تک پہنچا دیں، سیدہ زینبؓ جب اپنے دیور کنانہ کے ساتھ بیٹھ کر روانہ ہوئیں تو کفار آگ بگولہ ہو گئے، چنانچہ انہوں نے سیدہ زینبؓ کو نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر گریں، چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے حمل بھی ضائع ہو گیا، کنانہ نے نیزوں سے مقابلہ کیا ابوسفیان نے کہا کہ محمد کی بیٹی اور اس طرح علی الاعلان جائے، یہ ہمیں گوارہ نہیں، اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا، کنانہ نے اس کو قبول کر لیا، چند دن کے بعد پھر حضرت سیدہ زینبؓ کو روانہ کیا گیا، سیدہ زینبؓ کا زخم کئی سال تک رہا اور بالآخر اس وجہ سے وفات ہوئی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

(۸) جنگ احد میں ام عمارہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت زید بن عاصمؓ اور اپنے دو بیٹوں عمارؓ اور عبداللہؓ کے ہمراہ جنگ میں شریک ہوئیں، جب کفار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہلہ بول دیا تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ کر حملہ روکنے والے صحابہ میں شامل ہو گئیں، ابن کمیہ ملعون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو انہوں نے اس کو اپنے کندھوں پر روکا جس سے بہت گہرا زخم آیا، ام عمارہؓ نے پلٹ کر ابن کمیہ ملعون پر بھرپور وار کیا قریب تھا کہ وہ دو ٹکڑے ہو جاتا مگر اس نے دو زرہ پہن رکھی تھی لہذا بچ نکلا، ام عمارہؓ کے سر اور جسم پر تیرہ زخم لگے، ان کے بیٹے عبداللہ کو ایک ایسا زخم لگا کہ خون بند نہیں ہوتا تھا ام عمارہؓ نے اپنا کپڑا پھاڑ کر زخم کو باندھا اور کہا بیٹا اٹھو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرو، اتنے میں وہ کافر جس نے ان کو زخم لگایا تھا پھر قریب آیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا اے ام عمارہؓ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی کافر ہے، ام عمارہؓ نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ گر پڑا اور وہ چل نہ سکا اور سر کے بل گھسٹتے ہوئے بھاگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہ منظر دیکھا تو مسکرا کر فرمایا ام عمارہؓ تو اللہ کا شکر ادا کر جس نے تمہیں جہاد کرنے کی ہمت بخشی، ام عمارہؓ نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے دل کی حسرت ظاہر کی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دعا فرمائیں کہ ہم لوگوں کو جنت میں آپؐ کی خدمت گزاری کا موقع مل جائے، نبی علیہ السلام نے اس وقت ان کے لیے، ان کے شوہر کے لیے اور دونوں بیٹوں کے لیے دعا کی کہ ''**اللھم اجعلھم رفقائی فی الجنة**'' اے اللہ ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے، ام عمارہؓ زندگی بھر یہ بات علی الاعلان کرتی تھیں کہ نبیؐ کی اس دعا کے بعد میرے لیے دنیا کی بڑی سی بڑی مصیبت بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ (مدارج النبوۃ)

☜ {۹} حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ گھر کے بچوں کو شیشی دیکر بھیجتیں کہ جب نبیؐ قیلولہ فرمائیں اور آپؐ کے جسم مبارک پر پسینہ آئے تو اس کے قطرے اس شیشی میں جمع کرلیں، چنانچہ وہ اس پسینہ کو اپنی خوشبو میں شامل کرتیں، اور پھر اپنے جسم اور کپڑوں پر وہ خوشبو لگاتی تھیں۔ (بخاری کتاب الاستیذان)

☜ {۱۰} غزوۂ خیبر میں نبیؐ نے ایک صحابیہ کو اپنے دست مبارک سے ہار پہنایا، وہ اس کی اتنی قدر کرتی تھیں کہ عمر بھر اس کو گلے سے جدا نہ کیا اور جب انتقال کر گئیں تو وصیت کی کہ وہ ہار ان کے ساتھ دفن کیا جائے۔

☜ {۱۱} حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں، ۔۔۔۔۔ انہوں نے نبیؐ کی اتنی خدمت کی کہ خادمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب حاصل ہوا، ان کی والدہ کے ایک غلام حضرت سفینہ تھے، انہوں نے اس کو اس شرط پر آزاد کرنا چاہا کہ وہ ساری زندگی نبیؐ کی خدمت کریں، حضرت سفینہ نے کہا کہ آپ یہ شرط بھی نہ لگائیں تو بھی میں ساری زندگی اس در کی چاکری میں گزار دیتا۔ (ابوداؤد کتاب الطب باب الحامسہ)

☜ {۱۲} ام عطیہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں، جب بھی نبیؐ کا نام نامی اسم گرامی ان کی زبان پر آتا تو کہتیں بابی (میرا باپ قربان) اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ ان کے دل میں عشق نبویؐ کی شدت کا عالم کیا ہوگا۔ (نسائی شریف، کتاب الحیض)

{۱۳} ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر کے مکان پر تشریف لائے، انہوں نے بیوی سے کہا کہ دیکھو نبیؐ کی دعوت کا خوب اہتمام کرو، آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، انہیں تمہاری صورت بھی نظر نہ آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیلولہ فرمایا تو آپ کے لیے بکری کے بچے کا بھنا ہوا گوشت تیار تھا، جب آپ کھانا کھانے لگے تو بنوسلمی کے لوگ دور سے ہی آپؐ کے دیدار سے مشرف ہوتے رہے کہ آپ کو تکلیف نہ ہو، جب نبیؐ رخصت ہونے لگے تو حضرت جابرؓ کی بیوی نے پردے کے پیچھے کہا یارسول اللہ میرے لیے اور میرے شوہر کے لیے نزول رحمت کی دعا کریں آپ نے رحمت کی دعا فرمائی تو زوجہ جابر خوشی سے پھولے نہ سمائیں۔

{۱۴} حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے تو سب ازواج مطہرات ساتھ تھیں، راستے میں حضرت صفیہؓ کا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا اور چلتا ہی نہ تھا وہ رونے لگیں، آپؐ کو خبر ہوئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے انکے آنسو پونچھے، عجیب اتفاق کہ آپ جس قدر دلاسا دیتے وہ اسی قدر اور روتیں، جب کافی دیر تک چپ نہ ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا تمام صحابہ کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور خود بھی اپنا خیمہ نصب کروایا، حضرت صفیہؓ کو احساس ہوا کہ شاید نبیؐ مجھ سے خفاء ہو گئے ہیں اب نبیؐ کو منانے اور راضی کرنے کی تدبیریں سوچنے لگیں، اس غرض سے سیدہ عائشہؓ کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں اپنی باری کا دن کسی چیز کے معاوضے میں نہیں دے سکتی لیکن اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے راضی کر دیں تو میں اپنی باری آپ کو دیتی ہوں، سیدہ عائشہؓ نے آمادگی ظاہر کی اور ایک دوپٹہ اوڑھا جو زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، پھر اس پر پانی چھڑکا تاکہ خوشبو پھیلے اس کے بعد نبیؐ کے پاس گئیں اور خیمہ کا پردہ اٹھایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہؓ یہ تمہارا دن نہیں ہے، بولیں "ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء" (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے) (مسند ابن حنبل (6/338)

{۱۵} ایک مرتبہ نبیؐ مسجد سے باہر نکلے راستے میں مرد اور عورتیں فراغت پر گھر واپس جا رہے تھے، نبیؐ نے عورتوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ تم پیچھے اور ایک طرف رہو، وسط

راہ سے نہ گزرو، اس کے بعد یہ حال ہو گیا کہ عورتیں اس قدر گلی کے کنارے پہ چلتیں کہ ان کے کپڑے دیواروں سے الجھ جاتے۔ (ابوداؤد- کتاب الادب)

☜ {۱۶} نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے علاوہ دوسرے محرم مردوں کی وفات پر تین دن سوگ کے لیے متعین فرمائے ہیں، صحابیات اس کی بہت شدت سے پابندی کرتی تھیں، سیدہ زینب بنت جحشؓ کے بھائی کا انتقال ہو گیا تو چوتھے روز انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی اور فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہ تھی لیکن نبیؐ کا فرمان سنا ہے کہ شوہر کے سوا تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ جائز نہیں، اس لیے یہ اسی حکم کی تعمیل تھی۔ (ابوداؤد)

☜ {۱۷} ایک مرتبہ نبیؐ نے پانی یا دودھ پی کر حضرت ام ہانیؓ کو عنایت فرمایا، انہوں نے عرض کیا کہ اگرچہ میں روزے سے ہوں لیکن آپ کا جھوٹا واپس کرنا پسند نہیں کرتی۔ (مقصد یہ تھا کہ میں روزے کی پھر قضا کرلوں گی اور پانی نوش کرلیا) (مسند احمد بن حنبل ۶/۳۴۳)

☜ {۱۸} ایک دن حضرت حذیفہؓ کی والدہ نے ان سے پوچھا بیٹا تم مجھے اپنے کام میں مشغول نظر آتے ہو تم نے نبیؐ کی زیارت کب کی تھی، انہوں نے کہا اتنے دنوں پہلے، اس پر والدہ نے ان کو سخت سست کہا بولے میں ابھی جا کر مغرب کی نماز نبیؐ کے ساتھ ادا کرتا ہوں، اور اپنے لیے اور آپ کے لیے استغفار کی درخواست کرتا ہوں۔ (ترمذی کتاب المناقب)

☜ {۱۹} جب نبیؐ نے اس دار فانی سے پردہ فرمایا تو سیدہ حضرت عائشہؓ نے اس عظیم سانحہ پر اپنے رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہائے افسوس وہ پیارے نبیؐ جس نے فقر کو غنا پر اور مسکینی کو دولتمندی پر ترجیح دی، افسوس وہ معلم کائنات جو گنہگار امت کی فکر میں پوری رات آرام سے نہ سو سکے ہم سے رخصت ہو گئے، جس نے ہمیشہ صبر واستقامت سے اپنے نفس کے ساتھ مقابلہ کیا جس نے برائیوں کی طرف کبھی دھیان نہ دیا اور جس نے نیکی اور احسان کے دروازے ضرورت مندوں پر کبھی بند نہ کئے، جس روشن ضمیر کے دامن پر دشمنوں کی ایذا رسانی کا گرد وغبار کبھی نہ بیٹھا۔

☜ {۲۰} سیدہ فاطمۃ الزہراؓ نے نبیؐ کے پردہ فرمانے پر کہا: میرے والد گرامی

نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور فردوس بریں میں نزول فرمایا، الٰہی روح فاطمہ کو جلدی روح محمد سے ملادے، الٰہی مجھے دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مسرور بنادے، الٰہی مجھے اس مصیبت کو جھیلنے کے ثواب سے محروم نہ فرمانا اور روز محشر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب کرنا۔

☜ {۲۱} حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے رونے لگیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ آپ کیوں روتی ہیں، کہا کہ یہ بتاؤ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر نعمتیں موجود نہیں ہیں، انہوں نے کہا بالکل ہیں، فرمایا میں اس لیے رو رہی ہوں کہ نبیؐ کی جدائی سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھی رو پڑے۔

یارب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

دولتِ عشق ومحبت سے بچے بھی مالا مال

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت جس طرح مردوں اور عورتوں میں یکساں تھی اسی طرح بچوں میں بھی بے پناہ تھی، چھوٹے بچے بھی شمع رسالت کے پروانے تھے، اور قربانی دینے میں بڑوں سے پیچھے نہ رہے، چند واقعات درج ذیل ہیں:

☜ {۱} حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بدر کے میدان میں کھڑے تھے ان کے دائیں اور بائیں طرف انصار کے دو بچے تھے، انہیں خیال ہوا اگر میں قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو ضرورت کے وقت ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکتے، اتنے میں ایک بچہ ان کے پاس آیا اور ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا چچا جان آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں انہوں نے کہا ہاں مگر تمہارا کیا مقصد ہے وہ کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گالیاں بکتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس وقت تک میں جدا نہ ہوں یہاں تک کہ وہ مرجائے یا میں مرجاؤں، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بڑے حیران ہوئے اتنے میں دوسرے بچے نے بھی آکر یہی سوال وجواب دہرائے، اتنے میں

ابوجہل انہیں نظر آیا تو انہوں نے بچوں کو نشاندہی کی کہ تمہارا مطلوب وہ سامنے ہے، دونوں بچے دوڑتے ہوئے گئے ایک نے گھوڑے کی ٹانگ پر وار کیا جس سے گھوڑا گر گیا اور ابوجہل بھی گر پڑا، دوسرے نے ابوجہل پر کاری ضرب لگائی، بچے اتنے چھوٹے تھے کہ تلوار بڑی تھی اور ان کا قد چھوٹا تھا، چنانچہ ایک صحابی نے آگے بڑھ کر ابوجہل کو کیفر کردار تک پہنچایا، اس واقعہ سے بچوں کی عزت ایمان اور عشق نبویؐ کا کتنا واضح ثبوت ملتا ہے۔ (بخاری)

{۲} حضرت زید بن حارثہؓ:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے بنوقیس نے وہ قافلہ لوٹا جس میں حضرت زیدؓ بھی تھے اور ان کو مکہ میں لا کر بیچ دیا، حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے لیے خرید لیا، جب سیدہ خدیجہؓ کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو نبیؐ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا، زیدؓ کے والد کو ان کی جدائی کا بڑا صدمہ تھا، اولاد کی محبت فطری چیز ہوتی ہے چنانچہ وہ زید کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے۔

چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے:

(۱) میں زید کی یاد میں رو رہا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے جو اس کی امید رکھوں یا مردہ ہے کہ اس سے مایوس ہو جاؤں، اے زید اللہ کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہیں نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔

(۲) کاش! مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئیگا یا نہیں ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔

(۳) جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زیدؓ ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو آتی ہے تو بھی اس کی یاد ستاتی ہے۔

(۴) اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو بھی اس کی یاد کو بڑھاتی ہیں ہائے میرا غم اور میری فکر کتنی طویل ہو گئی۔

(۵) میں اس کی تلاش میں تیز رفتار اونٹ کو کام میں لاؤں گا اور ساری دنیا کا چکر لگانے سے باز نہیں آؤں گا۔

(۶) چلنے والے اکتاتے ہیں تو اکتائیں مگر میں نہیں اکتاؤں گا، ساری زندگی اسی طرح گزاروں گا۔

(۷) ہاں میری موت آ گئی تو وہ اور بات ہے کہ وہ ہر چیز کو فنا کرنے والی ہے خواہ ان کی کتنی امیدیں لگائے۔

(۸) میں اپنے رشتے داروں کو وصیت کر جاؤنگا کہ وہ بھی زیدؓ کو ڈھونڈھتے رہیں۔

غرض یہ اشعار پڑھ کر روتے رہے، اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج پر جانا ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو پہنچانا، باپ کی داستان سنائی اور شعر سنائے، حضرت زیدؓ نے اس کے جواب میں تین شعر لکھ بھیجے، جن کا مطلب یہ تھا کہ میں مکہ میں ہوں، ان لوگوں نے جا کر زیدؓ کی باتیں ان کے والد کو سنائیں اور اشعار بھی سنائے پتہ بھی بتایا ان کے والد اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ پہنچے، نبیؐ کی خدمت میں عرض کیا ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار آپ لوگ مسجد حرام کے رہنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہیں، آپ قیدیوں کو رہا کراتے ہیں بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ہم اپنے بیٹے کی طلب میں آپ کے پاس آئے ہیں، آپؐ فدیہ لے کر اس کو رہا کریں آپ کا ہم پر احسان ہوگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس اتنی سی بات ہے کہنے لگے جی بس یہی عرض ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بلالو اور پوچھ لو اور اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ کے تمہاری نذر ہے اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرنا چاہتا جو خود نہ جانا چاہتا ہے، انہوں نے کہا کہ آپ نے استحقاق سے زیادہ ہم پر کرم کیا، یہ بات بخوشی منظور ہے، حضرت زیدؓ بلائے گئے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم ان کو پہچانتے ہو عرض کیا جی ہاں یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے اب تم کو اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو رہو اور ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت

ہے، حضرت زیدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے مقابلے بھلا کس کو پسند کرسکتا ہوں، آپ میرے لیے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔

ان دونوں باپ چچا نے سمجھایا کہ زیدؓ آزادی پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلے میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو، حضرت زیدؓ نے کہا کہ ہاں میں نے آپؐ میں ایسی بات دیکھی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی چیز پسند نہیں کرسکتا نبی علیہ السلام نے جب یہ جواب سنا تو ان کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا، زید کے باپ اور چچا یہ منظر دیکھ کر خوش ہوئے اور واپس چلے گئے۔ (تاریخ خمیس)

☜ {۳} حضرت سائب بن یزیدؓ یہ روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے لڑکپن میں بیمار پڑا میری خالہ مجھے آپ کی خدمت میں لے گئی آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی، اس کے بعد آپ نے وضو کیا میں نے جب کچھ پانی بچا ہوا دیکھا تو اسے پی لیا، عجیب بات ہے کہ بچوں میں بھی حصول برکت کا اتنا شوق تھا۔

☜ {۴} ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف لے جارہے تھے کہ آپ نے کچھ بچوں کو ایک جگہ جمع دیکھا ایک لڑکا ان کے درمیان میں اذان دیتے ہوئے حضرت بلالؓ کی نقل اتار رہا تھا اور دوسرے بچے ہنس رہے تھے، آپ کو دیکھ کر سب بچے سہم گئے نبی علیہ السلام نے بڑے بچے ابومحذورہ کو اشارے سے اپنی طرف بلایا، جب وہ قریب آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیشانی کے بالوں سے اسے پکڑ لیا اور فرمایا کہ مجھے بھی وہی اذان سناؤ جو تم دوسروں کو سنا رہے تھے، پہلے تو ابومحذورہ نے عذر پیش کرنے کی کوشش کی مگر جلدی احساس ہوگیا کہ اذان سنا کر جلدی جان چھوٹ جائے گی جب سناتے سناتے **اشھدان محمدا رسول اللہ** پر پہنچے تو دل کی حالت بدل گئی، اذان ختم ہونے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا اچھا جاؤ، کہنے لگے کہاں جاؤں اب جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جائیں گے ابومحذورہ وہیں جائیگا، اس کے بعد ابومحذورہؓ نے اپنی پیشانی کے بال عمر بھر نہ کٹوائے، تبرک کے طور پر اس یادگار کو قائم رکھا۔

{۵} حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لڑکپن کی عمر میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں مامور تھے، جب نبی علیہ السلام کہیں جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہناتے، پھر آگے آگے عصا لے کر چلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آپ کے پاؤں مبارک سے جوتے نکالتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہاتے تو پردہ کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تو بیدار کرتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر جاتے تو بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان کے ساتھ ہوتا اسی لیے وہ نبی علیہ السلام کے میر سامان کہے جاتے تھے۔

{۶} تین لڑکے نبیؐ کی خدمت میں پیش پیش رہتے اور تینوں کا نام عبداللہ تھا نبی علیہ السلام ان کی محبت اور وارفتگی کو دیکھتے تو ان کے لیے تہجد کی نماز کے بعد نام لے کر دعائیں کرتے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تینوں بڑے ہو کر اپنے اپنے فن کے امام بنے، عبداللہ بن مسعودؓ امام فقہاء بنے، عبداللہ بن عباسؓ امام مفسرین بنے، عبداللہ بن عمرؓ امام محدثین بنے۔

{۷} حضرت انس بن مالکؓ کو ان کی والدہ نے بچپن ہی سے نبیؐ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔

{۸} حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ کے مستقل خدمت گذار تھے، جب بھی سفر درپیش ہوتا تو وہ نبی علیہ السلام کی اونٹنی کو ہانکتے ہوئے چلتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

{۹} حضرت ربیعہ اسلمیؓ بھی شب میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں مشغول رہتے تھے، جب آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر روزانہ گھر تشریف لے جاتے تو ربیعہ دروازے پر بیٹھ جاتے کہ مبادا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرورت پیش آئے تو خدمت کے لیے حاضر رہوں، جب ربیعہ جوان ہو گئے تو نبی علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ شادی کر لیں، انہوں نے عرض کیا کہ پھر آپ کی خدمت میں اتنا وقت نہیں دے سکونگا، بعض عرصہ اپنی شادی کو ٹالتے رہے جب کہ نبی علیہ السلام پیار سے مشورہ دیتے رہے بالآخر نبی علیہ السلام کی طبیعت اور انشراح کو دیکھتے ہوئے شادی کر لی۔

{۱۰} حضرت زہرہ بن سعدؓ کو انکی والدہ بچپن سے ہی نبی علیہ السلام کی خدمت میں

لائیں عرض کیا کہ اسے بیعت کر لیجئے، نبی علیہ السلام نے فرمایا ابھی تو بچہ ہے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان کو جب بھی دیکھتے محبت کرتے اور دوستی کا اظہار کرتے، وجہ صرف یہ تھی کہ ان کو نبی علیہ السلام نے برکت کی دعا دی تھی۔

حضرت شبلیؒ کی حضور اکرمؐ سے محبت

حضرت شبلیؒ ایک بزرگ گذرے ہیں ان پر جب نزع کا وقت آیا تو ساتھیوں سے فرمایا مجھے وضو کروا دیں، ساتھیوں نے بڑی مشکل سے آپ کو وضو کرایا، کیونکہ بیماری کی وجہ سے کافی کمزور ہو چکے تھے، وضو کے بعد خیال آیا کہ مجھ سے تو خلال رہ گیا وہ ہے بھی سنت! انتہائی پریشان ہوئے، لہٰذا فرمایا، اب مجھے دوبارہ وضو کرائیں تو ساتھیوں نے کہا، حضرت! آپ تو معذور ہیں، بیمار ہیں، حرکت سے تکلیف ہوتی ہے اس لیے رہنے دیں لیکن حضرتؒ نے فرمایا، مجھ پر سکرات موت طاری ہے، عنقریب، میں حضورؐ سے ملوں گا، تو میں یہ نہیں چاہتا کہ ایسے وضو سے چلا جاؤں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت چھوٹی ہوئی ہو، یہ ہوتا ہے سچا عشق۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ اور عشق رسولؐ

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ تو علم کے آفتاب و ماہتاب تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بے پناہ عشق رسول عطا فرمایا تھا، ایک دفعہ انگریزوں نے ان کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا، حضرت تین دن گھر میں رہے اور تین دن بعد باہر نکل آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تین دن تک چھپے رہے تھے، لہٰذا تین دن سے زیادہ میں اندر رہنا پسند نہیں کرتا ایسا نہ ہو کہ قاسم نانوتویؒ سے خلاف سنت کام ہو جائے۔

☞ {۱} حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ تم اپنی بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو، قرآن پاک میں بھی ہے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی ایک ہمشیرہ ۹۰ رسال کی عمر میں بیوہ ہو گئیں، آپ کو پتہ چلا آپ ان کے پاس تشریف لے گئے، کچھ دن گذر گئے تو دوبارہ اپنی بہن کے پاس گئے، بہن! میں آپ کے پاس ایک بات کرنے آیا ہوں، بہن نے کہا بتاؤ

بھائی! کیا بات ہے؟ حضرت فرمانے لگے کہ میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم بیواؤں کا نکاح کر دیا کرو، آپ میری اس بات کو مان لیجئے اور نکاح کر لیجئے، میں جانتا ہوں کہ اس عمر میں ازدواجی زندگی کی ضرورت نہیں ہے مگر قاسم نانوتویؒ کو سنت کی توفیق ہو جائیگی، بہن رونے لگ گئیں، آپؒ نے اپنی پگڑی کو اتارا اور بہن کے قدموں پہ رکھدیا اور کہا کہ تیری وجہ سے مجھے حضور اکرم کی ایک سنت پر عمل کی توفیق نصیب ہوسکتی ہے، چنانچہ ۹۰ رسال کی عمر میں اپنی بہن کا ایک اور نکاح کر دیا کیسا عشق تھا۔

{۲} حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ جب حج پر گئے تو آپ نے راستہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کچھ اشعار لکھے وہ بھی آپ کو سناتا چلوں۔

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ☆ کہ ہو سگان مدینہ میں میرا شمار۔۔۔

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھرو ☆ مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مور و مار

کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! نجات کی امیدیں تو بہت ہیں مگر سب سے بڑی امید یہ ہے کہ مدینہ کے کتوں میں میرا شمار ہو جائے، اگر جیوں تو مدینہ کے کتوں کیساتھ پھرتا رہوں اور اگر مر جاؤں، تو مدینہ کے کیڑے مکوڑے مجھے کھائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شدید محبت تھی دل میں، ایک آدمی آپ کی خدمت میں آیا اس نے سبز رنگ کا جوتا پیش کر دیا حضرتؒ نے وہ جوتا لے تو لیا مگر اسی کو گھر میں رکھدیا، کسی نے بعد میں پوچھا، حضرت! فلاں نے بہت اچھا جوتا دیا تھا، علاقہ میں اکثر لوگ پہنتے ہیں، خوبصورت بھی بنا ہوا تھا، فرمایا، میں نے جوتا لے تو لیا تھا، کہ اس کی دلجوئی ہو جائے، مگر پہنا اس لیے نہیں کہ دل میں سوچا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کا رنگ سبز ہے اب میں اپنے پاؤں میں اس رنگ کا جوتا کیسے پہنوں، آپؒ حرم تشریف لے گئے، آپؒ بہت نازک بدن تھے، ایک آدمی نے دیکھا کہ آپؒ ننگے پاؤں مدینہ کی گلیوں میں چلے جا رہے ہیں اور پاؤں کے اندر سے خون رستا چلا جا رہا ہے، کسی نے پوچھا حضرت جوتے بہن لیتے فرمایا، ہاں پہن تو لیتا، لیکن جب میں نے سوچا کہ اس دیار میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم چلا کرتے تھے، تو

میرے دل نے گوارہ نہ کیا کہ قاسم اس کے اوپر جوتوں کے ساتھ چلتا پھرے، کیسے دیوانے اور پروانے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب ☆ ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی است

حضرت گنگوہیؒ کا عشق رسولؐ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فقیہ وقت تھے، ایک آدمی حج سے واپس آیا، اور وہاں سے کچھ کپڑا لایا، اس نے وہ کپڑا حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے جب اسے لیا تو اسے چوما اور اپنے اوپر رکھ لیا، جیسے بڑی عزت والی کوئی چیز ہو، طلباء بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے عرض کیا، حضرت! یہ تو فلاں ملک کا کپڑا ہے، مدینہ کے لوگ خرید کر آگے فروخت کرتے ہیں، فرمایا میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ مدینہ کا بنا ہوا نہیں ہے، مگر میں تو اس لیے اس کی عزت کرتا ہوں کہ اسے مدینے کی ہوا لگی ہوئی ہے۔

ایک آدمی حج سے واپس آیا، اور اس نے تین کھجوریں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں بھیجیں، آپؒ کو جب ملیں، تو آپ نے اپنی ہتھیلی پر وہ کھجوریں ایسے رکھیں، جیسے دنیا کی دولت آپ کی ہتھیلی میں سمٹ آئی ہو، آپ نے ایک شاگرد کو بلایا اور فرمایا کہ ہمارے جو قریبی ملنے جلنے والے ہیں، ذرا ان کے ناموں کی فہرست تیار کر دینا، اس نے فہرست بنائی تو پچاس سے زیادہ نام ہوئے فرمایا، ان تینوں کھجوروں کے ناموں کی تعداد کے برابر حصے کر دو، چنانچہ اتنے حصے کئے گئے، چھوٹے چھوٹے حصے بنے، فرمایا: ایک ایک حصہ میرے ایک ایک دوست کو دیدو، ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ ہیرے اور موتی آپ کے ہاتھ لگ گئے ہیں، جو اپنے دوستوں کو پیش کر رہے ہیں، ایک شاگرد نے کہا، حضرت! اتنے چھوٹے حصے سے کیا بنے گا؟ اس کی یہ بات سن کر حضرت کا رنگ سرخ ہو گیا، اور فرمایا: کہ مدینہ کی کھجور ہو اور تو اس حصے کو چھوٹا کہے، چنانچہ کتنے ہی دنوں تک اس سے بولنا چھوڑ دیا۔

حضرت مولانا مدنیؒ کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے تھے، اور مشاہرہ اتنا تھا کہ مشکل سے گذارا ہوتا تھا، جو کچھ ملتا گھر کی ضروریات پر لگ جاتا، اسی وجہ سے حج بھی نہ کر سکے، مگر دل میں تمنا بہت تھی، حتیٰ کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حج کے دن شروع ہوتے تھے تو آپ کو گھر کے اندر چین نہیں آتا تھا، کبھی ادھر چلے جاتے، اور کبھی ادھر چلے جاتے، حتیٰ کہ دسترخوان پر کھانا کھاتے ہوئے بھی جب خیال آجاتا تو کہتے، معلوم نہیں عشاق کیا کر رہے ہونگے، حج پر جانے والوں کو عشاق کہتے تھے یہ خیال آتے ہی کھانا چھوڑ دیتے، اور آہیں بھرنے لگتے، اور کہتے کاش کوئی دن آئے کہ حسین احمد کو بھی اس جگہ کی زیارت نصیب ہو جائے۔

ایک دفعہ کو سوئے ہوئے تھے اور آنکھ کھل گئی، اٹھ بیٹھے، پریشانی سے نیند نہ آئی، اسی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر عرض کیا، اے اللہ! معلوم نہیں تیرے عاشق کیا کر رہے ہونگے، کاش کہ حسین احمد کو بھی ان میں شمار فرمالیتا، ذوالحجہ کے دس دن آپ کو یہاں آرام نہیں آتا تھا، دعائیں مانگتے تھے، کراہتے رہتے تھے، حتیٰ کہ اللہ رب العزت نے آپ کی اس محبت کو قبول فرمالیا اور آپؒ کے لیے حرم شریف کے دروازے کھولے اور اٹھارہ سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر حدیث پاکؐ کا درس دیتے رہے، عاشق ہی ایسا کر سکتا ہے کوئی اور تو نہیں کر سکتا، آپؒ حدیث مبارکہ کا درس دیتے وقت اس انداز سے بیٹھتے تھے کہ مواجہ شریف بالکل سامنے ہوتا تھا، ہم تو کہتے ہیں، **قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم** مگر آپؒ جب حدیث شریف پڑھاتے تو فرماتے **قال ھذا الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم**، جب آپ تعلیم سے فارغ ہو جاتے تو اکثر لوگوں نے دیکھا کہ رات کے اندھیرے میں عشاء کے بعد یا تہجد سے پہلے اپنی ڈاڑھی مبارک سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے قریب کی جگہ کو صاف کر رہے ہوتے تھے، سبحان اللہ، اللہ ہمیں بھی ایسا عشق اور ایسا ادب نصیب فرمائے، کسی نے کیا خوب بات کہی۔

نازاں ہے حسن جس پر وہ حسن رسول ہے — کہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دھول ہے
اے کاروانِ شوق یہاں سر کے بل چلو — طیبہ کے راستے کا کانٹا بھی پھول ہے

عشق نبویؐ میں چور کو معاف کر دیا

ایک بزرگ حج کے سفر پر گئے، ایک جگہ سے گذر رہے تھے، ان کے ہاتھ میں ایک تھیلہ تھا، اس میں ان کے پیسے تھے ایک چوران کے ہاتھ سے وہ تھیلہ چھین کر بھاگ گیا، کافی دور جا کر اس کی آنکھوں کی بینائی اچانک زائل ہوگئی، اس چور نے رونا شروع کر دیا، لوگوں نے پوچھا: بھائی کیا ہوا؟ کہنے لگا میں نے ایک آدمی کا تھیلہ چھینا ہے، وہ کوئی بڑا مقرب بندہ لگتا ہے، بڑا اچھا بندہ لگتا ہے، میری آنکھوں کی بینائی زائل ہوگئی ہے، خدا کے لیے مجھے اس کے پاس پہونچاؤ تا کہ میں اس سے معافی مانگ سکوں لوگوں نے پوچھا، کہ یہ واقعہ کہاں پیش آیا؟ کہنے لگا کہ فلاں حجام کی دکان کے قریب پیش آیا، لوگ اس کو اس دکان کے پاس لیکر آئے اور حجام سے پوچھا کہ اس طرح کا آدمی یہاں سے گذرا ہے؟ آپ اسے جانتے ہو؟ اس نے کہا مجھے اس کے گھر کا تو پتہ نہیں البتہ نمازوں کے لیے وہ آتے جاتے ہیں، اگلی نماز کے لیے پھر آئینگے، یہ لوگ انتظار میں بیٹھ گئے وہ بزرگ اپنے وقت پر تشریف لائے لوگ اس چور کو اس کے پاس لیکر گئے تو اس چور نے جان کر ان کے ہاتھ پکڑ لیے پاؤں پکڑ لیے کہ مجھ سے غلطی ہوئی، گناہ ہوا، نادم ہوں، شرمندہ ہوں، میری بینائی چھین گئی، آپ اپنے پیسے واپس لے لیجئے، اور مجھے معاف کر دیجئے، تا کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی کو ٹھیک کر دے، وہ بزرگ کہنے لگے کہ میں نے تو تجھے پہلے ہی معاف کر دیا ہے، یہ بات سنکر چور بڑا حیران ہوا کہنے لگا، حضرت! میں تو آپ کا تھیلہ چھین کر بھاگا اور آپ فرماتے ہیں کہ معافی مانگنے سے پہلے ہی آپ نے معاف فرما دیا، وہ فرمانے لگے کہ ہاں میرے دل میں کوئی بات آ گئی تھی، فرمانے لگے کہ میں نے ایک حدیث پڑھی، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب میری امت کا حساب پیش کیا جائیگا تو میں اس وقت تک میزان کے قریب رہوں گا جب تک کہ میرے آخری امتی کا فیصلہ نہیں ہو جاتا، میرے دل میں یہ بات آئی کہ اگر میں نے اس چور کو معاف نہ کیا تو قیامت کے دن یہ مقدمہ پیش ہوگا اور جتنی دیر میرے اس مقدمہ کا فیصلہ ہونے

میں لگے گی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی دیر جنت سے باہر رہنا پڑیگا اس لیے میں نے معاف کر دیا کہ نہ تو مقدمہ پیش ہوگا نہ ہی میرے محبوبؐ کو جنت میں جانے میں دیر لگے گی، وہ جلد جنت میں تشریف لے جائیں گے۔

عشق ومحبت خلوص امانت کا ضامن

جامع مسجد دہلی کے دروازے پر ایک معذور آدمی بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا، ایک انگریز وہاں مسجد کو دیکھنے کے لیے آیا، ہم نے بھی دیکھا کہ جامع مسجد کو انگریز دیکھنے کے لیے آتے جاتے ہیں، وہ انگریز بڑا عہدہ رکھتا تھا، جب وہ اس فقیر کے پاس سے گذرا تو اس نے سلوٹ مارا تا کہ کچھ دے جائے، چنانچہ اس انگریز نے اسے کچھ پیسے دیدیئے، انگریز باہر کھڑے ہوجاتے ہیں جوتوں کی جگہ پر اندر داخل نہیں ہوتے، مسجد کے نقش ونگار اور عظمت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ کے گھر کے سامنے ہی انہیں سکون مل جاتا ہے، وہ انگریز مسجد کو دیکھ کر چلا گیا، گھر جا کر اسے معلوم ہوا کہ جس بٹوے سے پیسے نکال کر دیئے تھے وہ بٹوا جیب میں نہیں ہے، پیسے بھی کافی تھے، اور پتہ بھی نہیں کہ کہاں گرے ہونگے، خیر بات آئی گئی ہوگئی۔

ایک ہفتہ بعد پھر اسے چھٹی ہوئی، اس کی بیوی نے کہا کہ تم مسجد دیکھ آئے تھے، مجھے بھی دکھاؤ، چنانچہ چھٹی والے دن وہ اپنی بیوی کو لیکر پھر مسجد دیکھنے کے لیے آیا، جب وہ انگریز اس معذور فقیر کے پاس سے گذرنے لگا تو وہ فقیر فوراً کھڑا ہوگیا، اور اس سے کہا، آپ پچھلی دفعہ آئے تھے، مجھے پیسے دیئے تھے، اس کے بعد آپ بٹوا جیب میں ڈالنے لگے، تھوڑی دور آگے جا کر بٹوا گر گیا اور میں نے اٹھایا، یہ بٹوا میرے پاس آپ کی امانت ہے، یہ میں آپ کے حوالہ کرتا ہوں، انگریز نے بٹوے کو کھول کر دیکھا تو پیسے بالکل پورے تھے، حیران ہوکر وہ سوچنے لگا کہ بٹوا تو دیدیتا مگر اس کے اندر کی کچھ رقم نکال سکتا تھا، مجھے امید تو یہی تھی، یہ کیا ہوا کہ سارے کے سارے پیسے مجھے من وعن واپس کر دیئے؟ اس نے اس فقیر سے پوچھا آخر کیا بات ہے کہ تم نے کچھ بھی پیسے اپنے پاس نہ رکھے؟ وہ معذور فقیر کہنے لگا، بات یہ ہے کہ

قیامت کے دن ہر آدمی اپنے نبی کے پیچھے ہوگا، جماعتوں کی صورت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے پیچھے چل رہے ہونگے، جب میں نے بٹوا اٹھایا تو میرا جی چاہتا تھا کہ میں اسے لے لوں، مگر پھر مجھے خیال آیا کہ ہر کام اللہ کے سامنے پیش ہوتا ہے، اگر میں یہ پیسے رکھ لوں گا اور کل قیامت کے دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوں گا، اور آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے کھڑے ہونگے، اس وقت ایسا نہ ہو کہ آپ کے نبی میرے نبی علیہ السلام کو گلہ دیں کہ آپ کے امتی نے میرے امتی کے پیسے لے لیے تھے، یہ سوچ کر میں نے اس میں کوئی خیانت نہ کی، اور آپ کے پیسے میں نے آپ کو لوٹا دیئے ہیں، کاش! ہمیں دہلی کے اس معذور فقیر جیسی محبت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کردے

جانوروں کے لیے رحمت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے جانوروں نے بھی رحمت پائی، ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے، تو ایک اونٹ بلبلاتا ہوا آپؐ کے قدموں میں آیا، آپؐ نے اس کے مالک کو بلا کر فرمایا، کہ یہ بے زبان جانور ہے تمہیں چاہئے کہ اس کے ساتھ نرمی برتو، یہ شکوہ کر رہا ہے کہ تم اس سے زیادہ کام لیتے ہو اور اسے چارہ تھوڑا دیتے ہو، سبحان اللہ! جانور بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنی تکالیف بیان کرتے تھے۔

ہرن کے بچہ پر نگاہِ رحمت

حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے، ایک یہودی نے ہرنی پکڑی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قریب سے گذرے تو اس ہرنی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس نے پکڑ لیا ہے، اس سامنے والے پہاڑ میں میرا بچہ ہے اور اس کو دودھ پلانے کا وقت ہو گیا ہے، مجھے دیر ہو رہی ہے، میری مامتا جوش مار رہی ہے کہ میں اسے دودھ پلالوں، آپ مجھے تھوڑی دیر کے

لیے آزاد کرا دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سنی تو یہودی سے کہا، تھوڑی دیر کے لیے اسے آزاد کردو، یہ دودھ پلا کر واپس آجائیگی، اس نے کہا، بڑی مشکل سے اسے پکڑا ہے، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ذمہ داری لیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میں اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں، چنانچہ ہرنی کو چھوڑا گیا، وہ اسی وقت چھلانگیں مارتی ہوئی پہاڑی کی طرف گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی وہیں تھے کہ وہ دوبارہ بھاگتی ہوئی واپس آگئی، یہودی ہرنی کی اس اطاعت کو دیکھ کر حیران رہ گیا، چنانچہ اس نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔

☆ لطیفہ ☆

ایک مولانا پڑھکر آئے، ان کو حدیثیں بھی کافی یاد تھیں جب بھی وہ بیان کرتے تو قال قال رسول اللہؐ پڑھتے ایک دیہاتی تھا اس بیچارے کو عربی تو آتی نہیں تھی، اب وہ روز بیٹھ کر یہ سنتا وہ چند دن تو صبر کرتا رہا اب اس کو قال قال رسول اللہؐ کا معنی ہی معلوم نہ تھا، وہ ''قال رسول اللہؐ'' کو ''کالا رسول اللہؐ'' سمجھا کہنے لگا کہ یہ مولانا کیسا ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کالا کہتا ہے، چنانچہ ایک دن جب انہوں نے درس دیا تو درس کے بعد دیہاتی نے مولانا کا گریبان پکڑا کہنے لگا، او مولوی ساب! تو کالا، تیرا باپ کالا، میرا رسول تو گورا چٹا ہے، یہ شعائر اللہ کے محبت کی بات ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ پر عنایت و بخشش

حضرت زیدؓ ایک صحابی ہیں، بچپن میں ہی کسی نے ان کو غلام بنالیا، بالآخر وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچ گئے اور وہ وہیں رہنے لگے، ان کے والدان کے بارے میں بہت فکر مند ہوئے، وہ ان کو ڈھونڈھتے روتے اور اشعار کہتے تھے، کسی نے بتادیا کہ آپ کا بیٹا تو فلاں جگہ پر موجود ہے، چنانچہ ان کے والد اور چچا ان کو لینے کے لیے وہاں پہنچ گئے، انہوں نے زیدؓ سے آکر ملاقات کی اور انہیں سمجھایا کہ میں بھی تیرے لیے اداس ہوں، تمہاری والدہ بھی اداس ہے اور دوسرے رشتہ دار بھی اداس ہیں، ہم نے تیری خاطر بہت سفر کئے، بہت سی مشقتیں اٹھائیں، اب آپ قسمت سے مل گئے ہیں، چنانچہ اب ہمارے ساتھ چلیں، چونکہ وہ انہیں بغیر اجازت کے نہیں

لے جاسکتے تھے، اس لیے ان کو سمجھانے کے بعد وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

''اے قریش کے سردار! آپ بنو ہاشم کی اولاد بڑے کریم لوگ ہیں، آپ مہمان نواز ہیں اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے والے ہیں، ہمارا بچہ آپ کے پاس ہے، آپ اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ ہم سکون کی زندگی گزار سکیں''۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''میں یہ اختیار زید رضی اللہ عنہ کو دیتا ہوں، اگر یہ آپ کے ساتھ جانا چاہے تو اسے جانے کی اجازت ہے اور اگر یہ میرے پاس رہنا چاہے تو میں زبردستی بھیجنا نہیں چاہتا''۔

جب حضرت زید کے ذمے بات لگی تو انہوں نے ایک نظر اپنے والد کے چہرے پر ڈالی اور ایک نظر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ڈالی اور اٹھ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود مبارک میں آکر بیٹھ گئے اور ایک بچہ ہونے کے باوجود کہنے لگے کہ اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ سے جدا نہیں ہونا چاہتا، جب وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود میں بیٹھ گئے تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے:

''آج سے میں نے زید کو اپنا بیٹا بنالیا''۔

سبحان اللہ! حضرت زیدؓ نے اپنے باپ کی گود کے بجائے نبی علیہ السلام کی گود کو پسند کیا، اللہ رب العزت کی قدردانی دیکھئے کہ صحابۂ کرامؓ ان کو پوری زندگی ''زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام سے پکارا کرتے تھے،

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ایک رشتہ دار عورت سے ان کی شادی کردی تھی، نہ صرف یہی بلکہ تمام صحابہ میں سے صرف آپ کا نام قرآن مجید میں آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا" (الاحزاب: ۳۷)

(پھر جب زید تمام کرچکا اس عورت سے اپنی غرض، ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا) صحابۂ کرامؓ ان کا بڑا اکرام کرتے تھے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰه
وَیَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

اتّباعِ رسول ﷺ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں کیا چیز ہے لوح و قلم تیرے ہیں

حضرت ابن عمر اور اتباعِ رسول ﷺ

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حج کے لیے سفر پر چلے راستہ میں انہوں نے اپنی سواری کو ایک جگہ پر روکا، نیچے اترے اور ویرانے میں ایک طرف کو اس طرح گئے جیسے کوئی آدمی قضائے حاجت کے لیے جاتا ہے، پھر ایک جگہ پر بیٹھ گئے، لگتا یوں تھا فراغت حاصل کرنے کے لیے بیٹھے ہیں، مگر وہ فارغ نہیں ہوئے بلکہ ایسے ہی واپس آ گئے اور اونٹ پر بیٹھ کر چل پڑے، ساتھیوں نے پوچھا، حضرت آپ کے اس عمل کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑا ہے، حالانکہ آپ کو فراغت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، وہ فرمانے لگے کہ اس لیے نہیں رکا تھا کہ مجھے ضرورت تھی، بلکہ اصل میں بات یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ نبیؐ کے ساتھ اسی راستے سے سفر کیا تھا، اسی جگہ پر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم رکے تھے اور آپؐ نے اس جگہ پر جا کر قضائے حاجت سے فراغت حاصل کی تھی، میرا جی چاہا کہ میں بھی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے مطابق اپنا عمل کروں، اس سے اندازہ لگائیے کہ وہ نبی علیہ السلام کی اداؤں کے کتنے محافظ تھے، وہ جو کچھ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنتے تھے یا ان کو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

فرمان نبویؐ کا لحاظ

مسجد نبویؐ کا ایک دروازہ تھا، جہاں سے اکثر عورتیں آیا کرتی تھیں اور جب عورتیں نہیں ہوتی تھیں تو کبھی کبھی مرد بھی اس دروازے سے آ جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کتنا اچھا ہوتا کہ اس دروازے کو عورتوں کے لیے چھوڑ دیا جاتا، یہ سنکر مردوں نے اس دروازے سے آنا چھوڑ دیا، حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان الفاظ کو سننے کے بعد پوری زندگی میں کبھی بھی اس دروازے سے مسجد نبویؐ میں داخل نہیں ہوئے تھے، سبحان

اللہ، ان کا ایک ایک کام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اداؤں کا مظہر ہوا کرتا تھا، اللہ رب العزت نے ان کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسا عشق عطا فرمایا تھا کہ ان کو نبیؐ کی ہر ہر بات یاد رہتی تھی، انہوں نے اپنے اپنے دماغوں میں بھی اس علم کو یاد رکھا اور اپنے جسم کے اعضاء پر بھی اس علم پر عمل کے ذریعہ سے یادیں تازہ رکھیں۔

دربارِ شاہی میں حضرت حذیفہؓ کا سنت پر عمل

مشہور روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ فارس تشریف لے گئے، دعوت کھانے کے لیے بیٹھے، ان سے ایک لقمہ نیچے گر گیا، انہوں نے اس لقمہ کو اٹھایا اور صاف کر کے کھالیا، بعض نے کہا یہاں کے امراء اس عادت کو ناپسند کرتے ہیں، آپ یہ لقمہ اٹھایا اور صاف کر کے کھاتے، فرمانے لگے: "**اترک سنة حبیبی لھؤلاء الحمقاء**" کیا میں ان احمقوں کی خاطر اپنے آقا اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوں، سوچئے تو سہی کہ صحابۂ کرام نے ایک ایک سنت پر کتنی محبت سے عمل کیا، وہ علم کے بھی وارث بنے، عمل کے بھی وارث بنے، احوال کے بھی وارث بنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری اداؤں کے بھی وارث بنے اسی طرح یہ عمل صحابۂ علم سے امت تک آگے پہونچا جس طرح میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس کو دے گئے تھے۔

میرا سر آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ ہو جائے

ایک صحابیؓ حبشہ کے رہنے والے تھے، وہ جب بھی نہا کر نکلتے، تو ان کا جی چاہتا تھا کہ میں بھی اپنے سر میں اسی طرح درمیان میں مانگ نکالوں، جس طرح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نکالا کرتے ہیں، لیکن حبشی نژاد ہونے کی وجہ سے ان کے بال گھنگھریالے، چھوٹے اور سخت تھے، اس لیے ان کی مانگ نہیں نکل سکتی تھی، وہ اس بات کو سوچکر بڑے اداس رہتے تھے، کہ میرے سر کو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سر کے ساتھ مشابہت نہیں ہے، ایک دن

چولھا جل رہا تھا، انہوں نے لوہے کی سلاخ لے کر اس آگ میں گرم کی اور اپنے سر کے درمیان میں اس سلاخ کو پھیر لیا، گرم سلاخ کے پھرنے سے ان کے بال بھی جلے اور جلد بھی جلی، اس سے زخم بن گیا، جب زخم درست ہوا تو ان کو اپنے سر کے درمیان میں ایک لکیر نظر آتی تھی، لوگوں نے کہا تم نے اتنی تکلیف کیوں اٹھائی؟ وہ فرمانے لگے کہ میں نے تکلیف تو برداشت کر لی، لیکن مجھے اب اس بات کی بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ میرے سر کو اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سر کے ساتھ مشابہت نصیب ہوگئی ہے۔

روزہ رکھئے مگر سنت کے مطابق

۱۹۷۳ء کی بات ہے کہ ایک آدمی اس عاجز کو ملنے آیا، وہ سولہ سال سے مسلسل روزے رکھ رہا تھا میرے دوست بڑے حیران ہوئے کہ یہ سولہ سال سے مسلسل روزے رکھ رہا ہے، میں نے کہا کہ یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے، وہ کہنے لگے کیسے مشکل کام نہیں ہے، سردی، گرمی، صحت، بیماری، سفر، حضر میں ہر وقت روزے سے رہنا بہت مشکل ہے، میں نے کہا اچھا اس سے پوچھ لیں، چنانچہ انہوں نے اس بندے سے پوچھا کہ کیا آپ کو روزہ رکھنے میں کوئی دقت پیش آتی ہے؟ وہ کہنے لگا، نہیں، پھر وہ مجھے کہنے لگے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ یہ اس کی عادت بن گئی ہے، کچھ لوگ دن میں تین دفعہ کھانا کھاتے ہیں، اور کچھ لوگ صبح وشام دو دفعہ کھاتے ہیں، اسی طرح آپ یوں سمجھیں کہ یہ بھی دن میں دو دفعہ کھاتے ہیں ایک دفعہ سحری کے وقت اور ایک دفعہ افطاری کے وقت لہٰذا ان کی یہ عادت بن گئی ہے، میں نے کہا کہ ان سے کہیں کہ جی آپ صوم داؤدی رکھیں، یعنی ایک دن روزہ رکھیں اور دوسرے دن ناغہ کریں، چنانچہ انہوں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ صوم داؤدی رکھ سکتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں کرسکتا، انہوں نے پوچھا وہ کیوں؟ وہ کہنے لگے اس لیے کہ یہ تو میری عادت بن گئی ہے اور دن کے وقت اب میرا کچھ کھانے کو دل ہی نہیں کرتا، اگر میں ایک دن کھاؤں اور ایک دن روزہ رکھوں تو اس میں میرے نفس پر زیادہ بوجھ ہوگا، جو کہ میرے لیے بہت مشکل ہے،

میں نے کہا، دیکھو یہ جو اپنی مرضی سے مجاہدہ کرتے ہیں وہ کام آسان ہے، لیکن حدیث میں جو طریقہ آیا ہے اس کے مطابق کام کرنا اس کے لیے بہت مشکل ہے۔

حکیم ضیاء الدین اور سنت کا ادب

ایک دفعہ حکیم ضیاء الدین سنامیؒ بیمار ہو گئے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو پتہ چلا تو آپ نے سوچا کہ وقت کے اتنے بڑے عالم ہیں اور متبع سنت ہیں اس لیے مجھے ان کی عیادت کے لیے جانا چاہئے، چنانچہ آپ ان کی عیادت کے لیے ان کے دروازہ پر پہونچے، دستک دیکر اندر پیغام بھیجا کہ میں آپ کی عیادت کے لیے آیا ہوں حکیم ضیاء الدین سنامیؒ نے جواب بھیجوایا کہ میرا آخری وقت ہے معلوم نہیں کہ کس وقت میری جان نکل جائے میں اپنے آخری وقت میں کسی بدعتی کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا، اب کیسا سخت جواب تھا، لیکن خواجہ نظام الدین اولیاء سمجھ رہے تھے کہ سنت کی محبت میں بات کر رہے ہیں، اس لیے انہوں نے فوراً جواب بھیجوایا ہاں بدعتی آپ کے دروازے پر آیا ہے مگر بدعت سے توبہ کرنے کے لیے آیا ہے، جب یہ پیغام حکیم ضیاء الدین سنامیؒ کو ملا تو لیٹے ہوئے فوراً اٹھ بیٹھے اور اپنا عمامہ سر سے اتارا، شاگرد سے کہا، میرے بستر سے لیکر میرے دروازے تک اس عمامہ کو بچھا دیجئے، اور حضرت سے کہئے کہ اپنے جوتوں سمیت عمامہ پر چلتے ہوئے تشریف لائیے۔

حضرت نانوتویؒ اور اتباعِ سنت

نبی علیہ السلام کی اس محبت کی وجہ سے ایک ایک سنت پر ان کا عمل تھا، ایک مرتبہ حضرت نانوتویؒ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے گئے۔ جب پتہ چلا تو آپ روپوش ہو گئے، روپوش ہونے کے پورے تین دن بعد آپ باہر نکل آئے، کسی نے کہا کہ حضرت! انگریز آپ کو ڈھونڈھ رہا ہے اور آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہیں، آپ نے فرمایا، میں نے اپنے آقاء کی زندگی پر غور کیا مجھے غار ثور میں روپوشی کے تین دن نظر آتے ہیں، لہذا میں بھی تین

دن غائب رہا، اس کے بعد باہر نکل آیا ہوں، انگریز اگر پکڑ لیں گے تو میں اپنی جان کا نذرانہ اللہ کے سپرد کر جاؤں گا سنت کا اتنا لحاظ اور خیال رکھا کرتے تھے۔

حضرت مدنیؒ کا ہر حال میں سنت پر عمل

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے سنت پر عمل کے واقعات بیشمار ہیں، خاص طور پر ان کی آخری رات میں تہجد کی نماز کی کیفیت عجیب ہوتی تھی، تہجد میں عموما دو پارے تلاوت کرتے تھے، اور قرأت کے دوران اس قدر خشوع اور اتنا گریہ طاری ہوتا کہ سینے سے کھولتے سانسوں کی آواز سنائی دیتی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی احادیث میں یہی لکھا ہے کہ آپ نماز ایسی پڑھتے تھے کہ آپ کے اندر سے رونے کی وجہ سے ہانڈی کے جوش مارنے کی سی آوازیں سنائی دیتی تھیں، لہٰذا آپ کی نماز میں اسی سنت کی اتباع ملتی ہے، نماز کے بعد آپ استغفار پڑھتے اور دعا مانگتے تو روتے اور اس طرح سسکیاں اور ہچکیاں لیتے جیسے کوئی بچہ پٹ رہا ہو۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے، اس زمانے میں مملکت عرب میں سفر عموماً اونٹوں پر ہوتا تھا، سفر کی رہنمائی اور انتظامات کے سلسلے میں جیسے آج کل معلم ہوتے ہیں اس زمانے میں ان کو مطوّف کہتے تھے، آپ نے اپنے مطوّف سے پہلے ہی طے کر لیا کہ ہمیں حج کو سنت کے مطابق ادا کرنا ہے، لہٰذا تم کوئی ایسی ترتیب نہ بنانا جو سنت کے مطابق نہ ہو۔

منیٰ میں قیام کے دوران صبح صادق سے پہلے ہی مطوّف آیا اور شور مچا دیا کہ تیار ہو جاؤ عرفات کے لئے ابھی نکلنا ہے، اونٹ والوں نے بھی جلدی جلدی کی رٹ لگانی شروع کر دی، حضرت سہارنپوریؒ دو خیموں کے بیچ میں تہجد کی نماز میں مصروف قرأت قرآن سے شغل فرما رہے تھے، کیا مجال ہے کہ ان کے معمول پر ذرا برابر بھی فرق پڑا ہو، طویل قیام اور تعدیل ارکان کے ساتھ تسلی سے اپنی نماز مکمل کی، سلام پھیرنے کے بعد مطوّف کی طرف متوجہ ہوئے

اور غصے سے فرمایا تم نے تو وعدہ کر رکھا تھا کہ سنت کے خلاف کسی کام کے لئے نہ کہو گے پھر طلوع آفتاب سے پہلے چلنے کے لئے کہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں، کہنے لگا میں کیا کروں اونٹ والے نہیں مانتے، اور یہ اونٹ لے کر چل دیئے تو حج فوت ہو جائے گا لہٰذا سنت کی خاطر فرض کو خطرے میں ڈالنا تو اچھی بات نہیں ہے، اس پر حضرت کا غصہ اور تیز ہو گیا، فرمایا ہم نے تمہیں مطوّف مانا ہے کوئی استاد اور پیر تو نہیں بنا لیا، جاؤ اپنا کام کرو ہم تو سورج نکلنے سے ایک منٹ پہلے نہیں اٹھیں گے، ہم اپنا مال اور وقت صرف کر کے اتنی صعوبتوں بھرا سفر کر کے آتے ہیں تا کہ سنت کے مطابق حج ادا کریں، تمہارے جمالوں (اونٹ والے) کے غلام بننے نہیں آتے، جمالوں کو اپنے اونٹوں پر اختیار ہے وہ ان کو لے جائیں، ہمارے اوپر ان کو کوئی اختیار نہیں کہ اٹھنے پر مجبور کریں، تم نے بے وقت شور مچا کر ہمیں پریشان کیا اور نماز بھی صحیح طریقے سے نہیں پڑھنے دی لہٰذا ہم تمہیں بھی آزاد کرتے ہیں تم اپنے دوسرے حاجیوں کو لے جاؤ اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو، ہم کوئی لولے لنگے نہیں عرفات کوئی اتنا دور نہیں ہے ہم پیدل ہی انشاءاللہ سفر کر لیں گے لیکن سنت کو نہیں چھوڑیں گے۔

اِتباع نبویؐ میں پریشانی کا حل

ایک مرتبہ فیصل آباد سے ایک خاتون آئی، میری اہلیہ نے مجھے کہا کہ اس کی بات ضرور سنیں، بڑی پریشان ہے اور جب سے آئی ہے رو رہی ہے، اس کو ٹائم دیا، پردے میں بیٹھ کر بات کرنے لگی کہ میرے خاوند بڑے مِیل کا مالک ہے، امیر آدمی ہے، کھلا پیسہ ہے، شادی کے ساتھ آٹھ سالوں میں اولاد کوئی نہیں ہے، مگر یہ پریشانی کی بات نہیں کیوں کہ خاوند میرے ساتھ خوشی کی زندگی گزار رہا ہے، ہم دونوں کو اس کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں، قسمت میں ہوئی تو ہو جائیگی، نہیں تو جو اللہ کو منظور، خاوند مجھے بہت چاہتا ہے، محبتوں والی زندگی گزار رہے ہیں، گھر کا سارا خرچ خاوند نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے، نوکروں کا خرچہ، باورچی کا خرچہ، گارڈ کا خرچہ، مالی کا خرچہ، یہ تمام اخراجات سب میرا خاوند ادا کرتا ہے، گاڑیاں ہیں، ڈرائیور ہیں،

کاریں ہیں، بہاریں ہیں، روٹی ہے، بوٹی ہے، اللہ نے یوں تو زندگی میں ہر سہولت دی ہے، میری پریشانی یہ ہے کہ میرا خاوند مجھے میری ذاتی خرچ کے لیے ہر مہینے صرف پچاس ہزار روپیہ دیتا ہے، جس سے میرے خرچے پورے نہیں ہوتے، یہ کہہ کر وہ عورت رونے لگ گئی، کہ شاید میرے جیسا پریشان دنیا میں کوئی نہیں ہوگا، وہ ایسے زار وقطار رو رہی تھی، جیسے کسی کی وفات پر کوئی رویا کرتا ہے۔

اس عورت کو اس عاجز نے یہ بات سمجھائی کہ آپ کی پریشانی ختم ہونے والی نظر نہیں آتی آپ کا خاوند آپ کو پچاس ہزار کے بجائے ایک لاکھ روپے ماہانہ بھی دینا شروع کر دے پھر بھی آپ کی پریشانی ختم نہیں ہوگی، دو لاکھ بھی دے دے پھر بھی ختم نہیں ہوگی، پانچ لاکھ بھی ہر مہینے دے دے پھر بھی پریشانیاں ختم نہیں ہوں گی۔ وہ بڑی حیران ہو کر کہنے لگی کہ پیر صاحب! آپ مجھے بات سمجھائیں کیونکہ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، عاجز نے کہا کہ بی بی! جس راستے سے آپ پریشانیوں کا حل ڈھونڈھنا چاہتی ہیں، اس راستے سے پریشانیوں کا حل ہوتا ہی نہیں، کہنے لگی کہ چاہتی تو ہوں کہ پریشانیاں ختم ہوں، عاجز نے کہا: کہ اگر آپ چاہتی ہے تو اپنی زندگی کو شریعت کے مطابق ڈھالیں، معصیت سے خالی زندگی اختیار کریں، آپ نے گناہوں بھری زندگی سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر لیا ہے، آئندہ آپ سنت والی زندگی کو اختیار کر کے اپنے خالق حقیقی کو راضی کر لیں۔ آپ کے مال میں برکت آئیگی، تو آپ کی پریشانیاں خود بخود دور ہو جائیگی، آپ کثرت مانگ رہی ہیں، کہ وہ پچاس ہزار دیتا ہے تو ایک لاکھ دینا شروع کر دے۔ لیکن یاد رکھنا کہ پھر بھی پریشانیاں رہیں گی، خیر عاجز نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے بات میں برکت رکھ دی، لہذا کہنے لگی کہ میں سچی توبہ کرنا چاہتی ہوں، عاجز نے اس کو توبہ کے کلمات پڑھا کے رخصت کیا، الحمدللہ تین چار مہینوں کے بعد اس نے بذریعہ فون کہنے لگی کہ اب تو میں نماز کی پابند ہوگئی ہوں، برقعہ میں نے کر لیا ہے، ٹی وی چھوڑ دیا ہے، وہ عورت کہنے لگی کہ اب تو میں اچھی خاصی مولوی بن گئی ہوں، لیکن ایک بات بڑی عجیب ہے کہ اب میرے مہینے کے خرچے پندرہ ہزار میں پورے

ہو جاتے ہیں اور میری باقی رقم یتیموں اور بیواؤں کے اوپر خرچ ہوتی ہے۔

چھری سے کاٹ کر کھانے والے

میری ایک دفعہ میٹنگ تھی جس میں امریکن کمپنی کے تین ڈائریکٹرز اور جنرل مینیجر وغیرہ تھے، ہم ایک Table پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے، فقیر نے دیکھا کہ وہ امریکن حضرات بھی ہاتھ سے کھانا کھا رہے ہیں، حالانکہ چھری کانٹے ایک طرف رکھے ہوئے تھے، فقیر بہت حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ نے یہ چھری کانٹے استعمال نہیں کئے، تو انہوں نے کہا کہ ہمیں ہاتھوں سے کھانا کھانا پسند ہے، آج پہلی دفعہ چٹی چمڑی والوں کو دیکھا کہ یہ چھری کانٹے کو چھوڑ کر اس طرح انگلیوں سے کھا رہے ہیں جب ہم کھانا کھا چکے تو انہوں نے باقاعدہ ساری انگلیوں کو باری باری منہ میں لے کر صاف کیا، فقیر نے ان سے سوال کیا Why did you this? تو وہ کہنے لگے کہ یہ نئی تحقیق ہے کہ جب انسان انگلیوں سے کھانا کھاتا ہے تو ان کے مسام سے پلازما خارج ہوتا ہے جس کو مائکر اور سکرپ کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے اور یہ پلازمہ کھانے کے ساتھ انسان کے منہ میں جاتا ہے اور ہاضمہ میں کام آتا ہے، کہنے لگا کہ اب ہم چھری کانٹوں کی بجائے انگلیوں سے کھانا پسند کرتے ہیں۔

ایک خاتون کا قبول اسلام

ایک مرتبہ ہم امریکہ میں نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے، سامنے مین روڈ تھا، ہم دو آدمی آپس میں بات چیت کر رہے تھے، سامنے سڑک پر ایک خاتون تیزی کے ساتھ کار چلاتی ہوئی گزری، لیکن چند میٹر آگے جا کر اس نے بریک لگا دی، اس نے گاڑی موڑی اور ایک دو منٹ میں اس نے ہمارے قریب آ کر گاڑی کھڑی کر دی، وہاں پر عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جس منزل پر جا رہا ہو اس کے پاس اس کا پورا ایڈریس نہ ہو تو اسے پوچھنے کی ضرورت پیش آتی ہے، چنانچہ ہم نے سوچا کہ ممکن ہے کہ یہ امریکن عورت راستہ بھول گئی ہو اور ہم سے

کوئی پتہ معلوم کرنا چاہتی ہو۔

اس عاجز نے اپنے ساتھ والے دوست سے کہا کہ آپ جائیں اور اس سے پوچھیں کہ کیا آپ کو ڈائریکشن کی ضرورت ہے؟

جب اس نے جا کر پوچھا تو وہ کہنے لگی، نہیں، میں تو اپنے گھر جا رہی ہوں اور گھر کی ڈائریکشن تو ہر ایک کو آتی ہے، ہمیں کیا پتہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کے گھر کی بجائے اصلی گھر کا راستہ دکھانا چاہتے تھے، اس نے جب کہا کہ میں اپنے گھر جا رہی ہوں تو ہمارے دوست نے پوچھا کہ پھر آپ نے یہاں کیوں بریک لگائی؟

اس کے جواب میں وہ کہنے لگی کہ یہ بندہ کون ہے؟۔۔۔۔

اس نے کہا کہ یہ بندہ مسلمان ہے۔

وہ کہنے لگی کہ اس سے پوچھو کہ کیا یہ مجھے بھی مسلمان بنا سکتے ہیں، نہ نام کا پتہ اور نہ ہی ایڈریس کا پتہ، فقط نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں ایسی تاثیر ڈال دی کہ وہیں گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اس نے کلمہ پڑھ لیا۔

اس عاجز نے اسے اپنا رومال دے دیا جس کو اس نے اپنا دوپٹہ بنا لیا اور پھر اپنے گھر کو روانہ ہو گئی۔ سبحان اللہ!

یا ایھا الذین آمنوا اِتّقُوا اللّٰہ و کونوا مع الصّادقین

صحبت شیخ

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

قال را بگذار مرد حال شو پیش مردِ کامل پامال شو
صد کتاب وصد ورق در نار کن جان ودل را جانب دلدار کن

صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال پوچھا کہ حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کا درجہ بڑا ہے یا عمر بن عبدالعزیزؒ کا؟ عمر بن عبدالعزیزؒ بعد کے دور کے تھے اور خلیفۂ عادل تھے، جبکہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت لڑائیاں رہیں اور انہی جنگوں کی وجہ سے حالات پرامن نہ تھے، اس لئے اس آدمی نے ان دو شخصیات کے بارے میں سوال کیا، امام شافعیؒ نے ایسا جواب دیا جو سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے، فرمایا: ''جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لئے نکلے اور ان کے گھوڑے کے نتھنوں میں جو گرد اور مٹی جا پڑی عمر بن عبدالعزیزؒ سے اس مٹی کا رتبہ بھی بڑا ہے''۔

حضرت گنگوہیؒ حضرت امداد اللہؒ کی صحبت میں

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچے، اور کہنے لگے، حضرت! اوراد واشغال والا کام تو ہم سے ہوتا نہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ اچھا نہ کرنا، مگر ہم یہ کہتے ہیں تین دن اور تین راتیں یہاں ٹھہر جاؤ، کہنے لگے، حضرت! ٹھیک ہے، تین راتیں ٹھہروں گا، مگر تہجد میں مجھ سے نہیں اٹھا جائیگا، جی کریگا تو اٹھوں گا ورنہ نہیں، حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا، یہ بھی ٹھیک ہے، شاگرد کو بلا کر کہا کہ رشید احمد کی چارپائی میری چارپائی کے قریب ڈال دینا۔

رات کو حاجی صاحبؒ اٹھے، لا الہ الا اللہ کا ورد کرنا شروع کر دیا، حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ میری آنکھ کھلی، مجھے اتنا مزہ آیا کہ میں نے بھی اٹھ کر، تہجد پڑھی اور پاس بیٹھ کر لا الہ الا اللہ کی ضرب لگانا شروع کر دی تین دن کے لیے رکے تھے، مگر تیس دن تک وہاں ٹھہرے رہے، جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو حضرت حاجی صاحبؒ نے ان کو اجازت وخلافت عطا فرمادی، یہ ہے صحبت وذکر کا اثر اور فائدہ کہ چند دن میں خلعتِ خلافت سے سرفراز ہو گئے۔

جگر مرادآبادی حضرت تھانویؒ کی صحبت میں

شعراء میں سے جگر ایک عظیم شاعر تھے، ان کی ابتدائی زندگی بڑی غافلانہ تھی، خوب پیتے تھے، وہ مئے نوش نہ تھے بلانوش تھے، مشاعروں میں کہیں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے ساتھ ملنا جلنا ہوا، حضرت اقدس تھانویؒ کے خلیفہ مجاز تھے، اس وقت حضرت مجذوبؒ محکمہ تعلیم میں Collector (کلکٹر) کے طور پر کام کر رہے تھے، اتنی اچھی دنیاوی تعلیم مگر چونکہ گھنڈی کھل چکی تھی لہذا درویشی غالب تھی ایسے ایسے اشعار کہے جیسے موتیوں کو انہوں نے مالا میں پیرو دیا ہو۔

استاذ جگر ان کی فقیرانہ زندگی سے بڑے متأثر ہوئے ایک دفعہ جگر صاحب کہنے لگے جناب! آپ سے مسٹر کی ''ٹر'' ''کیسے'' ''مس'' (Miss) ہوئی، انہوں نے کہا، تھانہ بھون جا کر، کبھی میں بھی جاؤں گا، حضرت نے فرمایا، بہت اچھا، اب حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے محنت کرنا شروع کر دی، صادقین کی صحبت کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کر دیں، ایک دفعہ انہوں نے پوچھا، سنایئے حضرت! کیا حال ہے؟ حضرت خواجہ صاحبؒ نے عجیب اشعار سنا دیئے فرمایا: ؎

پنشن ہوگئی ہے کیا بات ہے اپنی — اب دن بھی اپنا اور رات بھی اپنی
اب اور ہی کچھ ہے میرے دن رات کا عالم — ہر وقت ہی رہتا ہے ملاقات کا عالم

جب انہوں نے یہ اشعار سنے تو دل میں سوچنے لگے کہ ان کے دل میں محبت الٰہی اتنی بھری ہوئی ہے تو ان کے شیخ کے دل کا کیا عالم ہوگا، چنانچہ کہنے لگے تھانہ بھون تو جاؤں گا، لیکن میری ایک شرط ہے، فرمایا، وہ کونسی؟ کہنے لگے کہ وہاں جا کر بھی پیؤں گا، یہ میری عادت ہے اسے چھوڑ نہیں سکتا، حضرت مجذوبؒ نے فرمایا، میں حضرت سے پوچھوں گا پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ حضرت! ایک بندہ بڑے کام کا ہے آنا بھی چاہتا ہے مگر شرط لگاتا ہے کہ یہاں آ کر بھی پیؤں گا، حضرت نے فرمایا کہ بھئی! خانقاہ عوامی جگہ ہے، یہاں پر تو اس بات کی

اجازت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ شراب توشئ معصیت (گناہ) ہے البتہ میں اسے اپنے گھر میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرالوں گا، کیونکہ مہمان کو اپنی ہر عادت پوری کرنے کی اجازت ہے کافر کو بھی مہمان بنا سکتے ہیں، چنانچہ جگر صاحب وہاں تیار ہو کر پہونچ گئے وہاں جا کر پینا تو کیا حضرتؒ کے چہرے کو دیکھتے ہی بات دل میں اتر گئی، کہنے لگے، حضرت، تین دعائیں کروانے آیا ہوں، حضرتؒ نے پوچھا وہ کونسی؟ کہنے لگے، پہلی دعا یہ کیجئے کہ میں پینا چھوڑ دوں، حضرتؒ نے دعا فرمادی، دوسری دعا یہ کیجئے کہ میں داڑھی رکھ لوں، حضرت نے یہ بھی دعا فرمادی، تیسری دعا کیجئے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے، حضرت نے یہ دعا بھی فرمادی۔ سبحان اللہ!

صحبت اور شیخ کی توجہ رنگ لاتی رہی، چنانچہ اسی محبت وعقیدت کے ساتھ حضرتؒ سے بیعت کا تعلق قائم کرلیا جب واپس ہوئے تو زندگی بدلنا شروع ہوگئی۔

میخانہ سے خانۂ خدا تک

ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ نہ پیؤں گا تو کیا ہوگا؟ اگر میں اللہ کو ناراض کر بیٹھا اور نفس کو خوش کرلیا تو کیا فائدہ ہوگا، چنانچہ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے پینے سے توبہ کرلی، چونکہ بہت عرصہ پی رہے تھے اس لیے بیمار ہوگئے، ہسپتال گئے، ڈاکٹروں نے کہا کہ ایک دم چھوڑنا تو ٹھیک نہیں، تھوڑی سی پی لیں وگرنہ موت آجائے گی، پوچھنے لگے، تھوڑی سی پی لوں تو زندگی کتنی لمبی ہوجائیگی؟ انہوں نے کہا، دس پندرہ سال کہنے لگے، دس پندرہ سال کے بعد بھی تو مرنا ہے، بہتر ہے کہ ابھی مرجاؤں تاکہ مجھے توبہ کا ثواب مل جائیگا، چنانچہ پینے سے انکار کردیا، اسی دوران ایک مرتبہ عبدالرب نشتر سے ملنے گئے، ماشاء اللہ وہ اس وقت وزیر تھے، ان کا تو بڑا پروٹوکول تھا، یہ جب ان سے ملنے گئے، تو چوکیدار نے سمجھا کہ کوئی مانگنے والا فریاد لے کر آیا ہوگا، چنانچہ اس نے کہا جاؤ میاں! وہ مصروف ہیں انہوں نے کہا، اچھا، اپنے پاس سے کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالا اور اس پر ایک مصرعہ لکھ کر عبدالرب نشتر کو بھیجا کیونکہ وہ بھی صاحب ذوق تھے عجیب مصرعہ لکھا۔

نشتر کو ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کہنا یہ دیکھئے، کیا ہی استادانہ بات کہی! جب کاغذ کا پرزہ وہاں گیا تو عبدالرب نشتر اس پرزہ کو لیکر باہر نکل آئے، کہا، جناب! آپ تشریف لائے ہیں، اور اندر لے گئے، بٹھایا اور حال پوچھا، چنانچہ بتایا کہ زندگی کا رخ بدل لیا ہے، تھوڑے عرصہ کے بعد چہرے پر سنت سجالی، لوگ ان کو دیکھنے کے لیے آتے تو انہوں نے اس حالت پر بھی شعر لکھدیا، اب چونکہ طبیعت سے تکلفات ختم ہو گئے تھے، سادگی تھی، اس لیے سیدھی سیدھی بات لکھدی فرمایا:

چلو دیکھ آئیں تماشہ جگر کا سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوا ہے

شیخ کامل کی صحبت سے جگر پر پھر ایسی واردات ہوتی تھیں کہ عارفانہ اشعار کہنا شروع کر دیئے، چنانچہ ایک وہ وقت بھی آیا کہ اللہ رب العزت نے ان کو باطنی بصیرت عطا فرمادی، ایک ایسا شعر کہا جو لاکھ روپئے سے بھی زیادہ قیمتی ہے اس ساری تفصیل کے سنانے کا اصل مقصد بھی یہی شعر سنانا ہے جو اس عاجز کو بھی پسند ہے یہ شعر یاد کرنے کے قابل ہے ؎

میرا کمال عشق میں اتنا ہے بس جگر وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانہ پہ چھا گیا

مفتی محمد حسنؒ حکیم الامتؒ کی صحبت میں

جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ امرتسریؒ حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں سے تھے، انہوں نے جب دارالعلوم سے پڑھا تو وہیں پڑھانے بھی لگ گئے، حتی کہ حدیث کے اسباق مل گئے، اب جو استاذ دارالعلوم دیوبند میں حدیث کے استاد ہوں ان کا علمی مقام کیا ہوگا، ان کے دل میں بڑی چاہت تھی کہ میں حضرت تھانویؒ سے بیعت ہو جاؤں، اس سلسلہ میں کئی مرتبہ خطوط لکھے حضرتؒ ہمیشہ جواب میں فرماتے کہ مفتی صاحب! بیعت میں اصل مقصد تو محبت وعقیدت ہے، وہ آپ کو پہلے ہی حاصل ہے تو بیعت کرنا کوئی ضروری نہیں ہے، چنانچہ ٹال دیتے، پھر خط لکھتے پھر ٹال دیتے، ادھر سے اصرار ادھر سے انکار، مفتی صاحب کے دل میں پھر ولولہ اٹھتا کہ میں بیعت کی نسبت حاصل کروں، اگر کبھی اظہار

کرتے تو حضرت یہی جواب ارشاد فرماتے، مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں تھانہ بھون حاضر ہوا کہ مجھے حضرتؒ سے بیعت ہوئے بغیر واپس نہیں آنا، میں تو ان کا غلام بننا چاہتا تھا، میں چاہتا تھا کہ روزِ قیامت حضرتؒ کے خدام اور غلاموں کی فہرست میں میرا نام شامل کر لیا جائے، یہ سوچ کر میں وہاں پہنچا اور حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! آپ مجھے بیعت فرمالیں، حضرت نے وہی پرانا جواب دیا کہ مفتی صاحب! بیعت کوئی ضروری تو نہیں ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، حضرت اقدس تھانویؒ نے بھی دیکھا کہ مفتی صاحب ڈٹ گئے ہیں، تو حضرت فرمانے لگے، مفتی صاحب! تین شرط ہیں بیعت ہونے کے لیے، آپ کو وہ تین شرائط پوری کرنا پڑیں گی۔

آج کے دور میں اگر کسی سے کہا جائے کہ بیعت ہونے کے لیے یہ شرائط ہیں تو وہ مرید کہے گا کہ جی یہ تو بڑے متکبر پیر ہیں، بیعت ہی نہیں کرتے، دیکھو جی ہم گھر سے بیعت ہونے کے لیے چل کر آئے ہیں، اور پیر صاحب نے آگے بیعت ہی نہ کیا، یہ کبھی نہیں سوچیں گے کہ ہماری تنبیہ ہوگی، ہمارا علاج ہوگا، ہمارے نفس کو دوا پلائی جائیگی، نہیں بلکہ آج اوّل تو پیروں کے پاس آتے ہی نہیں اور جب کبھی آتے ہیں تو پہلے آکر حالات بتاتے ہیں اور پھر ان کے جوابات کا مشورہ بھی دیتے ہیں کہ گویا یوں کہہ رہے ہو کہ حضرت میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ مجھے یہ مشورہ نہ دیں، آج کل کے مریدین کا یہ حال ہے۔ حضرت نے فرمایا: کہ مفتی صاحب! آپ کو تین شرائط پوری کرنا پڑیں گی، انہوں نے عرض کیا، حضرت! میں پوری کرنے کے لیے تیار ہوں، فرمایا: پہلی شرط تو یہ ہے آپ پنجابی زبان بولتے ہیں عام طور پر اس زبان کے بولنے سے حروف کے مخارج بگڑ جاتے ہیں، جب تک سیکھے نہ جائیں، لہذا آپ کسی اچھے قاری سے تجوید وقراءت کا فن سیکھیں، حتیٰ کہ مسنون قرأت کے ساتھ آپ پانچوں نمازیں پڑھا سکیں میں نے عرض کیا: حضرت! میں حاضر ہوں۔

دوسری شرط کی تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا کہ مفتی صاحب! آپ نے فلاں فلاں کتابیں ایک غیر مقلد عالم سے پڑھی ہیں اور غیر مقلدیت کے جراثیم آسانی کے ساتھ ذہن

سے نہیں نکلتے، اب آپ یہ کتابیں دارالعلوم میں طلباء کے ساتھ بیٹھ کر اساتذہ سے پڑھیں، شرط دیکھو کہ کیا لگائی، یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ آپ تنہائی میں کسی سے پڑھ لیں، مگر نہیں بلکہ فرمایا جس دارالعلوم میں آپ استاد حدیث ہیں اسی دارالعلوم کے طلباء کے ہمراہ جماعت میں بیٹھ کر استاد سے اسی طرح پڑھیں جس طرح طلباء پڑھتے ہیں تاکہ صحیح العقیدہ اساتذہ سے پڑھنے کی وجہ سے غیر مقلدیت کے اثرات زائل ہوجائیں، میں نے عرض کیا: حضرت! مجھے یہ بھی منظور ہے، پھر فرمایا:۔۔۔۔تیسری شرط یہ ہے کہ مجھے اجازت دیں کہ میں پردے میں آپ کی اہلیہ کو قسم دے کر آپ کی نجی زندگی کے بارے میں کچھ باتیں پوچھ سکوں، میں نے عرض کیا، حضرت مجھے یہ بھی منظور ہے۔

جب یہ بات نقل کی تو حضرت فرمانے لگے کہ حضرت نے تو تین شرطیں لگائی تھیں اگر چوتھی شرط یہ بھی لگا دیتے کہ روزانہ دوپہر تک تم نے بیت الخلاء کی بدبودار اور گندی جگہ پر بیٹھنا ہے تو میں اس شرط کو بھی قبول کر لیتا، مگر کیوں کہ میں اپنے اندر کی بدبو سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا، جب تمام شرائط پوری کر کے دکھا دیں تو اللہ رب العزت نے ان کے لیے نسبت کے راستے کو ہموار فرما دیا۔ اللہ اکبر!

صحبت شیخ میں نماز کی کیفیت ہی کچھ اور۔۔۔۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ نے ایک مرتبہ سو رکعتیں صرف اس لیے پڑھیں تاکہ ماسوی اللہ کے خیال کے اللہ کی نماز ادا کر سکیں، مگر انہیں ہر دفعہ کوئی نہ کوئی خیال آجاتا سو رکعتیں ادا کرنے کے بعد بڑے متفکر ہوئے کہ میں نے سو نفل بھی پڑھی اور میں ایک دوگانہ بھی ایسی نہ پڑھ سکا جس میں باہر کا کوئی خیال نہ آیا ہو، چنانچہ سید احمد شہیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضرت! میں نے سو رکعتیں اس نیت سے پڑھیں کہ مجھے کم از کم ایک دوگانہ ایسی نصیب ہو جائے، جس میں کسی غیر کے بارے میں کوئی خیال نہ آئے، مگر مجھے ہر دفعہ کوئی نہ کوئی خیال آتا رہا، اب میں پریشان ہوں کہ میری نماز کیسے بنے گی، شاہ صاحب نے فرمایا: اچھا تم تہجد میں

ہمارے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھ لینا، چنانچہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے سید احمد شہیدؒ کے مصلی کے قریب آ کر تہجد کی نیت باندھ لی، ان کی صحبت کا یہ اثر تھا کہ ابھی پہلی رکعت کا سجدہ ادا نہیں کیا تھا کہ ان کی طبیعت میں رقت پیدا ہوگئی، پھر وہ اتنا روئے کہ ان کے لیے نماز کا سلام پھیرنا مشکل ہوگیا، سو رکعتیں اپنے طور پر پڑھیں تو کچھ نہ بنا اور شیخ کے پاس آ کر دو رکعت کی نیت باندھی تو ایسا گریہ طاری ہوا کہ سلام پھیرنا مشکل ہوگیا تو یہ حضرات زندگی کے اعمال کو بنانا سکھاتے ہیں۔

صحبت سے فیض اور گناہ سے نفرت

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک نوجوان آیا اس نے بلا واسطہ آ کر عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھے زنا کی اجازت دیجئے، اس کے جواب کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ جاتے اور فرماتے کہ تم حرام کو حلال کروانے آ گئے، تمہیں شرم نہیں آتی، لیکن نہیں، بلکہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی تمہاری والدہ سے یہ حرکت کرے، کہنے لگا نہیں! پوچھا: بیوی سے کرے؟ کہنے لگا نہیں، بہن سے کرے، کہنے لگا نہیں، بیٹی سے کرے، کہنے لگا نہیں، پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: کہ تم جس سے زنا کرو گے وہ یا تو کسی کی ماں ہوگی، یا کسی کی بیوی ہوگی، یا کسی کی بہن ہوگی، یا کسی کی بیٹی ہوگی، اگر تم اس کو پسند نہیں کرتے تو دوسرے لوگ بھی تو اسے پسند نہیں کرتے، جب اتنا سمجھایا تو اس کے ذہن میں بات آ گئی، لیکن فقط سمجھانے سے بات سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ دل کے اندر جذبات کا طوفان ہوتا ہے، عقل سمجھ بھی لے تو کیا فائدہ جب تک جذبات قابو میں نہ آئیں، اس کے لیے اللہ کے نبیؐ نے پھر نسخہ آزمایا، نسخہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، اے اللہ اس نوجوان کے دل کو پاک فرما دیجئے، وہ صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میرے سینے پر ہاتھ رکھنے سے اور اس دعا کی برکت سے میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد مجھے جتنی نفرت زنا سے تھی اتنی نفرت مجھے دنیا میں کسی گناہ سے نہیں تھی، یہ کیا تھا؟ یہ فیض تھا جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس صحابی کے سینے میں منتقل ہوا، اللہ

والے جو سینے سے لگاتے ہیں یہ بھی ایک سینے سے دوسرے سینے میں منتقل ہونے کا ذریعہ ہے۔

ہر مکان میں دو عیب تو پھر ہم میں ۔۔۔۔۔۔

ایک بادشاہ نے بڑی چاہت سے اپنا محل بنوایا، تعمیری کام کے لیے اپنے خزانے کے دروازے کھول دیئے، جو چیز اس کو محسوس ہوئی کہ اچھی نہیں بنی اسے دوبارہ اچھا بنوایا، حتی کہ بادشاہ کی نظر میں وہ محل اتنا خوبصورت تھا کہ اس میں کوئی بھی خامی نہ بچی تھی بادشاہ نے اپنی رعایا میں اعلان کروادیا کہ جو کوئی اس محل میں نقص نکالے گا میں اس کو انعام دونگا، لوگ آتے، محل کو دیکھتے انہیں اس میں کوئی عیب نظر نہیں آتا، چنانچہ کئی دن اسی طرح گذر گئے، لوگ آکر دیکھتے رہے اور واپس جاتے رہے کسی کی ہمت نہ تھی کہ بادشاہ کے بنے ہوئے محل میں کوئی نقص نکالتا، ایک اللہ والے کا ادھر سے گذر ہوا، انہوں نے بادشاہ کی یہ بات سنی وہ بھی محل دیکھنے کے لیے آئے محل دیکھنے کے بعد بادشاہ کے سامنے پیش ہوئے، اور کہنے لگے بادشاہ سلامت! مجھے آپ کے محل میں دو عیب نظر آگئے، چنانچہ اس نے پوچھا، بتاؤ کون کونسے عیب ہیں؟ تو وہ اللہ والے کہنے لگے بادشاہ سلامت اس میں دو عیب ہیں، ایک یہ کہ یہ محل ہمیشہ نہیں رہے گا ایک نہ ایک دن ختم ہوجائیگا، اور دوسرا عیب یہ ہے کہ تو بھی اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا، ایک نہ ایک دن تجھے بھی محل چھوڑنا پڑیگا، جس طرح لوگوں کو یہ عیب نظر نہ آیا، بلکہ اللہ والے کو نظر آیا اسی طرح اندر کا عیب بھی خود نظر نہیں آتا، شیخ اور ولی کو نگاہِ معرفت سے عیب معلوم ہوجاتا ہے اور اس کی اصلاح کردیتے ہیں۔

شیخ کی صحبت میں تیل بتی ٹھیک کر کے جایئے

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے پاس ایک آدمی آیا، حضرتؒ نے اسے ایک دن اپنے پاس رکھا، توجہات دیں اور دوسرے دن اس کو اجازت وخلافت دے دی، جو لوگ سالہا سال سے رہ رہے تھے وہ کہنے لگے، حضرت! ہم تو آپ کی خدمت میں کئی کئی سالوں سے موجود ہیں

لیکن آپ کی مہربانی اس پر ہوگئی، حضرتؒ نے فرمایا: ہاں، وہ اپنے تیل اور بتی کو ٹھیک کر کے آیا تھا، میں نے تو فقط اس کے چراغ کو روشن کیا ہے، آج کل کے سالک تو ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ تیل بھی پیر ڈالے اور بتی بھی پیر لائے، ہمارا یہ احسان کافی ہے کہ ہم نے بیعت کر لی ہے۔

عبدالقدوس گنگوہیؒ کی گفتگو میں تاثیر

حضرت شاہ عبدالقادر گنگوہیؒ کے صاحبزادے تحصیل علم سے فارغ ہو کر گھر آئے تو ایک محفل میں حضرت نے فرمایا کہ بیٹا یہ سالکین کی جماعت تمہارے ساتھ بیٹھی ہے انہیں کچھ نصیحت کرو، صاحبزادے نے علوم و معارف سے بھرپور وعظ کیا مگر لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے، بالآخر حضرت نے فرمایا فقیرو! کل ہم نے دودھ رکھا تھا کہ سحری کریں گے مگر بلی آئی اور اسے پی گئی، بس یہ بات سنتے ہی سب لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگ گئے، محفل کے اختتام پر گھر پہنچے تو حضرت نے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹا تم نے اتنا اچھا بیان کیا مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی، میں نے عام بات کہی تو لوگوں پر گریہ طاری ہو گیا، صاحبزادے نے کہا ابا جان یہ تو آپ ہی سمجھا سکتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ جب دل سوز عشق سے بھرا ہو تو زبان سے نکلی ہوئی ہر بات میں تاثیر ہوتی ہے۔ ؎

عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دہشت و کوہسار

حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی نگاہ میں تاثیر

اللہ والوں کی نگاہ جس پر پڑ جاتی ہے اس چیز پر بھی اثر ہو جایا کرتا ہے، حضرت شیخ الحدیثؒ نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالقادرؒ نے ایک مرتبہ مسجد فتح پور دہلی میں چالیس دن کا اعتکاف کیا، جب باہر دروازہ پر آئے تو ایک کتے پر نظر پڑ گئی، ذرا غور سے اس کو دیکھا اس کتے میں ایسی جاذبیت آئی کہ دوسرے کتے اسکے پیچھے پیچھے چلتے وہ جہاں جا کر بیٹھا دوسرے کتے اس کے ساتھ جا کر بیٹھے حضرت اقدس تھانویؒ نے جب یہ

واقعہ سنا تو ہنس کر فرمایا کہ وہ ظالم کتا بھی کتوں کا پیر بن گیا، دیکھا ایک ولی کامل کی نظر ایک جانور پر پڑی تو اس کے اندر یہ کیفیت پیدا ہوگئی، اگر انسان پر نظر پڑے گی تو اس انسان کے اندر وہ کیفیت پیدا کیوں نہیں ہوگی۔

صحبت کے انمول موتی

امام زین العابدین نے اپنے بیٹے باقرؒ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، بیٹا! چار آدمیوں کے پاس نہ رہنا، راستہ چلتے ہوئے ان کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ چلنا، کہنے لگے کہ میں بڑا حیران ہوا کہ وہ اتنے خطرناک ہیں! پوچھا کہ وہ کونسے آدمی ہیں؟ فرمایا: ایک بخیل آدمی اس سے کبھی دوستی نہ کرنا، اس لیے کہ وہ تجھے ایسے وقت میں دھوکہ دے گا جب تجھے اس کی بہت ضرورت ہوگی، دوسرا جھوٹا آدمی، کہ وہ دور کو قریب ظاہر کریگا، اور قریب کو دور، اور تیسرا فاسق آدمی کیونکہ وہ تجھے ایک لقمہ کے بدلے یا ایک لقمہ سے بھی کم میں بیچ دے گا، کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، ابو! ایک لقمہ میں بیچنا تو سمجھ میں آتا ہے ایک لقمہ سے بھی کم میں بیچنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: کہ وہ تمہیں ایک لقمہ کی امید پر بیچ دیگا اور چوتھا قطع رحمی کرنے والا آدمی کیونکہ میں نے قرآن میں کئی جگہ اس پر لعنت دیکھی ہے یہ باپ کی صحبت کے انمول موتی تھے جو بیٹے کو مل رہے تھے، ایک وہ وقت تھا کہ باپ اپنے بیٹوں کو نصیحت کیا کرتے تھے۔

صحبت بد کا اثر جانکنی کے وقت بھی

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میرے پاس آیا جو کسی میرے تعلق والے کا قریبی عزیز تھا، وہ بیمار ہوگیا قریب تھا کہ اسے موت آجائے وہ تعلق والا بندہ میرے پاس آیا اور اس نے بڑی منت وسماجت کی کہ حضرت! آخری وقت ہے تشریف لائیں اور کچھ توجہات فرمائیں، اس کی آخرت اچھی بن جائے گی، فرماتے ہیں کہ میں وہاں گیا، میں نے بہت دیر تک توجہ دی مگر میں نے دیکھا کہ اس کے دل کی ظلمت پر کوئی فرق نہ

پڑا، میں بڑا حیران ہوا کہ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، پہلے تو جب بھی اللہ تعالیٰ کی مدد سے متوجہ ہوا، رب کی رحمت نے یاوری فرمائی اور سالکین کے دلوں کی ظلمتوں کو دور کر دیا، یہ عجیب معاملہ تھا کہ اتنی توجہ بھی کی مگر اس کے دل پر ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا، بے اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا تو دل میں القاء فرمایا گیا کہ آپ کی توجہ سے یہ ظلمت دور نہیں ہوگی اس لیے کہ اس آدمی کے کفار کے ساتھ محبت کے تعلقات ہیں، کافروں سے محبت رکھنے کی وجہ سے دل پر ایسی ظلمت آئی جو وقت کے مجدد کی توجہات سے بھی دور نہ ہو سکی۔

خواہش نفس کی کوئی حد نہیں

ایک بادشاہ کے یہاں بیٹا نہیں تھا، انہوں نے اپنے وزیر سے کہا، بھئی! کبھی اپنے بیٹے کو لے آنا، اگلے دن وزیر اپنے بیٹے کو لیکر آیا بادشاہ نے اسے دیکھا اور پیار کرنے لگا، بادشاہ نے کہا، اچھا، بچے کو آج کے بعد رونے مت دینا، اس نے کہا، بادشاہ سلامت! اس کی ہر بات کیسے پوری کی جائے، بادشاہ نے کہا اس میں کونسی بات ہے؟ میں سب کو کہہ دیتا ہوں کہ بچے کو جس جس چیز کی ضرورت ہو اسے پورا کر دیا جائے اور اسے رونے نہ دیا جائے، وزیر نے کہا ٹھیک ہے، جی! آپ اس بچے سے پوچھیں کہ کیا چاہتا ہے؟ چنانچہ اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ ایک ہاتھی لا کر بچے کو دکھاؤ، وہ ہاتھی لے کر آیا، بچہ تھوڑی دیر تو کھیلتا رہا، لیکن بعد میں پھر رونا شروع کر دیا، بادشاہ نے پوچھا اب کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا ایک سوئی چاہئے، بادشاہ نے کہا: یہ تو کوئی ایسی بات نہیں، چنانچہ ایک سوئی منگوائی گئی، اس نے سوئی کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا، تھوڑی دیر کے بعد اس بچے نے پھر رونا شروع کر دیا، بادشاہ نے کہا، ارے اب تو کیوں رو رہا ہے؟ وہ کہنے لگا، جی، اس ہاتھی کو سوئی کے سوراخ میں گذاریں۔۔۔۔ جس طرح بچے کی ہر خواہش پوری نہیں کی جا سکتی اسی طرح نفس کی بھی ہر خواہش پوری نہیں کی جا سکتی، لہذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا کوئی علاج ہونا چاہئے، اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی اصلاح ہو جائے، اور اصلاح کا بہترین و مجرب طریقہ صحبتِ شیخ ہے۔

نفس کشی کے بغیر اصلاح ممکن نہیں

ایک شیخ نے اپنے کسی نوکر سے کہا کہ فلاں آدمی کے پاس سے گذرو اور کوئی گندگی لیکر اس کے قریب سے گذرنا اور دیکھنا کہ اس کی حالت کیا ہوتی ہے، جب وہ آدمی قریب سے گذرا تو وہ صوفی صاحب ناک منھ چڑھا کر کہنے لگے تمہیں نظر نہیں آتا کہ میں بھی بیٹھا ہوا ہوں، شیخ کو پتہ چلا تو فرمایا کہ ابھی کام باقی ہے کچھ عرصہ کے بعد پھر وہ گندگی لیکر قریب سے گذرا اب یہ خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے اس نے آکر کیفیت بتائی، حضرت نے فرمایا: پہلے سے کچھ بہتری ہوگئی ہے، مگر اب یوں کرنا کہ جب اس کے قریب سے گذرو تو کچھ گندگی اس کے اوپر گرا دینا اور پھر دیکھنا کہ یہ کیا کہتا ہے، انہوں نے قریب سے گذرتے ہوئے گندگی اوپر گرادی صوفی صاحب نے ان کو غصے کی نظر سے دیکھا اور کہا تجھے نظر نہیں آتا کہ کوئی بیٹھا ہوا بھی ہے یا نہیں، اس نے جا بتادیا، حضرت نے فرمایا: ہاں، ابھی نفس کا اژدہا مرا نہیں، چنانچہ کچھ عرصہ اور محنت کروائی، پھر فرمایا آئندہ ساری گندگی اس کے اوپر ڈال کر دیکھنا چنانچہ اس نے قریب سے گذرتے ہوئے اس طرح گندگی گرائی کہ صوفی صاحب پر گری، وہ صوفی صاحب کھڑے ہوکر اس کے کپڑوں سے گندگی صاف کرنے لگے اور کہنے لگے کہ آپ کو کہیں چوٹ تو نہیں لگی، اس نے جا کر یہی بات بتادی، شیخ نے کہا، الحمدللہ اب نفس کا اژدہا مر گیا ہے ''میں'' مٹ چکی ہے اب اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر عاجزی اور انکساری پیدا فرمادی ہے، لہذا ان کو اجازت وخلافت عطا فرمادی ایسی محنت جس کو کروانے کے بعد شیخ کسی سے امتحان لے اور متحان میں وہ پورے اترے اس کو سنت اصلاح کہتے ہیں۔

ایک سالک کی اصلاح کا نرالہ انداز

حضرت اقدس تھانویؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک سالک صاحب! اپنے شیخ کے پاس ذکر سیکھنے کے لیے آئے، اللہ کی شان کہ وہ عورت جو صفائی کرنے کے لیے آیا کرتی تھی وہ اچھی

شکل کی تھی اور وہ سالک صاحب اسے دیکھا کرتے تھے، اس عورت نے شیخ کو بتادیا کہ جی یہ جو آپ کا نو وارد مہمان ہے اس کی نگاہیں بدلی بدلی ہیں، جب اس نے شیخ کو یہ بات کی تو اسے قدرتاً اسہال کی شکایت ہوگئی، اور اسے اس دن کئی مرتبہ بیت الخلاء میں جانا پڑا۔

اگلے دن اس کی بڑی بری حالت تھی، لیکن چونکہ اس کو کام پر جانا تھا، اس لیے وہ پھر آ گئی، جب اس کی نظر اس پر پڑی تو دیکھا کہ اس کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں، اور پہلے والی چمک نہیں تھی، لہٰذا اس نے دیکھتے ہی اپنا چہرہ دوسری طرف کرلیا، اور اس سے کہا کہ جلدی سے یہاں سے چلی جا، اس نے جا کر شیخ سے یہ بھی بتادیا، انہوں نے کہا، بہت اچھا اب تو چلی جا، چنانچہ وہ چلی گئی اب انہوں نے اس کو بلوایا جب وہ آیا تو شیخ اس سے فرمانے لگے کہ میں نے تجھے اس لیے بلوایا ہے کہ آپ اپنے محبوب کو جا کر دیکھ لیجئے، اس نے کہا، حضرت! کہاں ہے؟ فرمایا! بیت الخلاء میں جب وہ وہاں گیا تو دیکھا کہ وہاں نجاست ہی نجاست ہے، وہ کہنے لگا، حضرت! بدبو آرہی ہے، فرمانے لگے کل وہی خاتون تھی تو اسے تم للچائی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور آج بھی وہی خاتون ہے اور وہ لالچ نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا تجھے لالچ تھا وہ اس سے جدا ہوگئی ہے، اور وہ یہی نجاست ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ تجھے اسی چیز کے ساتھ عشق تھا، اس لیے ہم نے جانا کہ آپ کو اپنے محبوب کے ساتھ ملوادیا جائے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا مقام

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ سے کسی نے ایک مرتبہ کہہ دیا حضرت! حاجی صاحب کو اللہ نے اس لیے بڑی شان عطا فرمائی کہ آپ جیسے بڑے بڑے علماء ان سے بیعت تھے، حضرت تھانویؒ یہ سن کر سخت ناراض ہوئے، اور فرمایا، تمہاری عقل الٹی ہے اور تم نے الٹی بات کہہ دی ہے، ارے! حاجی صاحب کی شان ہماری وجہ سے نہیں بڑھی بلکہ حاجی صاحب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی شان بڑھادی ہے، ورنہ قاسم کو کون پوچھتا اور رشید احمد گنگوہیؒ کو کون پوچھتا، یہ حاجی صاحب کی نسبت تھی جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو شان عطا فرمادی۔

اَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنَّ الْقُلُوْب

ذکر الٰہی

ضربیں لگا کے کلمۂ طیبہ کی بار بار　　دل پہ لگا جو زنگ ہے اس کو ہٹایئے
مشغول اس ذات میں ہوں اس طرح　　اس کے سوا ہر ایک کو بس بھول جایئے

کثرت ذکر کے خوگر بنئے۔۔۔۔۔

ذکر اللہ کی اتنی اہمیت ہے کہ امام اعظمؒ نے جب امام ابو یوسفؒ کو جسٹس بنا کر بھیجا تو انہیں نصیحتیں فرمائیں علماء جانتے ہیں کہ ''وصایا امام اعظم'' کے نام سے کتاب بھی ملتی ہے، دیکھیں ایک آدمی کو چیف جسٹس کا عہدہ مل رہا ہے اور اس کا استاد اس کو نصیحتیں کر رہا ہے، ہدایت دیتے ہوئے چاہئے تو یہ تھا کہ وہ فرماتے کہ اصول فقہ کو سامنے رکھنا، قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس پر نظر رہے۔۔۔لیکن امام اعظمؒ نے امام ابو یوسفؒ کو فرمایا: اے یعقوب! تم لوگوں میں بیٹھ کر کثرت کے ساتھ ذکر کرنا تا کہ لوگ تم سے سیکھ کر ذکر کریں۔

ہم یاد کریں گے وہ ہمیں یاد کریں گے ☆ یوں ہی دل برباد کو آباد کریں گے
اجڑے ہوئے دل کو میرے آباد کریں گے ☆ بربادِ محبت کو نہ برباد کریں گے

اہل اللہ کے دلوں کی قدر و قیمت کیوں؟۔۔۔

ایک مرتبہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے دہلی کی جامع مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر کہا تھا، او مغل بادشاہو! تمہارے خزانے ہیرے اور موتیوں سے بھرے ہوئے ہیں، لیکن ولی اللہ کے سینے میں ایسا دل ہے کہ تمہارے سارے خزانے مل کر بھی اس دل کی قیمت نہیں بن سکتے، اس لیے کہ اس کے دل میں اللہ سمایا ہوا ہے، اس کے دل میں اللہ آیا ہوا ہے بلکہ اس کے دل میں اللہ چھایا ہوا ہے۔

دو آدمیوں کی قلبی کیفیت

شیخ شہاب الدین سہروردی نے لکھا ہے کہ میں حج پر گیا، میں نے وہاں دیکھا کہ ایک آدمی غلاف کعبہ کو پکڑ کر دعائیں مانگ رہا تھا، جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو اس کا دل اللہ سے غافل تھا، وہ اس لیے کہ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی حج پر آئے ہوئے

تھے، دعا مانگتے وقت اس کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو رہی تھی کہ کاش میرے دوست مجھے دیکھتے کہ میں کیسے رو رو کر دعائیں مانگ رہا ہوں، وہ آدمی یہ عمل اللہ کے لیے نہیں کر رہا تھا بلکہ دکھاوے کے طور پر کر رہا تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد منیٰ میں آیا اور میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان اپنا مال فروخت کر رہا تھا۔ فرماتے ہیں کہ جب میں اس کے دل کی طرف متوجہ ہوا تو میں اس کے دل کو ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں پایا، یہی مقصود زندگی ہے کہ ہم اپنے کاروبار میں ہوں یا جہاں کہیں بھی ہوں، ہمارا دل ہر وقت اللہ رب العزت کی یاد میں لگا ہوا ہو، یعنی دست بہ کار دل میں یار، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة۔ يخافون يوما تتقلب فيه القلوب والابصار}

ترجمہ: - وہ مرد کہ نہیں غافل ہوئے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔

مردہ دل کی پہچان

ایک شخص حضرت حسن بصریؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا، حضرت! پتہ نہیں ہمیں کیا ہو گیا ہے؟ ہمارے دل تو شاید سو گئے ہیں، حضرت نے پوچھا وہ کیسے؟ کہا، آپ وعظ فرماتے ہیں، قرآن وحدیث بیان کرتے ہیں مگر ہمارے دلوں پر اثر نہیں ہوتا، یوں لگتا ہے کہ ہمارے دل سو گئے، حضرتؒ نے فرمایا: بھائی! اگر یہ حال ہے تو پھر نہ کہو کہ دل سو گئے، بلکہ یوں کہو کہ دل مر گئے، اس نے کہا، حضرت دل مر کیسے گئے؟ فرمایا: بھئی! جو سویا ہوا ہو اسے جھنجھوڑا جائے تو وہ جاگ اٹھتا ہے اور جو جھنجھوڑنے سے بھی نہ جاگے وہ سویا ہوا نہیں، وہ تو مویا ہوتا ہے، قرآن وحدیث جس سے سنائی جائے، اور وہ اگر پھر بھی نہ جاگے، تو وہ سویا ہوا نہیں بلکہ مرا ہوا ہوتا ہے۔

دست بکار دل بیار

اگر کوئی صاحب یہ پوچھیں کہ اللہ والے اللہ تعالیٰ کی یاد سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہیں ہوتے اس کی وضاحت کریں تو اس کے جواب کے لیے ایک مثال عرض کر دیتا ہوں۔

فرض کریں کہ آپ کے بھائی کو گارڈ کی خالی آسامی کے لیے انٹرویو کے لیے بلایا جائے تو جیسے ہی پتہ چلے گا سب گھر والے بیٹھ کر مشورہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب آپ سے یہ پوچھیں تو یہ جواب دینا، جب یہ پوچھیں تو یہ کہنا، جب انٹرویو دینے کے لیے جا رہا ہوگا تو آپ اسے سمجھائیں گے کہ ذرا خیال رکھنا، وقت پہ پہونچنا، اب وہ تو انٹرویو دینے کے لیے چلا جائیگا، لیکن آپ اپنے دفتر بھی جا رہے ہونگے، اور اپنے بھائی کے لیے دعائیں بھی کر رہے ہونگے، کہ میرا بھائی ٹھیک ٹھیک جواب دے، یوں آپ کا دل گارڈ کے دفتر میں اٹکا ہوا ہوگا، آپ دفتر میں پہونچ جائیں گے مگر دل میں یہی خیال چھایا رہے گا، بالآخر آپ تو سوچیں گے کہ اب تو ٹائم ہو گیا ہے، میرا بھائی گھر پہونچ گیا ہوگا، پھر آپ فون کریں گے، آپ اپنی امی سے سب سے پہلے یہی پوچھیں گے کہ بھائی کا کیا بنا ہے؟ اگر آپ آٹھ گھنٹے اپنے بھائی کے سوچ میں گذار سکتے ہیں تو اللہ والوں کے دل بھی ہر وقت اللہ کی یاد میں رہ سکتے ہیں، وہ دنیا کے کام کاج بھی کرتے ہیں کھاتے پیتے بھی ہیں، سوتے جاگتے بھی ہیں، چلتے پھرتے بھی ہیں مگر ان کا دل اللہ کی یاد سے ایک لمحہ کے لیے غافل نہیں رہتا۔

ذکر میں نقل بھی کچھ کم نہیں۔۔۔۔۔۔

ابو محذورہؓ ایک صحابی ہیں، لڑکپن کی عمر ہے اسلام قبول نہیں کیا، کچھ اور بچوں کے ساتھ بیٹھے ہنسی مذاق کر رہے ہیں اور حضرت بلالؓ جس طرح اذان دیتے تھے، اس کی نقل اتار رہے ہیں، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دیکھ لیا،

سن لیا، فرمایا: ابومحذورہ! بات سنو، قریب آئے، گھبرا گئے، پسینہ پسینہ ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈر نہیں، جیسے اذان دے رہا تھا ویسے ہی اذان دے چنانچہ اس نے ویسے ہی اذان دینا شروع کر دی نقل اتارنا شروع کر دی، پڑھتے پڑھتے پڑھا "**اشھد ان محمدا رسول اللہ**" اذان دی، اذان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اب جاؤ، کہنے لگے اب ابومحذورہؓ کہاں جائیگا؟ جہاں آپ جائیں گے وہاں ابومحذورہ جائیگا، نقل اتار رہے تھے، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان سن لی تو اللہ تعالیٰ نے نقل کو اصل بنا دیا انہی محذورہ کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم شریف کی کنجی دے کر مؤذن بنا دیا، ۶۰ر سال تک حرم شریف میں اذان دیتے رہے، اللہ تعالیٰ ہماری نقل کو اصل بنا دے اور ہماری صورت کو حقیقت میں تبدیل کر دے۔ آمین

ہر قطرہ سے اللہ۔۔۔۔۔۔اللہ

حضرت شبلیؒ اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو چکے تھے، کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ان کو مجنون سمجھ کر کسی نے پتھر مارا، جس کی وجہ سے خون نکل آیا، ایک آدمی دیکھ رہا تھا، اس نے جب خون نکلتا دیکھا تو کہا کہ چلو میں پٹی باندھ دیتا ہوں، لہٰذا اس نے بچوں کو ڈرا دھمکا دیا اور ان کے قریب ہوا، وہ دیکھ کر حیران ہوا کہ جو قطرہ بھی خون کا نکلتا ہے وہ زمین پر گرتے ہی اللہ کا لفظ بن جاتا ہے وہ حیران ہوا کہ اس بندے کے رگ و ریشے میں اللہ تعالیٰ کی کتنی محبت سمائی ہوگی کہ خون کا جو قطرہ بھی گرتا ہے وہ اللہ کا لفظ بن جاتا ہے، اس کے بعد اس نے زخم پر پٹی باندھ دی، کثرت ذکر کا اثر کبھی رگ و ریشہ میں سما جاتا ہے اور انگ انگ ذاکر بن جاتا ہے۔

قلبی توجہ کے ساتھ ذکرِ خدا کی برکت

ہمارے علاقہ میں حضرت خواجہ غلام حسن سواگؒ نامی ایک معروف و مشہور بزرگ گذرے ہیں، ان کا ایک بڑا مشہور واقعہ ہے، اس واقعہ کے سینکڑوں چشم دید گواہ موجود

تھے، ایک جگہ ہندو اور مسلمان اکٹھے رہتے تھے، ایک امیر ہندو حضرت کی توجہ سے مسلمان ہو گیا۔ ہندوؤں نے خواجہ صاحبؒ کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا کہ خواجہ صاحب ہندوؤں پر جادو کر کے مسلمان بنا دیتے ہیں۔ جج بھی ہندو تھا، حضرت کو جو پولیس گرفتار کر کے لائی وہ سب ہندو تھے حضرت جب جج کے سامنے پیش ہوئے، پولیس اور تھانیدار نے حضرت کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا، جج نے حضرت سے پوچھا کہ تو نے اس ہندو کو کیوں مسلمان کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ نہیں میں نے تو مسلمان نہیں کیا یہ تو خود مسلمان ہوا ہے، جج نے اصرار کیا کہ نہیں تو نے مسلمان کیا ہے، آخر حضرت نے ہندو تھانیدار کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے فرمایا کیا اس کو بھی میں نے مسلمان کیا ہے، ساتھ ہی لفظ ''اللہ'' کے ساتھ قلبی توجہ دی تو وہ فوراً کلمہ پڑھنے لگا، اب دوسرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ بھی کلمہ پڑھنے لگا، پھر اسی طرح آپ جس ہندو کی طرف بھی اشارہ کرتے وہ مسلمان ہو جاتا یوں وہاں کھڑے کھڑے پانچ ہندوؤں نے کلمہ پڑھ لیا، یہ صورت حال دیکھ کر جج دوسرے کمرے میں چلا گیا کہ کہیں میری طرف بھی انگلی کا اشارہ نہ ہو جائے اور وہیں سے حکم سنایا کہ خواجہ صاحب کو باعزت بری کیا جاتا ہے، یہ اب یہاں سے چلے جائیں، سبحان اللہ، اللہ کے نام میں بڑی برکت ہے مگر افسوس کہ ہمیں یہ نام لینا نہیں آتا، سچی بات عرض کروں کہ یہ تو ایک (Blank) خالی چیک ہے جو اس پر لکھ سکتے ہو لکھ دو۔

کراٹے کلب میں۔۔اللہ۔۔۔۔اللہ۔۔۔

ملتان شہر میں کوئی کراٹے کا کھلاڑی تھا بلیک بیلٹ وہ بیعت ہوا وہ بھی کوئی عجیب ہی شئی تھی، کہنے لگا حضرت میں نے بہت محنت کی ہے ہم نے کہا وہ کیسے، کہنے لگا جی میں آپ کو دکھاتا ہوں وہ لیٹ گئے اور اس کے پیٹ کے اوپر ایک دومن کے بندے نے دس مرتبہ چھلانگیں لگائیں اور وہ آرام سے نیچے پڑا رہا پیٹ کے اوپر دومن کا بندہ دو فٹ اچھل کر چھلانگ لگا رہا ہے اور وہ آرام سے پڑا ہوا ہے، پھر کہنے لگا جی میں یہ بھی کر سکتا ہوں، اور یہ بھی

کرسکتا ہوں کچھ عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی پوچھا کہ بھئی کیا حال ہے کہنے لگا کہ حضرت میرا کلب پورے شہر کے اندر کراٹے میں سب سے بڑا ہے اور میں نے کالج کی لڑکیوں کو بھی کراٹے سیکھانے کے لیے ایک برانچ کھولی ہوئی تھی بیعت ہونے کے بعد گیا تو اس برانچ کو تو میں نے بالکل بند کردیا، یہ پہلی بات ہوئی، دوسری بات یہ کہ میں نے اپنے بچوں کو سمجھایا کہ بھئی ہم جو ایک دوسرے پر اٹیک کرتے ہیں اور زبان سے ایک بے معنی سا لفظ نکالتے ہیں تو اس کے بجائے ہم اللہ کا لفظ کیوں نہ نکالیں، انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے، چنانچہ میں نے کہا کہ تمہیں اب فائٹ کرنی ہے، اٹیک کرنا ہے تو اللہ کے لفظ سے اٹیک کرنا ہے، کہنے لگا کہ جب ہم نے اللہ اللہ سے اٹیک کرنا شروع کیا تو باہر سے گذرنے والے لوگ سمجھنے لگے کہ اندر محفل ذکر ہو رہی ہے، لوگ دروازے پر جمع ہو کر کہنے لگے کہ ہم بھی محفل ذکر میں آنا چاہتے ہیں ان کو پتہ چلا کہ جناب یہاں تو کراٹے سکھائے جاتے ہیں، بیوی تو بہت پریشان تھی کہ لڑکیوں کی کلاس بند ہوگئی، اب آمدنی کم ہو جائیگی، لیکن جب نیک لوگوں نے دیکھا کہ یہ نیک آدمی ہے ہمارے بچے بھی اس سے سیکھ سکتے ہیں تو انہوں نے اپنے بچے بھی بھیجنے شروع کردیئے، یوں لڑکیوں کی کلاس کی تلافی ہوگئی، چنانچہ ہمارے لڑکوں کی تعداد پہلے سے تین گنا ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے رزق میں بھی اضافہ کردیا اب دیکھئے کہ دل میں محبت الٰہی آئی تو پھر ایک دوسرے کے ساتھ کھیل کود میں بھی اللہ یاد آئے گا، یہ محبت چیز ہی ایسی ہے۔

حضرت یوسفؑ کی خریدار ایک بوڑھیا بھی۔۔۔۔۔

حضرت یوسفؑ کی خریداری کے لیے ایک بوڑھی عورت ''دھاگے کی اٹی'' لے کر چل پڑی تھی، کسی نے پوچھا کہ اماں تم کہاں جارہی ہو؟ کہنے لگی، یوسفؑ کو خریدنے جارہی ہوں، اس نے کہا، اماں! ان کو خریدنے کے لیے تو بڑے بڑے امیر آئے ہوئے ہیں وقت کے بڑے بڑے نواب آئے ہوئے ہیں، امراء آئے ہوئے ہیں، تو یوسفؑ کو کیسے خرید سکے گی، کہنے لگی، کہ میرا دل بھی جانتا ہے، کہ یوسفؑ کو میں خرید نہیں سکوں گی لیکن میرے دل میں ایک

بات ہے وہ کہنے لگا کونسی بات ہے؟ کہنے لگی کل قیامت کے دن جب اللہ رب العزت کہیں گے کہ میرے یوسفؑ کو خریدنے والے کہاں ہیں تو میں بھی یوسفؑ کے خریداروں میں شامل ہوسکوں گی، اسی طرح میرے دوستو! جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمارے سلف صالحین اپنی زندگی کی اتنی اتنی عبادتیں پیش کریں گے تو ہم زندگی کا تھوڑا قیمتی وقت ہی پیش کردیں کہ یا اللہ اور کچھ نہ کرسکے البتہ رات کی تنہائی میں چند گھڑی ذکر کرلیا کرتا تھا اور چند لمحے آپ کے ولی کی صحبت میں بیٹھ جاتا تھا۔

حضرت جرجانیؒ کا وقت کی حفاظت

ایک دفعہ خواجہ سری سقطیؒ نے حضرت جرجانیؒ کو ستو پھانکتے ہوئے دیکھا، انہوں نے پوچھا، اکیلے ستو پھانک رہے ہیں روٹی ہی پکالیتے، انہوں نے کہا کہ میں نے روٹی چبانے اور ستو پھانکنے کا حساب لگایا ہے روٹی چبانے مین اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ آدمی ستر مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے، اس لیے میں نے گذشتہ چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی ہے اور فقط ستو پھانک کر گزارہ کرتا ہوں گویا سلف صالحین اپنی ضروریات کے وقت کو بھی کم کرکے عبادات میں لگایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی حسرت

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اپنی جوانی میں زن جمیل پر فریفتہ تھے۔ ایک رات اس نے کہا کہ میرے گھر کے باہر انتظار کرنا میں ملاقات کے لیے آؤں گی۔ آپ سردی کی لمبی رات میں جاگتے رہے ٹھٹھرتے رہے اور انتظار کرتے رہے۔ وہ عورت وعدہ کے مطابق ملنے نہ آئی۔ جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ کے دل پر چوٹ پڑی۔ آپ نے سوچا کہ میں ایک حسینہ کی خاطر ساری رات جاگتا رہا اور مجھے حسرت وافسوس کے سوا کچھ نہ ملا کاش کہ میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں ساری رات جاگتا مجھے رحمت میں سے ضرور حصہ نصیب ہوتا پس آپ نے سچی

توبہ کی علم حاصل کر کے ذکر صحبت کیساتھ اور تصفیہ قلب کے مراحل سے گزرے اور بالآخر امیر المؤمنین فی الحدیث بنے۔

تاثیر ذکر پر بوعلی سینا کا اشکال

خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے، ایک مرتبہ وہ اسم اعظم کے فضائل سنا رہے تھے، اس وقت کا مشہور فلسفی اور حکیم بوعلی سینا بھی وہاں پہونچ گیا، آپ فرما رہے تھے کہ اسم ذات سے انسان کی صحت میں برکت، انسان کے عمل میں برکت، انسان کے رزق میں برکت اور انسان کی عزت میں برکت ہوتی ہے، عقلی بندے تو عقلی ہی ہوتے ہیں، لہٰذا اس بیچارے کی عقل بھی پھنس رہی۔ چنانچہ محفل کے اختتام پر اس نے حضرت سے پوچھا کہ جی اس ایک لفظ کا ذکر کرنے سے اتنی تبدیلیاں آجاتی ہیں، آپ نے فرمایا: اے خر! تو چہ دانی! یعنی اے گدھے ''تجھے کیا پتہ'' اب جب مشہور آدمی کو بھرے مجمع کے سامنے گدھا کہا گیا تو اس کے پسینے چھوٹ گئے حضرت بھی نباض تھے، لہذا انہوں نے اس کے چہرے پر پسینہ اترتے ہوئے دیکھا تو پوچھا، حکیم صاحب! پسینہ آرہا ہے وہ کہنے لگا حضرت! کیا کروں، آپ نے بھرے مجمع میں لفظ ہی ایسا کہہ دیا ہے، حضرت نے فرمایا: حکیم صاحب! میں نے بھرے مجمع میں ایک لفظ گدھا کہا اور اس کی وجہ سے تمہارے تن بدن میں تبدیلیاں آگئی، کیا اللہ کے لفظ میں اتنی تاثیر نہیں کہ وہ بندے کے دل میں تبدیلی پیدا کردے۔

ذکر ناجائز محبت کو کھرچ دیتا ہے۔۔۔

ایک صاحب شہزادی کی محبت میں گرفتار ہوئے، خود بھی حسین وجمیل تھے اور بادشاہ کے محل میں کام کرتے تھے کسی نہ کسی ذریعے سے اس نے شہزادی تک اپنا پیغام پہنچا دیا، شہزادی نے بھی اس حسن وجمال کے تذکرے سن رکھے تھے، وہ بھی دل دے بیٹھی دونوں کسی واسطے سے ایک دوسرے کو پیغام بھیجتے تھے، مگر محل میں ملاقات کی کوئی صورت نظر ہی نہ آتی

تھی، بالآخر شہزادی کو ایک تجویز سوجھی، اس نے اپنے عاشق نامراد کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ سلامت کو نیک لوگوں سے بڑی عقیدت ہے، اگر آپ نوکری چھوڑ کر شہر سے باہر ایک ڈیرہ لگائیں اور کچھ عرصہ نیکی وعبادت میں مشغول رہیں حتی کہ آپ کی شہرت ہوجائے تو پھر میں آپ سے ملنے آجایا کروں گی، کوئی کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہوگی، عاشق نامراد نے محل کی نوکری کو خیر باد کہا اور شہر کے باہر ایک جگہ ڈیرہ لگایا، وضع قطع سنت کے مطابق اختیار کرلی، دن رات ذکر وفکر میں مشغول ہوگیا، کچھ عرصے کے بعد لوگوں میں اس کی نیکی کا خوب چرچا ہوا، شہزادی تو موقع کی تلاش میں تھی، اس نے بادشاہ سے اجازت لی اور دعائیں لینے کے بہانے اس عاشق نامراد سے ملنے آئی، ڈیرے پر پہنچ کر اس نے سب لوگوں کو باہر کھڑا کردیا اور خود اکیلی اندر آگئی، عاشق نامراد نے اسے دیکھا تو کہا بی بی باہر چلی جاؤ، آپ بغیر اجازت کیسے یہاں آگئی؟ شہزادی نے یاد دلایا کہ میں وہی ہوں جس کے حسن وجمال پر آپ فریفتہ تھے، تنہائیوں میں بیٹھ کر آہیں بھرتے تھے، ملاقات کی خاطر تڑپتے تھے، آج میں آپ سے ملنے آئی ہوں، تنہائی ہے، موقع غنیمت سمجھو، اس نے منہ پھیر کر کہا: بی بی! وہ وقت چلا گیا، میں نے تمہاری ملاقات کے لیے نیکی کی روش کو اختیار کیا تھا، مگر اب میرا دل شہنشاہ حقیقی کی محبت میں لبریز ہوچکا ہے، اب تمہاری طرف دیکھنا بھی مجھے گوارا نہیں۔

اللہ اللہ..... کی ضرب سے دل کی دنیا بدل گئی

حضرت جنید بغدادیؒ کے زمانہ میں ایک بڑا متکبر آدمی تھا، اس کے پاس بہت زیادہ مال ودولت بھی تھی اور خوبصورت باندیاں بھی تھیں اسے اپنے شباب! اور شراب کے کاموں سے فرصت ہی نہیں ملا کرتی تھی۔ کسی نے اس کے سامنے حضرت جنید بغدادیؒ کی نیکی کا تذکرہ کردیا، وہ کہنے لگا، اچھا میں اس کی آزمائش کرتا ہوں، چنانچہ اس نے اپنی باندیوں میں سے جو سب سے زیادہ خوبصورت اور رشک قمر باندی تھی، اسے بلایا اور کہا کہ بن سنور کر ان کے پاس جانا اور ان سے ایک مسئلہ پوچھتے ہوئے ایک دم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دینا، میں

دیکھتا ہوں کہ وہ تمہاری خوبصورتی کو دیکھ کر بھی گناہ سے بچتا ہے یا نہیں؟

باندی بن ٹھن کر جنید بغدادیؒ کے پاس پہونچی وہ ان کے سامنے بیٹھ کر مسئلہ پوچھنے لگی، مسئلہ پوچھتے پوچھتے اس نے ایک دم اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا، اور خوبصورت چہرے اور سراپا کے ساتھ ان کے سامنے آئی اور مسکرادی، جنید بغدادیؒ کی نظر اچانک اس پر پڑ گئی اور آپ کی زبان سے فوراً ''اللہ'' کا لفظ نکلا یہ اللہ کا لفظ ایسی تاثیر رکھتا تھا کہ اس باندی کے دل کے اندر پیوست ہو گیا، اب اس نے شرم کی وجہ سے سر پر دوبارہ نقاب لے لیا، جب واپس گئی تو اس کے دل کی دنیا بدل چکی تھی، وہ مالک سے جا کر کہنے لگی، اب آپ کے ساتھ میرا گذارہ نہیں ہوسکتا، میں نے اللہ کا لفظ سنا ہے اس لفظ کی وجہ سے میرے دل میں اللہ کی محبت ایسی آئی ہے کہ اب میں اسی کی عبادت میں زندگی گزار دوں گی، چنانچہ وہ دن کو روزہ رکھتی اور رات کو عبادت کرتی اور وہ متکبر آدمی اپنے دوستوں میں بیٹھ کر کہتا تھا کہ میں نے جنید بغدادیؒ کا کیا بگاڑا تھا کہ اس نے میری خوبصورت باندی کو کچھ کر دیا ہے کہ اب وہ میرے کام کی نہیں رہی۔

ضرب الٰہی کی تاب ہتھکڑی نہ لاسکی

دربند ایک شہر کا نام ہے، ایک تاتاری شہزادہ اپنے گروپ کو لیکر پہونچا اور مسلمانوں نے وہ شہر خالی کر دیا، وہ مسکرا کر کہنے لگا کہ ہماری بہادری دیکھ کہ مسلمان ہمارا نام سنتے ہیں اور شہر خالی کر دیتے ہیں اور خالی کر کے بھاگ جاتے ہیں پولیس نے اسے اطلاع دی کہ جناب! شہر میں ابھی تک دو بندے موجود ہیں، ایک سفید ریش بوڑھے آدمی ہیں اور ایک ان کا خادم لگتا ہے اور وہ دونوں مسجد میں بیٹھے ہیں، اس نے چونک کر کہا، وہ ابھی نہیں نکلے؟ بتایا گیا کہ ابھی نہیں نکلے، کہنے لگا کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر میرے سامنے پیش کرو، پولیس گئی اور انہیں ہتھکڑیاں ڈالکر لے آئی اور انہیں شہزادے کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا، ان کا نام شیخ احمد دربندیؒ تھا اور یہ سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ تھے۔۔۔شہزادے نے کہا، تمہیں پتہ نہیں تھا کہ

میں اس شہر میں آرہا ہوں، فرمایا پتہ تھا، کہنے لگا پھر شہر سے نکلے کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم کیوں نکلتے، ہم تو اللہ کے گھر میں بیٹھے تھے۔ وہ طیش میں آکر کہنے لگا، اب تمہیں میری سزا سے کون بچائے گا؟ جب اس نے یہ کہا تو حضرت دربندیؒ نے جوش میں آکر کہا، اللہ، جیسے انہوں نے اللہ کا لفظ کہا، ان کے ہاتھ سے ہتھکڑیاں ٹوٹ کر نیچے گر پڑیں، جب شہزادے نے یہ منظر دیکھا تو وہ سہم گیا اور کہنے لگا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے، چنانچہ وہ کہنے لگا، اچھا میں آپ کو اس شہر میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں۔

ذکر سے شیطان ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے فضائل ذکر میں لکھا ہے کہ ایک آدمی شیطان کو دیکھا وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا اور اس کا برا حال تھا، اس نے پوچھا، یہ کیا ہوا؟ کہنے لگا! کیا بتاؤں کہ کچھ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے میرے جگر کے کباب بنا دیئے ہیں، اور انہوں نے مجھے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا ہے اس نے کہا: وہ کون لوگ ہیں؟ کہنے لگا کہ وہ جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، وہ آدمی فوراً شونیزیہ کی مسجد میں گیا، جب وہ مسجد میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کچھ متقی، پرہیزگار اور باخدا انسان بیٹھے اللہ کو یاد کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھی یہ بات القا کر دی چنانچہ جیسے ہی وہ مسجد میں داخل ہوا تو انہوں نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس مردود کی باتوں پر اعتماد نہ کرنا۔

ذکر الٰہی سے فیضان باری کا ورود

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنے زمانہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں شیخ الہندؒ کے پاس جلالین پڑھا کرتا تھا، ایک رات تکرار کرنے بیٹھا (تکرار طلبہ کے لیے ضروری ہے "**لکل شئی باب و باب العلم التکرار**") فرماتے ہیں ایک اشکال ایسا وارد ہوا وہ رفع ہی نہیں ہوتا تھا، بڑی کوشش کی حتیٰ کہ حاشیہ بھی دیکھا پھر بھی سمجھ میں نہ آیا، اوروں

سے بھی پوچھا پھر بھی سمجھ میں نہ آیا اب چونکہ میں تکرار کرایا کرتا تھا اس لیے طلبہ نے کہا کہ میاں کل کا درس شروع ہونے سے پہلے اسے تم حضرت (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھ لینا، تاکہ پچھلا سبق کلیر ہوجائے (بات صاف ہوجائے) پھر اگلے سبق میں دشواری نہ ہو، میں نے ذمہ داری قبول کرلی، کہنے لگے صبح فجر کا وقت ہوا میں اپنی کتاب لیکر مسجد میں آگیا فجر کی نماز پڑھی اور سلام پھیر کر میں جلدی اٹھا مگر حضرت شیخ الہندؒ اٹھکر اپنے کمرے میں چلے گئے، جہاں وہ فجر کے بعد سے لیکر اشراق تک تخلیہ میں وقت گذارتے تھے، جب میں دروازے پر پہونچا تو کنڈی بند پائی، مجھے بڑی کوفت ہوئی میں نے اپنے نفس کو بہت ہی برا بھلا کہا کہ تو نے سستی کی کہ حضرت اندر چلے گئے اب وہ اشراق پڑھ کر باہر نکلیں گے اور بعد سبق پوچھنے کا وقت ہی باقی نہ رہے گا میں سوچا کہ اب نفس کو سزا دینی چاہئے وہ سخت ٹھنڈی کا موسم تھا میں نے کہا یہیں باہر کھڑے ہوکر انتظار کروتا کہ جب حضرت باہر نکلیں تو پھر فوراً پوچھ لیا جائے اور سبق سے پہلے پوچھنے کا کام مکمل ہوجائے، فرماتے ہیں کہ میں باہر کھڑا ہوگیا، اور حالت میری یہ تھی کہ میں ٹھنڈی سے ٹھٹھر رہا تھا، میں نے سنا کہ اندر سے "لا الہ الا اللہ" کے ضرب لگانے کی آواز آرہی تھی حضرت ذکر کررہے تھے اور مزہ مجھے آرہا تھا ایسا ذکر تھا، یہاں تک کے ذکر کی لذت میں مجھے پھر سردی، کا احساس بھی نہ رہا لیکن جب حضرت نے دروازہ کھولا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس موسم میں حضرت نے اس شدومد کے ساتھ ذکر کیا تھا کہ جب دروازہ کھولا تو پیشانی پر پسینے کے قطرے قطرے نظر آرہے تھے کہنے لگے کہ حضرت نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اشرف علی تم یہاں کیسے؟ عرض کیا کہ حضرت ایک اشکال وارد ہوا ہے اس کا جواب آپ سے پوچھنا ہے حضرت نے فرمایا کہ کونسی جگہ؟ تو میں نے کتاب کھولی حضرت نے وہیں کھڑے کھڑے تقریر فرمانی شروع کردی، جب حضرت نے تقریر شروع کی تو میں حیران رہ گیا کہ نہ الفاظ مانوس تھے اور نہ معانی سمجھ میں آرہے تھے، ایسا کلام فرمارہے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہ آیا، بات ختم کرنے پر فرمایا: اشرف علی کچھ سمجھ میں آیا ----

اب میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت تھوڑا نزول فرمایئے تا کہ ہمیں بھی بات سمجھ میں آئے میں نے کہا حضرت بات سمجھ میں نہیں آئی، جب حضرت نے یہ سنا تو وہیں دوبارہ کھڑے کھڑے تقریر شروع کردی، کہنے لگے کہ اب کی بار جو تقریر کی اس کے الفاظ تو کچھ مانوس سے لگے لیکن معنی اب بھی پلے نہیں پڑ رہے تھے، دوسری مرتبہ حضرت نے پھر پوچھا کہ سمجھے میں نے پھر عرض کیا کہ حضرت میں تو نہیں سمجھ سکا تو فرمانے لگے کہ اچھا اشرف علی! میری اس وقت کی باتیں تمہاری سمجھ سے بالاتر ہیں کسی اور وقت میں مجھ سے پوچھ لینا، یہ کہکر حضرت چلے گئے فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ اتنا ذکر کا اہتمام کرتے تھے اور اس کی وجہ سے اس وقت معارف کا اتنا نزول ہوتا تھا کہ ایک لفظ کو کئی رنگ سے باندھتے تھے جو طلبہ کی استعداد سے بھی بالاتر ہوا کرتا تھا۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

معرفت و معیت

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر معرفت وتجلی کا نور

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر گئے، تو وہاں پر چالیس دن ٹھہرے اور انہیں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا اس وقت اللہ رب العزت نے ستر ہزار پردوں میں سے تجلی ڈالی، اس کے باوجود کوہ طور جل کر سرمہ کی مانند بن گیا اور حضرت موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے ان کو نہ آگ لگی اور نہ ہی موت آئی، کیونکہ استعداد میں فرق تھا، آپ کے قلب کے اندر اللہ رب العزت کی محبت کی اور تجلیات کو قبول کرنے کی استعداد تھی، اور اس پہاڑ کے اندر استعداد نہیں تھی، اس لیے وہ جل گیا، اور حضرت موسیٰؑ پر فقط غشی کی سی کیفیت ہوئی تفسیر درمنثور میں لکھا ہے: **"لما کلم موسیٰ ربہ عزوجل مکث اربعین یوما لا یراہ احد الا مات من نور اللہ"** (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا تو چالیس دن تک ٹھہرے رہے (اس کے بعد) کوئی بھی ان کے (کے چہرے) کو نہیں دیکھ سکتا اگر کوئی دیکھتا تو دیکھتے ہی اس آدمی کو موت آجاتی تھی۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے چہرے کو چھپائے رکھتے تھے، حتیٰ کہ ان کی بیوی بھی ان کا چہرہ دیکھنے کو ترستی تھی اور وہ نہیں دیکھنے دیتے تھے، اس لیے کہ ان کی آنکھوں میں وہ حسن اور نور آگیا تھا کہ اس تجلی کو دیکھنے کے بعد دیکھنے والا ان کے حسن کی تاب نہ لا کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا تھا، سبحان اللہ! جس نے پروردگار کے حسن وجمال کو ستر ہزار پردوں میں دیکھا اس کے چہرے کا حسن اتنا بڑھ گیا کہ مخلوق اس کا بھی دیدار کرنے کی استعداد نہیں رکھتی تھی۔

عظمت الٰہی پر ملی معرفت باری

ذوالنون مصریؒ مصر کے بڑے بزرگ گذرے ہیں، ان کو جو ولایت ملی اس کا واقعہ بڑا عجیب ہے، دوستوں کے ساتھ جا رہے تھے ایک جگہ بیٹھے، کسی دوست نے وہاں موجود ایک پتھر ہٹایا، جیسے ہی ہٹایا تو محسوس کیا کہ اس کے نیچے کوئی چیز ہے، جب سب جگہ کھودی تو خزانہ ملا، سونا، چاندی، جواہر، بڑی قیمتی چیزیں تھیں، اس کے اندر بڑا خوبصورت اللہ کا نام بھی لکھا ہوا تھا، اب انہوں نے کہا کہ جی تقسیم کیسے کریں، تو انہوں نے کہا کہ میاں سونا چاندی تم سب تقسیم

کرلو او ریہ جو اللہ تعالیٰ کا خوبصورت نام ہے، یہ مجھے دیدو، چنانچہ انہوں نے اللہ کے خوبصورت نام کوخود پسند کرلیا، ان کوخواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی، اوراس بزرگ نے کہا کہ چونکہ تم نے مال اور چاندی کوقربان کردیا اوراللہ کے نام کو پسند کرلیا، لہٰذا اللہ نے تمہیں اپنی ذات کے لیے پسند کرلیا، اٹھے توان کے دل میں اللہ کی محبت اتنی بھر چکی تھی کہ ان کواللہ کی معرفت نصیب ہوگئی، اللہ کا نام پسند کرنے پر اللہ کی معرفت مل گئی۔

مقدر سے ملی جس کومحبت کی فراوانی اس کے ہاتھ سے ہوتی ہے روشن شمع ایمانی

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ اور معیت الٰہی

حضرت مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجل خلیفہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ اور ہم کچھ دوسرے خلفاء اکٹھے بیٹھے تھے، اس دوران میں خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے انہیں مذاق کی کچھ باتیں سنانا شروع کردیں، یعنی خوش طبعی کی ایسی باتیں سنانا شروع کردیں کہ لوگوں نے ہنسنا شروع کردیا، سچی باتیں بھی خوش طبعی والی ہوسکتی ہیں۔

بعض اوقات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی صحابۂ کرامؓ سے خوش طبعی کی باتیں فرمالیتے تھے، اور صحابۂ کرامؓ بھی ایک دوسرے سے خوش طبعی فرمالیتے تھے، ضروری نہیں ہوتا کہ جھوٹا لطیفہ سنا کر ہی خوش کرنا ہوتا ہے، اللہ والوں کے پاس ایسے لطائف علمیہ ہوتے ہیں کہ بات بھی سچی کرتے ہیں اور دوسرے ہنس بھی رہے ہوتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں کچھ دیر ایسی باتیں سنائیں کہ ہم ہنس ہنس کرلوٹ پوٹ ہوگئے۔ ہم نے ان سے کہا کہ اب تو پیٹ میں بل پڑنے لگے، اب آپ یہ باتیں نہ سنائیں، اس بات کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس تمام ہنسی کے دوران ایک لمحہ بھی اللہ سے غافل نہیں ہوا، فرماتے ہیں کہ ایک ایسا عجیب سا سوال تھا کہ ہم حیران رہ گئے۔ پھر فرمانے لگے کہ میں تمہیں اتنی دیر ہنساتا رہا۔ مگر اس دوران میں ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ سے غافل نہیں ہوا، جس انسان کو معیتِ الٰہی کی کیفیت حاصل ہوچکی ہوتی ہے، وہ ایسی باتیں سن کر ہنس بھی رہا ہوتا ہے، مگر اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے۔

امام غزالیؒ کے والدہ کی معرفت

امام محمد غزالیؒ اور احمد غزالیؒ دو بھائی تھے، یہ اپنے لڑکپن کے زمانہ میں یتیم ہو گئے تھے، دونوں کی تربیت ان کی والدہ نے کی ان کے بارے میں ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ماں ان کی اتنی اچھی تربیت کرنے والی تھیں، کہ وہ ان کو نیکی پر لائیں حتی کہ عالم بن گئے مگر دونوں بھائیوں کی طبیعتوں میں فرق تھا، امام غزالیؒ اپنے وقت کے بڑے واعظ اور خطیب تھے اور مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، ان کے بھائی عالم بھی تھے، اور نیک بھی تھے، لیکن وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے بجائے اپنی الگ نماز پڑھ لیا کرتے تھے، تو ایک مرتبہ امام غزالیؒ نے اپنی والدہ سے کہا امی! لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تو اتنا بڑا خطیب اور واعظ بھی ہے اور مسجد کا امام بھی ہے، مگر تیرا بھائی تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا، امی! آپ بھائی سے کہئے کہ وہ میرے پیچھے نماز پڑھا کرے، ماں نے بلا کر نصیحت کی چنانچہ اگلی نماز کا وقت آیا امام غزالیؒ نماز پڑھانے لگے اور ان کے بھائی نے پیچھے نیت باندھ لی، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جب ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت شروع ہوئی تو ان کے بھائی نے نماز توڑ دی، اور جماعت سے باہر نکل آئے۔

اب جب امام غزالیؒ نے نماز مکمل کی، ان کو بڑی سبکی محسوس ہوئی وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے، لہٰذا مغموم دل کے ساتھ گھر واپس لوٹے، ماں نے پوچھا: بیٹا بڑے پریشان نظر آرہے ہو، کہنے لگے امی بھائی نہ جاتا تو زیادہ بہتر ہوتا، یہ گیا اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد دوسری رکعت میں واپس آگیا اور اس نے آکر الگ نماز پڑھی تو ماں نے اس کو بلایا اور کہا: بیٹا تم نے ایسا کیوں کیا؟ چھوٹا بھائی کہنے لگا: امی میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے لگا، پہلی رکعت تو انہوں نے ٹھیک پڑھائی، مگر دوسری رکعت میں اللہ کی طرف دھیان کے بجائے ان کا دھیان کسی اور جگہ تھا، اس لیے میں نے ان کے پیچھے نماز چھوڑ دی اور آکر الگ پڑھ لی، ماں نے پوچھا امام غزالیؒ سے کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگے کہ امی بالکل ٹھیک بات ہے، میں نماز سے پہلے فقہ کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا، اور نفاس کے کچھ مسائل تھے جن پر غور وخوض کر رہا تھا، جب نماز شروع ہوئی پہلی رکعت میری توجہ الی اللہ میں گذری، لیکن دوسری رکعت میں وہی نفاس کے مسائل میرے ذہن میں آنے لگ گئے، ان میں

تھوڑی دیر کے لیے ذہن ملتفت ہوگیا، اس لیے مجھ سے یہ غلطی ہوئی، تو ماں نے اس وقت ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا ''افسوس کہ تم دونوں میں کوئی بھی میرے کام کا نہ بنا'' اس جواب کو جب سنا دونوں بھائی پریشان ہوئے، امام غزالیؒ نے تو معافی مانگ لی امی مجھ سے غلطی ہوئی مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، مگر دوسرا بھائی پوچھنے لگا کہ مجھے تو امی کشف ہوا تھا، اس کشف کی وجہ سے میں نے نماز توڑی تو میں آپ کے کام کا کیوں نہ بنا؟ تو ماں نے جواب دیا کہ ''تم میں سے ایک تو نفاس کے مسائل کھڑا سوچ رہا تھا'' اور دوسرا اس کے پیچھے کھڑا اس کے دل کو دیکھ رہا تھا، تم دونوں میں سے اللہ کی طرف تو ایک بھی متوجہ نہ تھا، لہٰذا تم دونوں میرے کام کے نہ بنے۔

تکبیر تحریمہ سے پہلے بیت اللہ کی زیارت

خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ ایک مرتبہ اکوڑہ خٹک کے مدرسہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں علماء کا پندرہ روزہ تربیتی کیمپ لگا ہوا تھا، ایک عالم نے ان سے سوال کیا کہ حضرت! میں نے یہ نوٹ کیا ہے کہ آپ جب بھی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، اقامت ہوجاتی ہے مگر آپ جلدی نیت نہیں باندھتے، تھوڑا سا ٹھہر کر نیت باندھتے ہیں، اس میں کیا حکمت ہے؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سنکر مسکرائے اور فرمایا کہ آپ لوگ تو علماء ہیں آپ کی توجہ الی اللہ کی کیفیت ہر وقت بنی رہتی ہے۔ مگر میں تو فقیر آدمی ہوں۔ نماز پڑھانے کے لیے مصلیٰ پر کھڑا ہوتا ہوں تو جب تک مجھے سامنے بیت اللہ نظر نہیں آتا، میں اس وقت تک نماز کی نیت نہیں باندھا کرتا، جن کو نسبت ومعیت الٰہی کا نور نصیب ہوجاتا ہے، تو پھر وہ ایسی نمازیں پڑھا کرتے ہیں۔

خواجہ بہاء الدین اور معیت الٰہی کا غلبہ

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے پاس حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ گئے، بیعت ہوئے اور انہوں نے تیسرے دن انہیں خلافت دیدی، جب ان کو تیسرے دن خلافت ملی تو وہاں کے جو مقامی لوگ تھے وہ کہنے لگے، حضرت! یہ دور سے آیا ہے اور تین دنوں میں اس کو یہ نعمت مل گئی، مگر ہم لوگ بھی مدتوں سے آپ کی خدمت میں پڑے ہیں، ہم پر بھی نظر کرم

فرمادیں، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے فرمایا: اچھا آپ کو سمجھائیں گے۔

دوسرے دن انہوں نے بہت ساری مرغیاں منگوائی اور ان تمام لوگوں کو دیں جنہوں نے اعتراض کیا تھا، اور ایک بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کو بھی دی، اور سب سے فرمایا کہ اس مرغی کو ایسی جگہ پر ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو، چنانچہ کوئی درخت کے اوٹ میں ذبح کر کے لایا اور کوئی دیوار کے پیچھے ذبح کر کے لایا سب نے ذبح کر کے لادیں اور حضرت کو دکھائیں، مگر بہاء الدین زکریاؒ ملتانی تھوڑی دیر کے بعد آئے اور رونا شروع کر دیا، حضرت نے پوچھا، بھئی! تم کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگے: ''حضرت! آپ نے فرمایا تھا کہ کسی ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو، مگر میں جہاں بھی گیا، وہاں میرا پروردگار مجھے دیکھ رہا تھا، جس کی وجہ سے میں ذبح نہ کر سکا اور یوں آپ کے حکم پر عمل نہیں ہو سکا''۔

حضرت شاہ حسین احمدؒ کی استغراقی کیفیت

شاہ حسین احمدؒ پر اللہ تعالیٰ نے فنائیت کا ایسا پرتو ڈال دیا تھا کہ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے، ان کے ایک داماد کا نام اللہ بندہ تھا، دو سال تک وہ ان کے پاس رہا، جب سامنے سے گذرتا تو حضرت شاہ حسین احمدؒ پوچھتے، ارے میاں! تم کون؟ کہتا، حضرت! میں آپ کا داماد اللہ بندہ ہوں، فرماتے، ارے میاں! سبھی تو اللہ کے بندے ہیں دو سال تک داماد کا نام یاد نہ ہوا، ذکر کی فنائیت ایسی تھی کہ دل میں ایک اللہ تعالیٰ کا نام بس چکا تھا، ایسی نابغۂ روزگار شخصیت نے دارالعلوم دیوبند کی پہلی اینٹ رکھی۔

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم ☆ الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

معرفت کے بعد احساسِ دل

ہمارے ایک دوست نے واقعہ سنایا کہ ایک آدمی انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آیا، اس کے کئی رشتہ دار تھے، مگر سب اِدھر اُدھر بکھر گئے، اس کا ماموں بھی آیا تھا، وہ بھی پریشانی کے عالم

میں کہیں گم ہوگیا، ایک دوسرے کو نہ مل سکے، اس آدمی نے محنت کی اللہ نے اس کو خوب مال پیسے والا بنادیا، کئی سال گزر چکے تھے اس نے سوچا کہ میں اپنی کوٹھی بنالوں، اپنی کوٹھی بنانے لگ گیا، اسی دوران ایک بوڑھا آدمی اس کے پاس آیا کہنے لگا بیٹا میں قسمت کا مارا ہوں کوئی میرے رشتہ دار عزیز نہیں ہیں تیرے یہاں چوکیداری کروں گا، تو مجھے کچھ کھانے کے لیے دیدینا غریب پروری بھی ہوگی، اسنے سوچا چلو ٹھیک ہے دن رات یہیں پڑا رہے گا، میرا فائدہ ہے، اس نے کہا بوڑھے میاں آپ ادھر بیٹھ جایا کرو، میں آپ کو اتنے پیسے دوں گا، وہ بوڑھا آدمی کام کرنے لگ گیا، اب وہ بوڑھا آدمی کبھی صحت، کبھی بیماری، کبھی تھکاوٹ،، کبھی کچھ، کبھی کچھ، جب اسے کام میں دیر ہوجائے تو نوجوان اس پر برسنے لگ جائے، کوسنے لگ جائے کہ ایسا ہے تو ویسا ہے، وہ بوڑھا بیچارہ رو پڑے، یہ آدمی پھر کسی غلطی پر ڈانٹتے، تو وہ بوڑھا آدمی پھر رو پڑے، ایک دن اس نوجوان نے اتنی گالیاں دیں کہ وہ بوڑھا آدمی کہنے لگا کہ بیٹا رزق دینے والا تو اللہ ہے تیرا دل خوش نہیں تو میں کہیں اور چلا جاتا ہوں، قسمت نے مجھے ایسا بنادیا، ورنہ پیچھے سے تو میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ آیا تھا، معلوم نہیں وہ کہاں چلے گئے، جب اس نے یہ بات کی تو اس نوجوان نے پوچھا، بابا آپ کے کوئی رشتہ دار تھے؟ بوڑھے نے کہانی سنادی، اس کہانی کو سننے کے بعد اس آدمی کو پتہ چلا کہ یہ میرے وہی گم شدہ ماموں ہیں، جن کی یاد میں امی تڑپتی رہی، اب پاؤں پکڑ لیئے اور کہنے لگا کہ معاف کردینا ماموں مجھے معاف کردینا، معاف کردینا، مجھ سے غلطی ہوئی، مجھ سے کوتاہی ہوئی، یہ ساری کوٹھی آپ کی ہے، جہاں چاہیں تشریف لے جائیں، اس نے کہا: ناں ناں بیٹا! مجھے اپنی اوقات کا پتہ چل گیا، نوجوان کو ایک دوسرے سے واقفیت نہیں تھی، برتاؤ کچھ اور تھا جب اس کا احساس ہوگیا، اب برتاؤ کچھ اور ہے، اب قدموں میں پڑ رہا ہے جیسے پہلے ٹھوکریں لگا رہا تھا، اب اسکے قدموں میں پڑ رہا ہے، یہی انسان کا حال ہے کہ جب تک اسے اللہ رب العزت کی معرفت نصیب نہیں ہوتی، جانور کی سی زندگی گذارتا ہے اور جب کسی اللہ والے کا ہاتھ لگ جاتا ہے اور دل ڈھل جاتا ہے، پھر احساس ہوتا ہے، پھر آنکھ کھلتی ہے کہ اب تک کیسی زندگی بسر کرتا رہا۔

آنکھ اور دل کے نور میں فرق

آنکھ کا نور اور چیز ہے، دل کا نور اور چیز ہے، حکیم انصاری دہلی کے بڑے مشہور حکیم تھے، اللہ نے کیا فہم وفراست عطا فرمائی تھی، اندھے تھے، لیکن حکمت کا کام کیا کرتے تھے، ہاتھ دیکھتے تھے، اور مریض کے مرض کو پہچان لیا کرتے تھے، بڑے مشہور حکیم تھے، اگر دوسرے حکیموں سے مرض قابو میں نہ آتا تو مریض ان کے پاس جایا کرتے تھے، ہمارے سلسلے کے ایک بزرگ خواجہ محمد عبدالمالک صدیقیؒ فرماتے ہیں مجھے شوق ہوا کہ میں بھی ذرا ان حکیم صاحب کو دیکھوں، چنانچہ میں ان کی دُکان پر گیا، ان سے کوئی بات نہیں کی تاکہ میرے آنے کا ان کو پتہ نہ چلے اور وہاں بیٹھ کر میں نے ان کے دل پر توجہ ڈالنی شروع کردی، کچھ دیر گذری تو میں نے کہا اچھا دل کے بجائے روح پر توجہ ڈالتا ہوں، جب میں نے اس پر توجہ ڈالنا چاہی تو وہ فوراً بول اٹھے، ناں ناں حضرت آپ میرے دل پر ہی توجہ کرتے رہیں اگر یہی بن گیا تو سب کچھ بن گیا، فرماتے ہیں حیران ہوگیا، اس شخص کو نابینا کون کہے، جسے بتایا بھی نہیں گیا، مگر اس کا دل ایسا صاف ہے کہ وہ آنیوالے انوارات کو محسوس کررہا ہے۔ اللہ اکبر!

دل بینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

معیت الٰہی ۔۔۔۔

ایک بزرگ نے کسی کو خلافت دینے سے پہلے کہا کہ جاؤ یہ مرغی کسی ایسی جگہ ذبح کر کے لاؤ جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو، کئی اور مریدوں سے بھی کہا، سب لوگ مرغیاں ذبح کرنے چلے گئے، کسی نے درخت کی اوٹ میں ذبح کی، کسی نے دیوار کی اوٹ میں ذبح کی، سب ذبح کر کے لے آئے، لیکن جن کو خلافت دینا تھی وہ جب واپس آئے تو رو رہے تھے، حضرت نے پوچھا، روتے کیوں ہو؟ آپ کے ہاتھ میں تو مرغی ویسے ہی ہے؟ کہنے لگے، حضرت! آپ نے حکم دیا تھا مگر میں اس پر عمل نہیں کرسکا، پوچھا: کیوں عمل نہیں کیا؟ کہنے لگے، حضرت! آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ اس کو ایسی جگہ ذبح کرو جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو، لیکن میں جہاں بھی گیا میرا رب مجھے دیکھتا تھا، اس لئے میں اس کو کیسے ذبح کرسکتا تھا، فرمایا الحمدللہ، اسی معیت کی کیفیت کا تو امتحان لینا تھا، اس کے بعد ان کو نسبت عطا فرمادی۔

عقیدت و محبت
اور ادب

شیخ سے جس قدر مناسبت اسی قدر فائدہ

سیدنا عمر بن خطابؓ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بارش ہو رہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاں قدم مبارک ہیں وہاں ابوبکر صدیق کا سر ہے بارش کا جو پانی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر آرہا ہے، وہ سارے کا سارا ابوبکر صدیقؓ پر آرہا ہے، حضرت عمر بن خطابؓ نے بھی اپنے آپ کو قریب کھڑے دیکھا، عمر ابن خطاب کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ سے چھنٹیں اڑ کر میرے اوپر پڑ رہے ہیں اور میں بھی بھیگا چلا جا رہا ہوں، صبح اٹھے اور نبی اکرمؐ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے رات خواب میں یہ چیزیں دیکھی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر! یہ علوم نبوت تھے جو بارش کی طرح میرے اوپر برس رہے تھے صدیق کو چونکہ میرے ساتھ کمال مناسبت نصیب ہے اس لیے وہ مجھ سے سب سے زیادہ کمالات پا رہا ہے، اور اس کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے تم بھی ان علوم کو حاصل کر رہے ہو کمالات نبوت سب سے زیادہ سیدنا صدیق اکبر نے حاصل کئے، اور علوم ولایت کو حضرت علیؓ نے سب سے زیادہ حاصل کیا یہ کمالات نبوت نسبت اتحادی کی تیسری دلیل ہے۔

مٹا دو ہاں مٹا دو اپنی ہستی تم محبت میں یہی کہتے ہیں بسطامی غزالی اور جیلانی

شیخ طریقت کی عزت باعث معرفت

امام احمد بن حنبلؒ کے پاس ایک بزرگ آتے تھے ان کا نام تھا ابو ہاشم، امام احمد بن حنبلؒ ان کو ابو ہاشم صوفی کہا کرتے تھے، یہ صوفی کا لفظ امام احمد بن حنبلؒ فقیہ کی زبان سے نکلا ہے، جب وہ آتے تو امام احمد بن حنبلؒ کئی دفعہ اپنا درس بھی موقوف کر کے کھڑے ہو جاتے اور ان کو پاس بٹھاتے، اب طلبہ کے دل میں اشکال ہوتا کہ امام صاحب اتنے بڑے عالم، جبال العلم اور یہ تو ایک ذاکر شاغل بزرگ ہیں ان کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور درس بھی کئی دفعہ چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کی باتیں سنتے ہیں، تو ایک شاگرد نے پوچھ لیا، کہ حضرت ہمیں سمجھ میں

نہیں آتا کہ آپ ان کا اتنا اکرام کیوں کرتے ہیں؟ امام احمد بن حنبلؒ نے عجیب عالمانہ جواب دیا۔ فرمایا: دیکھو! میں عالم بکتاب اللہ ہوں اور ابو ہاشم عالم باللہ ہیں، اور عالم باللہ کو عالم بکتاب اللہ پر فضیلت حاصل ہے امام صاحب ان کی صحبت اختیار فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر ابو ہاشم کوفی نہ ہوتے ریاء کی باریک باتوں سے میں کبھی واقف نہ ہوسکتا۔

مجذوب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

شیخ کے پاس عقیدت اور بلند ارادے سے جایئے

تین آدمی ایک ہی راستہ پر جارہے تھے ان کا آپس میں تعارف ہوا، پھر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ کہاں جارہے ہیں ان میں سے ایک نے کہا کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس جارہا ہوں، سنا ہے کہ وہ بڑا ولی ہے اس لیے میں اسے آزمانے جارہا ہوں کہ وہ ولی بھی ہے یا نہیں؟ دوسرے سے پوچھا کہ بھئی! آپ کس لیے جارہے ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ میں بہت زیادہ مصیبتوں میں پھنسا ہوا ہوں، اس لیے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے دعا کروانے جارہا ہوں، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے میری مصیبتیں دور فرمادیں، تیسرے نے پوچھنے پر جواب دیا کہ میں نے سنا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بڑے کامل ولی ہیں، اس لیے میں ان کو ولی سمجھ کر ان کے جوتوں میں کچھ دن گزارنے جارہا ہوں۔ وہ تینوں آدمی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں پہونچے اور سلام کرکے بیٹھ گئے، ان میں سے جو آدمی کہتا تھا کہ میں تو آزمانے جارہا ہوں، حضرت نے اس سے حال احوال پوچھے اور اسے واپس بھیج دیا، کہتے ہیں کہ وہ بندہ اپنی زندگی میں مرتد ہوا اور بالآخر کفر پر اس کی موت آئی، کیونکہ اس کے دل میں اولیاء اللہ کا استخفاف تھا اور ان کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں کرتا پھرتا تھا، ان میں سے جس نے کہا تھا کہ مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوں اور دعا کروانے جارہا ہوں، حضرت نے اس کے لیے دعا فرمادی اور اس کو واپس بھیج دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مصیبتیں دور کردیں اور تیسرا بندہ جس نے کہا تھا کہ میں ان کے قدموں میں کچھ وقت گزارنے جارہا ہوں، وہ ان کے پاس رہا۔

شیخ سے جیسا گمان اُدھر سے ویسا ہی فیضان.....

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ ہم تین پیر بھائی تھے، ہم تینوں کا اپنے شیخ خواجہ باقی باللہؒ کے بارے میں علیحدہ علیحدہ گمان تھا، فرماتے ہیں کہ خواجہ باقی اللہؒ خاموش طبع تھے، لہٰذا کم بات کرنے کی وجہ سے ہمارے ایک پیر بھائی سمجھتے تھے کہ میرے شیخ کامل تو ہیں مگر صاحب ارشاد نہیں ہے، دعوت وارشاد میں اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو قطب ارشاد بنا دیتے ہیں، اور ان کے بیان، کلمات سے اللہ تعالیٰ ہزاروں انسانوں کے دلوں کی دنیا کو بدل کر رکھ دیتے ہیں۔

ان میں سے دوسرے کا گمان یہ تھا کہ خود تو کامل ہیں مگر وہ دوسروں کو کامل نہیں بنا پاتے کیونکہ کم بولتے تھے کسی نے ایک دفعہ ان سے کہا، حضرت! آپ بات کیا کریں تا کہ لوگوں کو فائدہ ہو، حضرت نے عجیب بات کہی، فرمایا جس نے ہماری خاموشی سے کچھ نہیں پایا وہ ہماری باتوں سے بھی کچھ نہیں پائیگا۔

کہہ رہا ہے شور دریا سے سمندر کا سکوت جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی خاموش ہے

اللہ تعالیٰ اپنے بعض اولیاء کی ایسی حالت بنا دیا کرتے ہیں کہ وہ **"من عرف ربه طال لسانه"** کا مصداق بن جاتے ہیں، اور ایک حدیث پاک میں آیا ہے **"من عرف ربه قل لسانه"** کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت ملتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی دیدار میں ایسے مست ہو جاتے ہیں کہ ان کی مخلوق کے ساتھ کلام کرنے کی کیفیت کم ہوتی ہے، اور پروردگار عالم کی طرف ان کے رجحان کی نسبت زیادہ رہتی ہے اور وہ اللہ تعالی کے دیدار میں ہی مست رہتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ تیسرا میں تھا اور میرا اپنے شیخ کے بارے میں گمان یہ تھا کہ میرے شیخ اتنے کامل ہیں کہ اس سے پہلے اگر اس امت میں کسی کو کوئی کامل شیخ ملا ہے تو وہ سیدنا صدیق اکبرؓ کو نبی علیہ السلام ملے ہیں اور صدیق اکبر کے بعد اگر کسی کو کوئی کامل شیخ ملا ہے تو پھر مجھے میرے شیخ ملے ہیں، فرماتے ہیں کہ میرے ساتھی تو پتہ نہیں کہ کدھر گئے مگر میرے اس گمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مجدد الف ثانی بنا دیا یعنی مجھے دوسرے ہزار سال کا مجدد بنا دیا۔

عقیدت ومحبت سے فائدہ ہی فائدہ

حضرت اقدس تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی طالب صادق تھا کسی شیخ سے بیعت تھا، اس شیخ کی نظر اس کے مال پر تھی اس آدمی نے ایک خواب دیکھا اور آکر پیر صاحب کو بیان کیا، کہنے لگا، حضرت! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے اور میرے ہاتھ پر گندگی لگی ہوئی ہے، بس پیر صاحب نے سنا تو فوراً کہہ اٹھے کہ یہ بالکل سچا خواب ہے کیونکہ ہم دیندار لوگ ہیں، ہمارے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے۔ اور تم دنیادار ہو اور تمہارے ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی ہے وہ کہنے لگا، حضرت! ابھی پورا خواب تو سنیں، پورا خواب کیا ہے؟ کہنے لگا کہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے منہ میں دیا ہوا ہے، اور میں نے اپنا ہاتھ آپ کے منہ میں دیا ہوا ہے، مرید کو عقیدت کی وجہ سے شیخ سے پھر بھی فائدہ ہو رہا تھا مگر شیخ کی نظر چونکہ مرید کی جیب پر تھی اس لیے اس کو اس سے نقصان ہو رہا تھا۔

حضرت عبدالقدوسؒ کے پوتے کی عقیدت وطلب

خواجہ عبدالقدوسؒ گنگوہی کے کئی خلفاء تھے، ان کا ایک پوتا جوان ہوا تو اس وقت دادی اماں حیات تھیں، انہوں نے کہا: بیٹا! ایک نعمت تیرے دادے کے پاس تھی اگر تو چاہتا ہے کہ وہ نعمت تجھے ملے تو ان کے صحبت یافتہ خلفاء کی خدمت میں جا، طلب صادق لے کر جا، تجھے وہ نعمت ملے گی، وہ نوجوان آمادہ ہو گیا، چنانچہ دادی اماں نے اسے ایک خلیفہ کی خدمت میں روانہ کر دیا، جب خلیفہ صاحب کو پتہ چلا کہ میرے شیخ کے پوتے آرہے ہیں تو وہ جماعت لیکر شہر سے باہر استقبال کے لیے آئے، بڑی دھوم دھام کے ساتھ استقبال کیا، تین دن مہمان نوازی فرمائی، اس کے بعد پوچھا کہ جی! کیسے تشریف لائے عرض کیا آپ کے پاس ایک نعمت ہے، اس کے حصول کے لیے حاضر ہوا ہوں، فرمایا: پھر تو تقاضے کچھ اور ہیں، پیر بنکر تو وہ نعمت نہیں ملے گی، وہ تو مرید بن کر ملے گی، چنانچہ وہ گدیاں بھی گئیں، وہ بستر بھی گئے، فرمایا: چٹائی پر رہنا پڑے گا اور یہ یہ کام کرنے پڑیں گے، عرض کیا بہت اچھا، حضرتؒ نے ان کے ذمہ کئی قسم کے کام لگا دیئے، ان کو مجاہدے اور

ریاضت کی لائن پر لگادیا، وہ نوجوان لگا رہا، ایک ایسا وقت آیا کہ جب شیخ نے دیکھا کہ کچھ بہتر ہو رہا ہے، تو سوچا کہ چلو آزماتے ہیں کہ طلب کتنی پکی ہے، کچھ لوگ شکار کے لیے جانے لگے تو شیخ نے خود بھی پروگرام بنالیا کہ ہم بھی شکار کے لیے جائیں گے، اس دور میں شکار کو کتوں کے ذریعہ سے پکڑا جاتا تھا، سدھائے ہوئے کتوں کا شکار شریعت نے حلال گردانا ہے۔

حضرت نے پلے ہوئے بڑے بڑے کتے ساتھ لے لئے، اور نوجوان سے فرمایا کہ آپ کو ان کتوں کو پکڑنا اور سنبھالنا ہے، اس نے کہا بہت اچھا، یہ بیچارہ مجاہدے کی وجہ سے سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا، جب کہ آزمائش کے لیے کتے پکڑنے کی ڈیوٹی لگادی گئی، بسا اوقات شیخ آزماتے ہیں، تکلیف دیکر بھی آزماتے ہیں، شیخ کو پتہ چل جاتا ہے کہ حقیقت کیا ہے؟ لیکن مرید کو پتہ نہیں چلتا، چنانچہ نوجوان نے رسی کو اپنے کمر سے باندھ لیا اور اپنے ہاتھوں سے مضبوطی سے اسے پکڑ بھی لیا جب شکار سامنے آیا اور کتوں نے شکار کو دیکھا تو وہ بھاگے چونکہ پلے ہوئے کتے تھے، اور یہ اکیلے اور کمزور تھے اس لیے رسی کو اپنی ہمت سے پکڑا تو سہی مگر ساتھ کھینچتے چلے گئے، کتے تیز بھاگے اور یہ کھینچتے کھینچتے گر گئے، اب ساتھ گھسٹتے چلے جا رہے ہیں جسم زخموں سے چور چور ہو رہا ہے، مگر رسی کو نہ چھوڑا کیونکہ شیخ نے وہ رسی پکڑائی تھی، اب جان تو جا سکتی ہے، مگر ہاتھوں سے نہیں چھوٹ سکتی، یہ ہے سچی طلب، جب ان کو جسم پر زخم لگے تو شیخ بھی ساتھ تھے، شیخ کو اس وقت کشف میں حضرت خواجہ عبدالقدوسؒ کی زیارت ہوئی اور خواجہ صاحب نے فرمایا: کہ خلیفہ صاحب ہم نے تو آپ سے اتنی محنت نہیں کروائی تھی، چنانچہ اسی وقت شیخ نے اس نوجوان کو سینے سے لگایا اور وہ نعمت ان کے سینے میں القاء فرمادی۔

میں نے تو شیخ کو آزمالیا ہے

ایک آدمی نے کسی بزرگ کو بتایا کہ میرے شیخ بڑے کامل بزرگ ہیں، انہوں نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا کہ میں نے ان کو آزمالیا ہے، وہ واقعی اللہ والے ہیں، انہوں نے پوچھا کہ تم نے کیسے آزمالیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ ایک دفعہ میری بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی، میں نے

اپنے سسرال والوں کی بڑی منت سماجت کی، لیکن وہ اپنی بیٹی کو میرے ساتھ بھیجنے سے انکار ہی کرتے رہے، بالآخر میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا معاملہ عرض کر دیا، انہوں نے مجھے ایک ایسا عمل بتایا کہ میں نے جیسے ہی وہ عمل کیا اور بیوی کو لینے گیا، تو انہوں نے بغیر کسی قیل وحجت کے اسے میرے ساتھ کر دیا، یہ بات سنکر وہ بزرگ افسوس کرنے لگے اور کہنے لگے کہ تو نے اپنے شیخ کی قدر ہی نہیں کی، وہ کہنے لگا، حضرت! میرے دل میں اپنے شیخ کی قدر ہے، اسی لیے تو میں کہہ رہا ہوں کہ وہ بڑے کامل بزرگ ہیں، حضرت نے فرمایا: ''تمہیں تو اپنے شیخ سے اللہ کے قرب کا سوال کرنا چاہئے تھا، لیکن افسوس کہ تم نے تو بیوی کا قرب مانگا''۔

بزرگوں سے محبت باعثِ مغفرت

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک آدمی فوت ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی اس نے پوچھا، اے پروردگار عالم آپ نے مجھے کس عمل کی وجہ سے بخشا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرے بندے! تیرا ایک عمل تیرے نامۂ اعمال میں ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے میں نے بخش دیا ہے، اس نے کہا، اے اللہ! میرے تو سارے اعمال ہی خراب ہیں، میں غافل اور بدکار تھا آپ کو میرا کونسا عمل پسند آیا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، تیرے نامۂ اعمال میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک ولی بایزید بسطامیؒ راستے میں جا رہا تھا، تمہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ کون ہے؟ تم نے کسی سے پوچھا، اس نے کہا کہ یہ بایزید بسطامیؒ ہیں تم نے پہلے سن رکھا تھا کہ وہ اللہ کے دوستوں میں شمار ہوتے ہیں، لہٰذا تم نے محبت سے میرے ولی پر نظر ڈالی تھی، میں نے اسی ایک نظر کے ڈالنے کی برکت سے تمہارے گناہوں کی بخشش فرمادی۔ سبحان اللہ

اہل اللہ کو محبت سے دیکھنے پر مغفرت

حضرت بایزید بسطامیؒ کے دور میں ایک آدمی فوت ہوا، کسی کو خواب میں نظر آیا، اس نے پوچھا سنایئے کیا معاملہ بنا؟ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بخشش کر دی، اس نے پوچھا نیکیاں قبول ہوگئی؟ کہنے لگا، نہیں، ایک چھوٹا سا عمل قبول ہو گیا، اس نے کہا کہ بتاؤ تو سہی وہ کونسا عمل

ہے، کہنے لگا، ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ جا رہے تھے، میں ان کو پہچانتا جانتا نہیں تھا، کسی نے مجھے کہا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کا ایک ولی جا رہا ہے، میں نے ان کو اللہ تعالیٰ کا ولی سمجھ کر دیکھا تھا، رب کریم نے فرمایا کہ تم نے میرے ایک پیارے کو میرا پیارا سمجھ کر دیکھا تھا، اس نگاہ کے بدلے ہم نے تم پر جہنم کی آگ حرام کر دی۔

لفظ اللہ کے ادب پر زبیدہ کی مغفرت

زبیدہ خاتون نے نہر زبیدہ بنوا کر بغداد سے عربستان تک پانی پہونچایا، وہ خاتون کم سنی میں اپنی ہم جولیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی، اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی، جھولا جھولنے کے دوران اس کا دوپٹہ سر سے سرک گیا، دوپٹہ ابھی اترا ہی تھا کہ اذان کی آواز آئی، اس نیک خاتون نے فی الفور جھولا روکا اور اپنا سر دوپٹے سے ڈھانپا، اس کے بعد زندگی گزار کر وفات پا گئی۔ ایک رشتہ دار نے خواب میں دیکھا اور پوچھا، زبیدہ! کیا بنا تیرا؟ کہنے لگی اللہ رب العزت نے میرے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمایا، پھر اس شخص نے خواب میں ہی کہا، آپ نے طویل نہر بنوائی تھی وہی کام آ گئی ہوگی، تو زبیدہ نے کہا! نہر تو بنوائی تھی، لیکن وہ میرے مغفرت کا سبب نہ بن سکی، پھر اس سائل نے پوچھا، پھر آپ کی مغفرت کیسے ہوئی؟ اس نے بتایا کہ ایک دن میں جھولا جھول رہی تھی اس وقت میرے سر پر دوپٹہ نہیں تھا اذان ہونے لگی لفظ اللہ سنتے ہی دوپٹہ میں نے رکھ لیا، تو وہ دوپٹہ جو میں نے اللہ کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے سر پر رکھا، میرے اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی قبولیت ہوئی کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: تو نے میرے نام کی ایسی تعظیم کی، جا آج ہم بھی تمہیں جنت میں داخل کرتے ہیں، نہر اور دوسرے اعمال کا تو پوچھا ہی نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر ہوتی ہے۔

حضرت نظام الدینؒ اور امیر خسروؒ کی بے مثال محبت

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ پیر تھے اور امیر خسروؒ ان کے مرید تھے، ان دونوں میں اتنی محبت تھی کہ خواجہ نظام الدین اولیاء یوں فرماتے تھے کہ شرع شریف کی اجازت ہوتی تو میں یہ وصیت کر جاتا کہ مجھے اور امیر خسروؒ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے۔

دوسری طرف امیر خسرو کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں ایک سائل آیا، اس نے سوال کیا اس وقت حضرت کے پاس کچھ نہ تھا، لہذا حضرتؒ نے اپنے جوتے اسے دیدیئے اور یہی جوتے ہی لے جاؤ، جی ہاں جو سخی ہوتے ہیں وہ اپنے در سے کسی کو خالی نہیں جانے دیا کرتے، وہ شخص حضرتؒ کے جوتے لے کر راستہ سے جا رہا تھا امیر خسروؒ اسی راستہ سے خواجہ نظام الدین اولیاء کے پاس آرہے تھے وہ جوتے اس سائل کے پاس دیکھ کر پہچان گئے کہ آج اس سائل کو حضرت کے دربار سے یہ نیاز ملی ہے، چنانچہ کہنے لگے، بھائی! کیا تم میرے ساتھ یہ سودا کرنے کے لیے تیار ہو کہ یہ جوتے مجھے دیدو اور میں کچھ پیسے تجھے دیدیتا ہوں۔ وہ سمجھ گیا چنانچہ کہنے لگا کہ نہیں، بلکہ میں اس کے بدلے آپ سے اتنی زیادہ قیمت لوں گا، امیر خسروؒ نے اس کی من مرضی کی قیمت اس کو دیدی اور اپنے شیخ کے جوتے لیکر سر پر رکھے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے، امیر خسروؒ اپنے شیخ کی محبت میں کہتے ہیں کہ: ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(کہ میں تو ہو جاؤں اور تو میں ہو جائے اور میں تن بن جاؤں اور تو روح بن جائے تا کہ بعد میں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تو اور ہے اور میں اور ہوں)

خانقاہ کی مٹی ملنے پر محمود کی مغفرت

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، وہ جنت کا سیر کر رہا تھا، اس نے کہا بھئی! آپ تو دنیا کے بادشاہ تھے، اور آخرت میں بادشاہوں کا بڑا برا حال ہوتا ہے، ان کا تو لمبا چوڑا حساب وکتاب ہوتا ہے اور آپ کو میں جنت میں دیکھ رہا ہوں، اس نے جواب میں کہا ہاں میرا ایک چھوٹا سا عمل تھا، لیکن پروردگار عالم کو وہی ایک عمل پسند آ گیا، جس کی وجہ سے میری مغفرت کر دی گئی، اس نے پوچھا وہ کونسا عمل ہے؟ کہنے لگا کہ میں ایک دفعہ ابوالحسن خرقانیؒ کی خانقاہ پر گیا تھا، وہاں لوگ جھاڑو دے رہے تھے، جس کی وجہ سے مٹی اڑ رہی تھی میں نے اس مٹی میں سے گذرتے ہوئے اس مٹی کو اس نیت سے چہرے پر مل لیا تھا

کہ اللہ والوں کے کپڑے اور بستروں کی مٹی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ تو نے میرے راستے میں نکلنے والے درویشوں کی مٹی کی قدر کی اسی لیے اس کی برکت سے تیرے چہرے کو جہنم کی آگ سے بری فرمادیتے ہیں۔ سبحان اللہ!

جادوگروں کے ادب پر ہدایت کے فیصلے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں ستر ہزار جادوگر تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان لانے کی توفیق عطا کردی، چند لمحے پہلے کافر تھے، اور چند لمحے بعد سجدے میں گر گئے، اور مؤمن بن گئے، کیا وجہ تھی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے اندر ادب تھا، ایک تو وقت کے نبیؑ کے ساتھ مشابہت تھی، اور دوسری وجہ کتابوں میں لکھا ہے کہ مقابلے سے پہلے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا کہ کیا کریں؟ ان میں ایک اندھا جادوگر تھا اس نے کہا کہ بھئی دیکھو دو صورتیں ہیں، یا تو ہمارا مدمقابل واقعی سچا ہے اور اللہ کا نبی ہے، یا پھر ہماری طرح جادوگر ہے، لہذا میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم اس کا ادب کرو، اگر ادب کریں گے، اور وہ جادوگر ہوا اور ہم غالب آگئے تو ہمیں نقصان کوئی نہیں، اور اگر وہ ہم پر غالب آگیا تو ہم نے چونکہ اس کا ادب کیا ہوگا اس لیے اس کا ادب ہمارے لیے فائدہ اور نفع کا سبب بن جائیگا، انہوں نے پوچھا کہ ہم اس کا کیا ادب کریں؟ مشورہ دیا اس اندھے نے، اس کے باطن میں روشنی دیدی ہوگی اللہ تعالیٰ نے، اس نے کہا کہ ادب یہ ہے کہ تم مقابلے کرنے سے پہلے پوچھ لینا کہ جناب آپ پہلے ڈالنا چاہتے ہیں اپنی کسی چیز کو یا ہم ڈال کر دکھائیں یہ جو ہم پوچھیں گے ہمارا یہ پوچھنا اذن اور ادب بن جائیگا، اور اس ادب کی وجہ سے ہمارے لیے نفع ملے گا، اور واقعی جب انہوں نے "القوما انتم ملقون" کہا تو واقعی اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمادی کہ اللہ تعالیٰ نے اس ادب کی وجہ سے ایمان کی دولت نصیب فرمادی۔

سید کے ادب پر جنید بغدادیؒ کو مقام ولایت

حضرت جنید بغدادیؒ اپنے وقت کے شاہی پہلوان تھے، بادشاہ وقت نے اعلان کروا رکھا تھا کہ جو شخص ہمارے پہلوان کو گرائیگا اس کو بہت زیادہ انعام دیا جائیگا، سادات کے گھرانے

کا ایک آدمی بہت کمزور اور غریب تھا، نان شبینہ کو ترستا تھا، اس نے سنا کہ وقت کے بادشاہ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ جو ہمارے پہلوان کو گرائیگا ہم اسے اتنا زیادہ انعام دیں گے، اس نے سوچا کہ جنید کو رستم زماں کہا جاتا ہے، میں اسے گرا تو نہیں سکتا، مگر میرے گھر میں غربت بہت زیادہ ہے مجھے پریشانی بھی بہت ہے اور سادات میں سے ہوں، اس لیے کسی کے آگے جا کر اپنا حال بھی نہیں کھول سکتا، چلو میں مقابلہ کی کوشش تو کرتا ہوں، چنانچہ اس نے جنید سے کشتی لڑنے کا اعلان کر دیا، وقت کا بادشاہ بہت حیران ہوا کہ اتنے بڑے پہلوان کے مقابلے میں ایک کمزور سا آدمی بادشاہ نے اس شخص سے کہا کہ تو شکست کھا جائیگا، اس نے کہا کہ نہیں میں کامیاب ہو جاؤں گا، چنانچہ مقابلے کے دن متعین کر دیئے گئے، بادشاہِ وقت بھی کشتی دیکھنے کے لیے آیا، جب دونوں پہلوانوں نے پنجہ آزمائی شروع کی تو وہ سید صاحب کہتے ہیں، جنید! تو رستم زماں ہے تیری بڑی عزت ہے، تجھے بادشاہ سے روزینہ ملتا ہے، لیکن دیکھ لے میں سادات میں سے ہوں، میرے گھر میں اس وقت پریشانی اور تنگی ہے آج اگر تو گر جائیگا، تو تیری عزت پر وقتی طور پر حرف آئیگا، لیکن میری پریشانی دور ہو جائیگی، اس کے بعد اس نے کشتی لڑنا شروع کر دی، جنید حیران تھے کہ اگر چاہتے تو بائیں ہاتھ کے ساتھ اس کو نیچے پٹخ سکتے تھے، مگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا واسطہ دیا تھا، یہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تھی جس سے جنید کا دل پسیج گیا تھا، دل نے فیصلہ کیا کہ جنید! اس وقت عزت کا خیال نہ کرنا، تجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں عزت مل جائے تو تیرے لیے یہی کافی ہے، چنانچہ تھوڑی دیر پنجہ آزمائی کی اور اس کے بعد جنید خود ہی چت ہو گئے، اور وہ کمزور آدمی ان کے سینے پر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا میں نے اس کو گرا لیا، بادشاہ نے کہا کہ نہیں کوئی وجہ بن گئی ہوگی، لہٰذا دوبارہ کشتی کروائی جائے، چنانچہ دوبارہ کشتی ہوئی، جنید خود ہی گر گئے اور اسے اپنے سینے پر بٹھا لیا بادشاہ بہت ناراض ہوا، اس نے جنید کو بہت زیادہ لعن طعن کی حتی کہ اس نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ جوتوں کا ہار تیرے گلے میں ڈال کر پورے شہر میں پھرا دوں، تو اتنے کمزور آدمی سے ہار گیا، آپ نے وقتی ذلت کو برداشت کر لیا، گھر آ کر بتایا تو بیوی بھی پریشان ہوئی، اور باقی اہل خانہ بھی پریشان ہوئے کہ تو نے اپنی عزت کو آج خاک میں ملا دیا، مگر جنید کا دل مطمئن رات کو سوئے تو خواب میں اللہ کے محبوب صلی

اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنید! تو نے ہمارے خاطر یہ ذلت برداشت کی ہے یادرکھنا کہ ہم تیری ذلت کو عزت میں بدل کر ڈنکے دنیا میں بجادیں گے، چنانچہ وہ جنید بغدادی جو ظاہری پہلوان تھا اللہ رب العزت نے اسے روحانی دنیا کا پہلوان بنادیا آج جہاں بھی تصوف کی بات کی جائیگی جنید بغدادیؒ کا تذکرہ ضرور کیا جائیگا۔

بشر حافیؒ کو ادب سے کیا مقام ملا!

بشر حافیؒ کا مشہور واقعہ ہے ''حافی'' کہتے ہیں ننگے پاؤں چلنے والا، یہ شراب پیتے تھے، ''پولس مین تھے'' جارہے تھے، ایک کاغذ پر اللہ کا نام دیکھا دل میں خیال آیا اللہ کا نام کاغذ پر لکھا زمین پر پڑا ہے؟ تو اسی وقت اللہ کا نام اٹھایا اور اونچی جگہ پر رکھ دیا اسی وقت اللہ نے الہام فرمایا، اے میرے پیارے تو نے میرے نام کو اپنے پاؤں سے اٹھا کے سر تک پہونچایا، میں تمہارے نام کو فرش سے اٹھا کر عرش تک پہونچاؤں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فقط اپنے نام کے ادب کی وجہ سے اپنی محبت عطا فرمادی، جب محبوب سے محبت ہوتی ہے تو اس کا نام بھی پیارا لگتا ہے اور اس کا کام بھی پیارا لگتا ہے، اس کی یاد میں بیٹھنے کو دل کرتا ہے، یہ سب چیزیں اس کی محبت کے اثرات ہیں (ان المحب لمایحب مطیع) محبوب کی ملاقات سے دل نہیں بھرتا چاہے جتنی مرتبہ ہو۔

امام ربانی مجدد الف ثانی کے ادب کی انتہا

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا احادیث لکھ رہا تھا قلم نہیں چل رہا تھا، تو میں نے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے اس قلم کو ذرا درست کیا تو سیاہی لگ گئی، اسی حال میں مجھے تقاضا محسوس ہوا بیت الخلاء جانے کا، جب میں وہاں بیٹھنے لگا تو بیٹھتے ہی میری نظر انگوٹھے پر پڑی تو میں نے سیاہی دیکھی تو دل میں خیال آیا کہ اگر تقاضے سے فارغ ہوا تو ہاتھ دھوئیں گے اور پانی کی وجہ سے یہ سیاہی جو میں لکھنے میں استعمال کرتا ہوں اس گندے پانی

میں شامل ہوگی جو ادب کے خلاف ہے، میں نے تقاضا کو دبایا اور بیت الخلاء سے باہر آیا، اور آکر میں نے سیاہی کو صاف جگہ پر دھویا جیسے ہی دھویا اسی وقت الہام ہوا کہ احمد سرہندی! ہم نے جہنم کی آگ کو تیرے اوپر حرام کر دیا ہے، تو علم بھی ہو اور ادب بھی ہو پھر نور علی نور ہوا کرتا ہے۔

رمضان کے ادب پر ایمان وجنت نصیب

''نزہۃ المجالس'' کتاب میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مجوسی تھا، یہ وہ وقت تھا جب مسلمان غالب تھے، مگر کفار ان کے درمیان رہتے تھے، ایک مرتبہ مجوسی کے بیٹے نے رمضان المبارک کے دنوں میں کھانا کھایا، جب اس نے کھلے عام کھانا کھایا تو اس مجوسی کو بہت غصہ آیا، اس نے بیٹے کو ڈانٹ ڈپٹ کی کہ تجھے حیا نہیں آتی کہ یہ مسلمانوں کا مقدس مہینہ ہے وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور تو دن میں اس طرح کھلے عام کھا رہا ہے، خیر بات آئی گئی، ہوگئی، اس مجوسی کے پڑوس میں ایک بزرگ رہتے تھے، جب اس مجوسی کا انتقال ہوگیا، تو ان بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجوسی جنت کی بہاروں میں ہے، وہ بڑے حیران ہوئے، اس سے پوچھنے لگے کہ آپ تو مجوسی تھے اور میں آپ کو جنت میں دیکھ رہا ہوں، وہ جواب میں کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میرے بیٹے نے رمضان المبارک میں کھلے عام کھانا کھایا تھا اور میں نے رمضان المبارک کے ادب کی وجہ سے اس کو ڈانٹا تھا، اللہ تعالیٰ کو میرا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ موت کے وقت مجھے کلمہ نصیب فرما دیا، اس طرح مجھے اسلام پر موت آئی اور اب میں جنت کے مزے لے رہا ہوں۔

اساتذہ کے احترام کی انوکھی مثال

حضرت شیخ الہندؒ نے تحریک ریشمی رومال کے دوران ارادہ فرمالیا کہ اب میں حرمین شریفین جاتا ہوں ایک دن آپ دارالعلوم دیوبند میں چارپائی پر بیٹھے دھوپ میں زمین پر پاؤں رکھے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے ان دنوں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ حضرت کی عدم موجودگی میں بخاری شریف پڑھاتے تھے، اس دوران ان کی نظر حضرت پر پڑی، جب درس دے کر تھک گئے تو طلباء

سے فرمایا کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں، میں ابھی آتا ہوں، انہوں نے درس کو موقوف کیا اور دارالحدیث سے باہر نکل کر سیدھے حضرت کے پاس آکر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے، اسکے بعد حضرت سے عرض کرنے لگے حضرت! پہلے آپ یہاں تھے، جب ہمیں ضرورت پڑتی تھی تو ہم آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، آپ نے یہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا ہے، اس طرح تو ہم بے سایہ ہوجائیں گے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ یہ الفاظ کہے، اور رونا شروع کردیا، حتیٰ کہ انہوں نے بچوں کی طرح بلکنا شروع کردیا، حضرت شیخ الہندؒ نے بھی انہیں رونے دیا، جب ان کے دل کی بھڑاس نکل گئی، تو اس وقت شیخ الہندؒ نے انہیں تسلی کی بات کہی اور فرمایا، انور شاہ! ہم تھے، تو آپ ہماری طرف رجوع کرتے تھے اور جب ہم چلے جائیں گے تو پھر لوگ علم حاصل کرنے کے لیے تمہاری طرف رجوع کیا کریں گے، چنانچہ شاہ صاحب کو اس طرح کی تسلی کی باتیں کرکے واپس بھیج دیا، جب شاہ صاحب چلے گئے تو حضرت شیخ الہندؒ کے اپنے دل میں خیال آیا کہ ان کو تو اپنے استاد کی دعاؤں کی اتنی قدر ہے اور آج میں اتنے بڑے کام کے لیے جارہا ہوں لیکن آج میرے سر پر تو استاد کا سایہ نہیں ہے جن کی دعائیں لیکر چلتا، چنانچہ یہ سوچتے ہی ان کو حضرت نانوتویؒ کا خیال آیا، اور طبیعت میں رقت طاری ہوئی، لہذا وہی وہیں سے اٹھے اور سیدھے حضرت نانوتویؒ کے گھر گئے، دروازے پر دستک دی اور ڈیوڑھی میں کھڑے ہوکر آواز دی، اماں جی! میں محمود حسن ہوں، اگر حضرت نانوتویؒ کے جوتے گھر میں پڑے ہیں تو وہ بھجوادیں چنانچہ اماں جی نے ان کے جوتے ان کے پاس بھیج دیئے، حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے استاد کے جوتے اپنے سر پر رکھے اور اللہ رب العزت سے دعا کی، اے اللہ! آج میرے استاد سر پر نہیں ہیں، میں ان کے جوتے سر پر رکھے بیٹھا ہوں، اے اللہ اس نسبت کی وجہ سے تو میری حفاظت فرمالینا اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرمادینا، تو استادوں کی قدر اس وقت آتی ہے، جب دیکھنے کے لیے فقط ان کے جوتے باقی رہ جاتے ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور کتاب کا ادب

مفتی ہند حضرت کفایت اللہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ انور شاہ کشمیریؒ، انور شاہ کشمیریؒ کیسے بنے؟ اب جس کو تفسیر کے ساتھ زیادہ شغف تھا اس نے کہا کہ

بڑے مفسر تھے، جس کو حدیث پاک کے ساتھ زیادہ شغف تھا، اس نے کہا کہ محدث تھے، جن کو اشعار کے ساتھ زیادہ دلچسپی تھی اس نے کہا کہ ان کا کلام بڑا اعلیٰ تھا، حضرت خاموش رہے، طلباء نے کہا کہ حضرت! آپ ہی بتا دیجئے، انہوں نے فرمایا، میں کیا بتاؤں، یہ سوال خود ان سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ انور شاہ کشمیریؒ کیسے بنے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کے اور کتاب کے ادب کی وجہ سے علامہ انور کشمیریؒ بنا دیا، اور ادب کتنا فرماتے تھے کہ اگر حدیث پاک کی کتاب پڑی ہے اور مطالعہ کر رہے ہیں اور حاشیہ پڑھ رہے ہیں تو حاشیہ کا رخ بدل کر اور خود بیٹھ کر حاشیہ کو نہیں بدلتے تھے، بلکہ اٹھ کر دوسری طرف آتے اور پھر حاشیہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی کتاب کو بے وضو ہاتھ بھی نہیں لگایا، حدیث کی کتاب کو بھی بے وضو ہاتھ نہیں لگاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں کتابوں کے رکھنے میں بھی خیال کرتا تھا، کبھی میں نے قرآن پاک کے اوپر تفسیر نہیں رکھی، تفسیر کے اوپر حدیث کی کتاب نہیں رکھی، حدیث کی کتاب کے اوپر فقہ کی کتاب نہیں رکھی، فقہ کی کتاب کے اوپر میں نے تاریخ کی کتاب نہیں رکھی میں کتابوں کے رکھنے میں بھی ان کے درجات کا خیال رکھتا تھا اس ادب کی وجہ سے پروردگار نے قبولیت عطا فرمائی۔

چار نعمتوں کا خاص ادب کیجئے۔۔۔۔۔۔

ہمارے اکابرین علم کے ساتھ ساتھ ادب کا بھی خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے، حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ میں نے ہمیشہ چار باتوں کی پابندی کی، ایک تو یہ کہ میری لاٹھی کا جو سرا زمین پر لگتا تھا اس کو کبھی کعبے کی طرف کر کے نہیں رکھا، میں نے بیت اللہ شریف کا اتنا احترام کیا۔

دوسری بات یہ کہ میں اپنے رزق کا اتنا احترام کرتا تھا کہ چارپائی پر بیٹھتا تو خود ہمیشہ پائنتی کی طرف بیٹھتا اور کھانے کو سرہانے کی طرف رکھتا، اس طرح بیٹھ کر کھانا کھاتا تھا۔ تیسری بات یہ جس ہاتھ سے طہارت کرتا تھا میں اس ہاتھ میں پیسے نہیں پکڑتا تھا کیونکہ یہ اللہ کا دیا ہوا

رزق ہے چوتھی بات یہ کہ جہاں میری کتابیں پڑی ہوتی ہیں میں اپنے استعمال شدہ کپڑوں کو ان دینی کتابوں کے اوپر کبھی نہیں لٹکایا کرتا تھا۔

مگس کے ادب پر مغفرت

ایک کتاب میں اس عاجز نے ایک عجیب واقعہ پڑھا، ایک خطیب خوش نویس اور کاتب تھے جو قرآن پاک لکھا کرتے تھے، انہوں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا وہ کہنے لگے کہ میں جب بھی قرآن پاک لکھتا تھا تو ہر دفعہ لکھنے کے لیے جب میں قلم اٹھاتا تو کوئی نہ کوئی مکھی قلم کے ساتھ آکر سیاہی چوسنے کے لیے بیٹھتی، وہ فرمانے لگے، کہ میں نے ساٹھ قرآن پاک شروع سے لیکر آخر تک لکھے، لیکن ایک بات میرے مشاہدہ میں آئی کہ قرآن پاک کی ہر آیت پر سیاہی میں سے مکھی نے حصہ لیا، لیکن جب میں یہ آیت لکھتا تھا:

"لاتقربوا مال الیتیم" کہ اموال یتیم کے قریب بھی نہ جاؤ، جب میں اس کے لیے سیاہی لیتا تھا، تو ساٹھ قرآن پاک لکھتے ہوئے کبھی مکھی نے اس میں سے حصہ نہ لیا اللہ رب العزت کے اس حکم کا ایک مکھی جیسے جاندار میں بھی اتنا ادب حالانکہ یہ حکم انسانوں کو ہو رہا ہے لیکن اس کو لکھنے کے لیے جو سیاہی لی جارہی ہے مکھی بھی اس سیاہی کو چوسنا پسند نہیں کرتی۔

قبلہ رو بیٹھنے کی فضیلت

میں نے ایک کتاب میں واقعہ پڑھا کہ ایک دوست فرماتے تھے کہ میرے دو طالبِ علم تھے اور دونوں قرآن پاک یاد کرنے والے تھے، ایک کی نشست ایسی تھی کہ اس کا رخ قبلہ کی طرف تھا اور دوسرے کی پیٹھ قبلے کی طرف تھی، وہ فرماتے ہیں کہ جس کا رخ قبلہ کی طرف وہ دوسرے سے ایک سال قبل قرآن پاک کا حافظ بن گیا، اسی لئے ہمارے مشائخ بھی اپنے رخ کو قبلے کی طرف رکھنے کا التزام فرمایا کرتے تھے، ہر جگہ ممکن نہیں ہوتا لیکن جہاں ممکن ہو انسان کوشش کرے۔

نسبت وبرکت

اور

کـــــرامت

نسبت کی لاج رکھئے

جس کو کسی سے نسبت ہوجاتی ہے، وہ اس نسبت کی لاج رکھا کرتا ہے ایک مرتبہ حضرت یوسفؑ کے پاس قحط کے زمانہ میں ایک لڑکا غلہ لینے آیا، آپ نے اسے کچھ غلہ دیدیا، اس کے بعد اس نے آپ کو کوئی بات بتائی، تو آپ اتنے خوش ہوئے کہ اس کو اور زیادہ غلہ دیا، اور انعامات واعزازات کے ساتھ رخصت کیا، اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی، اے میرے پیارے پیغمبر! آپ نے اس لڑکے کا اتنا زیادہ اکرام کیوں کیا؟ عرض کیا، رب کریم! میں نے تو ابتداء میں وہ حصہ دیا جو بنتا تھا، لیکن اس نے مجھے بتایا کہ میں وہ لڑکا ہوں جس نے بچپن میں آپ کی پاکدامنی کی گواہی دی تھی، اس بات کو سن کر میرے دل میں محبت تڑپ اٹھی، کہ یہ وہ لڑکا ہے جس نے بچپن میں میری گواہی دی تھی، آج یہ بے حال ہوکر میرے پاس کچھ لینے کو آیا ہے، میں کیوں نہ اس گواہی کی وجہ سے اس کا اکرام کروں، اس لیے اے اللہ تعالیٰ! میں نے اس کا اکرام کیا، میں نے اسے وہ کچھ دیا جو میرے اختیار میں تھا، رب کریم نے وحی نازل فرمائی، اے میرے پیغمبر! جس نے آپ کے پاکدامنی کی گواہی دی آپ نے اس کو اتنا کچھ دیا جو آپ دے سکتے تھے، آپ نے وہ کچھ کیا جو آپ کی شان کے مطابق تھا، یاد رکھئے! جو بندہ دنیا میں میری الوہیت کی گواہی دیگا، میری ربوبیت کی گواہی دے گا، جب وہ میرا بندہ قیامت کے دن میرے سامنے آئیگا، تو میں پروردگار بھی وہ کچھ دوں گا جو میری شان کے مطابق ہوگا۔

نبیؐ کی نسبت پر گھوڑا ابھی تازہ دم

فتوح الشام میں ایک صحابی حضرت ضرار بن اَزرؓ کے بڑے عجیب وغریب واقعات ہیں، میرے خیال میں وہ اس کتاب کے ہیرو ہیں، ان کے بارے میں کتاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں مسلسل آٹھ گھنٹے جہاد کرنا پڑا بالآخر کفار کے گھیرے میں آگئے،

مسلسل آٹھ گھنٹے جہاد کرنے کی وجہ سے ان کا گھوڑا بھی تھک چکا تھا، وہ گھوڑے کو آگے بڑھانے کی کوشش کرتے تھے، مگر وہ آگے نہیں جاتا تھا، جب انہوں نے محسوس کیا کہ میرا گھوڑا تھک چکا ہے، تو انہوں نے سوچا کہ اب تو میں گرفتار ہو جاؤں گا، کتاب میں لکھا ہے کہ وہ اس وقت اپنے گھوڑے پر جھکے اور اس کی پیشانی پر محبت کا ہاتھ پھیر کر گھوڑے سے کہا، اے گھوڑے! تو تھوڑی دیر کے لیے میرا ساتھ دیدے ورنہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پر جا کر تیری شکایت کروں گا، جب انہوں نے یہ الفاظ کہے تو وہ گھوڑا ہنہنایا اور ایسے دوڑا جیسے کوئی تازہ دم گھوڑا دوڑتا ہے اس طرح وہ گھوڑا ان کو کفار کے نرغے سے نکال کر باہر لے گیا، سبحان اللہ! کچھ وقت کے بعد وہ گرفتار ہو گئے، جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے دیکھا کہ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ گرفتار ہو چکے ہیں تو وہ بڑے حیران ہوئے، اتنے میں کچھ سوار ان کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہمیں ضرار کے پیچھے جانا چاہئے تا کہ ہم ان کو آزاد کروا کر لائیں۔

عہدِ نبوت سے قرب کی نسبت جو پا گیا

حکیم ترمذیؒ کو اللہ تعالیٰ نے دین کا بھی حکیم بنایا تھا اور دنیا کی بھی حکمت دی تھی، ترمذ کے رہنے والے تھے، اس وقت دریا آمو کے بالکل کنارے پر ان کا مزار ہے، اس عاجز کو ان کے مزار پر حاضری کا شرف نصیب ہو چکا ہے، آپ وقت کے ایک بہت بڑے محدث بھی تھے اور طبیب بھی، اللہ رب العزت نے ان کو اپنے علاقے میں قبولیت عامہ تامہ عطا کر رکھی تھی، آپ عین جوانی کے وقت ایک دن اپنے مطب میں بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے اپنا چہرہ کھول دیا وہ بڑی حسینہ جمیلہ تھی کہنے لگی کہ میں آپ پر فریفتہ ہوں بڑی مدت سے موقعہ کی تلاش میں تھی، آج تنہائی ملی ہے آپ میری خواہش پوری کریں، آپ کے دل پر خوف خدا غالب ہوا تو رو پڑے آپ اس انداز سے روئے کہ وہ عورت نادم ہو کر واپس چلی گئی، وقت گذر گیا اور آپ اس بات کو بھول بھی گئے، جب آپ کے بال سفید ہو گئے اور کام بھی چھوڑ دیا، تو ایک مرتبہ آپ مصلیٰ پر بیٹھے تھے ایسے ہی آپ کے دل میں خیال آیا کہ فلاں وقت

جوانی میں ایک عورت نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اس وقت اگر میں گناہ کر بھی لیتا تو آج میں توبہ کر لیتا لیکن جیسے ہی دل میں یہ خیال گذرا تو رونے بیٹھ گئے، کہنے لگے اے رب کریم! جوانی میں تو یہ حالت تھی کہ میں گناہ کا نام سن کر اتنا رویا کہ میرے رونے سے وہ عورت نادم ہو کر چلی گئی تھی۔ اب میرے بال سفید ہو گئے تو کیا میرا دل سیاہ ہو گیا، اے اللہ! میں تیرے سامنے کیسے پیش ہونگا، اس بڑھاپے کے اندر جب میرے جسم میں قوت ہی نہیں رہی تو آج میرے دل میں گناہوں کا خیال کیوں پیدا ہوا۔

روتے ہوئے اسی حال میں سو گئے، خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، پوچھا، حکیم ترمذی! تو کیوں روتا ہے؟ عرض کیا میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جب میری جوانی کا وقت تھا، جب شہوات کا دور تھا، جو قوت کا زمانہ تھا جب اندھے پن کا وقت تھا، اس وقت تو خشیت کا یہ عالم تھا کہ گناہ کی بات سن کر میں اتنا رویا کہ وہ عورت نادم ہو کر چلی گئی، لیکن اب جب بڑھاپا آیا ہے تو اے اللہ کے محبوبؐ! میرے بال سفید ہو گئے، لگتا ہے کہ میرا دل اس قدر سیاہ ہو گیا ہے کہ میں سوچ رہا تھا کہ میں اس عورت کی خواہش پوری کر دیتا اور بعد میں توبہ کر لیتا میں اس لیے آج بہت پریشان ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: یہ تیرے کمی اور قصور کی بات نہیں، جب تو جوان تھا، تو اس زمانے کو میرے زمانے سے قرب کی نسبت تھی ان برکتوں کی وجہ سے تیری کیفیت اتنی اچھی تھی کہ گناہ کی طرف خیال ہی نہ گیا، اب تیرا بڑھاپا آ گیا ہے تو میرے زمانے سے دوری ہو گئی ہے اس لیے اب دل میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہو گیا۔

نسبت بیعت کی برکت بوقتِ نزع بھی

قاری محمد طیب صاحبؒ کے مواعظ میں یہ بات لکھی ہے کہ ایک عورت ان سے بیعت ہوئی، اس کے بعد اس کا حضرت سے رابطہ بھی نہ رہا، البتہ وہ ان کے بتائے ہوئے معمولات پر حتی المقدور عمل کرتی رہی بیس سال کے بعد اس پر سکرات موت کی کیفیت طاری

ہوئی تو وہ اچانک کہنے لگی، وہ دیکھو حضرت آرہے ہیں، پھر کہنے لگی، وہ دیکھو، حضرت میرے پاس آگئے، پھر کہنے لگی حضرت مجھے کچھ پڑھا رہے ہیں، اس نے خود ہی پوچھا حضرت! آپ مجھے کیا پڑھا رہے تھے؟ پھر خود ہی کہنے لگی، اچھا، میں پڑھتی ہوں چنانچہ اس نے پڑھا "**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**" اور جان جان آفریں کے حوالہ کردی۔

جس قبرستان کو اہل اللہ سے نسبت ہوگئی۔۔۔۔۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو جہاں ان کو دفن کیا گیا، وہاں سے خوشبو آتی رہی جیسے امام بخاریؒ کو دفن کیا گیا تو خوشبو آتی تھی اب لوگ حیران ہوتے ہیں کہ قبر سے خوشبو کیسے آئی؟ او خدا کے بندے! اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟ اگر پھول زمین پر پڑا ہو تو مٹی کے اندر خوشبو آجاتی ہے، ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ حضرات بھی پھول کے مانند تھے۔ ؎

بگفتا من گلے ناچیز بودم ولیکن مدت باگل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

وہ گل تھے، اس پھول کی خوشبو مٹی میں سما گئی تھی اور پھر مٹی سے انسانوں کو محسوس ہونے لگ گئی تھی کافی عرصہ کے بعد حضرت مولانا احمد لاہوریؒ اپنے خلفاء میں سے کسی کو خواب میں نظر آئے اس نے پوچھا، حضرت! آگے کیا معاملہ بنا؟ حضرت نے فرمایا: اللہ رب العزت کے حضور میری پیشی ہوئی (حضرت کثیر البکاء تھے، ان کی طبیعت غمزدہ رہتی تھی) حضرت نے خواب میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: احمد علی! تو مجھ سے اتنا کیوں ڈرتا تھا؟ یہ سنکر میں اور زیادہ ڈر گیا کہ مجھ سے پوچھا جارہا ہے، جب میں اور زیادہ ڈر گیا تو مجھے فرمایا: احمد علی! تم اور ڈر گئے آج تمہارے ڈرنے کا دن نہیں، بلکہ انعام پانے کا دن ہے، ہمیں تمہارا اکرام کرنا ہے، لہذا ہم نے تمہاری مغفرت کی اور جس قبرستان میں تمہیں دفن کیا گیا ہم نے وہاں کے بھی تمام مردوں کی مغفرت کردی، سبحان اللہ نسبت بڑی عجیب چیز ہے۔

نسبت بیعت سے دل کی کایا پلٹ گئی

حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا محمد اسماعیل واڈی دامت برکاتہم انگلینڈ میں ہیں، انہوں نے خود ایک واقعہ سنایا، چونکہ انہوں نے یہ واقعہ خود سنایا اس لئے یہ عاجز بھی آپ حضرات کو سنانے کی جرأت کر رہا ہے، یہ واقعہ سنتے ہوئے نسبت کی برکت کا خیال رکھئے گا۔

فرمانے لگے کہ میرا ایک بیٹا محمد قاسم ہے، (اس عاجز کی ان سے بھی ملاقات ہوئی) کہنے لگے کہ وہ انگریزی پڑھ کر یونیورسٹی میں پروفیسر بن گیا، پروفیسر بننے کے بعد اس کے خیالات دہریت کی طرف چلے گئے، جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو پھر نماز روزہ تو دور کی بات ہوتی ہے، جس کو وجود باری تعالیٰ میں ہی شک پڑ جائے، دین میں ہی شک پڑ جائے تو پھر اعمال کرنا تو دور کی بات رہ جاتی ہے، گھر کے سارے بچے حافظ، قاری اور عالم اور بیٹیاں بھی حافظہ، عالمہ، فاضلہ، مگر ان کا یہ بیٹا دوسروں سے ذرا انوکھا بنا کیونکہ یونیورسٹی کے ماحول میں تعلیم حاصل کی تھی، وہ ڈارون تھیوری کے پیچھے لگ گئے جس کی وجہ سے ان کو وجود باری تعالیٰ کے بارے میں شک پڑ گیا اور زندگی میں غفلت آ گئی۔

فرمانے لگے کہ میں نے ایک دن حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت! سارا گھرانہ علماء کا ہے، بچیاں بھی عالمہ فاضلہ ہیں، مگر یہ بچہ گھر میں ایسا بن گیا ہے کہ اس کا عجیب حال ہے، ہمارے دل میں ہر وقت دکھ اور غم ہے، اس کی والدہ بھی روتی ہے اور میں بھی روتا ہوں، مہربانی فرما کر کوئی ایسی دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بدل دے، حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ وہ مجھ سے بیعت کر لے، اب اس کو والد صاحب نے سمجھایا کہ بیٹا! تم بیعت کر لو، اس نے جواب دیا کہ جب میں نے نماز ہی نہیں پڑھنی تو مجھے بیعت ہونے کا کیا فائدہ؟ مولانا نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھر عرض کیا کہ حضرت! میرا بیٹا کہتا ہے کہ میں جب نہ نماز پڑھنی ہے اور نہ

قرآن پڑھنا ہے تو پھر بیعت کا کیا فائدہ؟ حضرت نے فرمایا، کیا میں نے اسی سے کہا ہے کہ وہ نماز پڑھے اور قرآن پڑھے، میں نے تو صرف یہ کہا ہے کہ بیعت کر لے، یہ ایک عجیب بات ہے جو عام بندے کو سمجھ نہیں آتی۔

اگلے دن اس کے والد نے پھر کہا، بیٹا! یہ بزرگ ہمارے ہاں تشریف لاتے ہیں، تمہاری سب بہنیں اور بھائی ان سے بیعت ہیں، میں بھی بیعت ہوں، تم بھی بیعت ہو جاؤ، اس طرح ہمارے گھر کے سب افراد بیعت ہو جائیں گے، اس نے کہا، ابو! میں نے کرنا تو کچھ ہے نہیں، باپ نے کہا، بیٹا! تم کچھ نہ کرنا، صرف بیعت ہو جاؤ، اس نے دل میں سوچا کہ چلو ابو راضی ہو جائیں گے، اس لئے میں بیعت ہو ہی جاتا ہوں، اب اس نوجوان کو کیا پتہ تھا کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر جو چند کلمات پڑھ لئے جاتے ہیں وہ بندے کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دیا کرتے ہیں، وہ اس راز سے واقف نہیں تھا، چنانچہ کہنے لگا، اچھا جی میں بیعت ہو جاتا ہوں، اس نے اگلے دن حضرت کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

بیعت ہونے کے بعد اس کے دل کی سوچ بدلنا شروع ہو گئی، اس نے حضرت کی صحبت میں بیٹھنا شروع کر دیا، حضرت سے محبت ہونا شروع ہو گئی، نمازیں بھی شروع ہو گئیں، تلاوت بھی شروع ہو گئی، زندگی کے لیل و نہار بدلنا شروع ہو گئے، حتیٰ کہ اس نے علم پڑھنا شروع کر دیا، تہجد گزار بن گیا، اتنا ذاکر شاغل بنا کہ اس کو چند سالوں کے بعد ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت عطا فرما دی، وہ نوجوان جو دہریہ تھا اور خدا بیزار ذہنیت کا مالک تھا اس پر صرف بیعت کے چند کلمات پڑھنے کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے دل میں عشق الٰہی کا ایسا شعلہ پیدا ہوا کہ بالآخر ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اجازت و خلافت عطا فرما دی، اس عاجز کی ان سے ملاقات ہوئی اور وہاں ری یونین میں لوگوں نے بتایا کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں نوجوان کفر سے توبہ کر کے اسلام کے اندر داخل ہو چکے ہیں۔

میرے دوستو! جو لوگ کلمہ بھی نہیں پڑھے ہوتے ان کے دلوں پر ان کلمات کا اتنا اثر ہوتا ہے تو جو کلمہ گو ہوں اور دل میں طلب اور تڑپ رکھنے والے ہوں، گھروں سے چل کر آئے

ہوئے ہوں، اگر وہ یہ کلمات پڑھیں گے اور وہ نسبت کا تعلق حاصل کریں گے تو اللہ رب العزت ان کے دل کی دنیا کو کیسے بدلیں گے۔

باسی روٹی کو بھی نسبت قرب مل گئی۔۔۔۔۔۔

ایک بزرگ کے سامنے جب بھی دسترخوان پر روٹیاں رکھی جاتیں تو وہ ٹھنڈی روٹی پہلے کھاتے اور گرم روٹی بعد میں، کسی نے کہا، حضرت! جب ٹھنڈی اور گرم دونوں قسم کی روٹیاں موجود ہوں تو جی تو چاہتا ہے کہ گرم روٹی پہلے کھائیں کیونکہ ٹھنڈی روٹی تو ٹھنڈی ہو چکی ہوتی ہے، اس لیے وہ بعد میں کھانی چاہئے، مگر اللہ والوں کی نگاہ کہیں اور ہوتی ہے، انہوں نے فرمایا، نہیں یہ ٹھنڈی اور گرم دونوں میرے سامنے ہوتی ہیں، میں ان پر نظر دوڑاتا ہوں، اور اپنے دل سے پوچھتا ہوں کہ اے دل! تیرا جی چاہتا ہے کہ گرم روٹی کھا کر لطف اٹھائے مگر سوچ تو سہی کہ ٹھنڈی روٹی پہلے پکی اس لیے اس کو قرب کی نسبت زیادہ حاصل ہے اور گرم روٹی بعد میں پکی اس لیے اس کو دور کی نسبت ہے لہذا میں قرب کی نسبت والی روٹی پہلے کھاتا ہوں اور بعد والی روٹی کو بعد میں کھاتا ہوں، اندازہ لگایئے کہ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نسبت ہوتی تھی اللہ والے اس نسبت کا بھی خیال کرتے ہیں۔

نسبتِ اتحادی کے پیکر کون تھے؟

ایک مرتبہ چودہ سو صحابۂ کرامؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے چلے مکہ مکرمہ کے قریب پہونچ کر نبی علیہ السلام نے کفار سے صلح کے لیے بات طے کر دی اور صحابہ سے فرمادیا کہ احرام کھول دو، ھدی کے جانوروں کو ذبح کر دو اور تم واپس چلو، صحابۂ کرامؓ حیران ہوئے کہ ہم تو دل میں عمرہ کرنے کی تمنا لے کر چلے تھے، ہم کیسے واپس جائیں، صحابۂ کرامؓ کو حیرانی اس بات پر ہوئی کہ ایک طرف تو ظاہراً اللہ کے

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دب کر صلح کر رہے ہیں اور دوسری طرف آیتیں اتر رہی ہیں کہ یہ فتح مبین ہے، اس وقت عمر ابن خطاب ؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے اور عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے ان کفار کی سب شرائط مان لیں اور اپنی سب شرائط چھوڑ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! اللہ رب العزت نے ہمیں فتح مبین عطا فرمادی ہے، حضرت عمر ابن خطاب ؓ خاموشی سے واپس چلے آئے، واپس آ کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے کہا، ابوبکر! کیا ایسا نہیں ہے کہ ہم نے ان کی سب شرائط مان لیں، حالانکہ اللہ نے اسلام کو عزت دی ہے، مگر ہم تو دب کر صلح کر رہے ہیں ابوبکر صدیق ؓ نے بھی وہی الفاظ ادا کئے، فرمایا! عمر! تمہاری آنکھ دیکھ رہی ہے کہ ہم نے دب کر صلح کی ہے مگر میرے مالک کا فرمان ہے: کہ یہ فتح مبین ہے سبحان اللہ! صحابۂ کرام ؓ میں سے ابوبکر صدیق ؓ کی ذات ہی ایسی تھی جس نے اس کو اس وقت فتح مبین سمجھ لیا تھا، جب سب صحابۂ کرام ؓ کو یہ بات تھوڑی دیر کے لیے سمجھ میں نہ آئی تھی، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور ذبح کیا اور اپنا احرام مبارک اتارا تو باقی صحابہ کو بھی شرح صدر ہو گیا، مگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شرح صدر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک سے ہی ہو گیا، اس سے ثابت ہوا کہ ان کو نسبت اتحادی نصیب تھی۔

دستِ نبویؐ کی برکت دیکھی آپ نے؟

سیدہ فاطمۃ الزہراء ؓ نے روٹیاں لگائیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک دو بنا کر دیں، کافی دیر کے بعد جب سب پک گئیں، تو حیران ہوئیں کہ اس میں سے ایک دو پک ہی نہیں رہیں، اس طرح آٹے کا آٹا موجود ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، بیٹا! کیا ہوا؟ عرض کیا، حضورؐ! دو تین روٹیاں ایسی ہیں جو پک نہیں رہیں، فرمایا: یہ وہی روٹیاں ہوں گی جن پر تیرے والد کے ہاتھ لگ گئے، اب آگ اس آٹے پر اثر نہیں کر سکتی، تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جس چیز کو چھو لیتے تھے اس پر یوں اثرات ہو جاتے تھے۔

لمس نبویؐ کی برکت سنی آپ نے؟

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے گھر گیا، میں کھانا کھا رہا تھا، انہوں نے اپنی باندی سے کہا کہ تولیہ لاؤ، جب وہ تولیہ لائیں تو دیکھا کہ میلا کچیلا تھا، حضرت انسؓ نے اس کو غصہ کی نظر سے دیکھا اور کہا کہ جاؤ اسے صاف کر کے لاؤ، فرماتے ہیں کہ وہ بھاگ کر گئی، اور جلتے ہوئے تنور کے اندر تولیہ کو پھینک دیا تھوڑی دیر کے بعد اس نے وہ تولیہ باہر نکالا، تو بالکل صاف ستھرا تھا، وہ گرم گرم تولیہ میرے پاس لائی، میں نے ہاتھ تو صاف کر لیے مگر حضرت انسؓ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا، وہ مسکرائے اور کہنے لگے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر دعوت پر تشریف لائے تھے، میں نے یہ تولیہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ مبارک صاف کرنے کے لیے دیا تھا، جب سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک صاف کئے آگ نے اس تولیہ کو جلانا چھوڑ دیا ہے، جب یہ تولیہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسے تنور میں ڈال دیتے ہیں، آگ میل کچیل کو کھا لیتی ہے اور ہم صاف تولیہ کو باہر نکال لیتے ہیں۔ سبحان اللہ!

حضرت عمرؓ کے رومال کی تاثیر بھی عجیب

سیدنا عمر بن خطاب کے دور خلافت میں مدینہ طیبہ میں ایک مرتبہ آگ نکلی، حضرت عمرؓ نے حضرت تمیم داریؓ کو بھیج دیا، انہوں نے اپنے رومال کو چابک کی طرح بنالیا اور اس رومال کو آگ پر مارنا شروع کر دیا، آگ اس طرح پیچھے ہٹنے لگی جیسے چابک کے لگنے سے جانور بھاگ رہا ہوتا ہے، چونکہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کو دعائیں تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کپڑے میں ایسی تاثیر رکھدی کہ اس کی برکت سے آگ ہٹتی ہٹتی جہاں سے آئی تھی بالآخر وہیں پہونچ گئی۔

حضرت جابرؓ کے کھانے میں برکتوں کا ظہور

حضرت جابر بن عبداللہ ایک صحابی ہیں ان کی بیوی کے پاس بکری کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا، خندق کھودی جارہی تھی، ان کے دل میں خیال آیا کہ نبی علیہ السلام کئی دنوں سے خندق کھود رہے ہیں، پتہ نہیں کہ کھانا بھی ملا ہے یا نہیں، لہذا میں گھر میں کھانا بنا دیتی ہوں، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں، اور میرے گھر میں کھانا کھالیں، اور آرام فرمالیں، چنانچہ اس نے اپنے خاوند کو بھیجا کہ جائیں اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دیں کہ حضرت! آپ خود بھی تشریف لائیں اور اپنے ساتھ دو تین حضرات کو بھی لے آئیں، ہمارے پاس تین چار بندوں کا کھانا ہے، ہم چاہتے ہیں آپ تشریف لائیں اور کھانا تناول فرمائیں۔ حضرت جابرؓ نے آکر نبی علیہ السلام کو دعوت دی دعوت کا پیغام سنکر نبیؐ نے پوری فوج میں اعلان کروادیا کہ جی آج جابر بن عبداللہؓ کے گھر میں دعوت ہے اور سب مجاہدین کھانا کھانے کے لیے ان کے گھر چلیں، جب حضرت جابرؓ نے یہ سنا تو تیزی سے گھر کی طرف چلے تاکہ میں جاکر بتاؤں کہ یہ مسئلہ بن گیا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

جابر! ہمارے آنے کا انتظار کرنا، ہنڈیا چولہے پر رہے اور روٹیاں چادر کے اندر چھپی رہیں، میں خود آکر شروع کرواؤں گا، انہوں نے گھر جاکر اپنی بیوی سے کہا کہ اب نوسو آدمی آرہے ہیں، ان کی بیوی بڑی سمجھدار تھی، اس نے کہا، اچھا مجھے ایک بات بتاؤ کہ ان نوسو آدمیوں کو دعوت آپ نے دی ہے یا نبیؐ نے دی ہے، وہ کہنے لگے کہ میں نے تو صرف نبی علیہ السلام کو دعوت دی تھی، آگے نبی علیہ السلام نے اعلان کروایا ہے، یہ سنکر وہ کہنے لگی، اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے، جب کھانا تیار ہوا تو نبی علیہ السلام تشریف لے گئے، صحابۂ کرامؓ بھی پہونچ گئے، نبی علیہ السلام خود تقسیم کرنے بیٹھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم روٹیاں نکال نکال کر دیتے رہے اور سالن بھر بھر کر دیتے رہے حتی کہ نوسو آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور پورا لشکر پیٹ بھر کر واپس آگیا، بعد میں جب حضرت جابرؓ نے دیکھا تو سالن بھی اتنا ہی تھا اور روٹیاں بھی اتنی ہی تھیں۔ سبحان اللہ!

اِدھر دودھ کا ایک پیالہ اور اُدھر اصحابِ صفہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کئی کئی دنوں تک بھوکے رہتے تھے، وہ فرماتے تھے کہ ایک دن مجھے بھوک لگی ہوئی تھی، میں بھوک کی وجہ سے اتنا تنگ تھا میں نے سوچا کہ نماز عشاء پڑھ کر مسجد نبویؐ میں بیٹھ جاؤں گا، اور کوئی اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلا دیگا، ان حضرات کو مہمان نوازی کی عادت تھی۔۔۔ کہنے لگے میں بیٹھا تھا حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے انہوں نے سلام تو کیا لیکن کھانے کی دعوت نہیں دی، حالانکہ ان کی عادت ایسی نہیں تھی، میں سمجھ گیا کہ آج ان کے گھر بھی کچھ نہیں ہے ورنہ مجھے دعوت ضرور دیتے، پھر حضرت عمرؓ آئے انہوں نے بھی سلام کیا اور چلے گئے، میں سمجھ گیا کہ آج ان کے گھر میں بھی فاقہ ہے، ان کے بعد اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، مجھے دیکھ کر پہچان گئے، اور مسکرا کر فرمایا ابو ہریرہ، آؤ! تجھے کچھ کھلاتے ہیں، میں کئی دنوں سے بھوکا تھا لہٰذا میں خوشی خوشی اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے لگا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھر میں پیغام بھیجوایا، کہ گھر میں کچھ کھانے کو ہے تو دو، ام المؤمنینؓ نے جواب دیا کہ کھانے کو تو کچھ نہیں البتہ پینے کے لیے دودھ کا پیالہ پڑا ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: چلو وہی دیدو، ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے سنا کہ کھانے کو کچھ نہیں صرف دودھ کا پیالہ ہے تو مجھے محسوس ہوا کہ اِدھر بھی فاقہ ہے، پھر میں نے سوچا کہ چلو دودھ کا پیالہ تو پیتے ہیں، اللہ کی شان کہ جب وہ دودھ کا پیالہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں میں آیا تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ابو ہریرہ آجاؤ، اصحاب صفہ کو بلا لاؤ، اصحاب صفہ ستر آدمی تھے، فرماتے ہیں کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اگر میں ان ستر بندوں کو پلاؤنگا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمائیں گے کہ اب تم ان کو دودھ پلاؤ اس کا مطلب ہے کہ میرا نمبر آخر پر آئیگا پتہ نہیں کہ آج میرے لیے بچے گا یا نہیں بچے گا، بہر حال میں گیا اور اصحاب صفہ کو بلا لایا۔

جب ستر اصحاب صفہ آ گئے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ارشاد فرمایا: ابو ہریرہؓ!

ان سب کو دودھ پلاؤ، کہتے ہیں کہ میں نے پیالہ لیا، اور ایک صحابی کو پینے کے لیے دیدیا، اور دیکھنے لگا کہ کچھ بچتا ہے یا نہیں، جب اس کا پیٹ بھر گیا تو اس نے پیالہ واپس دیدیا، میں نے دیکھا کہ کوئی خاص کمی نہیں آئی تھی، پھر میں نے دوسرے صحابی کو دیا، حتی کہ میں نے ستر بندوں کو دودھ کا وہ پیالہ پلایا لیکن ابھی دودھ موجود تھا، اس کے بعد وہ پیالہ میرے ہاتھوں میں آیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے فرمانے لگے، ابو ہریرہ! اب تو پی لے، چنانچہ ہم نے خوب سیر ہو کر پیا، جب میرا پیٹ بھر گیا، اور میں نے بس کردی، اور نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ابو ہریرہؓ! اور پی، چنانچہ میں نے اور پیا حتی کہ خوب پیٹ بھر گیا اب جب ہمنے پیالہ ہٹایا، تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ابو ہریرہؓ! اور پی لے، میں نے پھر پیالہ منھ سے لگا لیا اور اتنا پی لیا کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اب تو یہ باہر آجائیگا، میں نے کہا، اے اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام! اب میرا پیٹ بھر گیا ہے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرائے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ لیکر دودھ نوش فرمایا اور وہ دودھ ختم ہو گیا۔

صحت ہزار نعمت بھی باعثِ برکت بھی

ہم لوگ ایک مرتبہ قزاقستان گئے تو ہمارے ساتھ امریکہ کے بھی کچھ دوست تھے، ایک جگہ میزبان نے علماء کو دعوت دی، اس نے ایک بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت بھون کر سب کے سامنے رکھا، اب بھنا ہوا گوشت کھانا اچھا تو بڑا لگتا ہے مگر چربی ساتھ تھی، چربی سے تو آج کل کے نوجوان بھی گھبراتے ہیں اور ڈاکٹر بھی منع کرتے ہیں، ہم لوگ تو چن چن کے وہ بوٹیاں ڈھونڈھتے جن کے ساتھ چربی بالکل نہ ہوتی، ہمارے ساتھ ایک عالم آکر بیٹھ گئے جن کے عمر ماشاء اللہ کہیں ۹۵ رسال تھی اور وہ صرف چربی کھا رہے تھے، ہم لوگ جو چربی اتار کے رکھتے وہ اس کو اٹھا کے کھا لیتے، ہمارے لئے اس بات کو برداشت کرنا مشکل ہو گیا کہ اتنی چربی؟ جب ہم پریشان ہو گئے تو انہوں نے چمچ اٹھائی اور جو چربی نیچے شوربے میں تھی وہ بھر بھر کے پینا شروع کردی، چربی کی بوٹی کھاتے اور اوپر سے چربی کی چمچ پی لیتے، یا اللہ! اب تو ہمارے

ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ گیا، اس عاجز نے پہلے ان سے سلام دعا تو کیا ہی تھا اب ذرا تھوڑی سی بات بڑھائی اور ان سے پوچھا کہ آپ کی عمر کتنی ہوگی؟ کہنے لگے ۹۵ رسال، عاجز نے پوچھا کہ صحت ٹھیک رہتی ہے؟ فرمانے لگے کہ پچانوے سال کی عمر میں آج تک میں نے اپنے ہاتھوں سے ایک گولی بھی اپنے منہ میں نہیں ڈالی، میں نے آج تک کسی ڈاکٹر کو اپنا ہاتھ نہیں دکھایا، ہم لوگ ان کا منہ تکتے رہ گئے، یہ عمر میں برکت ہے۔

نسبت بیعت کی ترویج کا حکمِ منامی

حضرت خواجہ محمد عبدالمالک رحمۃ اللہ علیہ چوک قریشی والے اپنے آپ کو بکڑوال کہا کرتے تھے، بہت بڑے شیخ تھے، انہوں نے یہ واقعہ مسجد میں بیٹھ کر باوضو سنایا اور اس عاجز نے مسجد میں بیٹھ کر باوضو سنا، اب مسجد میں باوضو آپ حضرات کو سنا رہا ہوں، پوری ذمہ داری کے ساتھ، الفاظ میں تبدیلی تو ہوسکتی ہے مفہوم میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، سمجھ گئے تو یہ روایت بالمعنی ہے کہ مفہوم بالکل وہی ہوگا الفاظ اپنے ہوں گے۔

فرمانے لگے کہ میں اللہ اللہ کیا کرتا تھا اور اپنے شیخ کی بکریاں چرایا کرتا تھا، بکریاں خود بھی کھاتیں اور میں بھی گھاس توڑ توڑ کر ان کو کھلاتا، جب بکریاں واپس آتیں تو میں شام کو گھاس کی ایک گٹھڑی بھی سر پر لے آتا تاکہ رات کو بھی بکریاں گھاس کھائیں، میرے دوست احباب تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھتے اور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

ایک دفعہ خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ تم عبدالمالک کو خلافت دے دو، فرماتے ہیں کہ جب خلافت ملی تو میں بہت حیران ہوا کہ میں تو اس قابل نہیں تھا، ایک دو گھنٹہ تو روتا ہی رہا، دوسرے خلفا نے تسلی دی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک بوجھ سر پر رکھا ہے تو اٹھانے کی توفیق بھی دیں گے، کہنے لگے کہ میں نے اپنے دل میں نیت کر لی کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ امانت دے دی ہے،

مگر میں یہ آگے کسی کو دینے کا اہل نہیں اس لئے میں کسی شخص کو بیعت نہیں کروں گا، اسی طرح حضرت کی خدمت میں ایک سال گزر گیا۔

ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں آگ سینک رہے تھے کہ میری طرف غصے سے دیکھا، میرے تو پاؤں کے نیچے سے زمین ہی نکل گئی، میں نے پوچھا حضرت! خیریت تو ہے؟ فرمانے لگے کہ ابھی ابھی مجھے کشف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا ہے، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عبد المالک سے کہو کہ اس نعمت کو تقسیم کرے ورنہ ہم اس نعمت کو واپس لے لیں گے، اور چونکہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حکم ہے اس لئے تم اپنا بستر اٹھاؤ اور جیسے ہی اندھیرا ختم ہو اپنے گھر جاؤ، وہاں جا کے لوگوں کو اللہ اللہ سکھاؤ، میں تو روتا رہ گیا اور حضرت نے میرا سامان میرے سر پر رکھا اور خانقاہ سے رخصت کر دیا، فرمانے لگے میں نے نکلتے نکلتے کہا حضرت! میں اب کوئی کام کرنے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ اتنے سال ذکر اذکار میں گزار دیئے، اس لئے میرے لئے رزق کی دعا فرما دیں، فرمایا کہ {اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ} (اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے) میرے قریبی تعلق داروں اور رشتہ داروں میں کوئی ایک رشتہ گھر والوں نے پہلے ہی طے کیا ہوا تھا، چنانچہ گھر آتے ہی ماں باپ نے میری شادی کر دی، شادی بھی عجیب کہ اس کے بعد کھانے کے لئے ہمارے پاس کچھ ہوتا ہی نہیں تھا، بیوی مجھے ایسی صابرہ ملی کہ وہ مجھے کہتی کہ آپ درخت کے پتے ہی لے آئیں، میں درخت کے پتے لاتا وہ بھی کھا لیتی میں بھی کھا لیتا اور ایک وقت کا گزارہ کر لیتے۔

ایک دن میرا ایک پیر بھائی میرے گھر آیا، وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا ہوا تھا، جب وہ آنے لگا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک چھوٹی سی دس کلو گندم کی بوری دی اور ایک رقعہ دیا اور فرمایا کہ یہ عبد المالک کو دے دینا۔

وہ دوپہر کو میرے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا، پسینے میں شرابور بوری سر پر اٹھائی ہوئی تھی، میں نے پوچھا، سناؤ بھئی! کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا خانقاہ شریف، وہ یہ سمجھا کہ پوچھ رہے ہیں کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ اب میں کچھ پوچھ رہا تھا وہ کچھ بتا رہا تھا، میں نے اسے بٹھایا

کہ یہ خانقاہ شریف جا رہا ہے اور لنگر کے لئے یہ گندم لے کر جا رہا ہے، گھر آ کر بیوی سے کہا کہ مہمان کے لئے کھانا دو، اس نے کہا کہ گھر میں تو کچھ بھی نہیں ہے، مگر بیوی سمجھ دار تھی، اس نے مجھے کہا کہ اگر وہ حضرت کی خانقاہ کے لئے گندم لے کے جا رہا ہے تو اس سے جا کے اجازت مانگ لو کہ ہم اس گندم میں سے تھوڑی سی پیس لیں، پھر اس آٹے کی روٹی پکا کر اس کو کھلا دیتے ہیں، کہنے لگے کہ اس میں بھلا کونسی شرم کی بات ہے، میں نے اسے کہا کہ اگر اجازت ہو تو اسی گندم میں سے تھوڑی سے روٹی بنا دی جائے، وہ فرمانے لگے کہ میں یہ سمجھا کہ گندم تو گھر میں بھی پڑی ہے لیکن چونکہ آپ میرے حضرت سے لائے ہیں تو برکت کے لئے ہم اسی میں سے روٹی پکا دیتے ہیں، کہنے لگے کہ ہاں اسی میں سے پکا دیں، میں نے اس میں سے تھوڑی سی گندم لی، بیوی کو دی، اس نے چکی میں ڈالی اور آٹا نکال کر اور چکی کے پاٹوں کو اچھی طرح صاف کر کے پورے آٹے کی روٹی پکا کر سامنے رکھ دی۔

جب مہمان نے روٹی کھالی تو ہم نے اسے لسی پلا کے سلا دیا، سونے کے بعد جب وہ اٹھا تو اس نے ایک رقعہ دیا، میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ بھی حضرت نے دیا ہے، تب بات سمجھ میں آئی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ گندم کی چھوٹی سی بوری اس عاجز کی خانقاہ کے لئے دی تھی، کہنے لگے کہ میں خانقاہ کا لفظ سن کے حیران ہوا، خود کھانے کو ملتا نہیں اور لنگر کے لئے گندم آئی ہے، میں نے بیوی کو جا کر بتایا، کہنے لگی کہ پڑھو تو سہی لکھا کیا ہے، میں نے پڑھا تو لکھا ہوا تھا کہ عبدالمالک! تم اللہ اللہ کرو اور کراؤ اور اس گندم کو کسی بند جگہ میں ڈال دو اور اس رقعے کو بھی اسی میں ڈال دینا اور ایک سوراخ بنا لینا اور اس میں سے تم گندم نکال کر استعمال کرنا، یہ تمہارے لنگر کے لئے ہے، نیچے لکھا ہوا تھا کہ {اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ}(اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

میری بیوی نے ایک بند جگہ میں وہ گندم ڈال دی، اوپر سے ڈھکنا اچھی طرح بند کر دیا، میری بیوی نے اس کے نیچے گندم نکالنے کے لئے سوراخ بنا دیا، وقتاً فوقتاً وہ اس میں سے کچھ گندم نکالتی اور استعمال کرتی، الحمدللہ آج اس گندم کو استعمال کرتے ہوئے ہمیں چالیس

سال گزر گئے ہیں، آج بھی میری خانقاہ میں دو تین سو سالکین تک کا روزانہ مجمع رہتا ہے اور سال کے آخر پر ہزار سے زیادہ لوگ اجتماع میں شریک ہوتے ہیں، چالیس سال سے ہم لوگ اسی گندم کو استعمال کر رہے ہیں۔

نسبت کے احترام پر گناہوں کی بخشش

حضرت کعب احبار وہ صحابی تھے جو علماء بنی اسرائیل میں سے تھے۔ انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا، اُنہیں دو پیغمبروں پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی، دنیا میں بھی سعادت ملی اور قیامت کے دن بھی ان کو دوہرا اجر ملے گا۔

وہب بن منبہ ان کا عمل نقل کرتے ہیں کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو ان کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ آخری صف میں نماز پڑھیں جب کہ دوسرے لوگ دوڑ دوڑ کر پہلی صف میں جاتے، کیونکہ پہلی صف کے بارے میں اجر و فضیلت حدیث میں آئی ہے، ان کے شاگردوں نے جب ان کا یہ عمل دیکھا تو پوچھا، حضرت! دوسرے لوگ تو پہلی صف کے لئے کوشش کرتے ہیں اور آپ پہلی صف کی کوشش نہیں کرتے۔ پچھلی صف میں ہی کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت کعبؓ نے فرمایا کہ میں نے تورات اور اس کے علاوہ باقی آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض ایسے بندے ہونگے جو اپنے پروردگار کو اتنے مقبول ہوں گے کہ جہاں کھڑے ہو کر وہ نماز پڑھیں گے ان کے پیچھے اقتداء کرنے والے جتنے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان سب کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرے نیک بھائی سب آگے ہوں، ممکن ہے کہ کسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

ابو مسلم خولانیؒ کے لیے آگ گل گلزار بن گئی

سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر

دیا، اس کذاب نے مشہور تابعی حضرت ابو مسلم خولانیؒ کو کسی طرح گرفتار کرلیا، اور کہا کہ تم میری نبوت کا اقرار کرلو، وہ کہنے لگے، ہرگز نہیں، وہ کہنے لگا میں تجھے آگ میں ڈلوادوں گا، فرمانے لگے "فاقض ماانت قاض" تو جو کرسکتا ہے کرلے، کیونکہ پہلے سے ہی ایسا ہوتا ہوا آیا ہے، چنانچہ اس نے آگ جلوائی اور ابو مسلم خولانیؒ کو آگ میں ڈال دیا، انہوں نے اللہ اکبر اور بسم اللہ کے الفاظ پڑھے اور آگ میں چھلانگ لگادی مگر آگ نے ان پر کوئی اثر نہ کیا۔

جب مسیلمۂ کذاب نے دیکھا کہ آگ ابو مسلم خولانیؒ پر کوئی اثر نہیں کیا تو وہ پریشان ہوگیا اور ڈر گیا کہیں اس بندے کی وجہ سے مجھ پر پکڑ نہ آجائے، چنانچہ کہنے لگا، اچھا، میں تجھے آزاد کرتا ہوں، لہٰذا انہیں آزاد کردیا گیا، یہ واقعہ یمامہ میں پیش آیا، اور یہ خبر پھیلتے پھیلتے حضرت سیدنا عمر ابن خطابؓ اور حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ تک پہونچ گئی، ابو مسلم خولانیؒ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی کہ مجھے نبی علیہ السلام کا دیدار کرنے کے لیے جانا چاہئے، جھوٹے نبی نے تو مجھے جلانا چاہا، مگر میرے مالک نے مجھے محفوظ فرمایا، اب کیوں نہ میں سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضری دے آؤں، چنانچہ یمامہ سے مدینہ حاضر ہوئے، مسجد نبویؐ میں دو رکعت پڑھکر کھڑے ہی تھے کہ حضرت عمر قریب آگئے، انہوں نے اجنبی شخص کو دیکھ کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہنے لگے کہ ابو مسلم خولانی ہوں، پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگے کہ میں یمامہ سے آیا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ ہم نے سنا ہے کہ یمامہ میں ایک آدمی کو مسیلمۂ کذاب نے آگ میں ڈال دیا، مگر آگ نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔ کیا تم نے بھی اس کے بارے میں سنا ہے؟ فرمانے لگے، جی ہاں، وہ آدمی تو میں ہی ہوں، جن کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے، فرمانے لگے کہ چلو میں آپ کو خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر جاؤں، چنانچہ انہیں صدیق اکبرؓ کے پاس لے کر آئے اور کہنے لگے، امیر المؤمنین! آج اللہ تعالیٰ نے اس امت میں ایسے شخص کو کھڑا کردیا ہے کہ جس نے حضرت ابراہیمؑ کے ایمان کی یادیں تازہ کردی ہیں سبحان

اللہ! اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نسبت سے ان کو دنیا کی آگ میں جلنے سے محفوظ فرما دیا، بالکل اسی طرح جب ایمان والوں کو قیامت کے دن جہنم کے اوپر سے گزارا جائیگا، تو جہنم کی آگ کہے گی، "اسرع یامؤمن ان نورک اطفأ ناری" اے مؤمن جلدی چل کہ تیرے نور نے تو میری آگ کو بجھا ڈالا ہے۔

وہ جبہ بھی کیسا بابرکت تھا۔۔۔۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے خواب دیکھا کہ امام احمد بن حنبلؒ پر خلق قرآن کے مسئلہ کے بارے میں کچھ آزمائشیں آئیں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرمادیں گے، امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد بھی تھے، امام شافعیؒ نے اپنے ایک شاگرد کو بھیجا کہ جاؤ اور امام احمد بن حنبلؒ کو یہ خواب سنادو، چنانچہ اس شاگرد نے جا کر خواب سنادیا کہ خلق قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں آئیں گی اور اللہ تعالیٰ اس آزمائش میں آپ کو کامیاب فرمادیں گے اب ظاہر میں تو تکالیف پہونچنے والی بات تھی مگر اللہ والے تو دیکھتے ہیں کہ اس آزمائش میں ہم کامیاب ہوں گے یا نہیں، اس خواب میں تو بشارت بھی تھی کہ کامیاب ہوں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے کہ اگر کوئی خوشخبری لائے تو خوشخبری لانے والے کو کچھ ہدیہ پیش کردیا جائے چنانچہ امام احمد بن حنبل کے پاس ان کا اپنا ایک جبہ پڑا ہوا تھا، انہوں نے وہ جبہ اس آنے والے بندے کو ہدیہ کے طور پر پیش کردیا، جب شاگرد نے واپس جا کر امام شافعیؒ کو کارگزاری سنائی تو امام شافعیؒ نے وہ جبہ حاصل کرنے کی فرمائش ظاہر کی، شاگرد نے امام شافعیؒ کے حوالہ کردیا، امام شافعیؒ اس جبہ کو پانی میں ڈبو کر رکھتے اور وہ پانی بیمار کو پلا دیتے تو اللہ تعالیٰ بیمار کو شفا عطا فرمادیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے امام احمد بن حنبلؒ کے جبہ میں اتنی برکت رکھدی تھی کہ امام شافعیؒ جیسی عظیم شخصیت اس جبہ سے برکت حاصل کرتی تھی۔

اللہ والوں کے ہدیہ کی برکت نہ پوچھئے

حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک مرید بڑا پریشان ہو کر کہنے لگا حضرت! حج کا ارادہ ہے لیکن کچھ بھی پاس نہیں، فرمایا: حج پر جاؤ اور میری طرف سے یہ دینار لیکر جاؤ، اس نے کہا بہت اچھا، وہ حضرتؒ سے دینار لیکر باہر نکلا، ابھی بستی کے کنارے پر ہی تھا تو دیکھا کہ ایک قافلہ جا رہا ہے، اس نے بھی قافلہ والوں کو سلام کیا، انہوں نے جواب دیا، پوچھا، بھئی! بتاؤ کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ حج پر جا رہے ہیں، اس نے کہا میں بھی حج پر جا رہا ہوں مگر میں تو پیدل چلوں گا، وہ کہنے لگے کہ ایک آدمی کو ہمارے ساتھ جانا تھا، وہ بیمار ہو گیا، جس کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گیا ہے، اس کا اونٹ خالی ہے، آپ اس پر سوار ہو جایئے، یہ شخص، اونٹ پر بیٹھ گیا اب جہاں قافلے والے رکتے اور کھانا پکاتے اس کو مہمان سمجھ کر ساتھ کھلاتے، پورا حج کا سفر اسی طرح طے کیا، آخر کار ان کے ساتھ حج کر کے واپس آیا اور بستی کے کنارے پر انہوں نے اسے اتارا، اس کو کہیں بھی خرچ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی، شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا، حضرت! عجیب حج کیا، میں تو مہمان ہی بنکر پھرتا رہا اور اب یہاں پہونچ گیا ہوں، حضرتؒ نے فرمایا: کہ تمہارا کچھ خرچ ہوا؟ عرض کیا کچھ بھی خرچ نہیں ہوا، فرمانے لگے کہ میرا دینار واپس کر دو، اللہ والوں کا ایک دینار بھی خرچ نہیں ہوتا، برکت ایسی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دینار کو خرچ ہی نہیں ہونے دیتے، یہ مال میں برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دی تھی۔

صاحب ولایت کی برکت

ایک مرتبہ حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کے کھیت سے گندم نکالی گئی، وہی گندم پکتی تھی، اور خانقاہ کے لوگ کھاتے تھے، الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاں بھی ایسا ہی سلسلہ بنا دیا ہے، ہماری اپنی زمین کی گندم نکلتی ہے اور سارا سال علماء اور طلباء وہی گندم کھاتے ہیں، انہوں نے وہ گندم لا کر مسجد کے صحن میں ڈھیر کر دی اس وقت مٹی کے بھڑونے بنا کر ان میں

گندم کو محفوظ کیا جاتا تھا، مریدین نے وہ گندم مسجد کے صحن میں سے اٹھا کر بھڑونے کے اندر ڈالنی شروع کر دی، وہ گندم اٹھاتے رہے مگر ڈھیر ختم ہونے کو ہی نظر نہیں آ رہا تھا، وہ جتنی گندم لے جاتے تھے، اتنی پیچھے پڑی ہوتی تھی، وہ دیہاتی لوگ تھے، ان بیچاروں کی گردنیں بوجھ اٹھا اٹھا کر تھک گئیں۔

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ بڑے عقلمند تھے، وہ بھی اصل حقیقت سمجھ گئے، چنانچہ وہ حضرت قریشیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آ کر عرض کرنے لگے، حضرت! جو برکت یہاں ظاہر ہو رہی ہے وہ اندر جا کر ظاہر نہیں ہو سکتی حضرت نے فرمایا: بھئی! مسئلہ کیا ہے؟ عرض کیا حضرت گندم اٹھا اٹھا کر گردنیں تھک گئی ہیں، اب تو صرف ٹوٹنی رہ گئیں ہیں، لہذا مہربانی فرما کر توجہ فرما دیں، حضرت نے فرمایا: چلو، اٹھاتے ہیں چنانچہ حضرت قریشیؒ ساتھ آئے اور سب نے گندم اٹھائی اور حضرت نے بھی تھوڑی سی اٹھائی اور ایک ہی مرتبہ وہ ساری گندم اندر چلی گئی۔ اللہ اکبر!

حضرت پیر مہر علی شاہؒ اور نسبت کی برکت

حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے بارے میں مشہور واقعہ ہے وہ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے گئے، وہ تھکے ہوئے تھے، حضرت نے عشاء کی نماز کے صرف فرض پڑھے اور سو گئے، خواب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار نصیب ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہر علی! تو نے فرض پڑھ لیے اور سنتیں نہ پڑھیں، جب آپ ہماری سنتیں چھوڑ دیں گے اور نہ پڑھیں گے، تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ بیدار ہوئے تو حضرت پر گریہ طاری ہو گیا اس کے بعد عشاء کی نماز مکمل کی اور پھر بعد میں مشہور لغت لکھی جو انہوں نے اپنی زبان میں لکھی ہے۔

کھا کھا کے تھک گئے مگر پھر بھی کھانا۔۔۔۔۔۔

حضرت خواجہ سراج الدینؒ کے پاس ایک مولانا صاحب تشریف لائے جو ایک

وقت میں صرف ایک بکرا اور اس کے ساتھ روٹیوں کے دو تین بنڈل کھایا کرتے تھے، جب وہ آئے تو انہوں نے حضرتؒ سے کہہ دیا کہ حضرت! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، اور میرا کھانے کا معمول یہ ہے ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہاں کہیں بھوکا ہی نہ رہوں، لیکن اتنا کھانے کے باوجود ایک پکے سالک تھے، وہ حافظِ قرآن تھے، اور ایک بکرا اور روٹیوں کے دو تین بنڈل کھا کر نوافل کی نیت باندھ لیتے اور پوری رات نوافل میں گزار دیتے تھے، وہ واقعی باخدا بندے تھے لیکن ان کی زیادہ کھانے کی عادت بنی ہوئی تھی۔

جب کھانا کھانے کا وقت آیا تو سب مہمانوں کے لیے ایک دیگ سے کم کھانا تھا، ان مولانا صاحب کو پریشانی لاحق ہوئی کہ اب میرا کیا بنے گا، حضرتؒ نے لنگر والے خادم کو بلا کر فرمایا کہ ان کو بھی دو چپاتیاں اور شوربے میں ایک بوٹی ڈالکر دینا، مولانا صاحب حیران پریشان تھے کہ میرا کیا بنے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ وہ مولانا صاحب دسترخوان پر بیٹھ کر روٹی اور سالن کھاتے رہے حتی کہ ان کا پیٹ بھر گیا، لیکن ان سے وہ روٹیاں اور سالن ختم نہ ہوا یہ حضرت کی کرامت تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کھانے میں اتنی برکت دی کہ وہ مولانا صاحب کھا کھا کر تھک گئے ان کا پیٹ بھر گیا لیکن کھانا ختم نہ ہوا۔

جبہ کی برکت سے علاقہ فتح یاب

ایک دفعہ ملاقات کے درمیان محمود بادشاہ نے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ سے کہا کہ حضرت! میں نے سومنات پر حملہ کا ارادہ کیا ہے کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اس لیے مقابلہ سخت ہے مہربانی فرما کر دعا فرمادیں کہ اللہ ہمیں کامیابی عطا فرمائے، جب سلطان محمود غزنویؒ نے دعا کے لیے عرض کیا تو حضرت کے پاس ایک جبہ پڑا ہوا تھا انہوں نے وہ اٹھا کر بادشاہ کو دیدیا اور فرمایا کہ اسے اپنے ساتھ لے جائیں اور جب آپ ضرورت محسوس کریں تو آپ اس جبہ کو سامنے رکھ کر دعا مانگنا کہ اے اللہ! اگر اس جبہ والے کا تیرے ہاں کوئی مقام ہے تو اس کی برکت سے میرے اس معاملہ کو حل فرمادے اس نے کہا: بہت اچھا، وہ جبہ لیکر چلا گیا۔

واپسی پر سلطان محمود غزنویؒ نے تیاری کر کے سومنات پر حملہ کیا اس وقت ہندو اور دوسرے مذاہب کے لوگ سب مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑتے تھے، اس لیے کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی، جب اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کے لشکر میں کمزوری آرہی ہے تو اسے یاد آیا کہ حضرت نے تو مجھے ایک جبہ دیا تھا، چنانچہ اس نے اس آڑے وقت میں اس جبہ کو سامنے رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے بیٹھ گیا کہ اے مالک! اگر اس جبہ والے کا تیرے ہاں کچھ مقام ہے اور وہ تیرے دوستوں میں سے ہے تو اس کی برکت سے تو مجھے سومنات کا فاتح بنادے، چنانچہ جنگ کا پانسہ پلٹا اور اللہ تعالیٰ نے اسے سومنات کا فاتح بنادیا۔

سومنات کی فتح کے کافی عرصہ بعد سلطان غزنویؒ نے سوچا کہ میں حضرت کے پاس جا کر ان کا شکریہ ادا کروں، اور ان کو خوشخبری بھی سناؤں، چنانچہ وہ حضرت کو ملنے آیا اس نے حضرت کو سارا واقعہ سنایا حضرت نے اس سے پوچھا کہ آپ نے جبہ سامنے رکھ کر کیا دعا مانگی؟ بادشاہ نے کہا حضرت! یہ دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اس جبہ والے کا تیرے یہاں کوئی مقام ہے اور وہ تیرے دوستوں میں سے ہے تو مجھے سومنات کا فاتح بنادے۔ حضرت نے سنکر فرمایا: تو نے بہت سستا سودا کر لیا، اگر تو یہ دعا مانگتا کہ اے اللہ! اسکی برکت سے مجھے پوری دنیا کا فاتح بنادے، تو تجھے اللہ تعالیٰ پوری دنیا کا فاتح بنا دیتے، کیونکہ اللہ والے کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی لاج رکھ لیا کرتے ہیں۔

نسبت نقشبندیہ کی برکت بوقتِ غرغرہ بھی

اب آپ کو راز کی ایک بات بتاتا ہوں، ویسے میری عادت ایسی باتیں کرنے کی نہیں ہے، اس وقت وہ بات قدرتاً یاد آگئی بتا دیتا ہوں، شاید کسی کا فائدہ ہوجائے ۔۔۔ ہمارے ایک پرانے دوست ہیں، وہ میرے ہم عمر بھی ہیں اور کلاس فیلو بھی، ان کے والد صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھے، جب وہ فوت ہوئے تو یہ عاجز بیرون ملک میں تھا، واپسی پر اس دوست نے یہ واقعہ مسجد میں باوضو کھڑے ہو کر خود سنایا۔ وہ کہنے لگے کہ

میرے والد صاحب پر موت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے، ہم سب بھائی، بہن قریب بیٹھ گئے، کسی نے سورۂ یٰسین شریف پڑھنا شروع کر دی، اور کسی نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا، کہنے لگے کہ میں اپنے والد کے چہرے کے بالکل قریب ہو کر بیٹھ گیا اور اونچی آواز سے ''**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**'' کہنا شروع کر دیا، میں پندرہ منٹ ان کے چہرے پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا اور کلمہ پڑھتا رہا، مگر میرے والد کے ہونٹ گویا سلے ہوئے تھے، اور کچھ حرکت نہ کی، اتنے میں بہن نے اشارہ کیا کہ ابو کے پاؤں پہلے کھڑے تھے اب وہ ڈھیلے، اس سے ہمیں محسوس ہوا کہ پاؤں کی طرف سے روح نکلنی شروع ہو گئی ہے، تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ والد صاحب کے گھٹنے جو پہلے کھڑے تھے وہ بھی ڈھیلے پڑ گئے، ابھی تک سانس تیز ہو کر اکھڑی نہیں تھی، لیکن اب پہلے کی بہ نسبت سانس تیز ہونا شروع ہو گئی، ہمیں صاف پتہ چل رہا تھا کہ اب چند منٹوں کی بات ہے، کہنے لگے کہ جب میں نے گھٹنوں کو ڈھلتے ہوئے دیکھا تو اس وقت میرے دل میں بات آئی کہ میں پندرہ منٹ سے ابو کے چہرے کی طرف دیکھ رہا ہوں، میں نے ان کے ہونٹ ہلتے نہیں دیکھے، کیا میرے والد صاحب دنیا سے کلمہ پڑھے بغیر رخصت ہو جائیں گے؟

یہ سوچ کر میں زار و قطار رونے لگا اور دعائیں مانگنے لگا، کہنے لگے کہ اچانک میرے دل میں ایک خیال آیا اور دعا مانگتے ہوئے میں نے یہ دعا مانگی ''اے اللہ! میرے والد کا تعلق شیخ ذوالفقار احمد دامت برکاتہم کے ساتھ ہے'' ان کا تعلق اپنے شیخ کے ساتھ ہے، اوپر چلتے چلتے یہ روحانی تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے، اے اللہ! اگر اس نسبت کا تیرے ہاں کوئی مقام ہے تو اس کی برکت سے میرے والد کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرما دے، کہنے لگے کہ میں نے پلک جھپکنے کی دیر میں دعا مانگی اور میرے والد نے ہونٹ کھول کر پانچ مرتبہ کلمہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ سبحان اللہ! ۔۔۔۔۔۔ اللہ رب العزت کے یہاں نسبت کا بڑا مقام ہے ہمارے اسلاف کی زندگیاں تقویٰ سے بھری ہوتی ہیں، ہم تو مفت خورے ہیں، ہماری اپنی محنت تو ہے ہی نہیں، لیکن ہمارے بڑے واقعی اللہ کے مقبول بندے تھے۔

بزرگ کے ہاتھ کی برکت کہ مجوسی کا ہاتھ نہ جلا

ایک بزرگ کہیں جارہے تھے، راستہ میں ان کو ایک آدمی ملا، انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگا میں آتش پرست (آگ کی پوجا کرنے والا) ہوں، دونوں نے ملکر سفر شروع کر دیا، راستہ میں وہ آپس میں بات چیت کرنے لگے اس بزرگ نے اس کو سمجھایا کہ آپ خواہ مخواہ آگ کی پوجا کرتے ہیں، آگ تو خدا نہیں، خدا تو وہ ہے جس نے آگ کو بھی پیدا کیا ہے، وہ نہ مانا، آخر کار اس بزرگ کو بھی جلال آ گیا، انہوں نے فرمایا: اچھا، اب ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں اور دونوں اپنے اپنے ہاتھ آگ میں ڈالتے ہیں، جو سچا ہوگا آگ کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوگا، اور جو جھوٹا ہوگا آگ اس کے ہاتھ کو جلا دے گی، وہ بھی تیار ہو گیا۔

انہوں نے اس جنگل میں خوب آگ جلائی، آگ جلانے کے بعد مجوسی گھبرانے لگا، جب اس بزرگ نے دیکھا کہ اب پیچھے ہٹ رہا ہے، تو انہوں نے اس کا بازو پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھام کر آگ میں ڈال دیا، بزرگ کے دل میں تو پکا یقین تھا کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ تعالیٰ میری حقانیت کو ضرور ظاہر فرمائیں گے، جس سے دین اسلام کی شان شوکت بھی واضح ہو جائیگی، لیکن اللہ کی شان، کہ نہ اس بزرگ کا ہاتھ جلا اور نہ اس آتش پرست کا، وہ آتش پرست بڑا خوش ہوا اور یہ بزرگ دل ہی دل میں بڑے رنجیدہ ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ! میں سچے دین پر تھا، آپ نے مجھ پر تو رحمت فرمادی کہ میرے ہاتھ کو محفوظ فرمالیا، یہ آتش پرست تو جھوٹا تھا، آگ اس کے ہاتھ کو جلا دیتی جب انہوں نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات القا فرمائی کہ میرے پیارے! ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جب کہ اس کے ہاتھ کو آپ نے پکڑا ہوا تھا، سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نسبت کی یوں لاج رکھ لیتے ہیں، مجوسی تو پکا کافر تھا مگر اس کے ہاتھ کو وقتی طور پر ایک اللہ والے کے ہاتھ کے ساتھ سنگت نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی آگ سے محفوظ فرمادیا۔

تین گھنٹوں کی نیند تین منٹ میں

ہمارے حضرت مرشد عالمؒ فرمانے لگے کہ ایک دفعہ میں بہت ہی تھکا ہوا تھا، کئی دن سے مسلسل کام کر رہا تھا، مغرب کی نماز کا وقت قریب تھا، تھکاوٹ اتنی غالب تھی کہ میں عاجز آ گیا اور میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ بس آپ سب لوگ یہاں سے چلے جائیں، وہ کہنے لگے کہ حضرت! نماز میں بس دس پندرہ منٹ باقی ہیں، آپ بعد میں سو جانا میں نے کہا کہ بس آپ جائیں، میں نے ان سب کو کمرے سے باہر نکال دیا، فرماتے ہیں کہ میں نے کنڈی لگا دی اور آ کر بستر پر سو گیا، میں سوتا رہا سوتا رہا حتی کہ میری نیند پوری ہو گئی، میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے ''ہم ہی سلاتے ہیں اور ہم ہی جگاتے ہیں'' اس بات کو سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی، فرماتے ہیں کہ میری طبیعت تازہ دم تھی میں نے کہا اچھا اٹھ کر وضو کرتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں، جب میں اٹھا اور کنڈی کھولی تو دیکھا کہ جن لوگوں کو باہر نکالا تھا وہ دروازے پر ہی کھڑے تھے، دروازہ کھولا باہر نکلا تو وہ کہنے لگے کہ حضرت! آپ نے سونے کا ارادہ ترک کر دیا، میں نے کہا نہیں میری تو نیند پوری ہو گئی، اس پر انہوں نے گھڑی دیکھی اور کہنے لگے کہ ابھی ہمیں کمرے سے نکلے صرف تین منٹ ہی گزرے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو تین منٹ میں اتنا سکون دے دیتا ہے کہ گویا ان کو تین گھنٹے کی نیند نصیب ہو گئی اور ہم ساری رات بھی سو کر تازہ دم نہیں ہوتے۔

انتظامی امور پر متعین دو مجذوب

کچھ مجذوب ایسے بھی ہوتے ہیں، جو انتظامی امور پر مامور ہوتے ہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا حضرت! آج کل تو حالات بہت ہی ڈھیلے ہو گئے ہیں، کوئی نظم و نسق اور قانون نہیں ہے، سب لوگ من مرضی کرتے پھرتے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا: ہاں بھئی! جو بندہ انتظامی امور پر متعین ہوا ہے وہ طبیعت کے لحاظ سے بہت

ہی ڈھیلا ہے اس نے پوچھا، حضرت! وہ کون ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا: وہ جامع مسجد کے سامنے خربوزہ بیچ رہا ہے، وہ آدمی گیا تو دیکھا کہ ایک سادہ سا آدمی بیٹھا ہوا خربوزے بیچ رہا ہے، اس نے کہا کہ مجھے خربوزے خریدنے ہیں، وہ کہنے لگا خرید لیں، اس آدمی نے کہا کہ چکھنے کے بعد خریدوں گا وہ کہنے لگا کہ چکھ لو، اب اس نے ایک خربوزہ کاٹا، چکھا اور کہنے لگا کہ یہ تو مجھے پسند نہیں ہے، دوسرا کاٹا اور کہا پسند نہیں ہے حتی کہ سارے خربوزے کاٹ کر چکھے اور کہا کہ مجھے تو کوئی بھی خربوزہ پسند نہیں آیا، اس نے کہا، اچھا اگر کوئی بھی پسند نہ ہو تو چلے جاؤ، وہ کہنے لگا بالکل ٹھیک، نظام بھی ایسا ہی ہے۔ کچھ دن گذرے تو نظام ایسا ٹھیک ہوا کہ حکام سخت ہو گئے، وہ پھر کہنے لگا نظام بہت سخت ہو چکا ہے حضرتؒ فرمانے لگے، میاں! آجکل بڑا سخت بندہ آیا ہوا ہے، اس نے پوچھا: حضرت! وہ کون ہے؟ حضرت! نے فرمایا: وہ جو فلاں جگہ پر مشک سے پانی پلاتا ہے، اس نے کہا اچھا جا کر دیکھتا ہوں، گرمی کا موسم تھا، وہ شخص گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی دوپہر کے وقت پانی پلانے کے لیے مشک بھر کر کھڑا ہے، اس نے اس سے کہا، جی پانی پلا دیں، اس نے پیالہ بھر کر دیدیا، اب اس شخص نے پیالے میں پانی کو دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ پانی ٹھیک نہیں ہے چنانچہ یہ کہہ کر اس نے پیالہ کو انڈیل دیا اور کہا، پیالے میں اور پانی ڈال دو، وہ کہنے لگا کہ پہلے اس پانی کے پیسے ادا کرو جو پھینکا ہے پھر دوسرے کی بات کرنا، وہ دل ہی دل میں کہنے لگا واقعی بات ٹھیک ہے کہ آجکل نظام ہی ایسا ہے۔

ہَوا اور پانی ہُوا مسخر

سیدنا عمر بن خطابؓ منبر پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں کہ "یاساریۃ الجبل" اور ہوا اس پیغام کو سینکڑوں میل دور تک پہونچا رہی ہے، حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کو ایک رقعہ لکھا تو اس کے پانی نے چلنا شروع کر دیا، آج بھی دریائے نیل چل رہا ہے اور حضرت عمر بن خطابؓ کی عظمتوں کی گواہی دے رہا ہے، ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آتا ہے آپؓ پاؤں کی ٹھوکر مار کر زمین کو فرماتے ہیں کہ اے زمین! تو کیوں ہلتی ہے؟ کیا عمر نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا؟

اسی وقت زمین کا زلزلہ رک جاتا ہے۔ مدینہ منورہ کے قریب پہاڑ سے ایک آگ نکلتی ہے جو مدینہ منورہ کی طرف بڑھتی ہے حضرت عمر بن خطابؓ تمیم داریؓ کو بھیجتے ہیں کہ جا کر اسے بجھایئے، انہوں نے دو رکعت نفل پڑھی اور پھر اپنے کپڑے کو ایسے بنایا جیسے کسی جانور کو مارنے کا چابک ہوتا ہے، اس کے ساتھ آگ کو مارتے رہے آگ پیچھے ہٹتی رہی حتیٰ کہ جس غار سے نکلی تھی اسی غار میں واپس ہوگئی۔

درندوں نے جنگل خالی کر دیا

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جب افریقہ کے جنگلوں میں پہونچے، تو بربر قوم کہنے لگی کہ یہاں پر تو خطرناک درندے ہیں وہ رات کے اندھیرے میں تمہاری تکہ بوٹی کر دیں گے، ایک صحابیؓ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا، اے جنگل کے درندو! آج یہاں نبی علیہ السلام کے غلاموں کا بسیرا ہے اس لیے جنگل خالی کرو، یہ اعلان ہونا تھا، کہ صحابۂ کرامؓ نے دیکھا کہ شیرنی بچوں کو لیکر جا رہی ہے اور ہاتھیوں کے غول جا رہے ہیں اور سارے درندے جنگل کو خالی کر کے جا رہے ہیں، مقامی لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے پوچھا کہ تم نے یہ کام کیسے سیکھا؟ انہوں نے بتایا کہ ہمارے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی زندگی کے طریقے سکھائے، وہ کہنے لگے کہ پھر آپ ہمیں بھی اپنے جیسا بنا لیجئے، چنانچہ وہ افریقن قوم جنگل کے درندوں کی اطاعت کو دیکھ کر بغیر کسی لڑائی کے مسلمان ہوگئی۔

نظام الدینؒ کے خیمہ کی رسی کٹ گئی مگر پھر بھی۔۔۔۔۔

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ جب عشقیہ اشعار سنتے تو ان پر جذب کی کیفیت طاری ہو جاتی، اس دور میں حکیم ضیاء الدین سنامیؒ ایک بزرگ تھے، جن کو وقت کے بادشاہ نے محتسب اعلیٰ متعین کیا تھا، ان کا کام یہ تھا کہ جہاں خلاف شرع کوئی کام دیکھیں اس پر تنقید کریں اور اس کو روک دیں، ان کو قاضی کہا کرتے تھے، چنانچہ وہ ہر وقت اسی تاک میں رہتے تھے کہ کوئی

ایسی بات جو دین کے خلاف ہو تو اس کو کسی طرح ختم کر دیا جائے۔

ایک دفعہ ان کو پتہ چلا کہ جناب خواجہ نظام الدین اولیاءؒ شہر سے باہر ایک جگہ میں محفل لگائے بیٹھے ہیں، جب یہ اپنے عملے کو لیکر وہاں پہونچے تو دیکھا کہ اشعار پڑھے جا رہے ہیں اور لوگ جذب میں حال بے حال ہیں، ان کو کچھ پتہ نہیں بڑے اچھل کود رہے ہیں، تھوڑی دیر تو انہوں نے برداشت کیا مگر انہوں نے کہا کہ اس کو روکنا چاہئے، کہیں کام اس سے آگے نہ بڑھ جائے، چنانچہ انہوں نے ان کے خیموں کی رسیاں کٹوا دیں، مگر دیکھا کہ وہ خیمے اسی طرح کھڑے ہیں، نیچے نہیں گرے، حکیم ضیاء الدین سنامی نے کہا کہ یہ سچے حال میں ہیں جو عشق و محبت کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں لہٰذا خاموشی سے واپس آ گئے، تاہم وہ کہتے تھے کہ میں اسے بدعت سمجھتا ہوں۔

سیدنا احمد دربندیؒ کی کرامت

تاتاری فوج ایک شہر ''دربند'' میں پہونچی وہاں ایک بزرگ سید احمد دربندیؒ رہتے تھے، تاتاریوں کی خبر سنتے ہی مسلمانوں نے سارے شہر کو خالی کر دیا، فقط شیخ احمد دربندیؒ اور ان کے ایک خلیفہ مسجد کے اندر موجود رہے تاتاری شہزادے نے کہا کہ جاؤ پتہ کرو کہ کوئی انسان اس شہر کے اندر موجود ہے یا نہیں؟ بتایا گیا کہ دو بندے مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں، اس نے کہا کہ گرفتار کر کے اور بیڑیاں پہنا کر میرے سامنے پیش کرو، حکم کے مطابق ان کو گرفتار کر کے شہزادے کے سامنے پیش کیا گیا تاتاری شہزادے نے پوچھا، کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میں آ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ پتہ تھا شہزادے نے کہا، جب سارے مسلمان چلے گئے تھے، تو پھر تم کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنے پروردگار کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے، اور اس گھر سے ہمیں کوئی نہیں نکال سکتا، شہزادے نے کہا کہ تم کیسی باتیں کرتے ہو؟ ہم نے تمہیں نکالا، ہم نے تمہیں بیڑیاں پہنائیں اور ہم نے تمہیں مجرم کی طرح سامنے کھڑا کر دیا ہے، شیخ احمد دربندیؒ کہنے لگے کہ یہ بیڑیاں کیا چیز ہیں؟ چنانچہ شیخ احمد دربندیؒ نے

اس وقت زور سے کہا ''اللہ'' ان کا یہ کہنا تھا کہ زنجیریں ٹوٹ کر نیچے گر گئیں۔

تاتاری شہزادے کا قبول اسلام

یہ دیکھ کر تاتاری شہزادے کے دل میں ہیبت بیٹھ گئی، کہنے لگا کہ میں آپ کو اس شہر میں رہنے کی اجازت دیتا ہوں چنانچہ شیخ احمد دربندیؒ نے اس شہر میں رہنا شروع کر دیا، تاتاری شہزادہ کبھی کبھی ان سے خفیہ ملاقات کرنے کے لیے آتا، اللہ تعالیٰ نے نور فراست سے شیخ احمد دربندیؒ کو بتا دیا کہ ایک ایسا وقت آئیگا کہ یہ شہزادہ پورے ملک کا حکمراں بنے گا، شیخؒ نے شہزادے سے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ، اس نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہو بھی جاؤں تو اپنے ایمان کا اظہار نہیں کر سکتا، اگر کروں گا تو مجھے قتل کر دیا جائیگا، شیخ احمد دربندیؒ نے فرمایا کہ تم اپنے ایمان کا اس وقت اظہار کر دینا جب اللہ تعالیٰ تمہیں حکمراں بنا دیں گے، شہزادے نے حیران ہو کر پوچھا، کیا مجھے حکومت بھی ملے گی؟ فرمایا: ہاں میرے باطن کا نور بتاتا ہے کہ تمہیں حکومت ملے گی، چنانچہ شہزادے نے وعدہ کر لیا، کہ جس وقت مجھے حکومت ملے گی میں اپنے اسلام لانے کا اعلان کر دوں گا، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ تیس سال کے بعد اس شہزادے کو حکومت ملی تو اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، اس طرح پوری دنیا میں خلافت و حکومت دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گئی اسی پر علامہ اقبال نے کہا: ؎

ہے عیاں شورش تاتار کے افسانے سے پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

سب سے بڑی کرامت، کرامتِ معنوی

ایک شخص حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس نو سال تک رہا، ایک دن وہ کہنے لگا، حضرت! مجھے اجازت دیں میں کسی اور شیخ کے پاس جاتا ہوں، انہوں نے پوچھا خیریت تو ہے؟ وہ کہنے لگے، حضرت! میں نو سال تک آپ کی خدمت میں رہا اور میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی، حضرت نے فرمایا آپ مجھے یہ بتائیں کہ ان نو سالوں میں مجھے کوئی کام

خلاف سنت کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں فرمانے لگے، اس سے بڑی اور کیا کرامت ہوسکتی ہے کہ نو سال میں ایک کام بھی نبی علیہ السلام کی سنت کے خلاف نہیں کیا، گویا یہ سب کرامتوں سے بڑی کرامت ہے۔

دھڑ بغیر سر کے بھاگتا ہی رہا

تاریخ میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہوا ہے کہ جب شاہ اسماعیل شہیدؒ چاروں طرف سے گھیر لیے گئے تو ایک سکھ نے نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کے الفاظ کہے اور دوسرے نے ان کے اوپر تلوار تان لی شاہ اسماعیل شہیدؒ کے دل میں عشق رسالت کی ایسی کیفیت تھی کہ آپ ان نازیبا الفاظ کو سنکر تڑپ اٹھے اور آپ نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک کہ میں تیرا کام تمام نہیں کرلوں گا، یہ کہہ کر آپ نے اس کے اوپر خنجر لہرایا مگر دوسرے سکھ نے آپ پر تلوار کا وار کیا، آپ کا سر آپ کے تن سے جدا ہوگیا، اور جدا ہوکر گر گیا، عجیب بات ہے کہ بدن چونکہ حرکت میں آچکا تھا اور ہاتھ میں خنجر تھا لہٰذا بدن بغیر سر کے اس کے پیچھے بھاگتا رہا، جب سکھ نے دیکھا کہ بغیر سر کے یہ بدن میری طرف بھاگ رہا ہے تو وہ ڈر کے مارے پیچھے گرا، آپ اس کے اوپر گرے اور آپ کا خنجر اس کے سینے میں پیوست ہوگیا، اس طرح آپ کی قسم اللہ رب العزت نے پوری فرمادی، حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے ہاں ان کا وہ مقام ہوتا ہے کہ جب وہ قسم کھالیا کرتے ہیں، تو اللہ رب العزت ان کی قسم کو پورا کردیا کرتے ہیں: **"لو اقسم علی اللہ لابرہ"**

محبوب خدا کو ستانے کا انجام

ایک بزرگ اللہ والے جارہے تھے، سردی کا موسم تھا، بارش بھی تھی، سامنے سے میاں بیوی آرہے تھے ان بزرگ کے جوتے سے ایک دو چھینٹیں اڑیں اور عورت کے کپڑوں

پر جا گریں، خاوند نے جب دیکھا تو اسے بڑا غصہ آیا، کہنے لگا، تو اندھا ہے تجھے نظر نہیں آتا، تو نے میری بیوی کے کپڑے خراب کر ڈالیں، غصے میں آ کر اس نے اس اللہ والے کو ایک تھپڑ لگا دیا، بیوی بڑی خوش ہوئی کہ تم نے میری طرف سے خوب بدلہ لیا، پھر خوشی خوشی دونوں گھر چلے گئے، تھوڑی دور آگے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک حلوائی کی دکان ہے، حلوائی نے سوچا تھا کہ آج سردی ہے لہذا آج مجھے اللہ کا جو بھی بندہ سب سے پہلے نظر آیا میں اس کو اللہ کے لیے گرم دودھ کا ایک پیالہ ضرور پلاؤں گا، اب وہ انتظار میں تھا، یہ بزرگ جب اس کے قریب سے گذرے تو اس نے بلایا، بٹھایا، اور گرم گرم دودھ کا پیالہ پیش کیا، سردی تو تھی ہی سہی، انہوں نے وہ گرم دودھ کا پیالہ پیا اور اللہ کا شکر ادا کیا، دکان سے باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھا اور کہا واہ اللہ! تیری شان بھی کتنی عجیب ہے، کہیں تو مجھے تھپڑ لگواتا ہے، اور کہیں مجھے گرم دودھ کے پیالے پلواتا ہے، اتنے میں وہ میاں بیوی گھر کے قریب پہونچ چکے تھے، خاوند سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ اس کا پاؤں اٹکا، وہ گردن کے بل گرا اور وہیں اس کی موت واقع ہوگئی، بیوی نے کہا کہ تھوڑی دیر پہلے ایک واقعہ پیش آیا تھا، اس بوڑھے نے کہیں اس کے لیے بددعا تو نہیں کر دی، لوگ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اس نے ایک تھپڑ ہی مارا تھا آپ معاف کر دیتے، آپ نے اس کے لیے بددعا کر دی انہوں نے کہا، نہیں میں نے کوئی بددعا نہیں کی، بات درحقیقت یہ ہے کہ اس کو بیوی سے محبت تھی، جب بیوی کو تکلیف پہونچی تو اس نے بدلہ لیا، مجھ سے میرے پروردگار کو محبت تھی جب مجھے تکلیف پہونچی تو میرے پروردگار نے بدلہ لے لیا، تو جب انسان اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بدلہ لے لیا کرتا ہے۔

اولاد و رزق میں بھی برکت

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے مجھے دعا دی کہ اللہ اس کے رزق اور اولاد میں برکت عطا فرما، محبوبؓ کی دعا ایسی پوری ہوئی کہ میرے پاس اتنا مال تھا کہ سونے کی

اینٹوں کو میں لکڑی کاٹنے والے کلہاڑے سے توڑا کرتا تھا، ماشاء اللہ، فرماتے تھے کہ کہ میرے گھر میں درہم و دینار کا اتنا ڈھیر لگ جایا کرتا تھا کہ اس کے پیچھے بندہ چھپ جایا کرتا تھا، اللہ تیری شان، اولاد اتنی کہ میں نے اپنی زندگی میں ایک سو سے زیادہ پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ سبحان اللہ!

محبوب دو جہاں کے غم کی انتہاء

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ کے محبوبؐ نے محسوس کیا کہ جبرئیلؑ کچھ غم زدہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا کہ جبرئیلؑ کیا معاملہ ہے کہ میں آج آپ کو غمزدہ دیکھتا ہوں جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اے محبوبِ کل جہاںؐ میں اللہ کے حکم سے آج جہنم کا نظارہ کر کے آیا ہوں، اس کو دیکھنے کی وجہ سے میرے اوپر غم کے اثرات ہیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ جبرئیلؑ بتاؤ کہ جہنم کے کیا حالات ہیں، عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ جہنم کے اندر سات درجے ہوں گے، ان میں سے جو سب سے نیچے ہوگا، اس کے اندر اللہ تعالیٰ منافقوں کو رکھیں گے، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا "اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" اس کے اوپر والے (چھٹے) درجے میں اللہ تعالیٰ مشرک لوگوں کو ڈالیں گے، اس سے اوپر پانچویں درجے میں اللہ تعالیٰ سورج اور چاند کی پرستش کرنے والوں کو ڈالیں گے، چوتھے درجے میں اللہ تعالیٰ آتش پرست لوگوں کو ڈالیں گے، اس کے اوپر تیسرے درجے میں یہودیوں کو ڈالیں گے، دوسرے درجے میں عیسائیوں کو ڈالیں گے۔ یہ کہہ کر حضرت جبرئیلؑ خاموش ہو گئے، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! جبرئیلؑ آپ خاموش کیوں ہو گئے ہیں؟ بتاؤ کہ پہلے درجے میں کون ہوں گے؟ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے اوپر والے یعنی پہلے درجے میں اللہ تعالیٰ آپ کی امت کے گنہگاروں کو ڈالیں گے۔

جب آپؐ نے یہ سنا کہ میری امت کے گنہگاروں کو بھی جہنم میں ڈالا جائیگا، تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم بہت غمگین ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور دعائیں کرنا شروع کر دیں، کتابوں میں لکھا ہے کہ تین دن ایسے گزرے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لاتے، نماز پڑھ کر حجرے میں تشریف لے جاتے، اور حجرہ بند کر لیتے، حجرہ کے اندر پروردگار کے سامنے آہ وزاری میں مشغول ہو جاتے، صحابۂ کرامؓ حیران ہوتے کہ نبی علیہ السلام پر کیا خاص کیفیت ہے، کہ کسی سے بات چیت بھی نہیں کرتے اور نماز پڑھنے کے بعد حجرے کی تنہائی کو اختیار فرما لیتے ہیں، گھر میں بھی تشریف نہیں لے جا رہے ہیں، یہ کیا معاملہ بنا؟

جب تیسرا دن ہوا تو سیدنا ابوبکر صدیق اکبرؓ سے برداشت نہ ہو سکا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کے دروازہ پر تشریف لائے، اور دستک دی اور کہا "**السلام علیکم**" لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ کے محبوبؐ میں حاضر ہوں، لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا، تو حضرت صدیق اکبرؓ واپس چلے گئے، اور انہوں نے روتے ہوئے جا کر حضرت عمر ابن خطابؓ سے کہا، عمر! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت میرے سلام کا جواب عطا نہیں فرمایا، لہذا آپ جائیں ممکن ہے کہ آپ کو سلام کا جواب مل جاوے، چنانچہ حضرت عمرؓ حجرہ مبارک کے دروازے پر آئے، انہوں نے بھی اونچی آواز سے تین مرتبہ سلام کیا مگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جواب کی آواز نہ آئی، چنانچہ وہ بھی یہی سمجھے کہ ابھی دروازہ کھولنے کی اجازت نہیں ہے لہذا وہ بھی واپس تشریف لے گئے، واپسی پر ان کی ملاقات حضرت سلمان فارسیؓ سے ہوئی، حضرت عمر ابن الخطابؓ نے ان سے کہا، سلمان! آپ کے بارے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "**سلمان منا اھل البیت**" سلمان تو میرے اہل بیت میں ہے، اس لیے آپ جائیں ہو سکتا ہے کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دروازہ کھلنے کا سبب بنا دیں، چنانچہ انہوں نے بھی آ کر سلام کیا، لیکن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا، اسکے بعد حضرت علیؓ سے کہا گیا جب ان سے کہا گیا تو انہوں نے سوچا کہ میں اس کے بارے میں کوئی اور حل کیوں نہ کروں، چنانچہ وہ خود دروازے پر جانے کی بجائے اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنی زوجہ

محترمہ حضرت فاطمۃ الزہرہؓ سے فرمایا کہ نبی علیہ السلام پر تین دن سے ایسی کیفیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرے کی تنہائی میں ہیں، جب مسجد میں تشریف لاتے ہیں تو چہرۂ انور پر غم کے آثار ہوتے ہیں، آنکھیں آبدیدہ محسوس ہوتی ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی سے کلام بھی نہیں فرماتے، لہٰذا آپ جائیں اور دروازہ کھٹکھٹائیں، ہوسکتا ہے کہ آپ کی وجہ سے دروازہ کھول دیا جائے، چنانچہ سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ تشریف لائیں اور انہوں نے بھی آکر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کیا، بالآخر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز پر دروازہ کھولا اور اپنی بیٹی کو اندر بلالیا، سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ نے پوچھا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر یہ کیا کیفیت ہے کہ تین دن سے آپ مجلس میں بھی تشریف فرما نہیں ہوتے، حجرے کی تنہائی کو اختیار کیا ہوا ہے اور چہرۂ انور پر بھی غم کے آثار ہیں، اس وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ پوری بات بتائی کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ میری امت کے کچھ گنہگار لوگ جہنم میں جائیں گے، فاطمہ! مجھے اپنی امت کے ان گنہگاروں کا غم ہے اور میں اپنے مالک سے فریاد کررہا ہوں کہ وہ ان کو جہنم کی آگ سے بری فرمادے، یہ کہہ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر لمبا سجدہ فرمایا حتی کہ اس سجدے کے اندر بھی روتے رہے، بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ آگیا کہ اے محبوب! ''وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى'' کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا عطا کردے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کرلیا ہے لہٰذا وہ قیامت کے دن مجھے راضی کریگا اور میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا آخری امتی بھی جنت میں نہیں چلا جائیگا، سبحان اللہ! اس کے بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر تشریف لائے۔

اندھا بھی چراغ لیکر نکلا

ایک اندھا تھا، اپنے سر کے اوپر پانی کا گھڑا رکھ کر جارہا تھا، رات کا وقت تھا، لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ رات کی تاریکی میں وہ اندھا اپنے ہاتھ میں ایک چراغ بھی لیے جا

رہا تھا، کسی دوسرے آدمی نے اسے دیکھا تو وہ بڑا حیران ہوا وہ کہنے لگا کہ آپ کو تو قدموں کے حساب سے راستوں کا تو ویسے ہی پتہ ہے، آپ کو اس روشنی کی ضرورت ہی نہیں اس لیے آپ ہاتھ میں چراغ لیے کیوں جا رہے ہیں؟ وہ اندھا کہنے لگا کہ آپ نے سچ کہا، مجھے واقعی چراغ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میں راستہ اپنے قدموں سے اتنے ناپے ہوئے ہیں کہ میں قدموں سے پہچان کر سیدھا منزل پر پہونچ جاؤ گا، البتہ میں جو یہ چراغ لیے پھرتا ہوں یہ کہ آنکھوں والے کے لیے ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی آنکھوں والا اندھیرے میں چل رہا ہو اسے نظر نہ آئے، اور وہ مجھ سے ٹکرائے اور میرا گھڑا ٹوٹ جائے، اس لیے میں اپنے گھڑے کی حفاظت کی خاطر آنکھ والوں کو چراغ دکھاتا پھر رہا ہوں، تو ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنی قیمتی متاع ''ایمان'' کی حفاظت کریں، چراغ معرفت حاصل کریں تا کہ نفس وشیطان اور معاصی ہم سے نہ ٹکرائیں اور ہم محفوظ رہیں۔

شاہ عبدالعزیزؒ کا طرزِ عمل

شاہ عبدالعزیزؒ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور ان کے جانشین تھے۔ وہ خود بھی بڑے محدث تھے اور ان کے شاگرد بھی وقت کے اکابرین میں سے بنے، اللہ رب العزت نے ان سے دین کا بہت زیادہ کام لیا، ایک وقت تھا جب پاک وہند میں ان کا فتویٰ چلا کرتا تھا، دہلی کی جامع مسجد سے چند ہی کلومیٹر کے فاصلے پر ان کا مدرسہ اور گھر تھا، انہوں نے اپنے گھر میں ایک مسجد بنائی ہوئی تھی جسے ''مسجد بیت'' کہتے ہیں، تعلیم وتعلم کی مصروفیت کی وجہ سے وہ اکثر نمازیں وہیں پڑھا کرتے تھے البتہ جمعۃ المبارک کی نماز جامع مسجد میں جا کر پڑھا کرتے تھے۔ ان کے مریدین ان کی زیارت کے لیے تڑپتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ حسن وجمال عطا فرمایا تھا۔ ان کا چہرہ ایسا منور تھا کہ لوگ دیکھنے کے لیے آتے تھے، البتہ جب وہ جمعہ کی نماز کے لیے جاتے تو اس وقت لوگ راستوں میں کھڑے ہو کر ان کا دیدار کیا کرتے تھے۔ ان کے خادم کا نام فصیح الدین تھا، وہ حضرت کو

جمعہ پڑھانے کے لیے لے جایا کرتا تھا۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ جب حضرت شاہ صاحبؒ جمعہ پڑھنے بازار جاتے تو بازار سے گزرتے ہوئے اپنے چہرہ کے اوپر گھونگھٹ کی طرح رومال ڈال لیتے۔ اب دیکھنے والوں کو چہرہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اب لوگ ان کے خادم سے کہتے کہ جی ہم تو دیدار سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، خادم اگر پرانے ہوں تو پھر بعض اوقات بے تکلفی بھی ہو جاتی ہے۔۔ چنانچہ ایک دن فصیح الدین نے موقع پا کر عرض کیا: حضرت! سارا ہفتہ تو لوگ ویسے ہی انتظار میں رہتے ہیں اور جب آپ جمعہ کے لیے جاتے ہیں تو چہرے پر رومال ڈال کر ان کو دیدار سے محروم کر دیتے ہیں، حضرت بھی چل رہے تھے اور وہ بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے، جب اس نے بات کی تو شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنا رومال اتار کر فصیح الدین کے سر پر رکھ دیا، تھوڑی سی دیر کے بعد وہ غشی کھا کر گر پڑا، لوگوں نے اس کو زمین سے اٹھایا اور جب ہوش آیا تو پوچھنے والے نے پوچھا کہ جی آپ کے ساتھ کیا بنا؟ وہ کہنے لگا کہ جیسے ہی شاہ صاحب نے اپنا رومال میرے سر پر ڈالا تو مجھے بھرے بازار کے اندر انسان تو تھوڑے نظر آئے لیکن کتے، بلی اور خنزیر زیادہ چلتے نظر آئے، ان کی اندر کی شکلیں اسکو کشف کی صورت میں نظر آ گئیں، یہ تو اللہ رب العزت کا احسان اور کرم ہے کہ اس پروردگار نے گناہوں میں بدبو نہیں بنائی جس کی وجہ سے ہم آج آرام سے محفلوں میں بیٹھ کر زندگی گزارتے ہیں۔

پرسکون زندگی کا راز

امریکہ میں مجھے ایک کمپنی کا ڈائریکٹر ملا، وہ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ تھا۔ کہنے لگا میں بھی پاکستان گیا ہوں اور میں نے وہاں ایک عجیب بات دیکھی، میں نے کہا، بتاؤ، وہ کونسی؟ کہنے لگا وہاں کے بارے میں دو باتیں کرتا ہوں:

Pakistan is a country where car
and the camel share the road.

یعنی پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس میں کار اور اونٹ ایک ہی سڑک پر چلتے ہیں،

میں نے کہا، واقعی آپ ٹھیک بات کر رہے ہیں، وہ کہنے لگا، میں ایک دوسری بات بھی کرتا ہوں، میں نے کہا، وہ کیا؟ کہنے لگا، میں نے وہاں غریب لوگوں کو دیکھا، ان کے کپڑے پھٹے پرانے ہوتے تھے، ان کے چہروں سے اندازہ ہوتا تھا، کہ انہیں کھانا بھی ٹھیک نہیں ملتا، ان کے پاس نہانے کے لیے چیزیں بھی پوری طرح نہیں، ان کے گھر کا معیار اتنا اچھا بھی نہیں، لیکن میں یہ دیکھ کر حیران ہوتا تھا کہ ان کے چہروں پر سکون ہوتا تھا، کھڑے ہوتے تھے، تو بالکل سیدھا کھڑے ہوتے تھے، میں جتنے لوگوں سے پوچھتا تھا، وہ سب کے سب رات کو میٹھی نیند سوتے تھے، کہنے لگا، مجھے یہ بتائیں کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا کہ یہ اسلام کی برکت ہے۔

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے تسلی دل کو ملتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

ڈاکٹر ابدال کیسے بن گئے؟

حضرت سید زوار حسین شاہؒ سے اس عاجز نے ایک واقعہ خود سنا، ان کے دور میں ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر صاحب کا ایک مجذوب کے پاس اٹھنا بیٹھنا تھا، وہ مجذوب فوت ہونے لگا تو ان کو کوئی چیز کھانے کو دے گیا، انہوں نے وہ چیز کھائی تو وہ بھی مجذوب بن گئے، اب وہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر بغیر ازار بند کے صرف ایک پاجامہ پہننے لگ گئے، حالت یہ تھی کہ پاجامہ ہاتھ میں لے کر چلتے پھرتے تھے، وہ ڈاکٹر صاحب ایک حکیم صاحب کے پاس آتے جاتے تھے۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم بھی حکیم صاحب سے ملنے گئے تو اوپر سے وہ ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے، حکیم صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر انہیں فرمایا کہ میں ذرا مصروف ہوں، ملنے والے بیٹھے ہیں، اس لئے تھوڑی دیر تشریف رکھیں، انہوں نے اشارہ کیا ٹھیک ہے، اس کے بعد وہ ہمارے ہی پاس بیٹھ گئے، میں حیران تھا کہ جب میں ان کی طرف دیکھتا تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگتے اور جب میں ادھر ادھر دیکھتا تو وہ فوراً میرا چہرہ دیکھنا شروع کر دیتے، تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے حکیم صاحب کے کاغذوں میں سے ایک کاغذ اٹھایا اور قلم لے کر

کچھ گنگنانے بھی لگے اور لکھنے بھی لگے، جب میں نے ان کی گنگناہٹ پر تھوڑی سی توجہ دی تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ عربی کے بہت ہی عجیب اشعار پڑھ رہے ہیں، سمجھ میں تو نہیں آتی تھی مگر اس کی سُر ایسی بنتی تھی کہ اس سے میں نے پہچان لیا کہ وہ محبت الٰہی کے اشعار گنگنا رہے ہیں، حالانکہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر کو عربی سے کیا واسطہ؟ یہ بیچارے تو ٹٹ مٹ پڑھتے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ڈاکٹر صاحب اٹھے اور اشارہ کیا کہ اب میں جاتا ہوں، حکیم صاحب نے کہا ڈاکٹر صاحب کیا بات ہے کہ آپ اتنے دن ہمارے پاس نہیں آئے؟ ڈاکٹر صاحب کہنے لگے ''اب ہم دال ہو گئے ہیں'' یہ کہہ کر ڈاکٹر صاحب چلے گئے، بعد میں حکیم صاحب نے سید زوار حسین شاہؒ سے عرض کیا، کیا آپ کو پتہ چلا کہ یہ کیا کہہ گئے ہیں؟ حضرتؒ نے فرمایا، میں تو نہیں سمجھا، حکیم صاحب کہنے لگے کہ یہ کہہ گئے ہیں ''اب ہم دال ہو گئے'' مطلب یہ کہ اب میں ابدال بن گیا ہوں، صحیح بتانے کی بجائے کہ ہم ابدال ہو گئے، اس نے اب کو پہلے کہا اور دال کو بعد میں، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی حیرانی ہوئی کہ واقعی بات تو ایسی ہی کر گیا ہے لیکن حکیم صاحب نے اشارہ سمجھ لیا۔

پھر اس کے بعد انہوں نے ایک عدسہ منگوایا جو حروف کو بڑا کر کے دکھاتا ہے، اس کی مدد سے دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ ظاہراً تو نظر آتا تھا کہ انہوں نے ایسے ہی نشان سے لگا دیئے ہیں لیکن جب اس سے بڑا کر کے دیکھا تو پتہ چلا کہ عربی کا شعر اتنا خوبصورت لکھا ہوا تھا کہ ایسا تو کوئی کاتب بھی نہیں لکھ سکتا تھا۔

خواجہ نظام الدینؒ کی ملاقات

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کو جب خلافت ملی تو وہ حضرت خواجہ رسنؒ کے مزار پر چالیس دن تک معتکف رہے، اسی دوران انہوں نے پھولوں کی ایک بیل دیکھی، جو تازہ تازہ لگائی گئی تھی، وہ بیل چند دنوں میں بڑی ہو گئی، ایک دن جب دیکھا کہ پھول بھی لگ چکے ہیں تو دعا مانگی، رب کریم! اتنے دنوں میں تو ایک بیل پر بھی پھول لگ گئے، میں تیری عبادت میں یہاں

بیٹھا ہوں، اے اللہ! میرے اندر بھی تقویٰ کے پھول لگا دے، ان کی دعا ایسی قبول ہوئی کہ چالیس دن مکمل کر کے جب نکلے تو راستے میں ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی، اس نے توجہ دی اور آپ کا معاملہ ہی کچھ اور بن گیا۔

ایک مجذوبہ تنور میں کود پڑی

خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ امام مالک کے اولاد میں سے تھے اور ہمارے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل بزرگ تھے، ان کا گھر بخارا سے ۸۱ رکلومیٹر کے فاصلے پر غجدوان میں تھا، ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ ایک مجذوبہ نے دیکھ لیا، اس کے جسم پر پورے کپڑے بھی نہ تھے، جیسے ہی انہیں دیکھا اسی وقت اس نے ایک تنور میں چھلانگ لگا دی، حالانکہ آگ جلنے کے بعد اس میں انگارے موجود تھے، جب حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ چلے گئے تو وہ تنور سے باہر نکلی، لوگوں نے پوچھا کہ تو ویسے تو ننگی پھرتی رہتی ہے اور ان کو دیکھ کر تو نے تنور میں چھلانگ لگا دی، وہ کہنے لگی، ہاں بڑی مدت کے بعد ایک مرد نظر آیا، مرد سے پردہ کرنے کا حکم ہے، ڈنگروں اور جانوروں سے تو پردہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

ایمان و یقین

کلمہ کے بغیر نیکیاں برباد کیوں؟

بیرون ملک میں ایک آدمی کہنے لگا کہ اگر کوئی صرف کلمہ پڑھ لے، تو کیا وہ جنت میں جائیگا؟ فقیر نے کہا کہ ہاں انشاء اللہ جنت میں جائیگا، گناہگار ہوگا تو اس کو سزا ملے گی بالآخر جنت میں جائے گا، اس نے کہا کہ ایک آدمی اگر کلمہ نہ پڑھے، فقیر نے کہا کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا، کہنے لگا اگر کلمہ نہ پڑھے اور بڑا نیک ہو مثلاً اس نے روشنی ایجاد کی بلب کا موجد بنا، مہمان خانے بنوائے اچھے کام کئے پھر بھی وہ انسان جنت میں نہیں جائے گا، فقیر نے کہا پھر بھی نہیں جائے گا، اس نے کہا دیکھیں یہ کتنی ناانصافی ہے، کیا اسلام میں عدل نہیں ہے؟ فقیر نے کہا کیوں؟ کہنے لگا ایک آدمی گناہ گار ہے کلمہ پڑھ لیتا ہے اس کو جنت میں بھیج رہے ہیں، لیکن ایک آدمی سارے اچھے کام کرتا ہے صرف کلمہ نہیں پڑھتا تو اسے جہنم میں بھیج رہے ہیں، فقیر نے کہا کہ ہاں بھئی اصول تو یہی ہے، کہنے لگا کہ یہ اصول فطرت کے خلاف ہے، فقیر نے کہا دیکھو بھئی ہم آج کل جو ریاضی پڑھتے ہیں، جس پر ہماری سائنس کی بنیاد ہے، جس پر ہم کہتے ہیں کہ فطرت کے قوانین لاگو ہیں، اسی کی مثال دی جاتی ہے، فرض کریں کوئی آدمی اگر ایک کا عدد لکھ دیتا ہے اور پھر اس کے Right طرف زیرو، زیرو، زیرو، لکھتا چلا جاتا ہے تو ہر زیرو جو لگتی چلی جائے گی تو وہ اس کی Value کو بڑھاتی چلی جائے گی، جتنی زیرو لگاتا جائے گا Value بڑھتی چلی جائے گی، اگر یہ آدمی ایک لگانا تو بھول گیا یا نہیں لگاتا تو اور صرف زیرو، زیرو لگاتا چلا جاتا ہے اور وہ کہتا ہے دیکھو جی میں نے تو دس ارب زیرو لکھ دی تو اس کی Value تو زیرو ہی ہے، کہا جائے گا کہ ان تمام زیرو کی Value تو اس ایک کی وجہ سے ہونی تھی جب آپ نے ایک ہی نہ لکھا تو اب چاہے جتنی مرضی زیرو لکھتے رہو اس کی کوئی Value نہیں، اسی طرح جو ایک اللہ کو نہیں مانتا، تو پھر اس کے کاموں کی Value بھی زیرو ہوتی ہے، جب تک کہ ایک اللہ وحدہ لاشریک کو نہ مانے، وہ کہنے لگا کہ بات تو آپ نے ٹھیک

کی، مجھے بات سمجھ میں آ گئی، فقیر نے کہا کہ اچھا اب ایک دوسری مثال سمجھیں کہ جو انسان کلمہ پڑھ لیتا ہے تو وہ گویا اللہ رب العزت کے خالق کائنات، مالک کائنات اور وحدہ لاشریک ہونے کا اقرار کر رہا ہوتا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ کسی ملک کے اندر رہے اور بادشاہ کی بادشاہت کو تسلیم کر لے مگر گناہ گار ہو تو بادشاہ تھوڑی بہت تو سزائیں دیتا رہتا ہے یا اس کو تنبیہ کرتا رہتا ہے مگر اسے اپنا شہری بننے کا موقعہ دیتا ہے، ایک آدمی بادشاہ کا غدار ہو اور کہے کہ میں بادشاہ کو تسلیم ہی نہیں کرتا، وہ تو اسے پھر کبھی بھی اپنے ملک میں رہنے کی اجازت نہیں دے گا، کہے گا کہ اس آدمی کا تو فوراً سر قلم کر دینا چاہئے بات ایسی ہی ہے کہ اللہ رب العزت نے ہم لوگوں کو کلمہ کی نعمت عطا کی ہے اللہ تعالیٰ کا تصور بڑی نعمت ہے۔

حضرت کلیم اللہؑ کے ایمانی واقعات کے چند گوشے

(۱) حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جادوگروں میں گھرے کھڑے ہیں، جادوگروں نے اپنی رسیاں ڈالیں جو سانپ بن گئیں اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف لپکنے لگیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا ہے، اب ایسی صورت حال میں عقل سے پوچھیں کہ ایک آدمی کے پاس عصا ہے اور وہ سانپوں میں گھرا کھڑا ہے، کیا کرنا چاہئے؟ عقل کہے گی کہ اس کو عصا اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لینا چاہئے پھر جو سانپ اس کے قریب آئے اس کے سر پر مارنا چاہئے، یہی طریقہ ہے کامیابی کا اور اگر اللہ تعالیٰ سے پوچھیں کہ کیا کرنا چاہئے تو فرمایا: اے میرے پیارے موسیٰ! (علیہ السلام) آپ اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیں، اس موقع پر عقل کہے گی کہ کیا کر رہے ہو؟ یہ تو اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے، یہ امید کی آخری کرن تھی اور اسے بھی چھوڑ رہے ہو، لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر یقین رکھتے ہوئے خبر کے راستے پر قدم اٹھایا، نظر کے راستے پر نہیں اٹھایا، اپنے عصا کو زمین پر ڈال دیا، وہی عصا ایک بہت بڑا اژدہا بن گیا اور ان سب سانپوں کو کھا گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی عطا فرما دی۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر دریائے نیل کے کنارے پہنچے، پیچھے فرعون اپنی فوجوں کو لے کر آ گیا، آگے دریا موجزن ہے، پیچھے فرعون اور اس کی فوجیں ہیں {قَالَ اَصْحَابُ مُوْسٰی اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ} حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا، اب پکڑے گئے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، {كَلَّا} ہرگز نہیں {اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ} میرا رب، میری پرورش کرنے والا، میرا پروردگار ہے، میری ضروریات کو پورا کرنے والا میرے ساتھ ہے {سَیَهْدِیْنِ} وہ مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا، وہ ضرور میری مدد فرمائے گا، ایسی صورت حال میں عقل سے رجوع کریں، عقل سے پوچھیں کہ کیا کرنا چاہئے؟ عقل جواب دیگی کہ اگر آدمی کے سامنے دریا ہو، کشتی بھی پاس نہ ہو اور آدمی کے پیچھے دشمن کی فوج بھی ہو تو ایسی صورت میں ڈنڈے کو مضبوطی سے پکڑنا چاہئے اور جب وہ فوج قریب آئے تو اس فوج کے سپہ سالار کے سر پر ڈنڈا مارنا چاہئے، ہوسکتا ہے اس کے سر پر لگ جائے اور وہ مر جائے اگر خبر سے پوچھیں کہ کیا کرنا چاہئے تو فرمایا {اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ} اے میرے پیارے نبی علیہ السلام! آپ عصا کو پانی پر ماریئے، عقل یہ سنتی ہے تو چلاتی ہے، چیختی ہے کہ پانی میں مارنے سے کیا بنے گا، مارنا ہے تو فرعون کے سر پر مارو، لیکن موسیٰ علیہ السلام نے نظر کے راستے پر قدم نہیں اٹھایا بلکہ خبر کے راستے پر قدم اٹھایا، جیسے ہی پانی کے اوپر عصا مارا تو اس میں بارہ راستے بن گئے، اب ان کی قوم اسے عبور کر گئی، سینکڑوں سالوں کے تجربے وہاں آ کر دھرے کے دھرے رہ گئے، ساری دنیا جانتی ہے کہ پانی سطح برابر رکھتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ کا حکم آیا تو پانی نے برابر رکھنے والی صفت ہی چھوڑ دی۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر ایک وادی میں پہنچتے ہیں، وہاں پینے کے لئے پانی نہیں تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا اے اللہ کے نبی! ہمارے پاس تو پینے کے لئے پانی نہیں، ہم کیا کریں؟ ایسی صورت حال میں عقل سے پوچھیں کیا کرنا چاہئے؟ عقل کہے گی، ڈنڈا ہے تو چلو اسی کا بیلچہ بنالو اور اس سے زمین کھودنا شروع کر دو زمین کھودتے کھودتے کنواں بن جائے گا اور پانی مل جائے گا مگر خیال رکھنا کہ اتنا زور سے بیلچہ نہ

مارنا کہ ڈنڈا ٹوٹ ہی جائے، اس لئے کہ صحرا میں کوئی اور چیز نہیں ملے گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب خبر کے راستے کو معلوم کیا تو حکم ملا {اِضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ} اپنے عصا سے پتھر پر ضرب لگایئے، عقل سے پوچھیں تو عقل چیخے گی، چلائے گی کہ عصا کو پتھر پر مارنے سے کیا فائدہ؟ زمین ہی کھود لیتے تو بہتر تھا کہ اس سے پانی نکلنے کی امید تھی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو پتھر پر مارا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے چشمے جاری فرما دیئے، عقل کھڑی دیکھتی رہ گئی۔

☜ (۴) موسیٰ علیہ السلام جا رہے ہیں، ایک اسرائیلی اور فرعونی دست و گریبان ہیں، فرعونی ناحق اسرائیلی پر ظلم کر رہا ہے، انہوں نے اسرائیلی کو چھڑانے کے لئے فرعونی کو پنچ (گھونسہ) مارا، نبی کی طاقت چالیس مردوں کے برابر ہوتی ہے {فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ} مکا لگتے ہی فرعونی مر گیا اور دوسرا بھاگ گیا، ان کی قوم کا وہی بندہ اگلے دن کسی اور سے لڑ رہا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، کل تو اس سے لڑتا تھا آج اس سے لڑتا ہے لگتا ہے تو ہی شرارتی ہے، وہ تو کل کا منظر دیکھ چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے مکے نے ہمیشہ کے لئے ایک آدمی کو موت کی نیند سلا دیا تھا، کہنے لگا، تو مجھ کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے، اس طرح قوم کو قبطی کے قتل کا پتہ چل گیا، فرعون کو بھی خبر مل گئی کہ اس آدمی کو موسیٰ علیہ السلام نے قتل کیا ہے، چنانچہ فرعون نے اپنی اسمبلی کا اجلاس بلا لیا اور ارکان اسمبلی سے مشورہ کرنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے، سب نے کہا کہ اس کو قتل کر دو، ان میں سے ایک بندہ موسیٰ علیہ السلام کے حق میں مخلص تھا، وہ شارٹ کٹ راستے سے بھاگتا ہوا آیا اور کہا کہ امراء نے طے کر لیا ہے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے، آپ یہاں سے کسی اور جگہ تشریف لے جائیں {فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ} موسیٰ علیہ السلام وہاں سے نکل کھڑے ہوئے، خوف تھا دل میں، طبعی خوف کا ہونا نبی کی شان کے خلاف نہیں ہوتا، پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں کہ کہیں فرعون کی فوج آ نہ جائے، دل میں کہہ رہے تھے {رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ} اے میرے پروردگار! مجھے ظالموں کی قوم سے نجات عطا فرما، اس خوف میں کس کو پکارا؟ کہ اے اللہ میری ضروریات کو پورا کرنے والے میرے

اوپر خوف ہے تو اس کو امن میں تبدیل کر دے۔

☜ (۵) اس کے بعد مدین کی طرف چلے جاتے ہیں، وہاں ایک بڑا کنواں تھا، اس پر بھاری پتھر رکھا جاتا تھا، جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ لوگ بکریوں کو پانی پلا رہے ہیں، دو لڑکیاں دور کھڑی ہیں، ان سے پوچھا، تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں، کہنے لگیں، ہم نہیں پلا سکتیں جب تک کہ یہ پلا کر چلے نہ جائیں، موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ اِدھر بھی اونچ نیچ ہے، عدل و انصاف کی زندگی یہاں بھی نہیں ہے، جب وہ پتھر رکھ کر چلے گئے تو موسیٰ علیہ السلام آئے اور اتنے بھاری پتھر کو ایک طرف الٹ دیا، ان کی ساری بکریوں کو پانی پلا دیا، اس کے بعد دونوں لڑکیاں اپنے گھر چلی گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے کھڑے ہیں، نہ گھر ہے نہ در، درخت کے نیچے آتے ہیں اور کہتے ہیں {رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ} اے میرے پروردگار! تو جو کچھ خیر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں، کس لفظ سے دعا مانگی؟ رب کے لفظ سے، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی، اب گھر کا انتظام بھی ہو رہا ہے، بیوی کا بھی انتظام ہو رہا ہے، جب یہ گھر گئیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے دیکھا کہ بکریاں خوب سیر ہو کر آئی ہیں تو وجہ پوچھی، بچیوں نے بتایا کہ ہم نے ایک آدمی کو دیکھا ہے {قَوِیٌّ اَمِیْنٌ} بڑا طاقت والا ہے، اور بڑا امانت والا ہے، فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ، چنانچہ لڑکی واپس آئی کہ میرے ابا جان آپ کو بلا رہے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے ساتھ جاتے ہیں، تفسیر میں لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے لڑکی سے کہا، میں راستہ نہیں جانتا لیکن تو اگر میرے آگے چلے گی تو ممکن ہے کہ تیرے قدموں پر میری نظر پڑ جائے، میں یہ بھی پسند نہیں کرتا، تو میرے پیچھے چل اور میں تیرے آگے چلوں گا، اگر میں غلط راستے سے جانے لگوں تو مجھے پیچھے سے بتا دینا، اللہ کے نبی کا عمل دیکھیں، یہ ہے نبی کی عصمت، سبحان اللہ! ۔۔۔۔۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی بیٹی کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا، اللہ نے گھر بھی دے دیا اور گھر والی بھی دے دی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ایمان افروز واقعہ

❑ آپ کو ایک ایمان افروز واقعہ سناتا ہوں، اسے توجہ سے سنئے گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "وَاَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ" (القصص) (اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو کہ تم اپنے بچے کو دودھ پلاؤ اور اگر تمہیں اس کے بارے میں ڈر لگے کہ فرعون کے فوجی اس کو قتل نہ کر دیں تو تم اسے پانی میں ڈال دینا اور آگے فرمایا اس کو جو پکڑے گا وہ میرا بھی دشمن ہوگا اور اس کا بھی دشمن ہوگا اور ساتھ تسلّی بھی دیتے ہیں کہ ڈرنا بھی نہیں ہے اور غمزدہ بھی نہیں ہونا، ہم اسے تیرے پاس لوٹائیں گے اور ہمیں تو اسے رسولوں میں سے بنانا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں ایک عورت تھیں، وہ ذہن میں سوچ سکتی تھیں کہ اے اللہ! اگر آپ نے اس کو رسولوں میں سے بنایا ہے تو فرعون کا کوئی فوجی اِدھر آ ہی نہ سکے یا اے اللہ! میں اسے کسی غار میں رکھ آتی ہوں اور ادھر کوئی جا ہی نہ سکے یا میں اسے گھر کی چھت پر رکھ دیتی ہوں تاکہ بچہ محفوظ رہ سکے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بچے کو پانی میں ڈالنا، عقل کہتی ہے کہ پانی میں بچہ ڈوب جائیگا، اچھا، اس کو صندوق میں ڈالتی ہوں، صندوق میں ڈالے گی تو اس کے اندر پانی بھر جائیگا، اگر سارے سوراخ بند کریں تو ہوا کے اندر نہ جانے کی وجہ سے آکسیجن نہیں مل سکے گی، جس کی وجہ سے بچہ مر جائیگا، عقل یہ کہتی ہے کہ یا تو یہ پانی کی وجہ سے مریگا یا ہوا نہ ہونے کی وجہ سے مریگا، تیرا بچہ باقی نہیں بچے گا، لیکن اس عورت نے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ کیا اور اپنے جگر گوشہ کو دریا کے اندر ڈال دیا اور واپس آ گئی، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ فرعون اپنی بیوی کے ساتھ دریا کے کنارے ٹہل رہا تھا، چار سو غلام اس کے آگے پیچھے اور ارد گرد تھے، انہوں نے جب صندوق کو دیکھا تو اٹھا لیا اور فرعون کے سامنے پیش کر دیا، جب صندوق کھولا گیا تو اس میں بچے کو پایا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ اے پیارے موسیٰ علیہ السلام! ہم

نے آپ کے چہرے پر محبت کی تجلی ڈال دی تھی، گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرۂ اقدس کو زیبائی عطا کر کے ایسا دلکش بنا دیا تھا کہ جو بھی دیکھتا وہ دل دے بیٹھتا، چنانچہ جیسے ہی فرعون کی بیوی نے دیکھا تو کہنے لگی، لا تقتلوہ، تمہیں اسے قتل نہیں کرنا ہے، عسیٰ انْ یَنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا، یا یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں گے۔

بیوی کی بات سن کر فرعون نے سوچا کہ جب ہم اسے بیٹے کی طرح پالیں گے تو پھر یہ تو ہماری حکومت ہم سے نہیں چھینے گا، کیونکہ ہمارا ممنون احسان ہوگا، اس نے کہا: ٹھیک ہے اس کو قتل نہیں کرتے، اس کی عقل نے اسے دھوکہ دے دیا، ہزاروں بچوں کو قتل کرنے والا کتنے آرام سے دھوکہ کھا رہا ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ فرعون کی بیوی نے جب یہ سنا تو وہ خوش ہوگئی اور کہنے لگی: "قرۃ عین لی و لك" کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، فرعون نے اس کے جواب میں کہا: "قرۃ عین لك" یہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، لا حاجۃ لی لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں، روح المعانی میں لکھا ہے کہ جب فرعون کی بیوی نے "قرۃ عین لی و لك" کہا تھا اس وقت اگر فرعون بدبخت صرف ہاں کر دیتا تو اس ہاں کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایمان لانے کی توفیق نصیب فرما دیتا۔

چونکہ فرعون کی بیوی (حضرت آسیہؓ) خوش ہوئی تھیں اس لئے فرعون نے اس خوشی کی وجہ سے وہاں پر موجود چار سو غلاموں کو آزاد کر دیا، تفسیر میں ایک عجیب نکتہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ابھی بچپن میں تھے مگر جب وہاں پہونچے تو چار سو غلاموں کی آزادی کا سبب بن گئے، اس طرح اللہ والے جس آبادی میں چلے جاتے ہیں اس آبادی کے لئے نفس اور شیطان کی غلامی سے آزادی پانے کا سبب بن جایا کرتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محل میں لے جایا گیا تو انہیں دودھ پلانے کے بارے میں فکر ہونے لگی، عورتوں نے انہیں دودھ پلانا چاہا مگر انہوں نے دودھ نہ پیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ اور ہم نے ان پر دوسری عورتوں کا دودھ حرام فرما دیا تھا، فرعون بڑا پریشان ہوا کہ بچہ

دودھ نہیں پیتا، اس نے کہا، کچھ اور عورتوں کو بلاؤ، چنانچہ کئی عورتوں کو بلایا گیا، لیکن بچے نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا، فرعون اور زیادہ پریشان ہوا۔ اسی حال میں رات گذر گئی۔

ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بہت ہی زیادہ پریشان حال تھیں، دکھ اور غم کے ساتھ صبح کی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْ لَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا اگر ہم اس کے دل پر گرہ نہ دے دیتے، اس کے دل کو سکون نہ دے دیتے، تو وہ اپنا راز کھول ہی بیٹھتی یعنی وہ رو پڑتی اور لوگوں کو پتہ چل جاتا، گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے ربط قلوب عطا فرمایا، انہوں نے اپنی بیٹی سے کہا کہ جاؤ اور اپنے بھائی کا پتہ کر کے آؤ، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی بہن بھاگی گئی، انہوں نے فرعون کے محل میں جا کر دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گود میں لیٹے ہوئے ہیں، عورتیں ان کو دودھ پلانے کی کوشش کر رہی ہیں اور وہ دودھ نہیں پی رہے اور فرعون بہت پریشان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے فرعون سے کہا: هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ، کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کے بارے میں نہ بتاؤں کہ جو اس بچے کو دودھ پلائیں گے، وہ اس کی پرورش کریں گے اور اس کے بڑے خیر خواہ ہونگے، جب اس نے یہ کہا کہ وہ اس کے بڑے خیر خواہ ہونگے تو فرعون کو بات کھٹک گئی، چنانچہ وہ کہنے لگا، اچھا، کیوں خیر خواہ ہونگے؟ وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن تھی اس لئے نہایت سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگی کہ ہم آپ کی رعایا ہیں، اگر ہم ہی خیر خواہی نہیں کریں گے تو پھر آپ کی خیر خواہی کون کریگا؟ فرعون کہنے لگا، ہاں بات تو ٹھیک ہے، اچھا جاؤ، جس کو چاہو بلا کر لاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن دوڑتی ہوئی گھر آئی اور کہنے لگی، امّی! چلیں بھائی دودھ نہیں پی رہا، چنانچہ آپ کی والدہ آئیں، انہوں نے دودھ پلانا شروع کر دیا اور بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا، فرعون بہت خوش ہوا کہ چلو پریشانی ختم ہوگئی، دو تین دن اس نے محل ہی میں دودھ پلایا، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میں تو اپنے گھر

میں جا کر رہوں گی، مجھ سے محل میں نہیں رہا جاتا، فرعون کہنے لگا، اچھا، پھر تم اس بچے کو بھی ساتھ لے جاؤ، اپنے گھر جا کر تم اس کو دودھ پلاتی رہنا، میں نے خزانے سے تمہاری تنخواہ مقرر کر دی ہے، لہٰذا میں ہر مہینے تمہاری تنخواہ بھیج دیا کروں گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "فرددنه الیٰ امه" ہم نے اسے لوٹا دیا اس کی ماں کے پاس، "کی تقر عینها" تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، "ولا تحزن" اور وہ غمزدہ نہ ہوں "ولتعلم" اور وہ جان لے "انّ وَعدَ اللّٰہِ حق" کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں، "ولکن اکثرھم لا یعلمون" لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرح اللہ کے وعدے پر بھروسہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے دوگنا انعام دیں گے، صحابہ کرام نے پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوگنا انعام کیسا؟ فرمایا: حضرت موسیٰؑ کی ماں کو دیکھو کہ وہ اپنے ہی بیٹے کو دودھ پلاتی تھی اور اسے خزانے سے تنخواہ بھی ملا کرتی تھی۔

خدایا!۔۔۔۔۔۔ایمان سلامت رکھنا

اس عاجز کو ۱۹۹۴ء میں سمرقند جانے کا موقع ملا تو جامع مسجد کلاں سمرقند میں خطبۂ جمعہ دیا، نماز جمعہ کے بعد چند نوجوان اس عاجز کے پاس آئے اور کہنے لگے، حضرت! آپ ہمارے گھر میں تشریف لے چلیں، ہماری والدہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں، اس عاجز نے معذرت کر دی کہ اتنے لوگ یہاں موجود ہیں، میں ان کو چھوڑ کر وہاں کیسے جاؤں، مفتی اعظم سمرقند اس عاجز کے ساتھ ہی کھڑے تھے، وہ کہنے لگے، حضرت! آپ ان کو انکار نہ کریں، میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا، ان کے ہاں جانا ضروری ہے، میں نے کہا بہت اچھا، چنانچہ ہم دوستوں سے ملاقات کر کے چل پڑے۔

راستے میں مفتی اعظم بتانے لگے کہ ان نوجوان لڑکوں کی والدہ ایک مجاہدہ اور پکی مومنہ ہے، جب کمیونزم کا انقلاب آیا تو اس وقت وہ بیس سال کی نوجوان لڑکی تھی، اس کے بعد

ستر سال گزر چکے ہیں، اس طرح اس کی عمر نوے سال ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ نے کمیونزم کے دور میں اتنا مضبوط ایمان دیا تھا کہ ادھر دہریت کا سیلاب آیا اور ادھر یہ نوجوان لڑکیوں کو دین پر جمے رہنے کی تبلیغ کرتی تھی، ان سے گھنٹوں بحث کرتی اور ان کو کلمہ پڑھا کر ایمان پہ لے آتی، ہم پریشان ہوتے کہ اس نوجوان لڑکی کی جان بھی خطرے میں ہے اور یہ دہریے قسم کے فوجی اس کی عزت خراب کریں گے اور اسے سولی پر لٹکا دیں گے، لہٰذا ہم اسے سمجھاتے، بیٹی! تو جوان العمر ہے، تیری عزت وآبرو اور جان کا معاملہ ہے، اتنا کھل کر لوگوں کو اسلام کی تبلیغ نہ کیا کر، مگر وہ کہتی کہ میری عزت وآبرو اور جان اسلام سے زیادہ قیمتی نہیں ہے، میری جان اللہ کے راستے میں قبول ہوگئی تو کیا فرق پڑ جائیگا، لہٰذا یہ عورتوں کو کھلے عام تبلیغ کرتی رہتی، حتی کہ سینکڑوں کی تعداد میں عورتیں دہریت سے توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہوگئیں، ہمیں اس کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا، سب علماء پریشان تھے کہ پتہ نہیں اس لڑکی کا کیا بنے گا؟ پتہ نہیں کونسا دن ہوگا جب اسے سولی پر چڑھا دیا جائیگا اور اس کو سارے لوگوں کے سامنے بے لباس کر کے ذلیل ورسوا کر دیا جائیگا، مگر یہ نہ گھبراتی، یہ ان کو دین کی تبلیغ کرتی رہتی، حتی کہ اس نے ستر سال تک دین کی تبلیغ کی اور یہ ہزاروں عورتوں کے ایمان لانے کا سبب بن گئی، اب وہ بیمار ہے، بوڑھی ہے اور چارپائی پر لیٹی ہوئی ہے، اس عورت کو آپ کے بارے میں کسی نے بتایا کہ پاکستان سے ایک عالم آئے ہیں، اس کا جی چاہا کہ وہ آپ سے گفتگو کرے، اس لیے میں نے کہا کہ آپ انکار نہ کریں، اس عاجز نے جب یہ سنا تو دل بہت خوش ہوا، کہا جب وہ ایسی اللہ کی نیک بندی ہے تو ہم بھی ان سے دعا کروائیں۔

جب ہم ان کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ صحن میں ان کی چارپائی پڑی ہوئی تھی اور وہ اس پر لیٹی ہوئی تھی، لڑکوں نے اس کے اوپر ایک پتلی سی چادر ڈال دی، ہم چارپائی سے تقریباً ایک میٹر دور جا کر کھڑے ہوگئے، اس عاجز نے جاتے ہی سلام کیا، سلام کرنے کے بعد عاجز نے عرض کیا: اماں! ہمارے لیے دعا مانگئے، ہم آپ کی دعائیں لینے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، جب اس عاجز نے عرض کیا تو اس نے چادر کے اندر ہی اپنے ہاتھ

اٹھائے اور بوڑھی آواز میں سب سے پہلے یہ دعا مانگی ''خدایا! ایمان سلامت رکھنا'' یقین کیجئے کہ ہماری آنکھوں سے آنسو آ گئے، اس دن احساس ہوا کہ ایمان کتنی بڑی نعمت ہے کہ ستر سال تک ایمان پر محنت کرنے والی عورت اب بھی جب دعا مانگتی ہے تو پہلی بات کہتی ہے: ''خدایا! ایمان سلامت رکھنا''۔

ایک انگریز کا قبول اسلام

فقیر کو ایک نوجوان ملا، اور کہنے لگا، میں کل اپنے ایک دوست کو لاؤں گا وہ کافر ماں باپ کا بیٹا ہے، میں اس سے کئی دن سے اسلام کے بارے میں بات کر رہا تھا، اب اس نے کلمہ پڑھنا ہے، آپ مجھے بتا دیجئے کہ آپ کب وقت دیں گے، تا کہ وہ آ کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو سکے، فقیر کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، فقیر نے کہا، بچہ! وہ دن میں آئے یا رات میں آئے، اگر کلمہ پڑھنا چاہتا ہے تو فقیر اس کے لئے ہر وقت کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے، مجھے خوشی ہوئی کہ وہاں کے بچے آج دین کے نمائندے بن کر زندگی گزار رہے ہیں، فقیر کے نزدیک وہاں پر مساجد بنانے سے زیادہ ان اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا قائم کرنا زیادہ ضروری ہے، اس لئے کہ نماز تو اسکول اور کالج کے کسی بھی کمرے میں پڑھی جا سکتی ہے، یہ مسجد کا بھی رخ نہیں کریں گے، اگر ان کو وہاں کے مقامی اسکولز اور کالجز میں جانا ہے، آپ جو کچھ مسجد میں بتائیں گے اسکول اور کالج والے اس پر پانی پھیر دیں گے، الحمد للہ کہ وہاں کی صورت حال کے مطابق ضرورت پوری ہو گئی ہے۔

ایک نوجوان دامنِ اسلام میں

فقیر کے ایک دوست میڈیکل ڈاکٹر تھے، ان کا ایک بہت ہی ذہین بیٹا تھا، جو بہت عبادت گزار تھا، اسے ہر سال عمرے کرنے کا شوق تھا، ماں کو بھی عمرہ کے لئے لے جاتا اور دوسرے فیملی ممبرز کو بھی، اکثر اسلام کا مطالعہ کرتا رہتا تھا، مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ دہریہ بن گیا،

اس کے والد جب اسے فقیر کے پاس لے کر آئے تو کہنے لگے، جی یہ لڑکا اب بالکل دہریہ ہے، یہ دین اسلام کو تو مانتا ہی نہیں۔۔۔فقیر نے اسے بٹھایا اور اس سے پوچھا، معاملہ کیا بنا؟ اس نے کہا کہ میں آپ کو سیدھی اور صاف بات بتاتا ہوں، میرا ٹیچر ایک غیر مسلم تھا، اس نے مجھے پہلے تو یہودیت کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، مگر میں مائل نہ ہوا، جب اس نے دیکھا کہ یہودی تو بنا نہیں اور بڑا پکا مسلمان ہے، اس کے بعد اس نے مجھے ڈارون کی تھیوری پڑھانا شروع کردی، اس نے ڈارون تھیوری کی آڑ میں مجھے ایسا پریشان کردیا کہ میں دہریہ بن گیا۔

فقیر نے کہا کہ آپ کے ذہن میں جو سوالات ہیں وہ پوچھئے، ہمارے پاس اگلی نماز تک کے لئے تین گھنٹے ہیں، اس نے ڈارون تھیوری بیان کرنا شروع کردی، پھر اس کے بعد اس کے بارے میں سوالات پوچھنے شروع کردیئے، الحمدللہ فقیر اس کو جواب دیتا رہا، ساتھ ساتھ دعائیں بھی کرتا رہا اور توجہات بھی دیتا رہا، تین گھنٹے وقت دیا ہوا تھا مگر اللہ رب العزت نے ایسی مہربانی فرمائی کہ ٹھیک ۵۰ رمنٹ کے بعد وہ کہنے لگا کہ مجھے کلمہ پڑھا کر دوبارہ مسلمان بنا دیجئے۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ، کمرے سے نکل کر اس نے وضو کیا اور باپ کے سامنے کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا، اس کے باپ کی آنکھوں سے جو آنسو رواں ہوئے ان کی کیفیت کو فقیر کبھی نہیں بھول سکتا، اس کو تو گویا نیا بیٹا مل گیا، اس کو گھر میں نئی خوشیاں مل گئیں، پھر اس کے دل سے جو دعائیں نکل رہی تھیں ان دعاؤں کا کوئی آدمی بھلا کیا تصور پیش کرسکتا ہے۔

ایک عیسائی سے میری دینی گفتگو

فقیر ایک مرتبہ آسٹریلیا (سڈنی) میں تھا، ایک عیسائی لڑکی نے وقت مانگا کہ میں آپ سے اسلام کے متعلق کچھ سوالات پوچھنا چاہتی ہوں، فقیر نے اسے ایک گھنٹہ دیا، وہ پہلے ایک گھنٹہ مجھ سے Jesis Crist (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے اٹھائے جانے اور ان کے واپس آنے کے بارے میں سوال پوچھتی رہی، پھر اس نے Day of Judgement

(قیامت کے دن) کے بارے میں پوچھا، پھر Haven (جنت) اور Hell (دوزخ) کے بارے میں پوچھا، حتیٰ کے اس نے اسلام کے بارے میں بہت زیادہ تفصیلات پوچھیں، جب اس کی تسلی ہوگئی تو میں نے پوچھا کہ اب آپ بتائیں کہ کوئی سوال پوچھنا ہے، کہنے لگی کہ اب میرے دل میں اسلام کے بارے میں اور کوئی سوال نہیں ہے، میں سمجھتی ہوں کہ اسلام بہت ہی زیادہ خوبصورت مذہب ہے، جب اس نے خوبصورت کا لفظ استعمال کیا تو فقیر سمجھا کہ شاید اب یہ اسلام قبول کرلے گی، لہٰذا فقیر نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ اسلام قبول کرنے کے بارے میں سوچیں گی؟ وہ کہنے لگی کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ سارے کا سارا اسلام قرآن میں موجود ہے، فقیر نے کہا، ہاں وہی تو بنیادی ماخذ ہے، کہنے لگی، کیا آپ کے پاس قرآن ہے؟ فقیر نے کہا ہاں میرے پاس قرآن ہے، جب فقیر نے قرآن مجید دکھایا تو وہ کہنے لگی، آپ ایسا کریں کہ اس کے کئی نسخے مسلمان ملکوں میں بھجوائیں اور انہیں کہیں کہ تمہیں اس قرآن کے مطابق اپنی زندگیوں کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

اب بتائیں کہ میں اس کو کیا جواب دیتا، میرے دوستو! اگر ہم پکے سچے مسلمان بن جائیں اور اسلام کو ان لوگوں کے سامنے پیش کریں تو عین ممکن ہے کہ وہ اسلام کو قبول کرلیں اور پوری دنیا میں اللہ رب العزت ہمیں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق نصیب فرمادے، آیئے اس کو زندگی کا مقصد بنالیجئے، ہم اس کی ابتداء اپنی ذات سے کریں، آج دل میں عہد کرلیجئے کہ ہم آج کے بعد اپنے جسم پر اسلام کا قانون نافذ کریں گے، اگر ہم نے اپنے آپ کو بدلنا شروع کردیا تو اللہ رب العزت ہمارے ان اعمال کی برکت سے دنیا کے دوسرے انسانوں کو بھی بدل دیں گے۔

استقامت

قوتِ ارادی پر نصرتِ خداوندی

بائبل میں ایک واقعہ لکھا ہے، قرآن پاک میں بھی اس کا مختصر ذکر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت طالوت علیہ السلام وقت کے بادشاہ جالوت کے مقابلے کے لئے گئے، جالوت بڑا لحیم وشحیم، جسیم اور طاقتور تھا، اس کی شکل وصورت ہی ایسی تھی کہ دیکھنے سے ہیبت طاری ہوجاتی تھی، طالوت علیہ السلام ضعیف العمر تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام جوان العمر تھے اور ماشاء اللہ اٹھتی جوانی تھی، جب دونوں حضرات نے جالوت کو دیکھا تو حضرت طالوت علیہ السلام نے فرمایا:

It is very dificult to kill him becouse he is very big .

(اسے مارنا تو بہت مشکل ہے کیونکہ یہ تو بہت بڑا ہے)

ادھر حضرت داؤد علیہ السلام فرمانے لگے:

It is very easy to kill him becouse he is

very big . I never miss him

(اسے مارنا تو بہت آسان ہے کیونکہ یہ تو بہت بڑا ہے، میرا نشانہ کبھی خطا نہ ہوگا)

اور ایسے ہی ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے پتھر جالوت کی پیشانی پر مارا اور ختم کردیا، تو جو بھی آدمی مضبوط قوت ارادی سے کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتے ہیں۔

گرم تیل میں جل کر کباب بننا منظور

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں دو مسلمان کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے، جب کافر لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ بجائے اس کے کہ آپ ان کو قتل کریں یا کوئی اور سزا دیں، آپ ان لوگوں کو اس طرح قائل کریں کہ یہ آپ کے دین کو اختیار کرلیں

کیونکہ ان کے چہروں سے ایسی بہادری ٹپکتی ہے کہ آپ کی فوج کے سپہ سالار بن سکتے ہیں، چنانچہ انہوں نے کوشش کی کہ ہم کسی طرح ان کو اپنے دین کی طرف مائل کرلیں، پہلے انہوں نے ان کو لالچ دیئے، لیکن جب دیکھا کہ دال نہیں گلتی تو پھر انہیں ڈرایا دھمکایا، حتی کہ انہیں یہ کہا گیا کہ ہم تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے، بہتر یہ ہے کہ تم ہمارے دین کو قبول کرلو، لیکن ان کا جواب یہی تھا **فاقض ما انت قاض انما تقضی هذه الحیوة الدنیا۔** (طٰہٰ ۱۷۳) تو جو کرسکتا ہے تو اپنا زور لگالے، تو کیا کریگا، یہی ہوگا کہ تیرے اس تکلیف دینے سے ہمیں موت آجائیگی، جب ان کی طرف سے یہ جواب سنا تو وہ سٹپٹا اُٹھے اور پریشان ہوئے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، بالآخر زچ ہوکر انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ ہم ایک جگہ تیل گرم کرتے ہیں اور ان میں سے ایک کو اس میں ڈالتے ہیں، شاید اس کی وجہ سے دوسرا ڈر جائے اور ہمارے دین کو قبول کرلے، چلو دونوں نہیں تو ان میں سے ایک تو ہاتھ آ ہی جائیگا، چنانچہ تیل گرم کیا گیا اور ان دونوں کو اس کے پاس بٹھا کر ڈرایا گیا کہ اگر تم ہماری بات کو قبول نہیں کرتے تو تمہیں اس تیل کے اندر ڈال دیا جائیگا، جب دیکھا کہ وہ اپنی بات پر جمے ہوئے ہیں تو انہوں نے ان میں سے ایک کو اُٹھا کر گرم گرم تیل میں ڈال دیا، ذرا تصوّر کیجیے کہ جب تیل گرم ہو اور اس میں گوشت ڈالا جائے تو پھر کس طرح کباب بنتا ہے اور کیا نقشہ سامنے آتا ہے، ان میں سے جب ایک اس طرح کباب بن گیا تو لوگوں نے دوسرے کے چہرے کے تاثرات دیکھے، جب اسے دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو نظر آئے، وہ سمجھ گئے کہ یہ کچھ ڈر گئے ہیں، چنانچہ وہ کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ اگر تم ہماری بات مان لوگے تو ہم تمہیں کچھ بھی نہیں کہیں گے، چلو پہلے کے ساتھ تو جو کچھ پیش آیا، وہ تو ہوگیا، اب اگر تم ہماری بات مان لو تو ہم تمہیں تیل میں بھی نہیں ڈالیں گے، اس پر انہوں نے بادشاہ کو جواب دیا کہ شاید تو سمجھتا ہے کہ میں اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ جیسے تو نے اس کو تیل میں ڈالا ہے اسی طرح تو مجھے بھی تیل میں ڈال دے گا، ہرگز ایسا نہیں، حقیقت یہ ہے کہ مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ میری یہ ایک ہی جان ہے، جب تم مجھے ایک دفعہ تیل میں ڈالوگے تو یہ تو ختم ہوجائیگی، کاش! کہ میرے

جسم کے بالوں کے برابر میری جانیں ہوتیں تو مجھے اتنی دفعہ تیل میں ڈالتا اور میں اتنی جانوں کا نذرانہ اپنے رب کے حضور میں پیش کرتا۔ سبحان اللہ!

فرعون حضرت آسیہ کو ڈگمگا نہ سکا

فرعون حضرت مشاطہ کو شہید کروا کر جب گھر پہونچا تو اپنی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگا، آج یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ میں نے ایک عورت کو عبرتناک سزا دے دی ہے، اس کی بیوی نے کہا: تیرا ناس ہو، تو نے ایک معصوم بچی کی جان بھی لی اور ایک بے گناہ عورت کا بھی قتل ناحق کیا، فرعون نے کہا: میں نے اس کو اس لئے عبرتناک سزا دی کہ وہ مجھے خُدا نہیں مانتی تھی، یہ سن کر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ خُدا تو میں بھی تجھے نہیں مانتی، بلکہ تو ایک عام انسان ہے، جب فرعون نے یہ سنا تو حیران رہ گیا، کیونکہ اسے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسن و جمال عطا کیا تھا، فرعون نے اسے پوری قوم کی عورتوں سے چن کر اس کے حسن کی وجہ سے اپنی بیوی بنایا تھا، اس وجہ سے وہ اس سے بڑی محبت کرتا تھا، چنانچہ فرعون کہنے لگا، تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ وہ کہنے لگیں، میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں کہ تو جھوٹا ہے، پروردگار تو وہی ہے جس کا پیغام لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ہیں، فرعون نے یہ بات سنی تو اُسے بہت غصہ آیا، لہٰذا کہنے لگا کہ میں تمہارا بھی وہی حشر کرواؤں گا جو میں نے مشاطہ کا کروایا ہے، وہ کہنے لگیں، تو جو چاہتا ہے کر لے، میرے ساتھ میرا پروردگار ہے، اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اپنے پروردگار کو نہیں چھوڑ سکتی، البتہ تیری ہر چیز کو لات مار سکتی ہوں، جب اس نے یہ باتیں سنیں تو وہ پھر دربار میں آیا، اب پھر اس نے لوگوں کو بلوا لیا اور کہنے لگا، دیکھو! یہ کتنی بڑی سازش ہو گئی ہے، موسیٰ (علیہ السلام) نے میری بیوی کو بھی بہکا لیا ہے، آج میں اس عورت کو یا تو مار ڈالوں گا یا پھر وہ اپنی بات سے ہٹ جائیگی، چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو گرفتار کروا کر دربار میں بلوا لیا، وہ تو ملکہ تھی اور اس کے اشارے پر نوکر چاکر بھاگ بھاگ

کر کام کرتے تھے، لوگ احترام کی وجہ سے اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے، آج وہ فرعون کے دربار میں ملزمہ بن کر کھڑی ہے، فرعون نے اسے کہا کہ تو اتنے عالی شان محل میں رہتی ہے، اتنی نعمتوں میں پلی ہے، میں نے تجھے اپنی محبوبہ بنائے ہوا ہوں، تجھے اب محل والی ناز ونعمت والی زندگی سے محروم ہونا پڑے گا، بہتر ہے تو اب بھی باز آجا اور مجھے ''الٰہ'' مان لے، وہ کہنے لگی، اب میں نے ایمان قبول کرلیا ہے، لہٰذا میں اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی، چنانچہ فرعون نے فیصلہ کرلیا کہ میں اسے بھی سزا دوں گا۔

فرعون نے سب سے پہلے سزا کے طور پر اسے رسوا کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ اس نے کہا کہ سب سے پہلے اس عورت کے جسم سے لباس اُتار دیا جائے، اب بتایئے کہ کسی مرد کو کہا جائے کہ تجھے لوگوں کے درمیان بے لباس کردیں گے، مرد کو کتنی شرم آتی ہے، وہ چاہتا ہے کہ زمین پھٹ جائے اور میں اندر اُتر جاؤں، وہ تو بالآخر عورت تھی اور عورت کے اندر تو اللہ تعالیٰ نے شرم وحیا رکھی ہوتی ہے، فرعون نے اس کے جسم سے لباس اُتروا دیا، آپ سوچئے کہ وہ اب کتنی عجیب صورتحال کا شکار ہے، ایک طرف ایمان ہے، دوسری طرف امتحان ہے، وہ ڈٹی رہی، فرعون نے کہا: اچھا! اگر اب بھی نہیں مانتی تو میں تجھے اور طرح کا عذاب دوں گا، چنانچہ فرعون نے کہا کہ اس کا منہ میرے محل کی طرف کر کے لٹا دو تاکہ آخری وقت بھی نگاہیں اس کی میرے محل پر لگی رہیں اور اس کے ذہن میں یہ بات رہے کہ میں ان نعمتوں کو ٹھکرا کر ذلیل و خوار ہو کر مر رہی ہوں، لہٰذا اسے فرعون کے حکم کے مطابق لٹا دیا گیا، اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کی کیلیں گاڑ دی گئیں تاکہ ہل نہ سکے، اس کے بعد فرعون نے لوگوں کو بُلا کر کہا کہ اس کے جسم سے کھال کو جُدا کرنا شروع کردو، اب بتایئے کہ وہ زندہ عورت ہے اور اس کے جسم سے کھال اتاری جارہی ہے، نازک بدن ہے مگر اس کو برداشت کر رہی ہے، اسے اللہ کے نام پر تکلیف دی جارہی ہے، اس طرح اس کے جسم سے کھال اُتار دی گئی، اللہ کی شان دیکھئے کہ وہ ابھی تک زندہ تھی، مگر جسم زخم زخم بن چکا تھا۔

فرعون کا دل اب تک ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، چنانچہ وہ کہنے لگا، مرچیں لاؤ اور اس کے

پورے جسم پر چھڑک دو، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر مرچیں ڈال دی گئیں تو وہ مچھلی کی طرح تڑپنے لگ گئیں، اس تڑپنے کی حالت میں انہوں نے رب العزت کے حضور ایک دعا مانگی کہ اے اللہ! فرعون کا محل سامنے ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے تمہیں اس محل سے نکال دیا ہے، آج کے بعد تم اس محل میں نہیں جا سکو گی، اس لئے رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتاً فِی الْجَنَّةِ۔ اے پروردگار! مجھے اس محل کے بدلے میں جنت میں آپ کے پاس ایک گھر چاہیے، وَنَجِّنِی مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِی مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ (التحریم) اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے نجات عطا فرما دیجیے، اللہ تعالیٰ نے اسی حال میں ان کو شہادت کے مرتبہ پر فائز فرما دیا۔ سبحان اللہ!

قبر سے مشک کی مہک آنے لگی

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ معراج کے وقت جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس کی طرف سفر کر رہے تھے تو راستے میں ایک وادی میں سے خوشبو آئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: جبرئیل علیہ السلام جو خوشبو میں یہاں سے سونگھ رہا ہوں وہ تو بڑی انوکھی خوشبو ہے، یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ اے اللہ کے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) فرعون کے محل میں "مشاطہ" نامی جو ایک نوکرانی تھی، یہاں اس کی قبر ہے، یہ خوشبو اس کی قبر سے آ رہی ہے اور آپ کو محسوس ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ!

تیرے سامنے پہاڑ ہو جائے نرم و گداز

ایک آدمی نے خواب دیکھا، اسے کہا گیا کہ اگر تم اللہ کے راستہ میں نکلو اور تمہیں جو چیز سب سے پہلے نظر آئے اور اگر تم اسے کھا لو تو تمہیں بڑے درجات مل جائیں گے، اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اس کی نیت کر لی، لہٰذا جب وہ صبح اُٹھ کر شہر سے باہر نکلا تو اس کی پہلی نظر

پہاڑ پر پڑی، اس کے دل میں خیال آیا کہ میں پہاڑ کو تو نہیں کھا سکتا، لیکن خواب میں یہ شرط تھی کہ جو چیز پہلی دفعہ نظر آئے اس کو اگر کھاؤ گے تو تمہیں بڑے درجات ملیں گے، کبھی تو اس کے دل میں خیال آتا کہ میں پہاڑ کو کھا ہی نہیں سکتا، لہٰذا مجھے آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے اور کبھی خیال آتا کہ نہیں، جانا میرا کام ہے، اللہ تعالیٰ آسان کر دیں گے، چنانچہ وہ آدمی چلتا رہا، چلتا رہا، لیکن اللہ کی شان کہ وہ جیسے جیسے پہاڑ کی طرف قدم اُٹھاتا رہا، ہر قدم پر پہاڑ چھوٹا ہوتا گیا، حتیٰ کہ جب یہ شخص قریب پہونچا تو دیکھا کہ وہاں گُڑ کی ایک چھوٹی سی ڈلی پڑی ہوئی ہے، اس نے اسے اُٹھا کر منہ میں ڈال لیا، تو استقامت کے ساتھ قدم اُٹھانے پر اللہ تعالیٰ پہاڑ کو بھی گُڑ کی ڈلی بنا دیتے ہیں۔

فرعون مشاطہ کی استقامت میں تزلزل لا نہ سکا

فرعون کے محل میں ''مشاطہ'' نامی ایک عورت فرعون کی بیٹیوں کے بال سنوارا کرتی تھی، ایک مرتبہ وہ فرعون کی بیٹی کے بال سنوار رہی تھی، اسی دوران اس کے ہاتھ سے کنگھی نیچے گر گئی، جب وہ کنگھی اُٹھانے لگی تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار کا نام لیا، جب مشاطہ نے اللہ رب العزت کا نام لیا تو فرعون کی بیٹی سمجھ گئی کہ یہ تو میرے والد کو معبود نہیں مانتی، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ پر ایمان رکھتی ہے، چنانچہ اس لڑکی نے مشاطہ سے پوچھا، کیا تم میرے والد کو ''الٰہ'' نہیں مانتی ہو؟ اُس نے کہا، ہرگز نہیں، میرا خدا تو وہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پروردگار ہے، جب لڑکی نے مشاطہ کا دوٹوک جواب سنا تو وہ بھاگ کر اپنے باپ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ آپ کے محل میں آپ کے زیرِ سایہ رہنے والی عورت آپ کو خُدا نہیں مانتی، بیٹی کی لگی لپٹی باتیں سن کر فرعون غصہ میں آ گیا، چنانچہ وہ کہنے لگا کہ اچھا میں دربار میں جا کر اس عورت کو ایسی عبرتناک سزا دیتا ہوں کہ یا تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے الٰہ کو الٰہ کہنے سے باز آ جائے گی یا پھر اپنے ہاتھ سے جان دھو بیٹھے گی۔

فرعون جب اپنے دربار میں پہنچا تو اس نے اس عورت کو اپنے پاس بلوایا اور کہا، تم

موسیٰ علیہ السلام کے الہ کو الہ کہنا چھوڑ دو، وہ کہنے لگی، ہرگز نہیں، اس نے مشاطہ کو بڑا ڈرایا دھمکایا، مگر وہ کہنے لگی کہ اب تم جو کچھ کر سکتے ہو کرلو، میں پیچھے نہیں ہٹ سکتی، فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ، اس کا یہ دلیرانہ جواب سن کر فرعون نے "انا" کا مسئلہ بنالیا، چنانچہ فرعون نے کہا کہ اس کو زمین پر لٹا دیا جائے، اسے زمین پر لٹا دیا گیا، اس کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں میں کیلیں گاڑ دی گئیں تا کہ وہ حرکت نہ کر سکے، اسی دوران وزیر آیا اور اس نے فرعون سے کہا کہ اس کی ایک دودھ پیتی چھوٹی سی بچی بھی ہے، اگر اس کی اس بیٹی کو اس کے سامنے قتل کر دو، یہ اپنی مامتا سے مجبور ہر کر آپ کی بات مان جائیگی، چنانچہ فرعون نے اس کی دودھ پیتی بچی کو گھر سے بلوایا اور اسے اس کے سینے پر لٹا دیا، وہ بچی ماں کے سینے سے لگ کر دودھ پینے لگ گئی، بچی ابھی دودھ پی ہی رہی تھی فرعون نے کہا کہ میں تمہاری اس بچی کو تمہارے ہی سینے پر قتل کر دوں گا، وہ اتنی بڑی دھمکی سن کر بھی کہنے لگی کہ اب میرے دل میں اتنا اطمینان بھر چکا ہے کہ میں اپنی آنکھوں سے بیٹی کو خون میں لت پت تڑپتا تو دیکھ سکتی ہوں، مگر میں اپنے ایمان کا خون نہیں کر سکتی، چنانچہ مشاطہ کے سینے پر ہی اس کے معصوم بچے کی گردن کاٹ دی گئی، جس ماں کے سینے پر بیٹی کا خون بہہ رہا ہو اس ماں کے دل پر کیا گذرتی ہے، جب بیٹی ٹھنڈی ہو گئی تو فرعون نے کہا کہ اب ہم تمہیں قتل کر دیں گے، اس نے کہا: تم کو جو مرضی ہو کرلو، میں پیچھے نہیں ہٹ سکتی، بالآخر اس عورت کو بھی شہید کر دیا گیا۔

قصر شاہی میں صحابیؓ کی استقامت و بیباکی

صحابہ کرام نے جب فارس پر حملہ کیا تو ایک ایسے شہر کا محاصرہ کیا جس میں بادشاہ کا تخت بھی تھا، محاصرہ کئے ہوئے مسلمانوں کو کافی دن گذر گئے، بادشاہ نے اپنے ہمنواؤں سے مشورہ کیا کہ ان لوگوں سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے، یہ تو جدھر بھی قدم اُٹھاتے ہیں کامیاب ہو جاتے ہیں، اگر یہ ہم پر مسلط ہو گئے تو ہم کیا کریں گے، لوگوں نے مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت! آپ ان کو بلا کر اپنا دبدبہ اور جاہ وجلال دکھائیں، یہ بھوکے ننگے لوگ ہیں،

یہ ہمارے مال و دولت سے ڈر جائیں گے، اس نے کہا: بہت اچھا، چنانچہ اس نے پیغام بھجوایا کہ صلح کے لئے کوئی بندہ بھیجو، جو مذاکرات کرے، صحابہ کرام نے ایک صحابی کو اس طرف روانہ کیا۔

یہ ایسے صحابی تھے جن کا کُرتہ پھٹا ہوا تھا اور ببول کے کانٹوں سے سلا ہوا تھا، ان کے بیٹھنے کے لئے گھوڑے پر زین نہیں تھی، بلکہ ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر آئے اور ہاتھ میں صرف نیزہ تھا، وہاں جا کر بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گئے، بادشاہ کو بڑا غصہ آیا کہنے لگا، تمہیں کوئی لحاظ نہیں کہ تم کس کے پاس آئے ہو، نہ کوئی آداب کا خیال ہے، نہ طریقہ نہ سلیقہ، فرمایا کہ ہمارے محبوب صلی علیہ وسلم نے ہمیں بادشاہوں کے دربار میں اسی شان سے آنے کا طریقہ سکھایا ہے، یہ سن کر اسے بڑا غصہ آیا، کہنے لگا تم کیا چاہتے ہو؟ فرمایا، اَسلِمْ تَسلَمْ۔ اسلام قبول کر لے سلامتی پا جا، کہنے لگا: نہیں قبول کرتا، فرمایا کہ اگر نہیں قبول کرتا تو پھر حکومت ہماری ہوگی اور تمہیں رہنے کی پوری آزادی ہوگی، اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اپنے حکومت ایسے بھوکے ننگے غریب لوگوں کے حوالے کر دیں؟ صحابی فرمانے لگے، اچھا یاد رکھنا کہ اگر یہ بات نہ مانی تو ہم تمہارے ساتھ جنگ کریں گے، تلوار ہمارا اور تمہارا فیصلہ کریگی اور تمہاری بیٹیاں ہمارے بستر بنایا کریں گی۔

بھرے دربار میں تلواروں کے سایہ میں بادشاہ کو اس طرح بے خوف ہو کر ایک بات کہہ دی، درباریوں کے سامنے یہ بات سن کر بادشاہ کا پسینہ چھوٹ گیا، اس کی بڑی سبکی ہوئی، کہنے لگا اچھا، تمہاری تو یہ زنگ بھری تلواریں ہیں، تم ان کے ساتھ ہمارا کیا مقابلہ کرو گے؟ آپ تڑپ کر بولے، اے بادشاہ! تم نے ہماری زنگ بھری تلواروں کو تو دیکھا ہے، لیکن تلواروں کے پیچھے والے ہاتھوں کو نہیں دیکھا، تمہیں پتہ چل جائیگا کہ کن ہاتھوں میں یہ تلواریں ہیں، انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، اللہ رب العزت نے ان کو کامیابی سے ہمکنار کر دیا، جی ہاں، جو غیر اللہ سے نہیں ڈرتے اللہ تعالی ان کی گفتار میں یوں تاثیر پیدا فرما دیتے ہیں۔

لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا حکم دیتا تھا دریا کو تو رستہ چھوڑ دیتا تھا

اگر استقامت ہوتی تو جلنا نہ پڑتا

ایک مرتبہ حضرت سری سقطیؒ جا رہے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا، انہیں نیند آئی، وہ قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے سو گئے، کچھ دیر لیٹنے کے بعد جب ان کی آنکھ کھلی تو انہیں ایک آواز سنائی دی، انہوں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ اس درخت میں سے آواز آ رہی تھی جس کے نیچے لیٹے ہوئے تھے، جی ہاں جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو ایسے واقعات رونما کر دیتے ہیں، درخت انہیں کہہ رہا تھا، **یا سری! کن مثلی**۔ اے سری! تو میرے جیسا ہو جا، وہ یہ آواز سن کر بڑے حیران ہوئے، جب پتہ چلا کہ یہ آواز درخت سے آ رہی ہے تو آپ نے اس درخت سے پوچھا: **کَیفَ اَکُوْنُ مِثْلَکَ**؟ کہ اے درخت! میں تیرے جیسا کیسے بن سکتا ہوں؟ درخت نے جواب دیا: **اِنَّ الذِّین یَرمُونَنِی بِالاحجارِ فَأَرْمِیھم بالاثمار** اے سری! جو لوگ مجھ پر پتھر پھینکتے ہیں میں ان لوگوں کی طرف اپنے پھل لوٹاتا ہوں، اس لئے تو بھی میرے جیسا بن جا، وہ اس کی یہ بات سن کر اور بھی زیادہ حیران ہوئے، مگر اللہ والوں کو فراست ملی ہوتی ہے، لہٰذا ان کے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت اتنا ہی اچھا ہے کہ جو اسے پتھر مارے، یہ اسے پھل دیتا ہے تو اللہ رب العزت نے درخت کی لکڑی کو آگ کی غذا کیوں بنایا؟ لہٰذا انہوں نے پوچھا کہ اے درخت! اگر تو اتنا ہی اچھا ہے تو "**فکیف مصیرک الی النار؟**" یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنا دیا؟ اس پر درخت نے جواب دیا: اے سری! میرے اندر خوبی بھی بہت بڑی ہے، مگر اس کے ساتھ ہی ایک خامی بھی بہت بڑی ہے، اس خامی نے میری اتنی بڑی خوبی پر پانی پھیر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کو میری وہ خامی اتنی ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگ کی غذا بنا دیا، میری خامی یہ ہے **فَامْلَیْتُ بِالْھَوَاءِ ھٰکَذَا ھٰکَذَا** جدھر کی ہوا چلتی ہے میں ادھر کو ہی ڈول جاتا ہوں یعنی میرے اندر استقامت نہیں ہے۔

فتویٰ نسویسی میں امام مالکؒ کی جرأت وبیباکی

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ پوچھا گیا، انہوں نے حکام کی مرضی کے خلاف فتویٰ دیا، ان کو سزا کے طور پر گدھے پر بٹھایا گیا اور ان کے چہرے پر سیاہی مل دی گئی، پھر وقت کے حاکم نے حکم دے دیا کہ انہیں مدینہ میں پھراؤ، لہٰذا مدینہ منورہ کے امام اور فقیہ کے چہرے کو سیاہ کر دیا گیا اور گدھے پر بٹھا کر پھرایا گیا، اب حضرت امام مالکؒ کی جرأت دیکھئے کہ فرمانے لگے، لوگو! تم میں سے جو پہچانتا ہے کہ میں امام مالک ہوں وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا ہو وہ بھی سن لے، میں اس کا بیٹا مالک ہوں "**ولا یخافون لومۃ لائم**" دین کے معاملے میں انہوں نے ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

اسیر مالٹا کی بے مثال قوتِ فولادی

حضرت شیخ الہندؒ کو دین کے لئے بڑی قربانیاں دینی پڑیں، ان کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ جب ان کی وفات حکیم محمد اجمل کی کوٹھی پر ہوئی، غسل دینے والے نے دیکھا کہ ان کی پیٹھ پر زخموں کے بڑے بڑے نشان ہیں، اس نے رشتہ داروں سے پوچھا، انہوں نے گھر والوں سے پوچھا، لیکن کسی کو کچھ معلوم نہ تھا، سب حیران تھے، اہلِ خانہ سے بھی اس بات کو چھپائے رکھا، آخر یہ کیا معاملہ ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اس وقت کلکتہ گئے ہوئے تھے، ان کو شیخ الہند کی وفات کا پتہ چلا تو وہاں سے جنازہ میں شرکت کے لئے آئے، ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ بتائیے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت مدنیؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، فرمانے لگے، یہ ایک راز تھا اور حضرت نے منع فرما دیا تھا کہ میری زندگی میں تم کسی کو نہیں بتانا، اس لئے یہ امانت تھی اور میں بتا نہیں سکتا تھا، اب تو حضرت وفات پا گئے ہیں، لہٰذا اب تو میں بتا سکتا ہوں، وہ فرمانے لگے کہ جب ہم مالٹا میں قید تھے، اُس وقت حضرت کو اتنی سزا دی جاتی، اتنی سزا دی جاتی کہ جسم

پر زخم ہو جاتے تھے اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ فرنگی انگارے بچھا دیتے اور حضرت کو اوپر لٹا دیتے تھے، جیل کے حکام کہتے کہ محمود! صرف اتنا کہہ دو کہ میں فرنگیوں کا مخالف نہیں ہوں، آپ کو ہم اتنا کہنے پر چھوڑ دیں گے، مگر حضرت فرماتے کہ نہیں میں یہ الفاظ نہیں کہہ سکتا، وہ ان کو بہت زیادہ تکلیف دیتے تھے، حضرت جب اپنی جگہ پر رات کو سونے کے لئے آتے تو سو بھی نہیں سکتے تھے، نیند نہ آنے کی وجہ سے بھی تکلیف اور ادھر سے بھی اذیتیں، ہم لوگ حضرت کی حالت دیکھ کر پریشان ہو جاتے، ہم نے ایک دن رو کر کہا: حضرت! آخر امام محمدؒ نے "**کتاب الحیل**" لکھی ہے لہٰذا کیا کوئی ایسا حیلہ ہے کہ آپ ان کی سزا سے بچ جائیں، حضرت نے فرمایا نہیں، اگلے دن حضرت کو پھر سزا دی گئی، جب کئی دن متواتر یہ سزا ملتی رہی تو ایک دن ایک فرنگی کھڑا ہو کر کہنے لگا، تجھے ہے کیا؟ تو یہ کیوں نہیں کہنا چاہتا کہ میں فرنگیوں کا مخالف نہیں ہوں؟ اُس وقت حضرت نے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں کہنا چاہتا کہ میں اللہ کے دفتر سے نام کٹوا کر تمہارے دفتر میں نام نہیں لکھوانا چاہتا، حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرتؒ آئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کو اذیت ناک سزا دی گئی ہے، ہم حضرت کے ساتھ تین چار شاگرد تھے، ہم نے مل کر عرض کیا: حضرت! کچھ مہربانی فرمائیں، اب جب حضرت نے دیکھا کہ مل کر بات کی تو ان کے چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے، فرمانے لگے، حسین احمد! تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ میں روحانی بیٹا ہوں حضرت بلالؓ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت خبیبؓ کا، میں روحانی بیٹا ہوں حضرت سمیہؓ کا، میں روحانی بیٹا ہوں امام احمد بن حنبلؒ کا کہ جن کو اتنے کوڑے مارے گئے کہ اگر ہاتھی کو بھی مارے جاتے تو وہ بھی بلبلا اُٹھتا، میں روحانی بیٹا ہوں مجدد الف ثانیؒ کا کہ جن کو دو سال کے لئے گوالیار کے قلعے میں قید رکھا گیا تھا، میں روحانی بیٹا ہوں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا، جن کے ہاتھوں کو کلائیوں کے قریب سے توڑ کر بیکار بنا دیا گیا تھا۔ حسین احمد! کیا میں ان فرنگیوں کے سامنے شکست تسلیم کر لوں، نہیں، یہ میرے جسم سے جان تو نکال سکتی ہے مگر دل سے ایمان نہیں نکال سکتا۔ سبحان اللہ! جب ایسی استقامت ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فیض بھی جاری فرما دیتے ہیں۔

کیا ۱۸۵۷ء میں تاریخ نمرود دہرائی گئی؟

ہندوستان سے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے انگریزوں کی یہ پالیسی تھی کہ:

(۱) سب سے پہلے قرآن مجید کو ختم کرنا چاہیے (۲) علماء کرام کا قتل عام

(۳) جذبۂ جہاد کو ختم کرنا چاہیے (۴) یہ تین باتیں لب لباب تھیں

چنانچہ انگریز نے اس پر عمل درآمد شروع کر دیا، تین سال کے اندر قرآن پاک کے تین لاکھ نسخے نذر آتش کر دیئے، اور 14000 چودہ ہزار علماء کرام کو پھانسی دی گئی۔

تھامسن اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ دہلی سے لے کر پیشاور تک جرنیل سڑک کے دونوں طرف کوئی بڑا درخت ایسا نہیں تھا جس پر کسی عالم کی لاش لٹکتی نظر نہ آ رہی ہو، بادشاہی مسجد میں پھانسی کا پھندہ لٹکایا گیا اور دیگر مسجدوں کے اندر علماء کرام کو پھانسی دی گئی۔

تھامسن اپنی یادداشت میں لکھتا ہے کہ میں دہلی گیا تو کیمپ میں ٹھہرا ہوا تھا، مجھے وہاں انسانی گوشت کے جلنے کی بدبو محسوس ہوئی، میں پریشان ہو کر اُٹھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب کیمپ کے پیچھے جا کر دیکھا تو کچھ انگریزوں نے انگارے جلائے ہوئے تھے اور چالیس علماء کو بے لباس کر کے ان انگاروں کے پاس کھڑا کیا ہوا تھا اور انہیں یہ کہا جا رہا تھا کہ تم ہمیشہ کے لئے ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کرو، نہیں تو تمہیں انگاروں پر لٹا دیں گے، انہوں نے انکار کیا تو چالیس علماء کو انگاروں پر لٹا دیا گیا، یہ ان کے گوشت جلنے کی بدبو تھی جو خیموں میں بھی محسوس ہو رہی تھی، وہ کہتا ہے کہ اسی طرح چالیس علماء شہید ہو گئے تو پھر چالیس اور علماء کو بھی اسی طرح اوپر لٹایا گیا۔

مولانا احمد اللہ صاحبؒ تختۂ دار کے لیے تیار

مولانا احمد اللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم تھے، ایک انگریز نے ان سے کچھ عربی سیکھی تھی، وہ انگریز اس وقت ان لوگوں میں سے تھا جو مسلمان علماء کو پھانسی دے رہے تھے، اس نے مولانا احمد اللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ میرے استاذ ہیں آپ صرف

زبان سے کہہ دیں کہ میں اس تحریک آزادی میں شریک نہ تھا، میں آپ کا نام پھانسی دینے والوں میں سے نکال دوں گا، احمد اللہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں یہ بات کر کے اللہ رب العزت کے دفتر سے نام نکلوانا نہیں چاہتا۔ سبحان اللہ! تو ان حضرات نے اپنی جان کے نذرانے تو پیش کر دیئے مگر انگریز کا ساتھ دینے پر تیار نہ ہوئے۔

دربارِ شاہی میں مجدد الف ثانی کی جرأت و بیباکی

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ جو ہندوستان کے شہر سرہند میں پیدا ہوئے، ان کے دور میں اکبر نے دین کی شکل کو مسخ کر دیا تھا، دین الٰہی کے نام سے ایک نیا دین دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا، جو بدعات و رسومات کا ملغوبہ تھا، یہ وہ وقت تھا، جب اکبر کے بیٹے جہانگیر نے اپنی طاقت کے نشے میں آ کر علماء کو لکھا کہ مجھے فتویٰ دو کہ بادشاہ کو سجدۂ تعظیمی کرنا جائز ہے، جب لوگوں کے سامنے جیلوں کے دروازے کھل چکے تھے، جب ان کو درے نظر آ رہے تھے، کھالیں پیٹھ سے اترتی نظر آ رہی تھی، اس وقت کچھ ربانیین ایسے تھے، کچھ احبار ایسے تھے، جنہوں نے جان کی پرواہ تک نہ کی، اس لیے کہ ان کا فرض منصبی دین کی حفاظت تھا، انہوں نے کہا:

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ سجدۂ تعظیمی حرام ہے قطعاً جائز نہیں، اس کلمۂ حق کی وجہ سے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں بند کر دیا گیا، آپ کے پاؤں میں زنجیریں ڈال دی گئیں، آپ نے پابند سلاسل رہنا تو قبول کر لیا مگر اس کی غلط بات کے آگے جھکے نہیں کیوں کہ ان کو رب کے سوا کسی کے آگے جھکنا نہیں آتا تھا، وہ ساری زندگی رب کے سامنے پیشانیاں جھکانے والے بھلا مخلوق کے سامنے کیسے جھک سکتے تھے، بالآخر ان کی استقامت کی بدولت رب العزت نے ایک وقت وہ بھی دکھلایا کہ جب جہانگیر بادشاہ کو جھکنا پڑا، سب امیر اس فقیر کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، جو آپ کہیں گے آج ہم وہی کریں گے، چنانچہ بدعتوں کو ختم کر دیا گیا، رسومات کو چھوڑ دیا گیا، اور اس کی جگہ نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کی سنت کو رواج دیا گیا، اسی وجہ سے ان کو امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کہتے ہیں۔

سیفِ خدا کی استقامت پر کفر لرزہ براندام

صحابۂ کرامؓ کی زندگیوں کے حالات پڑھ کر حیرانی ہوتی ہے، ان کو جوان مردی پر عش عش کر اٹھنے کو دل کرتا ہے، ایک مرتبہ مشورہ ہونے لگا کہ اتنے اتنے کافروں کے مقابلہ میں کتنے مسلمانوں کو جانا چاہئے، کسی نے کہا، ستر چلے جائیں گے، کسی نے کہا: چالیس چلے جائیں گے، کسی نے کہا دس چلے جائیں گے، حضرت خالد بن ولیدؓ بھی بیٹھے تھے، جب ان سے پوچھا گیا تو وہ کہنے لگے کہ مجھے اکیلے بھیج دیں، یہ سن کر کسی نے کہا، خالدؓ! اس بات سے تو تکبر کی بو آتی ہے، وہ فرمانے لگے، ہرگز نہیں، کیوں کہ میری مثال باز کی سی ہے اور کافروں کی مثال ایسے ہے جیسے جال میں پھنسے ہوئے پرندوں کی سی ہوتی ہے، اب پھنسی ہوئی چڑیاں باز کا کیا بگاڑ سکتی ہیں؟ پھر وہ فرمانے لگے کہ کافر مردہ ہے اور مومن زندہ ہے، اس لیے لاکھوں مردے مل کر بھی ایک زندہ آدمی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، واقعی ان پر ایسی مدد اتری کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب فرمادیا۔

شیخ الہندؒ کے عزم واستقلال کو سلام

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ وہ دار العلوم دیوبند کے تیسرے سپوت تھے جنہوں نے انگریز کے خلاف آزادی حاصل کرنے کے لئے بہت نمایاں کام کیا، ان کے بارے میں شورش کشمیری لکھتے ہیں ؎

گردش دوراں کی سنگینی سے ٹکراتا رہا　　مالٹا میں نغمہ مہر و وفا گاتا رہا

مالٹا میں آپ کو قید کر دیا گیا، پابند سلاسل رہے، ان کے کچھ اور شاگرد حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عزیز گل وغیرہ بھی ساتھ تھے، انگریز نے ان پر بہت سختیاں کیں، مگر یہ اپنی بات پر ڈٹے رہے۔

ایک عجیب واقعہ کتابوں میں پڑھا ہے کہ جب انگریز نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ان کو پھانسی دے دی جائے تو یہ اطلاع ملنے کے بعد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر بہت گریہ طاری رہتا تھا، آپ نے بہت زیادہ رونا شروع کر دیا، آپ کے شاگرد حیران ہوتے کہ ہمیں پھانسی کا حکم ہو گیا ہے تو یہ خوشی کی بات ہے لیکن جب اپنے شیخ کو دیکھتے تو وہ خوب کثرت کے ساتھ روتے اور گریہ و بکا صبح و شام کرتے نظر آتے ہیں، دل اتنا نرم ہو چکا تھا کہ ذرا ذرا سی بات پر رونے لگ جاتے حتیٰ کہ حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عزیز گل رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں سوچا کہ ہم کسی وقت حضرت کی خدمت میں عرض کریں گے کہ حضرت اتنا رونے کی کیا وجہ ہے، اگر پھانسی کا حکم آ چکا ہے تو یہ خوشی کی بات ہے، اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

چنانچہ ایک موقع پر کھانے سے پہلے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ آج کل بہت زیادہ روتے ہیں، آپ کے اوپر بہت زیادہ گریہ طاری ہوتا ہے آخر کیا وجہ ہے، پھانسی کا حکم صادر ہو چکا ہے تو یہ تو خوشی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ ہماری جان کو اپنے راستے میں قبول کر لیں گے، یہ تو کوئی ایسی رونے والی بات نہیں ہے، جب انہوں نے یہ بات کہی تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت ان کو ذرا رعب بھری نظروں سے دیکھا، کہتے ہیں کہ ہمارے تو اس وقت پسینے چھوٹ گئے کہ حضرت اتنے جلال سے ہمیں دیکھ رہے ہیں اور پھر اس کے بعد فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو میں موت کے خوف سے یا پھانسی کے خوف سے نہیں روتا بلکہ میرے ذہن میں کوئی اور بات ہے، انہوں نے عرض کیا، حضرت! پھر کچھ ہمیں بھی بتا دیجئے، حضرت نے فرمایا: میرے دل میں یہ بات آ گئی کہ اللہ رب العزت بے نیاز ہیں، میں اس کی شان بے نیازی کی وجہ سے روتا ہوں، اس لئے کہ کبھی کبھی وہ بندے سے جان بھی لے لیا کرتا ہے اور اس کی جان کو قبول بھی نہیں کیا کرتا، میں تو اس لئے روتا ہوں کہ اے اللہ! اگر تو نے جان لینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو میرے مولا! اس کو قبول بھی فرما لینا۔

حکیم اجمل خان آپ کے مریدین میں سے تھا، آپ بیمار تھے اور اس کے ہاں علاج معالجہ کے لئے آئے ہوئے تھے، وہیں ۱۳۳۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور وہیں سے جنازہ اٹھایا گیا، جب ان کو غسل دیا جانے لگا تو غسل دینے والے نے دیکھا کہ آپ کی پشت کے اوپر گہرے زخم کے نشان موجود ہیں، ایسی پشت کبھی دیکھی نہیں تھی، لوگ پریشان تھے کہ آخر یہ بات کیا تھی کہ آپ کی پشت پر اتنے گہرے گہرے نشان ہیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت کلکتہ میں تھے، وہ بھی وفات کی خبر سن کر وہاں پہنچے، جب ان سے پوچھا گیا تو حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت راز فاش کیا اور کہا کہ اصل میں مالٹا میں ان کو آگ کے انگاروں پر لٹایا جاتا اور انگریز کہتا کہ تم ہمارے ساتھ وفاداری کا عہد کرو اور ہمارے حق میں فتویٰ دو، ورنہ ہم تمہیں آگ کے انگاروں پر لٹائے رکھیں گے، حضرت کے خون سے آگ کے انگارے بجھتے، اتنی تکلیف اٹھاتے مگر انگریز سے کہتے رہتے، انگریز! میں کبھی تیرے حق میں فتویٰ نہیں دے سکتا، ارے میں بلال رضی اللہ عنہ کا وارث ہوں، جن کو ریت کے اوپر لٹایا جاتا تھا اور سینے پر چٹانیں رکھ دی جاتی تھیں، میں تو خبیب رضی اللہ عنہ کا وارث ہوں جن کی کمر کے اوپر زخموں کے نشانات تھے، میں تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وارث ہوں جن کے چہرے پر سیاہی مل کے ان کو مدینہ بھر میں پھرایا گیا تھا، میں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا وارث ہوں جن کا جنازہ جیل سے نکلا تھا، میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ورث ہوں جن کو ستر کوڑے لگائے گئے تھے، میں علمی وارث ہوں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا، میں روحانی فرزند ہوں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، بھلا میں تمہاری اس بات کو کیسے قبول کر سکتا ہوں، چنانچہ سب تکالیفوں کو برداشت کر لیتے تھے، مگر زبان سے انگریز کے حق میں کوئی بات نہیں کہتے تھے، یہ ان کی قربانیاں تھیں بالآخر انگریز کو پیچھے ہٹنا پڑا، انگریز نے پہلے فیصلہ کیا تھا کہ ان کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ پھانسی نہیں دیتے چلو چھوڑ دیتے ہیں، چنانچہ انگریز کو فیصلہ بدلنا پڑا، اللہ رب العزت نے ان کی عزم و استقامت کی وجہ سے ان کو کامیابی

عطا فرمادی، کتنی عجیب بات کہی ؎

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پہ نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

دریا

آپ تو سمندر تھے بھلا دریا میں کیسے گر سکتے تھے، آپ کے اس عزم واستقامت کو سلام کرنا چاہئے، اس وجہ سے اللہ رب العزت نے آپ کو یہ عظمت عطا فرمائی کہ الحمدللہ آپ کا علمی فیض خوب پھیلا۔

سمرقندی نوجوان کا عزم واستقلال

سمرقند کے اسی سفر میں ایک عالم ایک نوجوان کو عاجز سے ملانے کے لیے لائے اور بتایا کہ یہ وہ خوش نصیب نوجوان ہے جو روسی انقلاب کے زمانے روزانہ پانچ مرتبہ اذان دے کر کھلے عام نمازیں پڑھتا تھا، یہ سن کر اس عاجز کو حیرت ہوئی اور پوچھا، وہ کیسے؟ اس نوجوان نے اپنی پیٹھ پر سے کپڑا ہٹادیا، ہم نے دیکھا تو اس کی پیٹھ کے ایک ایک انچ پر زخموں کے نشانات موجود تھے، اس عاجز نے پوچھا، یہ کیا معاملہ ہے؟

اس نے اپنی داستان بیان کرنا شروع کی، وہ کہنے لگا، جب میں نے پہلی مرتبہ اذان دی تو پولیس والے مجھے پکڑ کر لے گئے اور خوب مارا، میں جان بوجھ کر اس طرح بن گیا جس طرح کوئی پاگل ہوتا ہے، وہ جتنا زیادہ مارتے میں اتنا زیادہ ہنستا، ایک وقت میں کئی کئی پولیس والے مارتے مارتے تھک جاتے مگر میں اللہ کے نام پر مار کھاتے کھاتے نہ تھکتا، مجھے بجلی کے جھٹکے بھی لگائے گئے مگر میں نے برداشت کر لیے، مجھے کئی کئی گھنٹے برف پر لٹایا گیا، مجھے پوری پوری رات الٹا لٹکایا گیا، مجھے گرم چیزوں سے داغا گیا، میرے ناخن کھینچے گئے مگر میں اس طرح محسوس کرواتا جیسے کوئی پاگل ہوتا ہے، میں جان بوجھ کر پاگلوں والی حرکتیں کرتا تھا، پولیس والوں نے ایک سال میری پٹائی کرنے کے بعد مجھے پاگل خانے

بھیجوا دیا، وہاں بھی میں نے ایک سال اسی طرح گزار احتی کہ ڈاکٹر نے لکھ کر دے دیا کہ یہ شخص پاگل ہے، اس کا ذہنی توازن خراب ہے، یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا، یہ اپنے آپ میں مگن ہی رہتا ہے، لہذا اب اس کو دوبارہ گرفتار نہ کیا جائے، چنانچہ اس ڈاکٹر کی رپورٹ پر مجھے آزاد کر دیا گیا، جب میں باہر آیا تو میں نے ایک جگہ پر چھوٹی سی مسجد نما جگہ بنائی، میں وہیں دن میں پانچ مرتبہ اذانیں دیتا اور پانچ نمازیں کھلے عام پڑھا کرتا تھا، اس عاجز نے بڑھ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا: ؎

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں ہوتی ہو جس کے جوانوں کی خودی صورت فولاد

یہ عاجز اس نوجوان کے چہرے کو بار بار دیکھتا اور اس کی ثابت قدمی پر رشک کرتا رہا۔

ازل سے رچ گئی ہے سربلندی اپنی فطرت میں ہمیں کٹنا تو آتا ہے مگر جھکنا نہیں آتا

حضرت سعید بن جبیرؓ کی استقامت

ایسا بھی ہوا کہ حجاج بن یوسف کے سامنے حضرت سعید بن جبیرؓ کھڑے ہیں، حجاج کہتا ہے کہ میں ابھی تمہیں ''فنافی النار'' کرتا ہوں، مگر استقامت کے پہاڑ سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں کہ میں تجھے دوزخ اور جنت کا مالک نہیں سمجھتا، جی ہاں وہ ایسے تھے جو نڈر ہو کر جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہتے تھے۔

کربناک پُرتشدد سفر کی داستان

مولانا جعفر تھانیسریؒ اپنی کتاب ''تاریخ کالا پانی'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارا علماء کا ایک قافلہ تھا، انگریز نے اس قافلے کو دہلی سے لاہور بھیجا، مگر جس انگریز نے دہلی سے لاہور بھیجا اس نے ہمیں فقط ہتھکڑیاں لگائیں لہٰذا ہم بڑے اطمینان سے اللہ اللہ کرتے ہوئے دہلی سے لاہور پہنچ گئے، لیکن لاہور جیل کا انچارج بہت ہی جابر اور متشدد قسم کا آدمی تھا، اس نے کہا

یہ مولوی آرام کے ساتھ سفر کر کے یہاں آ گئے؟ اب میں ان کو سبق سکھاؤں گا کہ یہ ہمارے ساتھ کیسے غداری کرتے ہیں اور ہمارے نمک حرام بنتے ہیں، چنانچہ اس نے ریل گاڑی کے اندر چھوٹے چھوٹے کیبن بنوائے اور ہر کیبن میں چاروں طرف کیل لگوائے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بیٹھنے کی جگہ کے چاروں طرف ایک ایک دو دو انچ کے فاصلے پر کیل لگے ہوئے تھے، ان کیبنوں میں ہمیں بٹھایا گیا، جب ریل گاڑی چلتی اور پیچھے جھٹکا لگتا تو ہمارے جسم پر پیچھے کیل چبھ جاتے، جب دائیں طرف جھٹکا لگتا تو دائیں طرف کیل چبھ جاتے، جب بائیں طرف جھٹکا لگتا تو بائیں طرف کیل چبھ جاتے، چلتی ہوئی گاڑی پر ہمیں پتہ نہیں ہوتا تھا کہ بریک لگنی ہے یا نہیں، جب یک دم بریک لگتی تو ہمارے ان زخموں پر پھر کیل چبھتے، فرماتے ہیں کہ وہیں پسینہ بھی نکلتا اور خون بھی بہتا، سو بھی نہیں سکتے تھے، ہمیں انہوں نے لاہور سے ملتان بھیجنا تھا، یہ تکلیف دہ سفر ایک ماہ میں طے ہوا، اور ہم پورا مہینہ دن کبھی بیٹھے رہتے اور رات کو بھی بیٹھے رہتے، اسی جگہ پر ہمارا پیشاب پاخانہ بھی نکل جاتا تھا، مگر ہمارے لئے پانی وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا تھا جس کی وجہ سے بدبو بھی بہت زیادہ تھی، اتنی سخت سزا اس لئے دی کہ ہم تنگ آ کر کہہ دیں کہ جی آپ جو کچھ کہتے ہیں ہم مان لیتے ہیں، مگر قربان جائیں ان کی عظمتوں پر کہ انہوں نے یہ تکلیف تو برداشت کر لی مگر انہوں نے فرنگی کی بات کو ماننا پسند نہ کیا۔

فرماتے ہیں کہ ایک مہینہ کے اتنے پر مشقت سفر کے بعد جب ہم ملتان پہنچے تو وہاں پر موجود حاکم نے کہا کہ ان لوگوں کو ہم کل پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیں گے، جب ہم نے پھانسی کی خبر سنی تو ہمارے دل خوش ہوئے کہ اب ہمیں اپنا مقصود نصیب ہو جائے گا۔

اگلے دن وہ جب ہمیں پھانسی دینے کے لئے آیا تو اس نے دیکھا کہ ہمارے چہروں پر رونق تھی، کیونکہ تھکاوٹ ختم ہو چکی تھی، ہمارے تروتازہ چہروں کی رعنائی دیکھ کر وہ کہنے لگا، او ملاؤ! تمہارے چہرے پر مجھے تازگی کیوں نظر آ رہی ہے؟ ہم میں سے ایک نے جواب دیا کہ ہمارے چہرے اس لئے تروتازہ ہیں کہ آپ ہمیں پھانسی دیں گے تو ہمیں شہادت نصیب ہو جائیگی، جب اس نے یہ بات سنی تو وہ وہیں سے واپس اپنے دفتر چلا گیا اور اس نے اپنی بڑی

اتھارٹیز سے رابطہ کیا اور بتایا کہ یہ تو خوش ہیں کہ ان کو پھانسی دے دی جائے۔

چنانچہ اس نے واپس آ کر اعلان کیا کہ او ملاؤ! تم خوش ہو کر موت مانگتے ہو لیکن ہم تمہیں موت بھی نہیں دینا چاہتے، ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں کالا پانی بھیج دیا جائے، اس جگہ پر پہنچ کر مولانا جعفر تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شعر لکھا، فرماتے ہیں: ؎

مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا کیا کہوں کیسے رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

فرماتے ہیں کہ اس سے بھی بڑی قربانی کا وقت وہ آیا جب وہ ہمیں کالا پانی بھیج رہے تھے؟ اس وقت انہوں نے منصوبہ بندی کے تحت ہمارے بیٹوں بیٹیوں، بیویوں اور باقی چھوٹے بڑوں کو بلوا لیا اور ہمیں زنجیروں میں باندھ کر اور بیڑیاں پہنا کر ان کے سامنے پیش کیا اور ان سے کہا کہ تم انہیں منا لو، اگر یہ کہہ دیں کہ ہم فرنگی کے غدار نہیں ہیں تو ہم انہیں ابھی تمہارے ساتھ گھر بھیج دیتے ہیں، فرماتے ہیں کہ اب بیوی بھی رو رہی تھی، بیٹی بھی رو رہی تھی، میرا ایک چھوٹا بیٹا بھی رو رہا تھا اور میرے ساتھ لپٹ کر کہہ رہا تھا کہ ابو! آپ یہ کہہ کیوں نہیں دیتے، بس آپ کہہ کر ہمارے ساتھ گھر چلیں، فرماتے ہیں کہ میرے لئے اس سے بڑا صبر آزما لمحہ کوئی نہیں تھا، جب میرا بیٹا بہت زیادہ رویا تو میں نے اپنی بیوی کو اشارہ کیا کہ بچے کو سینے سے لگاؤ اور اس بچے سے کہا، بیٹا! اگر زندگی رہی تو تمہارا باپ تمہیں دنیا میں آ کر ملے گا اور اگر نہ رہی تو پھر قیامت کے دن حوض کوثر پر ہماری ملاقات ہوگی۔

میں سلام کرتا ہوں ان علماء کی عظمت کو، میں سلام کرتا ہوں ان کی استقامت کو جنہوں نے اس قدر قربانیاں دے کر دین کی کشتی بحر ظلمات کے بھنور سے محفوظ رکھا اور الحمدللہ ہمارے پاس آج یہ دین محفوظ حالت میں موجود ہے۔

گھوڑے کی استقامت

اگر ایک مجاہد کسی گھوڑے کو اس لئے پالتا ہے کہ میں اس پر بیٹھ کر جہاد کروں گا تو وہ گھوڑا پہچانتا ہے کہ مجھے اس لئے کھلایا پلایا گیا تھا کہ میں نے جہاد میں شریک ہونا ہے، لہٰذا

جب اس کا مالک زرہ پہن کر اس پر سوار ہو جاتا ہے اور تلوار ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اسے دشمن کے سامنے لا کر کھڑا کرتا ہے تو وہ گھوڑا اگرچہ جانور ہے مگر اس میں اتنی فہم ضرور ہوتی ہے کہ اب اس وعدے کو پورا کرنے کا وقت آچکا ہے جس کے لئے میرے مالک نے میری خدمت کی تھی، چنانچہ گھوڑا تیار ہو جاتا ہے، اس کو اپنے سامنے تلواریں اور تیر نظر آرہے ہوتے ہیں مگر وہ گھوڑا گھبراتا نہیں ہے، لہٰذا جب اس کا مالک اسے بھاگنے کے لئے ایڑی کا اشارہ کرتا ہے تو وہ گھوڑا بھاگنا شروع کر دیتا ہے، وہ بڑھتا چلا جاتا ہے، سامنے دشمن تیر برساتا ہے، مگر تیر وتفنگ اور دشمن کے وار سے اس کے جسم سے خون کے فوارے بھی چھوٹ رہے ہوں تو وہ اس بات کی پرواہ کئے بغیر دشمن کی صفوں میں گھستا چلا جاتا ہے، وہ اپنی جان تو قربان کر دیتا ہے مگر وہ اپنے مالک کے اشارے کی لاج رکھ لیتا ہے، اللہ رب العزت کو گھوڑے کی یہ استقامت نے اپنے قرآن میں قسمیں کھائی ہیں، چنانچہ فرمایا {وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا، فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا} سبحان اللہ! اے مجاہد! تیری عظمت کو سلام کہ تیرے گھوڑے کے قدموں سے اٹھنے والی مٹی کی بھی میرا پروردگار قسمیں کھا رہا ہے، جس پروردگار کو گھوڑے کی جوانمردی اور شجاعت اس قدر پسند آئی کہ وہ قسمیں کھا کر قرآن میں اس کے تذکرے فرماتے ہیں تو جب مومن شجاعت کا اظہار کریں گے تو اللہ رب العزت کو یہ بات کتنی پسند آئیگی۔

من طلب العلیٰ سحر اللیالی

برکت علم

بنی آدم از علم یابد کمال　　نہ از حشمت و جاہ مال و منال

امام ابوحنیفہؒ اور سترہ احادیث

بیرون ملک ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کل سترہ احادیث یاد تھی، تو کیا اس کے باوجود آپ لوگ اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں؟ عاجز نے جواب دیا کہ آپ کی بات سے پہلے تو ہوسکتا ہے کہ عاجز 100% حنفی ہو لیکن اب آپ کی بات سن کر 101% حنفی ہو گیا ہے وہ کہنے لگے کہ یہ کیسے؟ عاجز نے کہا کہ یہ بات تو پکی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی سربراہی میں چھ لاکھ مسائل کا استنباط کیا گیا تو جو شخص سترہ احادیث سے چھ لاکھ مسائل کا استنباط کرے عاجز اسے اپنا امام نہ مانے تو کیا کرے، جو بندہ سترہ احادیث سے چھ لاکھ مسائل نکالے عاجز تو اس کی عظمت کو سلام کرتا ہے، عاجز تو اپنی عقل کو ان کے قدموں میں ڈالتا ہے، پھر ان کی عقل ٹھکانے آئی کہنے لگے اب بات سمجھ میں آئی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظمؒ کو وہ مرتبہ دیا تھا جو عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہے، تفسیر قرآن کے بارے میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے، اس کتاب کے وہی معانی قبول ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں ان کو سمجھنے کے لئے علماء کے پاس جانا پڑے گا اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر سیکھنا پڑے گا، فقط کتاب پڑھ کر ہم نہیں سمجھ سکتے ہر بندے کی سمجھ اور دانش مختلف ہوتی ہے، جو سمجھ ہمارے اکابر کو حاصل تھی وہ ہمیں تو حاصل نہیں ہے اس لئے ہمیں اپنے اکابر کے ساتھ نتھی رہنا چاہئے اسی میں بھلائی ہے جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "اَلْبَرَکَۃُ مَعَ اَکَابِرِکُمْ" (تمہارے اکابر کے ساتھ رہنے میں برکت ہے)

یہ تو پستے کا فالودہ کھائیگا

امام ابویوسفؒ زمانہ طالب علمی میں امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آئے ماں نے تو بھیجا تھا کہ دھوبی کے پاس جاؤ اور کپڑے دھونا سیکھو، راستے میں کہیں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں پہونچ گئے، حضرت نے کچھ ایسا معاملہ کیا کہ حضرت کے شاگرد بن گئے، حتی کہ علم میں بہت بڑا مقام حاصل

کیا، ماں نے کہا میں نے تجھے دھوبی کی طرف بھیجا تھا تیرا باپ فوت ہوگیا تو کچھ کام کرتا ہم کھاتے پکاتے انہوں نے آکر امام اعظمؒ کو یہ بات سنائی، حضرت نے فرمایا کہ اپنی والدہ کو کہنا کہ میں ایک کام سیکھ رہا ہوں جس پر مجھے بہت زیادہ آمدنی کی امید ہے انہوں نے جا کر کہہ دیا ان کی والدہ کو تشفی نہ ہوئی تو وہ خود امام اعظمؒ ابوحنیفہ کے پاس آئیں، اور کہا میں نے تو بیٹے کو دھوبی کے پاس بھیجا تھا کہ کوئی ہنر سیکھتا، آپ کے پاس کتابیں پڑھتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں اس کو ایسا ہنر سکھا رہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کریگا ان کی والدہ نے سوچا کہ حضرت ایسے ہی میری تسلی کے لیے بات کر رہے ہیں امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ بات آئی گئی ہوگئی، والدہ صاحبہ مطمئن ہوگئیں، ایک وقت آیا کہ امام ابو یوسفؒ چیف جسٹس بنے، آگے فرماتے ہیں کہ وقت کا بادشاہ ہارون رشید میرے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا حضرت میں نے آپ کے لیے ایک چیز بنوائی ہے میں روز آپ کے لیے بھجوادیا کروں گا، میں نے چیز کھائی تو بڑی لذیذ تھی، میں نے پوچھا کہ یہ تھی کیا؟ کہنے لگے حضرت یہ میرے لیے بھی کبھی کبھی بنتی ہے لیکن آپ کو علمی مقام ایسا ملا کہ آپ کے لیے یہ روزانہ آیا کریگی، کہنے لگے میں نے پوچھا بتاؤ کہ ہے کیا؟ کہنے لگا کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ ہے فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ کی بات مجھے یاد آئی کہ انہوں نے میری والدہ کو کہا تھا کہ میں ان کو ایسا ہنر سکھا رہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کریگا، دیکھا اللہ تعالیٰ یوں رزق دیتے ہیں۔

علم نے حضرت سالم کو کہاں پہونچا دیا

حضرت سالمؒ محدث گذرے ہیں، غلام تھے، تین سو درہم میں بکے تھے، پھر علم حاصل کر کے ایسے مقام پر پہونچے کہ بادشاہ اجازت لیکر ان کو ملنے آیا کرتا تھا، ایک مرتبہ بادشاہ ملاقات کے لیے آیا آپ سے اجازت چاہی آپ نے علمی مشغولیت کی وجہ سے معذرت کر دی، چنانچہ بادشاہ کو بغیر ملاقات کے واپس جانا پڑا، حضرت سالمؒ بکے تھے تین سو درہم میں لیکن علم نے ایسے مقام پر پہونچا دیا کہ وقت کا بادشاہ بھی ان کے دروازے پر دستک دے رہا ہوتا تھا، سبحان اللہ، وہ دنیا میں بکے تھے تین سو درہم میں لیکن یہاں اللہ سے

سودا کیا تھا اس لیے قیمت بڑھ گئی۔

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا تم نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا گر جیت گئے تو کیا کہنے گر ہار گئے تو مات نہیں

اگر جیت گئے اور علم کا وہ مقام حاصل ہو گیا تو کیا ہی نصیب ہیں! اور اگر وہ مقام نہ حاصل ہوا اور طلباء ہی میں رہے تو پھر بھی خوش نصیبی ہے۔ سبحان اللہ!

عزت کپڑے سے نہیں علمی خزانے سے

امام شافعیؒ ایک مرتبہ کسی حجام کے پاس بال کٹوانے کے لیے گئے، اس نے دیکھا کہ آپ نے میلے سے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اسی دوران کوئی خوش لباس دنیادار سا بندہ اس کے پاس بال کٹوانے آیا حجام کو توقع تھی کہ ادھر سے زیادہ پیسے ملیں گے، چنانچہ اس نے امام شافعیؒ کے بال کاٹنے سے انکار کر دیا، کہ میں تو پہلے اسکے بال کاٹوں گا، آپؒ نے اپنے غلام سے پوچھا، بتاؤ تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں؟ عرض کیا، جی، تین سو دینار ہیں، آپؒ نے فرمایا، یہ پیسے اس کو ویسے ہی دیدو، حالانکہ بال کٹوانے کے لیے ایک یا دو دینار لگتے ہوں گے، جب آپؒ نے ویسے ہی تین سو دینار دیئے اور بال بھی نہ کٹوائے تو وہ بڑا حیران ہوا، وہ کہنے لگا، میں تو سمجھا تھا کہ آپ کے اوپر فقط گڈری ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ گڈری میں لعل چھپا ہوا تھا اس کی بات سنکر امام شافعیؒ باہر نکل آئے اور تاریخی شعر ارشاد فرمائے:

علی ثیاب لوبیاع جمیعھا بفلس لکان الفلس منھن اکثرا

میرے اوپر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان تمام کپڑوں کو پیسوں کے عوض میں بیچ دیا جائے تو ایک درہم بھی ان کپڑوں کی قیمت سے زیادہ ہو جائے، مگر ان کپڑوں میں ایک ایسی جان ہے کہ اگر تم ساری دنیا میں ڈھونڈھ کر دیکھو تو تمہیں اس وقت ایسی جان نظر نہیں آئے گی۔

امام صاحب سے غلط فہمی کی وجہ

امام اوزاعیؒ شام میں رہتے تھے، انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ایسی ویسی

بہت سی باتیں سن رکھی تھیں، ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد عبداللہ بن مبارکؒ امام اوزاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا، اے خراسانی! (عبداللہ بن مبارکؒ کی نسبت ہے) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کون شخص ہے میں نے سنا ہے وہ بہت گمراہ ہے، عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں خاموش ہو گیا، گھر آیا اور امام ابوحنیفہؒ کے بیان کردہ مسائل پر مشتمل کتاب اٹھائی اور امام اوزاعیؒ کی خدمت میں پیش کر دی، انہوں نے مطالعہ کیا تو فرمانے لگے، اے خراسانی! یہ نعمان کون شخص ہے؟ اس کا علمی پایہ تو بہت بلند ہے، اس سے تمہیں استفادہ کرنا چاہئے، میں نے کہا کہ یہ وہی امام ابوحنیفہؒ ہیں جن کے متعلق آپ باتیں سنتے رہتے ہیں ان کا چہرہ فق ہو گیا اور کہنے لگے ہم نے کیا سنا تھا حقیقت کیا تھی، فرمایا، اے خراسانی! اس کی صحبت اختیار کر اور فائدہ اٹھا۔

علمی سیر مہد سے لحد تک

معزز سامعین! علم کے بارے میں جتنی اہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہے یقین جانئے اتنی اہمیت کسی اور نے نہیں بتائی، ہم ایک دفعہ کورس کر رہے تھے، اس کا موضوع تھا: Effective Manager اور انگلینڈ کے Mr. Borrodi اس کورس کے ٹیچر تھے جو ایک ہی وقت میں کئی یونیورسٹیز میں Visiting پروفیسر تھے، کیلیفورنیا کی یونیورسٹی، انگلینڈ کی یونیورسٹی، جرمنی کی یونیورسٹی اور ہالنیڈ کی یونیورسٹی اتنا قابل اور ماہر بندہ ہمیں لیکچر دے رہا تھا، لیکچر کے دوران انہوں نے علم کے بارے میں بات کی اور بات کرتے کرتے کہنے لگے کہ ہمارے سائنس دانوں نے آج یہ بات محسوس کی ہے کہ آدمی کو صرف طالب علمی میں ہی نہیں پڑھنا پڑتا بلکہ اپنے Profession (پیشہ) میں بھی آ کر پڑھنا پڑتا ہے، گویا ساری زندگی پڑھنا پڑتا ہے، اس نے یہ بات بڑی نخرے سے کی جیسے کوئی بڑی ریسرچ والی بات کی ہو، جب اس نے یہ بات کی تو میں کھڑا ہوا، میں نے کہا کہ میں تمہیں اپنے آقا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنا دوں، اس نے کہا ضرور سناؤ، میں نے یہ حدیث سنائی کہ علم حاصل کرو پنگھوڑے سے لے کر قبر میں جانے تک، جب میں نے یہ حدیث سنائی یقین کیجئے کہ اس نے لیکچر موقوف کیا اپنا بریف کیس کھولا اپنی ڈائری نکالی مجھے کہتا ہے کہ

آپ یہ حدیث مجھے لکھوا دیں، میں آئندہ اپنے لیکچرز میں یہ حدیث پڑھ کر لوگوں کو سنایا کروں گا کہ چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی اتنی اہمیت بتلائی۔ سبحان اللہ!

طالب علم کی دعاؤں کی برکت

سلطان محمود غزنویؒ کے دل میں تین باتیں کھٹکتی تھیں:

(۱) ایک بات تو یہ دل میں کھٹکتی تھی کہ میں سبکتگین کا بیٹا ہوں اور سبکتگین تو پہلے بادشاہ نہیں تھا بلکہ ایک فوجی تھا، پھر بادشاہ بنا، کیا میری نسبت صحیح ہے یا کچھ اور ہے۔

(۲) دوسری بات یہ دل میں کھٹکتی تھی کہ دین کے مختلف شعبے ہیں، لیکن سب سے افضل اور بہتر شعبہ کونسا ہے یعنی امت سے جو سب سے اعلیٰ لوگ ہیں وہ کون ہیں؟

(۳) تیسری بات یہ دل میں کھٹکتی تھی کہ مجھے بڑے عرصے سے نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب نہیں ہوئی ہے اس لیے مجھے زیارت نصیب ہو جائے، ایک مرتبہ وہ گلی میں راؤنڈ کر رہے تھے، انہوں نے باہر آ کر ایک طالب علم کو کسی روشنی میں پڑھتے ہوئے دیکھا، پوچھا کہ تم مسجد میں کیوں نہیں پڑھتے؟ اس نے کہا کہ مسجدوں میں روشنی کا انتظام نہیں ہے، یہ ایک بندے کے گھر کے باہر روشنی جل رہی ہے، اس لیے میں یہاں بیٹھ کر مطالعہ کر رہا ہوں، انہوں نے کہا بچے تم جاؤ، اور میں آج کے بعد تمہارے لیے روشنی کا انتظام کروا دوں گا، جب طالب علم نے روشنی دیکھی تو اس نے دعا کر دی کہ اے اللہ! اس بندے کی مرادیں پوری کر دے، چنانچہ جب سلطان محمود غزنویؒ گھر آئے تو ان کو نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سبکتگین کے بیٹے تو نے میرے وارث کی عزت کی، اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت میں عزتیں عطا فرمائے۔ سبحان اللہ! اس طالب علم کی دعا کی برکت سے سلطان محمود غزنویؒ کی تینوں مرادیں پوری ہو گئیں، ایک تو انہیں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، دوسرا ان کے دل میں اپنے نسب کے بارے میں جو چھوٹی موٹی باتیں تھیں وہ ختم ہو گئیں، تیسرا ان کو یہ پتہ چل گیا کہ علماء کرام ہی نبی علیہ السلام کے وارث ہیں اور یہی لوگ دوسروں سے افضل ہیں۔

طالبانِ علوم نبوت کی دعا لیجئے

ان طلباء کا اللہ رب العزت کے ہاں بڑا مقام ہوتا ہے، حضرت خواجہ باقی باللہؒ جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے پیرو مرشد ہیں ان کی ایک بات ابھی ذہن میں آئی ہے، وہ اس مضمون سے ہی متعلق ہے اس لیے وہ بھی آپ حضرات کی خدمت میں عرض کر دیتا ہوں، ایک مرتبہ خواجہ باقی باللہؒ کے سامنے ہی کسی مرید نے کہا کہ جی ہمارے شیخ تو ایسے ہیں کہ جن کو اللہ نے ایسے ایسے مریدین عطا کئے اور یہ یہ مقامات عطا کئے اور حضرت اس پر خاموش رہے، اب اتنی خاموشی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اوپر آزمائش آ گئی۔۔

"حسنات الابرار سیئات المقربین" عام نیکوں کی نیکیاں مقربین کے حق میں سیئات کا درجہ رکھتی ہیں، جی ہاں! جب بڑوں کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے تو پھر اللہ رب العزت کے ناز بھی زیادہ ہوتے ہیں، جی ہاں! یہ بھی خود پسندی میں شامل ہے کہ دوسرے نے تعریف کی اور آپ خاموش رہے، اسے روکا کیوں نہیں؟ چنانچہ آزمائش کے طور پر ان پر قبض کی کیفیت آ گئی، سب کیفیات ختم ہو گئیں، جس کی وجہ سے آپ کئی دن روتے رہے، آپ نے اللہ رب العزت سے دعا مانگی کہ اے میرے مالک! میری کس غلطی کی وجہ سے یہ کیفیتیں بند ہو گئیں، آپ مجھ پر واضح فرما دیجئے، بالآخر آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ یہ اس وجہ سے کیفیت پیش آئی ہے اور اب اس کا حل یہ ہے کہ آپ کے قریب ایک مدرسہ میں چھوٹے چھوٹے بچے اللہ کا قرآن پڑھتے ہیں، آپ جائیں اور ان طلباء سے دعا کروائیں، ان کی دعا کی برکت سے وہ چیزیں پھر آپ کو نصیب ہو جائیں گی، چنانچہ آپ صبح اٹھے اور اس مدرسہ میں گئے، جب خواجہ باقی باللہؒ وہاں پہونچے تو ادب کی وجہ سے استاد بھی کھڑے ہو گئے اور شاگرد بھی کھڑے ہو گئے کہ خواجہ تشریف لائے ہیں، خواجہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمانے لگے کہ آپ مجھے اللہ کا بڑا ولی سمجھ کر کھڑے ہو رہے ہو اور میری حالت یہ ہے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ میں دعا کروانے کے لیے آپ حضرات کے پاس جاؤں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا بڑا مقام ہے، اس کے بعد چھوٹے چھوٹے بچوں نے مل کر دعا کی اور اللہ رب العزت نے

خواجہ باقی باللہؒ کو وہ کیفیات پھر واپس کر دیں۔۔۔اللہ اکبر۔۔۔

طلباء کی ضیافت گویا نبیؐ کی دعوت

سائیں توکل شاہ انبالویؒ کا دسترخوان بہت وسیع ہوتا تھا، وہ اللہ کی رضا کے لیے اللہ کی مخلوق کو کھانا کھلایا کرتے تھے، ان کی طرف سے اذنِ عام تھا کہ جو آئے کھانا کھائے، چنانچہ غریب، مقیم، مسکین اور نادار لوگ آتے اور کھانا کھا کر چلے جاتے تھے، ان کو ایک مرتبہ خواب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: توکل شاہ! تم اللہ تعالیٰ کی دعوت تو روزانہ کرتے ہو لیکن تم نے ہماری دعوت کبھی نہیں کی، اس کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی، وہ بڑے پریشان ہوئے کہ اس خواب کا کیا مطلب ہے، چنانچہ انہوں نے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ پروردگار عالم! اس خواب کی حقیقت کو واضح فرما دے، بالآخر ان کے دل میں ڈالا گیا کہ تم اللہ کی مخلوق کو اللہ کے لیے ہر روز کھلاتے ہو، مگر تم نے میرے نبی علیہ السلام کے وارثوں یعنی علماء طلباء اور قراء کو اپنے دسترخوان پر اہتمام کے ساتھ کبھی نہیں بلایا۔

اس لیے فرمایا کہ تم نے ہماری دعوت کبھی نہیں کی، چنانچہ انہوں نے شہر بھر کے علماء طلباء اور قراء کی دعوت کی اور پھر یہ سمجھے کہ گویا میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت فرما دی ہے۔

حفظِ حدیث کی برکت تو دیکھئے!

ہمارے ایک تعلق والے دوست ہیں وہ الحمدللہ حافظ الحدیث ہیں ایک دفعہ اپنے اسباق اور اپنی کیفیات کے بارے میں بیٹھے بتا رہے تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ بخاری شریف کے حافظ ہیں، کیا آپ نے ان احادیث مبارکہ کی برکات کا بھی مشاہدہ کیا ہے؟ وہ فرمانے لگے حضرت! میں اس بات پر حیران ہوں کہ حفظ حدیث کے بعد میرے اوپر اللہ کا ایسا فضل ہوا کہ میرا کوئی ہفتہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خالی نہیں گذرتا، کم از کم ایک بار اور کبھی

کبھی ایک سے زیادہ بار مجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوتی رہتی ہے، الحمدللہ آج بھی وہ اس وقت دنیا میں زندہ ہیں حدیث پاک کی محبت نے انہیں نبی علیہ السلام کا ایسا قرب عطا کر دیا کہ انہیں ہر ہفتے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ سبحان اللہ!

رسالۂ شاطبیہ کا فیض اتنا عام کیوں؟

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے جب رسالہ ''شاطبیہ'' لکھا تو پھر حرم شریف میں حاضر ہوئے اور وہاں پر انہوں نے بارہ ہزار مرتبہ طواف کیا اور ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی کہ اے اللہ! اس کتاب کو قبولیتِ عامہ نصیب فرما، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اتنی مقبولیت نصیب فرمائی کہ آج اس وقت تک کوئی قاری نہیں بن سکتا جب تک وہ اس کتاب کو نہ پڑھ لے، معلوم ہوا کہ وہ حضرات صرف لکھتے ہی نہ تھے بلکہ وہ مانگتے بھی تھے، فیض کا آگے جاری ہو جانا قدرت کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کے پیچھے انسان کا تقویٰ ہوتا ہے۔

آصف بن برخیا کے علم، عمل اور اخلاص کا رنگ

دیکھئے دنیا کے اندر بھی انسان ایسے کام کر دکھاتا ہے، جو جن نہیں کر پاتے، پڑھئے قرآن پاک کہ جب ملکۂ بلقیس کا تخت منگوانا تھا تو حضرت سلیمانؑ نے اپنی پارلیمنٹ کے ممبروں کو کہا تھا، "یاایھا الملأ" اے میرے امراء! مشیرو! وزیرو! "ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین" تم میں سے کون ہے جو ملکۂ بلقیس کا تختہ مجھ تک لے آئے اس سے پہلے کہ بلقیس مجھ تک آپہونچے "قال عفریت من الجن" جنوں میں عفریت نے کہا (عفریت کہتے ہیں بڑے جن کو) "انا آتیك به قبل ان تقوم من مقامك" میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ تو بڑی دیر ہے کہ مجلس کے ختم ہونے سے پہلے لاؤ گے، مجھے اس سے پہلے چاہئے اب وہاں پر جن بھی بے بس ہو گئے۔۔ اللہ کا ایک بندہ آصف بن برخیا اس وقت کھڑا ہوتا ہے کہتا ہے "انا آتیك به

قبل ان یرتد الیك طرفك" میں اسے لاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی پلک جھپکیں، بھلا یہ کون تھا؟ قرآن میں اس کے بارے میں فرمایا "قال الذی عندہ علم من الکتاب" کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا، سبحان اللہ! سبحان اللہ! جہاں عفریت بھی کوئی کام کرنے سے بے بس ہوجاتے ہیں وہاں ایک اہل علم کھڑا ہوتا ہے۔

"قال الذی عندہ علم من الکتاب انا آتیك بہ قبل ان یرتد الیك طرفك" اور جب انہوں نے پلک جھپک کر دیکھا "فلما راہ مستقرا عندہ قال ھذا من فضل ربی" فرمایا یہ تو میرے رب کا فضل ہے، اس لیے علم، عمل اور اخلاص جب تین چیزیں اکٹھی ہوجائیں تو پھر یہ قوت اور طاقت بن جایا کرتی ہے، پھر یہ ایمانی قوت اور طاقت انسان کو دنیا اور آخرت میں عزتیں دیا کرتی ہیں۔

فاروق اعظمؓ کے علم واخلاص کا بے پایاں فیض

سیدنا عمر بن خطاب کے پاس علم، عمل اور اخلاص سے ملنے والی قوت اور طاقت موجود تھی اور اسی قوت اور طاقت کی وجہ سے اللہ رب العزت نے دنیا کے فرمانرواؤں اور بادشاہوں کے تاج ان کے قدموں میں لاکر ڈال دیئے، فقیرانہ زندگی تھی لیکن وقت کے بڑے بڑے سپر پاور والے بادشاہ قیصر وکسریٰ بھی تھرایا کرتے تھے، نام سنکر کانپتے تھے، لرزہ براندام ہوجاتے تھے، اس لیے کہ ان کے پاس علم، عمل اور اخلاص کی قوت موجود تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ممبر پر کھڑے ہیں اور اس وقت کہہ رہے ہیں "یاساریة الجبل" اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے دھیان رکھنا، ہوا ان کے پیغام کو زبان سے لیکر اس کے امیر لشکر تک پہونچا دیتی ہے، یہ ان کا ہوا پر حکم چل رہا ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں زلزلہ آیا سیدنا عمرؓ نے زمین پر ایڑی ماری، فرمایا: اے زمین! کیوں ہلتی ہے؟ کیا عمرؓ نے تیرے اوپر عدل قائم نہیں کیا؟ زمین کا زلزلہ اسی وقت رک جاتا ہے۔

امام غزالیؒ سے سوال: پڑھتے کیوں ہو؟

امام غزالیؒ نے زمانہ طالبِ علمی میں ہی خواجہ بوعلی فارمدیؒ سے تربیت پائی، ان کی تربیت پر روشنی ڈالنے کے لئے ان کے زمانہ طالبِ علمی کا ایک واقعہ سناتا ہوں، جس مدرسہ میں امام غزالیؒ پڑھتے تھے وہ مدرسہ وقت کے بادشاہ نظام الملک طوسی نے بنوایا تھا، مدرسہ کے حالات کے بارے میں بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ جناب! آپ نے جو مدرسہ بنوایا تھا وہاں پر تو طلباء سب کے سب دنیادار ہیں، دین سیکھنے والا کوئی بھی نہیں، بادشاہ نے کہا اچھا میں اتنا پیسہ خرچ کر رہا ہوں اور اگر طلباء وہاں کتابیں پڑھ کر بھی دنیادار بنیں گے تو کیا فائدہ، اس مدرسہ کو تو بند ہی کر دیا جائے، مگر دل میں خیال آیا کہ میں وہاں جا کر احوال تو دیکھوں۔

جب بادشاہ اپنا بھیس بدل کر وہاں پہنچا تو اس نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ بھائی! آپ یہاں کیسے آئے؟ کہنے لگا، میں علم پڑھ رہا ہوں، میرے والد فلاں جگہ مفتی ہیں، میں بھی مفتی بنوں گا، لوگوں میں عزت ہوا کرے گی، دوسرے سے پوچھا تو اس نے کہا، میرے والد فلاں جگہ قاضی ہیں، میں بڑا ہو کر ان کا عہدہ سنبھالوں گا، تیسرے سے پوچھا تو اس نے کہا، وقت کا بادشاہ علماء کی بڑی قدر کرتا ہے، میں عالم بنوں گا اور بادشاہ کا مصاحب بنوں گا، یہ سب باتیں سن کر بادشاہ نے سوچا کہ واقعی یہ تو سب کے سب دنیادار ہیں، مجھے اتنے پیسے خرچ کرنے کا کیا فائدہ؟ یہ ارادہ لے کر جب باہر نکلنے لگا تو دروازہ کے قریب اس نے دیکھا کہ ایک طالب علم چراغ جلائے پڑھ رہا ہے، اس نے سوچا کہ چلو اس سے بھی بات کرتا چلوں، چنانچہ بادشاہ قریب ہوا اور کہا، السلام علیکم، طالب علم نے کہا وعلیکم السلام، اور پھر پڑھنا شروع کر دیا، بادشاہ نے کہا کہ کیا بات ہے کہ آپ مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کرتے، طالب علم نے کہا، جی میں آپ سے یہاں باتیں کرنے تو نہیں آیا، بادشاہ نے پوچھا بھئی! آپ کس لئے آئے ہیں؟ طالب علم نے جواب دیا، میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ میں اپنے پروردگار کو راضی کروں، مجھے نہیں پتہ کہ میں اسے کیسے راضی کر سکتا ہوں، یہ باتیں ان کتابوں میں لکھی

ہوئی ہیں، میں وہ کتابیں پڑھوں گا، ان باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل کروں گا اور اپنے پروردگار کو راضی کروں گا، یہ بچہ جب بڑا ہوا تو اپنے وقت کا امام غزالی بنا، یہ شیخ کی صحبت تھی جس نے بچپن سے ہی ان کے دل میں یہ جذبہ بھر دیا کہ دین پڑھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔

کتب بینی حسن نیت سے کیجئے

کسی شخص نے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے سوال پوچھا، حضرت! دین کی جو کتابیں آپ نے پڑھیں وہی کتابیں آپ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی پڑھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ آپ کو دیا ہے وہ کسی اور کو نہیں دیا اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے عجیب جواب دیا کہ میرے ساتھیوں نے قرآن مجید کو اس نیت سے پڑھا کہ ہم معارف قرآن کو جان لیں، اور حقائق قرآن مجید سے واقف ہو جائیں، اس لیے ان کو وہ حقائق تو مل گئے مگر وہ نعمت نہ ملی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر دی، اس نے پوچھا، حضرت! یہ نعمت آپ کو کیسے ملی؟ فرمانے لگے کہ میں نے جب بھی قرآن کو پڑھا، ہمیشہ اس نیت سے پڑھا کہ اے اللہ! تیرا غلام حاضر ہے، تیرا حکم جاننا چاہتا ہے، کہ جس کو یہ اپنی زندگی میں عمل میں لے آئے، سبحان اللہ! یہی چیز صحابہ کرامؓ میں تھی سیدنا صدیق اکبرؓ نے اڑھائی سال کے اندر سورۂ بقرہ مکمل کی، حالانکہ عربی زبان تو ان کی مادری زبان تھی، اس لیے ان کو تو صرف ونحو کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی، پھر اڑھائی سال کیسے لگے؟ معلوم ہوا کہ وہ حضرات! ایک ایک آیت پڑھتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے، ادھر ان کی سورت مکمل ہوتی تھی اور ادھر ان کا عمل اس سورت پر مکمل ہوتا تھا۔۔

ایک ڈاکٹر کو دعا یاد نہ ہونے پر حسرت

ایک پی ایچ ڈی ڈاکٹر صاحب کے والد کا انتقال ہوا تو انہوں نے ایک عالم دین سے کہا کہ آپ نے جنازہ پڑھانا ہے، جنازے کے بعد اس پی ایچ ڈی ڈاکٹر نے زار و قطار

رونا شروع کر دیا، لوگوں نے اسے تسلی دی کہ اس طرح کا صدمہ ہر آدمی کو پیش آتا ہے اس لئے آپ کو بھی صبر کرنا چاہئے، مگر وہ مسلسل روتا رہا، بالآخر عالم دین نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ اتنا رو رہے ہیں، تو اس نے کہا کہ میں اس بات پر نہیں رو رہا کہ والد فوت ہو گئے، ہر ایک کو دنیا سے جانا ہے، میں تو اس بات پر رو رہا ہوں کہ میرے اس والد نے مجھے اتنی دنیاوی تعلیم دلوائی کہ میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر بن گیا مگر مجھے دین سے اتنا بے بہرہ رکھا میرے والد کی میت میرے سامنے پڑی تھی اور مجھے نماز جنازہ بھی نہیں آتی تھی۔

مسجد کے منارے یا راکٹ لانچر

ایک صاحب لاہور کے رہنے والے تھے، وہ امریکہ گئے اور وہاں سے لوٹ کر کئی سالوں کے بعد واپس آئے، ان کے بچے وہیں پلے پڑھے، وہ اپنے بچوں کو لاہور میں گاڑی میں لے کر جا رہے تھے، جب حضرت علی ہجویریؒ کے مزار کے سامنے سے گزرنے لگے تو وہاں ان کو مسجد کے بڑے بڑے ستون نظر آئے، وہ بچے اسلام سے اتنے نابلد تھے کہ ان میناروں کو دیکھ کر کہنے لگے:

R Dad, why these Rocket Lonchers have been Fitted right in the center of the city?۔۔۔ابا جان! شہر کے بالکل درمیان میں یہ راکٹ لانچر کیوں فٹ کر دیئے گئے ہیں؟ یہ وہاں پر مسلمانوں کی اولادوں کا معاملہ تھا۔

راہِ علم میں یہ دھوکہ کیسا

ایک محدث دور دراز کا سفر کر کے کسی دوسرے محدث کے پاس گئے، وہ گھوڑا پکڑ رہے تھے مگر کپڑے میں یا کسی برتن میں کچھ سنگریزے ڈال کر گھوڑے کو اشارہ کیا کہ گھوڑے نے سمجھا کہ دانہ ہے، وہ آ گیا تو اس شخص نے پکڑ لیا، مہمان محدث نے جب یہ دیکھا تو حدیث کی روایت لیے بغیر واپس ہو گئے، کسی نے پوچھا، حدیث کیوں نہ لی؟ فرمایا جو بندہ حیوان کو دھوکہ دے سکتا ہے، وہ بندہ حدیث کے بیان کرنے میں بھی دھوکہ دہی سے کام لے سکتا ہے۔ سبحان اللہ!

علمی غیرت اور کاسۂ گدائی سے اجتناب پر نصرت

طلب علم کے راستہ میں ہمارے اکابرین کو مجاہدے بھی کرنے پڑے، اس وقت کی مشقتیں اٹھانا پڑیں، یہ ہرگز نہیں تھا کہ ان کو سہولتیں میسر نہیں تھیں، مثال کے طور پر سفیان ثوریؒ اپنے دوساتھیوں کے ساتھ پڑھنے کے لیے ایک محدث کی خدمت میں پہونچے، فرماتے ہیں کہ ہم تینوں کے پاس گزراوقات کے لیے ستو وغیرہ تھے، ہم اسی کو تھوڑا کر کے استعمال کرتے رہے، ہمارے سبق کے مکمل ہونے میں ابھی تین دن باقی تھے کہ ہمارے پاس کھانے کی چیزیں ختم ہوگئیں، ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ بھئی دو آدمی تو استاد کا درس سننے کے لیے جایا کریں، اور تیسرا مزدوری وغیرہ کر کے کھانے کا بندوبست کرے تاکہ بقیہ دنوں کے لیے کھانے کا کچھ انتظام ہوجائے ایک ایک دن سب کو کام کرنا پڑے گا اور یوں تین دن گذر جائیں گے، فرماتے ہیں کہ باقی دو تو درس سننے کے لیے چلے گئے اور جس آدمی کو پہلے دن مزدوری کرنی تھی، وہ مسجد میں چلا گیا، سوچنے لگا کہ مجھے مخلوق کی مزدوری کرنے سے کیا ملے گا، کیوں نہ اپنے مالک کی مزدوری کرلوں بالواسطہ لینے کے بجائے بلاواسطہ کیوں نہ حاصل کروں، چنانچہ انہوں نے نفلیں پڑھنی شروع کردیں، وہ نفلیں پڑھتے رہے اور دعائیں مانگتے رہے وہ سارا دن مسجد میں گزار کر شام کو واپس آگئے، باقی دوستوں نے پوچھا، بتاؤ بھئی! کچھ انتظام ہوا؟ کہنے لگے جناب! میں نے سارا دن ایک ایسے مالک کی مزدوری کی ہے جو پورا پورا حساب چکاتا ہے، اس لیے وہ دیدیگا، وہ مطمئن ہوگئے۔ دوسرے دن دوسرے کی باری تھی، اپنی سوچ کے تحت انہوں نے بھی یہی راستہ اپنایا، وہ بھی مسجد میں سارا دن اللہ کی عبادت کرتے رہے اور اللہ رب العزت سے دعا مانگتے رہے، شام کو دوستوں نے پوچھا، سنائیں! کوئی انتظام ہوا؟ کہنے لگے کہ میں ایک ایسے مالک کی مزدوری کی ہے جو کسی کا قرض نہیں رہنے دیتا، بلکہ پورا پورا ادا کردیتا ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ تمہیں تمہارا اجر مل کر رہیگا، تیسرے دن تیسرے نے بھی یہی عمل کیا، اللہ

کی شان کہ تیسرے دن کے بعد حاکم وقت رات کو سویا ہوا تھا، اس نے خواب میں ایک بہت بڑی بلا دیکھی اور اس بلا نے اپنا پنجہ اسے مارنے کے لیے اٹھایا اور کہا، سفیان ثوریؒ اور ان کے ساتھیوں کا خیال کرو، یہ منظر دیکھتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی، اس نے ہر طرف ہرکارے دوڑا دیئے اور کہا کہ پتہ کرو کہ سفیان کون ہے؟ اس نے ہر ایک کو درہم و دینار سے بھری تھیلیاں بھی دیدیں اور کہا کہ یہ تو اسی وقت ان کو دیدینا اور بعد میں جب مجھے اطلاع کروگے تو میں خزانوں کے منھ کھول دوں گا، ادھر تعلیم کا دن مکمل ہوا اور ادھر پولس تلاش کرتے کرتے مسجد میں پہونچی، پولس والوں نے پوچھا یہاں سفیان نامی کوئی بندہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ وقت کے حاکم کو ایک خواب آیا ہے اور اس نے ہمیں بھیجا ہے، سفیان ثوریؒ اور ان کے ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب دو دروازے ہیں، ایک مالک کا دروازہ اور ایک حاکم وقت کا دروازہ ہم نے جو علم پڑھا ہے اس میں تو یہی سیکھا ہے کہ ہم کو مالک سے لینا ہے، لہٰذا ہماری علمی غیرت گوارہ نہیں کرتی کہ ہم چل کر حاکم وقت کے دروازہ پر جائیں۔ اللہ اکبر! تین دن کے بھوکے تھے مگر حاکم وقت کے پاس جانا گوارہ نہ کیا بلکہ اسی حالت میں انہوں نے واپس اپنے وطن کا سفر مکمل کیا جن کی نظر اللہ کی ذات پر رہتی ہے ان کے ساتھ اللہ کی مدد نازل ہوتی ہے۔

علم دوست کی نظر ذاتِ خدا پر نہ کہ وظیفہ پر

بہاولپور میں ایک نواب صاحب نے مدرسہ بنوایا، اس نے مقامی علماء سے کہا کہ عمارت تو میں بنوا دیتا ہوں مگر آباد کیسے ہوگا؟ علماء نے کہا کہ ہم آپ کو ایک ایسی شخصیت کے بارے میں بتائیں گے، آپ انہیں لے آنا مدرسہ چل جائیگا، اس نے کہا، ہیرا تم ڈھونڈھنا قیمت ہم لگادیں گے، نواب صاحب کو بڑا ناز تھا پیسے کا، چنانچہ جب عمارت بن گئی، تو اس نے علماء سے پوچھا، بتاؤ کونسا ہیرا ڈھونڈھا ہے؟ کہنے لگے قاسم نانوتویؒ، اس نے علماء سے پوچھا کہ حضرت کی تنخواہ کتنی ہوگی، انہوں نے کہا کہ حضرت کی تنخواہ چار پانچ روپئے ہوگی، اس دور

میں اتنی ہی تنخواہ ہوتی تھی، کہنے لگا، جاؤ اور میری طرف سے حضرت کو سو روپئے ماہانہ کا پیغام دیدو، اب جس آدمی کو پانچ روپئے کے بجائے سو روپئے ملنا شروع ہوجائیں تو کتنا فرق ہے، چنانچہ علماء بڑے خوش ہوئے کہ جی ہاں، اب تو حضرت ضرور آجائیں گے، دیوبند جاکر حضرت سے ملے، حضرت نے ان کی خوب خاطر تواضع فرمائی، پوچھا کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگے حضرت! نیا مدرسہ بنایا ہے، آپ وہاں تشریف لائیں، نواب صاحب نے آپ کے لیے سو روپئے ماہانہ مشاہرہ مقرر کیا ہے، حضرتؒ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ میرا مشاہرہ تو پانچ روپئے ہے، اس میں سے تین روپئے میرے ذاتی خرچہ کے ہیں اور دو روپئے میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں میں خرچ کرتا ہوں، اگر میں وہاں چلا گیا اور سو روپیہ تنخواہ ہوگئی تو میرا خرچہ تو تین روپئے رہیگا اور باقی ستانوے روپئے غریبوں میں تقسیم کرنے کے لیے مجھے سارا دن ان کو ہی ڈھونڈھنا پڑیگا اور میں پڑھا تو نہیں سکوں گا، لہٰذا میں وہاں نہیں جاسکتا، ایسی دلیل دی کہ ان علماء کی زبانیں گنگ ہوگئیں، اسے زہد فی الدنیا کہتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا!

حضرت تھانویؒ کی دستارِ فضیلت پر معذرت

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے زمانہ طالب علمی میں دورۂ حدیث مکمل کیا، تو مہتمم صاحب نے جلسہ کے لیے انتظامات کئے کہ ہم دستار بندی کرواتے ہیں، حضرت تھانویؒ اپنے ساتھ پانچ سات شاگردوں کو لے کر حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں گئے اور وہاں جاکر کہنے لگے کہ حضرت! ہم نے سنا ہے کہ مدرسہ والے طلبہ کی دستار بندی کے لیے انتظام کررہے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا: ہاں، کہنے لگے حضرت ہماری گذارش یہ ہے کہ ہماری دستار بندی نہ کروائی جائے، ایسا نہ ہو کہ لوگ ہمیں دیکھ کر یہ اعتراض کریں کہ ایسے نالائق طلبہ کی دستار بندی کرادی گئی، کہیں مدرسہ کی بدنامی نہ ہو، حضرت شیخ الہندؒ جلال میں آکر فرمانے لگے، عزیزم! آپ اپنے اساتذہ کے درمیان رہتے ہیں، اس لیے اپنے آپ کو کچھ نہیں پاتے، جب ہم نہیں ہونگے تو پھر تم ہی تم ہوگے۔

یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی ذمداروں میں سے ایک شاہ رفیع الدین صاحبؒ تھے، وہ ایک صوفی اور ذاکر و شاغل بزرگ تھے، جب انہوں نے ذمداری سنبھالی تو ایک دن وہ دارالعلوم کے کنویں پر وضو کرنے کے لیے تشریف لے گئے اس وقت ایک طالب علم ان کے پاس آیا، اس کے پاس پیالے میں ایک پتلی سی دال تھی، اس نے وہ پیالہ حضرت کو دکھایا اور کہا، دیکھئے جی! آپ کی نگرانی میں دارالعلوم میں ایسا سالن پک رہا ہے جس سے وضو بھی جائز ہو جائے، یہ کہنے کے بعد پیالہ اس کے ہاتھ سے گرا اور الٹ گیا۔

وہ لڑکا تو بھاگ گیا لیکن جب اساتذہ کو اطلاع ملی تو اس پر بہت زیادہ شرمندہ ہوئے کہ ایک طالب علم کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس نے ناظم صاحب کے سامنے ایسی حرکت کی، اساتذہ ان کی بزرگی سے واقف تھے، لہٰذا وہ آئے اور کہنے لگے حضرت! آپ محسوس نہ کریں، ہم نادم و شرمندہ ہیں کہ ایک طالب علم نے ایسا کیا ہے، حضرت نے فرمایا: نہیں نہیں وہ تو طالب علم نہیں ہے، اب استاد کہتے کہ وہ طالب علم ہے اور حضرت فرماتے کہ وہ طالب علم نہیں ہے، کسی نے کہا کہ مطبخ سے پتہ کرلو، وہاں اس کا نام ہوگا، جب وہاں سے پتہ کیا گیا تو واقعی وہاں بھی اس کا نام تھا اور وہاں سے باقاعدہ کھانا لیا کرتا تھا، یہ معلوم کر کے وہ پھر حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے، حضرت! وہ طالب علم ہی ہے، اس کا نام مطبخ میں بھی لکھا ہوا ہے، فرمانے لگے، نہیں، وہ طالب علم نہیں ہے، پھر کسی نے کہا کہ کلاس کے استاد سے پتہ کرلیں، جب استاد سے پتہ کیا تو پتہ چلا کہ اس کا نام تو وہاں بھی تھا، مگر وہ لڑکا پڑھنے نہیں آتا تھا بلکہ کسی طالب علم سے اس کا رابطہ تھا اور وہ طالب علم اس کی حاضری لگوا دیتا تھا، وہ صرف کھانا کھانے کے لیے مطبخ میں آتا تھا اور کھانا کھا کر واپس باہر چلا جاتا۔

جب اساتذہ کو حقیقت حال کا پتہ چلا تو وہ سوچ میں پڑ گئے کہ شاہ صاحب تو کبھی کبھی آتے ہیں اور ہم ہر وقت یہاں ہوتے ہیں، ہمیں تو اس کی پہچان نہ ہوئی اور شاہ صاحب نے

پہچان لیا، وہ اور زیادہ شرمندگی محسوس کرنے لگے، چنانچہ انہوں نے حضرت سے معافی مانگی، اور عرض کیا، حضرت! ہمیں یہ سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ تو طلباء سے اتنا تعلق بھی نہیں رکھتے، پھر آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ طالب علم ہے یا نہیں؟ اس پر انہوں نے جواب دیا۔ جب میں یہاں کا نگراں بنا تو ایک دفعہ میں نے خواب میں نبیؐ کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کنویں کے اوپر کھڑے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں پانی کا ڈول ہے، طالب علم لائن بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے ڈول میں پانی بھرتے جاتے ہیں، میں نے اس وقت موجود تمام طلباء کو دیکھا لیکن اس کی شکل نہیں دیکھی تھی، اس طرح میں پہچان گیا کہ یہ دارالعلوم کا طالب علم نہیں ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کے علمی کمالات

علمائے کرام میں بعض نے بہت ہی کم عمری میں علم کے جام پہ جام پیئے، حضرت امام شافعیؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ امام شافعیؒ تیرہ سال کی عمر میں امام شافعیؒ بن چکے تھے، اس عمر میں انہوں نے درس قرآن دینا شروع کر دیا تھا، یہ وہ وقت تھا جب سفید بالوں والے بڑے بڑے مشائخ ان کے حلقہ درس میں بیٹھا کرتے تھے، ایک دفعہ درس قرآن دے رہے تھے، اسی دوران دو چڑیاں لڑتی ہوئی ان کے قریب آ کر گریں، یہ کم عمر تو تھے ہی سہی، انہوں نے اپنا عمامہ اتارا اور ان چڑیوں کے اوپر رکھ دیا، اب درس قرآن کے درمیان جو یہ کام کیا تو جو مشائخ بیٹھے تھے انہوں نے اس چیز کو Mind (محسوس) کیا کہ یہ ادب کے خلاف ہے، چنانچہ انہوں نے عمامہ اپنے سر پر رکھا اور یہ فرمایا "الصبی صبی ولو کان ابن نبی" کہ بچہ تو بچہ ہی ہوتا ہے، چاہے کسی نبی کے بیٹے ہی کیوں نہ ہو، پھر ان مشائخ کی تشفی ہوگئی کہ ہاں کم عمری کی وجہ سے ایسی باتیں ہوسکتی ہیں۔

شوق علم
اور
ذوق مطالعہ

بنی آدم از علم یابد کمال　　نہ از حشمت و جاہ مال و منال

دو پیغمبروں کا سوال: اُدھر سے عجیب جواب

آپ کے سامنے ایک علمی بات پیش کرتا ہوں، جو علماء اور طلباء کے لئے بہت مزے کی بات ہوگی، اللہ تعالیٰ کے دو پیغمبر ایسے ہیں جن کا قرآن مجید میں بھی تذکرہ ہے اور ان دونوں نے مُردوں کو زندہ ہونے کے بارے میں سوال کیا مگر سوال کا انداز مختلف تھا، ایک حضرت عزیر علیہ السلام تھے انہوں نے جب مُردوں کو دیکھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے پروردگار! {اَنّٰی یُحْیِ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا} اللہ اس کو کس طرح زندہ کرے گا اس کے مرنے کے بعد، انہوں نے پوچھا مگر اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے انہی کو موت دے دی اور وہ ایک سو سال تک اسی حالت میں رہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ فرما دیا۔

دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، انہوں نے بھی مُردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں سوال کیا، ان کا سوال پوچھنے کا انداز یہ تھا کہ { كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى} اے اللہ! آپ مُردوں کو کیسے زندہ فرمائیں گے، انہوں نے انی کا لفظ استعمال کیا اور ادھر کیف کا لفظ استعمال کیا گیا، کیف کے لفظ میں سوالیہ بات ہے، اس میں کوئی تعجب ظاہر نہیں ہوتا کہ جی ان کو کیسے زندہ کریں گے، بلکہ فقط ایک سوال پوچھا اسی لئے جب پوچھا اولم تومن کہ کیا آپ اس بات پر ایمان نہیں لائے تو جواب میں فوراً عرض کیا قال بلی، اے اللہ! مانتا ہوں، ایمان ہے ولکن لیطمئن قلبی میں نے تو اپنے دل کے اطمینان کے لئے سوال کیا ہے، چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیف کے لفظ کے ساتھ سوال پوچھا اس لئے پروردگار عالم نے کسی غیر پر موت کو طاری کیا اور پھر اس کو زندہ کر کے ان کے سامنے معجزہ دکھا دیا، جب کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے سوال پوچھتے ہوئے تعجب کے ساتھ پوچھا، جیسے اس بات پہ بڑے حیران ہو رہے ہوں کہ انی یحی هذه الله بعد موتها چونکہ تعجب پایا جاتا تھا اس لئے پروردگار نے غیر پر موت طاری کرنے کی بجائے انہی پر موت طاری کر دی اور سو سال تک آرام سے سلا دیا، پھر زندہ کر کے پوچھا کہ اے میرے پیغمبر اب بتائیے۔

اس ساری تفصیل کا حاصل یہ نکلا کہ ایک لفظ کی تبدیلی سے دونوں کے ساتھ معاملہ علیحدہ علیحدہ ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسا گمان کرے گا پروردگار کا اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہوگا۔ لیکن حضرت! ابراہیم علیہ السلام نے بھی چونکہ سوال تو پوچھا تھا اس لئے سوال پوچھنے کی کوئی تو قیمت دینی پڑنی تھی، کیونکہ باقی انبیاء بھی تو تھے جنہوں نے سوال ہی نہیں پوچھا تھا، اس لئے تمام انبیاء میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی سے وہ قربانی نہ مانگی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مانگی، گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے پیارے خلیل! میں نے مُردوں کو زندہ تو کر کے آپ کے سوال کا جواب دے دیا لیکن چونکہ سوال پوچھا تھا اس لئے اس کی قیمت بھی دیتے جایئے، اب آپ کو اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے شہید کر کے دکھانا پڑیگا۔

امام مسلمؒ کا مطالعہ میں استغراق

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ کوئی حدیث پاک تلاش کر رہے تھے اس وقت انہیں بھوک بھی لگی ہوئی تھی، ساتھ ہی کھجوروں کی ایک تھیلی پڑی ہوئی تھی، چنانچہ انہوں نے ایک کھجور منہ میں ڈالی اور کتاب کا مطالعہ کرنے میں مصروف ہو گئے، اس وقت مطالعہ کے اندر اس قدر استغراق کی کیفیت تھی کہ پتہ ہی نہ رہا کہ میں کتنی کھجوریں کھا چکا ہوں، چنانچہ جب کھاتے کھاتے زیادہ کھالیں تو اس کی وجہ سے بیمار ہو گئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے حضور پہونچ گئے، ان کو علم میں اتنا استغراق نصیب ہوا تھا کہ انہیں گرد و پیش کی خبر ہی نہیں ہوتی تھی۔

عبداللہ بن مبارکؒ کی علمی مجلس کا رنگ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس حدیث کا علم سیکھنے کے لیے اتنا بڑا مجمع ہوتا تھا کہ ایک دفعہ دواتوں کی تعداد کو گنا گیا تو چالیس ہزار نکلیں، اس دور میں لاؤڈ سپیکر تو ہوتے نہیں تھے، وہ حدیث سناتے تو بعض لوگ نماز کے مکبر کی مانند ان کے الفاظ کو اونچی جگہ سے اونچے الفاظ کے ساتھ دہرا دیتے تا کہ پورے مجمع تک آواز پہونچ جائے، ان مکبر حضرات کی تعداد بارہ سو ہوا کرتی تھی، پورا مجمع کتنا بڑا ہوگا، اتنے بڑے بڑے مجمع کے اندر بیٹھ کر حدیث کا علم پڑھایا۔

اس کو کہتے ہیں شوق علم

امام محمدؒ ایک جگہ درس دے رہے تھے، وہاں سے چند میل کے فاصلے پر ایک بستی تھی، وہاں سے بھی لوگ ان کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت! آپ ہمارے ہاں بھی درس دیا کریں، انہوں نے فرمایا: کہ میرے پاس وقت بہت کم ہوتا ہے انہوں نے کہا، حضرت! ہم ایک سواری کا بندوبست کر دیتے ہیں، آپ درس دیتے ہی اس پر سوار ہوں اور ہماری بستی میں آئیں اور وہاں درس دیکر جلدی واپس آجائیں، اس طرح پیدل آنے جانے میں جو وقت لگے گا وہی درس میں لگ جائیگا، آپ نے قبول فرمالیا، جب آپ نے وہ درس دینا شروع کیا تو یہ وہ دن تھے جب امام شافعیؒ ان کی خدمت میں پہونچے ہوئے تھے، انہوں نے بھی اپنی درخواست پیش کرتے ہوئے کہا، حضرت! مجھے بھی آپ سے یہ کتاب پڑھنی ہے، حضرت نے فرمایا: بھئی! اب کیسے وقت فارغ کریں گے، اب مجھے یہاں بھی درس دینا ہوتا ہے، اور وہاں بھی درس دینا ہوتا ہے، انہوں نے عرض کیا، حضرت! جب آپ یہاں درس دینے کے بعد سواری پر بیٹھ کر اگلی بستی کی طرف جائیں گے تو آپ سواری پر بیٹھے بیٹھے درس دیدیں میں سواری کے ساتھ دوڑتا بھی رہوں گا اور آپ سے علم بھی سیکھتا رہوں گا، تاریخ انسانیت طلب علم کی اس سے اعلیٰ مثال پیش نہیں کرسکتی یہ دین اسلام کا حسن و جمال ہے۔

شوق علم نیند اڑا دیتا ہے

امام محمدؒ امام شافعیؒ کے استاد بنے ہیں، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے امام محمدؒ کے پاس ایک رات گذارنے کا موقع ملا فرماتے ہیں کہ انہوں نے عشاء کے بعد چراغ کے سامنے کتاب کھولی، اور اس میں سے کچھ پڑھا، پھر چراغ بجھا دیا اور لیٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد اٹھے، چراغ جلایا، پھر کتاب دیکھی اور پھر لیٹ گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھے چراغ جلایا کتاب دیکھی پھر لیٹ گئے، فرماتے ہیں کہ میں ساری رات جاگا اور میں نے گنا کہ انہوں نے ایک رات میں سترہ مرتبہ اٹھ کر چراغ جلایا، سترہ مرتبہ کا کیا مطلب؟ اگر آٹھ گھنٹے کی رات ہو تو ہر آدھ گھنٹہ

بعد چراغ جلایا اب سوچئے کہ وہ سوئے کہاں؟ دراصل وہ چراغ بجھاتے اس لیے تھے کہ فالتو تیل نہ جلے اور اسراف (فضول خرچی) نہ ہو جائے پھر وہ جب لیٹتے تھے، تو نیند نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ غور وخوض اور تدبر وتفکر کیا کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ جب صبح اُٹھے تو میں نے عرض کیا، حضرت! آپ رات کو سترہ مرتبہ اٹھے تھے، آپ کتنا سوئے ہونگے؟ تو امام محمدؒ نے جواب دیا، کہ میں رات سویا نہیں، بلکہ میں نے ایک ہزار مسائل کے جواب تلاش کر لیے ہیں۔ اللہ اکبر!

حصول علم کی برق رفتاری

ہمارے سلف صالحین نے اپنی زندگیوں میں اتنی محنت کی کہ آج عوام الناس ان واقعات کو سنکر حیران رہ جاتے ہیں، آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ امام شافعیؒ تیرہ سال کی عمر میں امام شافعیؒ بن چکے تھے، تیرہ سال کی عمر میں قرآن اور حدیث کے علوم کو حاصل کر چکے تھے اور درس قرآن دینا شروع کر دیا تھا، یہ ان کی محنت تھی، یہ ان کا شوق تھا کہ اتنی کم عمری میں انہوں نے علم کے بڑے بڑے سمندر بھی عبور کر لیے تھے۔

علم کا نشہ بوقت نزع بھی نہ اتر سکا

جب امام یوسفؒ پر نزع کی کیفیت طاری تھی اس وقت انہوں نے ایک شاگرد سے مسئلہ پوچھا کہ "رمی جمار" (راکبا) سوار ہو کر افضل ہے یا "ماشیا" (پیدل) افضل ہے؟ اس نے کہا کہ راکبا فرمایا، "لا" اس نے کہا ماشیا، آپ نے فرمایا، لا، پھر بتایا کہ راکبا کب افضل ہے اور ماشیا کب افضل ہے ابھی یہی مسئلہ بتا رہے تھے کہ اسی دوران ان کی وفات ہو گئی۔

علماء نے لکھا ہے کہ آخر انہوں نے یہ مسئلہ کیوں پوچھا؟ انہوں نے اس کا جواب بھی لکھا ہے کہ موت کے آخری لمحات میں بندے کے پاس شیطان آتا ہے، ممکن ہے اس وقت شیطان آیا ہو اور امام صاحب نے جیسے ہی شیطان کو دیکھا انہوں نے اس وقت رمی جمار کا مسئلہ چھیڑ دیا اور اسی رمی جمار کے مسئلہ کے درمیان اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطان سے نجات عطا فرما دی۔

ہم وہ رَہرَو ہیں کہ چلنا ہی ہے مسلک جن کا

حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ جس طرح جبرئیلؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں امتیازی شان عطا فرمائی ہے، اس طرح بایزید بسطامیؒ کو اللہ رب العزت نے اولیاء میں امتیازی شان عطا فرمائی ہے اور یہ بات کرنے والے بھی جنید بغدادی ہیں، یہی بایزید بسطامیؒ جب بچپن میں یتیم ہو گئے، ماں نے ان کو مدرسہ میں داخل کر دیا، قاری صاحب سے کہا کہ بچہ کو اپنے پاس رکھنا زیادہ گھر آنے کی عادت نہ پڑے، ایسا نہ ہو کہ یہ علم سے محروم ہو جائے، چنانچہ یہ کئی دن قاری صاحب کے پاس رہے، ایک دن اداس ہوئے دل چاہا کہ امی سے مل آؤں، قاری صاحب سے اجازت مانگی، انہوں نے شرط لگا دی، تم اتنا سبق یاد کر کے سناؤ، تب اجازت ملے گی، سبق بھی بہت زیادہ بتا دیا، مگر بچہ ذہین تھا، اس نے جلدی سے وہ سبق یاد کر کے سنا دیا، اجازت مل گئی، یہ اپنے گھر واپس آئے، دروازے پر آ کر دستک دی، ماں وضو کر رہی تھی، وہ پہچان گئی، میرے بیٹے کی طرح دستک معلوم ہوتی ہے، چنانچہ دروازے کے قریب آ کر پوچھا "من دق الباب" کس نے دروازے کو کھٹکھٹایا، جواب دیا بایزید ہوں، تو ماں کہتی ہے ایک میرا بھی بایزید تھا، میں نے اسے اللہ کے لیے وقف کر دیا، مدرسہ میں ڈال دیا، تو کون بایزید ہے؟ جواب کھڑا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے، تو جب انہوں نے یہ الفاظ سنے سمجھ گئے، امی چاہتی ہیں میرا دروازہ نہ کھٹکھٹائے، اب بایزید مدرسہ میں اللہ کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اسی سے تعلق استوار کرے، چنانچہ واپس آئے، مدرسہ میں رہے اور اس وقت نکلے جب عالم باعمل بن چکے تھے اور اللہ نے ان کو بایزید بنا دیا تھا۔

تشنگانِ علم جیل کی سلاخوں تک

حضرت ابن تیمیہؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ وقت کے بادشاہ نے ان سے کوئی فتویٰ مانگا مگر انہوں نے فتویٰ نہ دیا، اسے غصہ آیا اور ان کو قید کروا دیا، جب تین دن گزرے تو بادشاہ اپنے دربار میں بیٹھا تھا، اس وقت ایک ایسا نوجوان جس کی اٹھتی جوانی تھی، اس کے چہرے پر نورانیت اور

معصومیت کا حسین امتزاج تھا، وہ نوجوان زاروقطار رو رہا تھا، جس نے بھی اسے دیکھا اس کا دل پسیج گیا اور ہر بندے نے توقع کی کہ بادشاہ سلامت اس طالب علم کی مراد ضرور پوری کریں گے، جب بادشاہ نے دیکھا تو اس نے بھی وعدہ کیا کہ اے نوجوان! تو کیوں اتنا رو رہا ہے، تو ڈر نہیں تو جو بھی کہے گا ہم تیری بات ضرور پوری کریں گے، جب اس نے یہ وعدہ کیا تو طالب علم نے فریاد پیش کی کہ بادشاہ سلامت! آپ مجھے قید خانہ میں بھیج دیجئے، بادشاہ بڑا حیران ہوا کہ قید خانہ میں جانے کے لیے تو کوئی اس طرح نہیں روتا، چنانچہ اس نے پوچھا کہ آپ قید خانہ میں جانے کے لیے اتنا کیوں رو رہے ہیں؟ طالب علم نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ نے میرے استاد کو تین دنوں سے قید خانہ میں بند کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے میرا سبق قضا ہو رہا ہے، اگر آپ مجھے قید میں ڈال دیں گے، تو میں قید و بند کی مشقتیں تو برداشت کرلوں گا مگر اپنے استاد سے سبق تو پڑھ لیا کروں گا، یوں پہلے وقتوں میں شاگرد اپنے استاد سے علم حاصل کیا کرتے تھے، جب کہ آج تو علم دوستی نکلتی جا رہی ہے، ہم نے ٹی وی کو دوست بنالیا ہے اور باقاعدگی کے ساتھ اس پر تماشے دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرآن کو کھولکر بیٹھنے کی بہت کم فرصت ملتی ہے، کئی گھر ایسے ہوتے ہیں جن کے اندر قرآن کھولا ہی نہیں جاتا الا ماشاء اللہ۔

علم کے متوالے ایسے بھی تھے

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عمر کا آخر زمانہ تھا، ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ نے درس قرآن کے دوران پانی مانگا ایک طالب علم بھاگ کر ان کے گھر گیا اور کہا کہ شاہ صاحب نے پانی مانگا ہے، جب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے سنا تو انہوں نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگے، افسوس! میرے خاندان سے علم کا نور اٹھالیا گیا بیوی نے کہا کہ جی آپ اتنی جلدی فیصلہ نہ کریں میں ابھی صورتِ حال معلوم کرلیتی ہوں، چنانچہ انہوں نے گلاس میں پانی ڈالا اور اس میں سرکہ ملا دیا، سرکہ کڑوا ہوتا ہے اور پینے میں عجیب ذائقہ محسوس ہوتا ہے، وہ طالب علم جب سرکہ ملا پانی لے گیا تو شاہ عبدالعزیزؒ نے وہ پانی لیکر پی لیا اور درس قرآن دیتے رہے، جب درس قرآن سے فارغ ہو کر گھر آئے تو والدہ نے پوچھا، بیٹا! تم نے پانی پی لیا تھا؟ عرض کیا، جی پی لیا تھا، والدہ نے پوچھا وہ پانی کیسا تھا؟ عرض کیا امی! مجھے یہ تو پتہ نہیں وہ کیسا

تھا؟ اب انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے عرض کیا کہ دیکھئے کہ عبدالعزیز کو پانی کی اتنی شدید پیاس تھی کہ پانی میں سرکہ کا پتہ نہیں چلا، اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے بے ادبی کی وجہ سے نہیں پیا بلکہ اپنی ضرورت کی وجہ سے پیا جو عین جائز تھا ورنہ تو درس بھی نہ دے پاتے، اس لیے ہمارے خاندان سے ابھی ادب رخصت نہیں ہوا، یہ سنکر شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اطمینان کا سانس لیا اور دعا کی، اے اللہ! میرے خاندان میں علم وادب کو ہمیشہ باقی رکھنا۔

فتویٰ پڑھتے پڑھتے اللہ کو پیارے ہو گئے

دارالعلوم دیوبند کے ایک مفتی کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ایک فتویٰ ان کے سینے پر پڑا ہوا تھا، وہ اس طرح کہ انہوں نے فتویٰ پڑھنا شروع کیا اور پڑھتے پڑھتے وہ فتویٰ ہاتھ سے گر گیا اور اسی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے، ہمارے مشائخ نے اپنے اوقات کو اس طرح غنیمت سمجھا اور عبادات میں اپنا وقت گزارا۔

علم کے متلاشی ایسے بھی تھے

شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ جب میں دارالعلوم میں حاضر ہوا تو اس وقت کلاس کے داخلے بند ہو چکے تھے، ناظم تعلیمات نے انکار کر دیا کہ ہم آپ کو داخلہ نہیں دے سکتے، میں نے ان سے گزارش کی کہ حضرت آخر کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ ہمارے دارالعلوم میں مطبخ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی طباخ ہے بلکہ بستی والوں نے ایک ایک دو دو طالب علموں کا کھانا اپنے ذمہ لے لیا ہے، اس لیے جتنے طلبہ کا کھانا گھروں سے پک کر آتا ہے اتنے طالب علموں کو داخلہ دیتے ہیں اور بقیہ سے معذرت کر لیتے ہیں، اب کوئی ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جو مزید ایک طالب علم کا کھانا پکانے کی استطاعت رکھتا ہو، حضرت! فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اگر کھانے کی ذمہ داری میری اپنی ہو تو کیا پڑھنے کے لیے آپ مجھے کلاس میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے، اس طرح ان کو مشروط داخلہ مل گیا، حضرت فرماتے ہیں کہ میں سارا دن طلبہ کے ساتھ بیٹھ کر

پڑھتا رہا، رات کو تکرار کرتا، اور جب طلبہ سوجاتے تو میں اساتذہ کی اجازت کے ساتھ دارالعلوم سے باہر نکلتا بستی میں سبزی یا فروٹ کی دوکانیں تھیں، اس وقت تک تو وہ دوکانیں بند ہوچکی ہوتی تھیں، میں ان کے سامنے جاتا تو مجھے کہیں سے آم کے چھلکے، کہیں سے خربوزے کے چھلکے اور کہیں سے کیلے کے چھلکے مل جاتے، میں انہیں وہاں سے اٹھا کر لاتا اور دھوکر صاف کرتا اور پھر کھالیتا، میرے چوبیس گھنٹے کا یہ کھانا ہوتا تھا، میں نے پورا سال چھلکے کھا کر گذارا مگر اپنا سبق ناغہ نہ کیا۔

ہم تو ٹھکرا دیں گر راہ میں منزل آئے

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے اپنے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ زمانہ طالب علمی میں جب دورانِ سال میرے عزیز واقارب کے خطوط آتے تھے تو میں ڈر کے مارے وہ خط ہی نہیں پڑھتا تھا، بلکہ ان کو مٹکے میں رکھ دیتا تھا، سوچتا تھا اگر کوئی خوشی کی خبر ہوگی تو گھر جانے کو دل کرے گا اور اگر کوئی غم کی خبر ہوگی تو پڑھائی میں دل نہیں لگے گا، جس کی وجہ سے میں علم سے محروم ہوجاؤں گا، میں وہ خطوط جمع کرتا رہتا تھا اور سال کے آخر میں شعبان کے شروع میں اپنے دارالعلوم کا امتحان دیکر فارغ ہوجاتا تو فارغ ہونے والے دن میں سارے خطوط نکالتا، انہیں پڑھتا اور ان کی فہرست بناتا، خوشی کی خبر والے خطوط کی علیحدہ فہرست بناتا، پھر میں اپنے گاؤں آتا، خوشی کی خبر والوں کو میں مبارک باد دیتا، اور جن کو غم ملا ہوتا تھا، ان کے سامنے تسلی وتشفی کے چند الفاظ کہہ دیتا تھا، اس طرح لوگ مجھ سے خوش ہوجاتے کہ اس نے سارا سال ہماری بات یاد رکھی، لیکن ان کو کیا پتہ کہ ان کا خط ہی اس وقت پڑھا ہوتا تھا، تو جن حضرات نے دنیا میں عظمتیں پائیں، انہوں نے علم حاصل کرنے میں ایسی یکسوئی دکھائی مگر آج کے طالب علم کو کتاب کے علاوہ خارجی باتوں کو سننے کا زیادہ شوق ہے چنانچہ جب تکرار کرنے بیٹھتے ہیں تو دو باتیں سبق کی اور تین باتیں باہر کی کرتے ہیں حتی کہ کتاب پڑھتے ہوئے ملکوں کے فیصلے ہورہے ہوتے ہیں، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شیطان ان کو علم سے محروم کرنا چاہتا ہے، لہذا باتوں میں لگا دیتا ہے۔

تصنیف وتالیف میں نوکِ قلم کو فرصت ہی کہاں

ایک محدث کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ انہوں نے اتنی کتابیں لکھیں کہ اگر ان کے پیدا ہونے کے دن سے لیکر ان کے مرنے تک اگر سارے دنوں کو گن لیا جائے اور جتنی کتابیں لکھیں ان کے صفحوں کو گنا جائے تو ہر دن کے اندر دس صفحات بنتے ہیں یہ کوئی آسان کام نہیں ہے، پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک کے پورے دن گن لیے جائیں کہ اتنے ہزار دن زندہ رہے اور اتنے انہوں نے صفحات لکھے اور آپس میں انہیں تقسیم کیا جائے تو ہر دن کے اندر اوسط دس صفحات بنتے ہیں، اب بارہ تیرہ سال تو علم حاصل کرنے میں ہی گذرے ہوں گے، اگر وہ نکال دیں تو یہ دس کی بجائے بیس ہو جائیں گے، بیس صفحات کا ایک دن میں ہمارے لیے سمجھ کر پڑھنا مشکل ہوتا ہے، چہ جائیکہ اسے نئے سرے سے ترتیب یا تالیف کر لیا جائے جو لوگ تصنیف وتالیف کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ایک دن میں ایک صفحہ لکھنا بھی آسان کام نہیں ہے، تو ہم سوچیں کہ انہوں نے کتنی محنت کی ہوگی۔

درسی دیانت کی انتہا تو دیکھئے

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ ایک مرتبہ درس حدیث دے رہے تھے، دورانِ تدریس ایک جگہ ایسا اشکال پیدا ہوا کہ اس کا حل سمجھ میں نہیں آتا تھا، کوئی ہمارے جیسا ہوتا تو وہ ویسے ہی گول کر جاتا، پتہ ہی نہ چلنے دیتا کہ یہ بھی کوئی حل طلب نکتہ ہے یا نہیں، طلبہ کو کیا پتہ، وہ تو پڑھ رہے ہوتے ہیں، یہ تو استاد کا کام ہے کہ بتائے یا نہ بتائے، مگر وہ حضرات امین تھے، یہ علمی خیانت ہوتی ہے کہ استاد کے ذہن میں خود اشکال وارد ہو، جواب بھی سمجھ میں نہ آئے اور طلبہ کو بتایا بھی نہ جائے، ان حضرات سے تو وہ خیانت ہوتی نہیں تھی، چنانچہ آپ نے طلبہ کو برملا بتا دیا کہ اس مقام پر یہ اشکال وارد ہو رہا ہے، مگر اس کا حل سمجھ میں نہیں آ رہا، کافی دیر تک طلبہ بھی خاموش رہے اور حضرت بھی خاموش رہے، آپ بار بار اس کو پڑھ رہے ہیں، کبھی صفحہ الٹ رہے ہیں اور کبھی اس کا حاشیہ دیکھ رہے ہیں، مگر اس کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آ رہا، حتی کہ آپ نے فرمایا

کہ مجھے بات سمجھ میں نہیں آرہی، چلیں میں فلاں مولانا سے پوچھ لیتا ہوں، یہ وہ مولانا تھے جو حضرت سے ہی دورۂ حدیث کر چکے تھے، وہ حضرت کے شاگرد تھے۔

اپنے شاگردوں کے سامنے ان کا نام لیا کہ میں ذرا ان سے پوچھ لیتا ہوں، چنانچہ آپ اٹھنے لگے، اتنے میں ایک طالب علم بھاگ کر گیا اور اس نے جا کر مولانا کو بتادیا کہ حضرت آپ کے پاس اس مقصد کے لیے آرہے ہیں، مولانا اپنی کتاب بند کر کے فوراً حضرت کے پاس پہونچے، حاضر ہو کر عرض کیا، حضرت! آپ نے یاد فرمایا ہے، فرمایا: ہاں مولانا! یہ بات مجھے سمجھ میں نہیں آرہی، دیکھو کہ اس کا حل کیا ہے؟ انہوں نے پڑھا اور سمجھ تو گئے، مگر بات یوں کی، حضرت! جب میں آپ کے پاس پڑھتا تھا تو آپ نے ہمیں یہ سبق پڑھاتے ہوئے اس مقام کو اس وقت یوں حل فرمایا تھا اور آگے اس کا جواب دیدیا، اب دیکھیں کہ اپنی طرف منسوب نہیں کیا کہ جی میرا تو علم اتنا ہے کہ اب استاد بھی مجھ سے پوچھنے آتے ہیں، نہیں نہیں وہ صحبت یافتہ تھے، تربیت یافتہ تھے، اس کو کہتے ہیں تصوف اور یہ ہے مٹنا۔

چٹانیں چور ہو جائیں اگر ہو عزم سفر پیدا

محمد بن قاسمؒ کی کیا عمر تھی، ۱۷ رسال، آج سترہ سال کے بچے کو گھر کا سربراہ بنادیں تو وہ گھر کو ٹھیک طرح سے چلا نہیں سکتا اور وہ سترہ سال کا بچہ کمانڈر انچیف بنا ہوا ہے اور فوج کو لیکر جارہا ہے کہاں؟ جہاں راجہ داہر کی منظم حکومت تھی میں نے سندھ میں وہ میدان دیکھا جہاں راجہ داہر اور محمد بن قاسم کی لڑائی ہوئی تھی، میں اس کی وسعتوں کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا اس وقت میری عجیب کیفیت تھی، میں نے کہا کہ یہ نوجوان کہاں سے چلا، اس کے ساتھ کوئی تربیت یافتہ فوج نہیں تھی، یہ بھی ایک حقیقت ہے بلکہ حجاج بن یوسف نے اسے بلا کر کہدیا کہ میری فوج مختلف محاذوں پر مصروف کار ہے، مگر مجھے یہ بات پہونچائی گئی ہے کہ ہماری کچھ عورتیں آرہی تھیں راجہ داہر کے ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا ایک لڑکی نے کہا۔۔۔ مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ، چنانچہ محمد بن قاسم Cornernee lings کے نوجوانوں کو

اکٹھا کیا، یہ پروفیشنل فوجی نہیں تھے، یہ ایمان وجذبہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے، وہ نوجوان اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں، کتابوں میں لکھا ہے کہ محمد بن قاسم کے ذہن میں یہ بات اتنی سمائی ہوئی تھی کہ وہ بیٹھے بیٹھے چونک اٹھتا تھا، اور کہتا تھا "لبیک یااختی، لبیک یااختی" میری بہن میں حاضر ہوں، میری بہن میں حاضر ہوں، یہ چند نوجوانوں کی جماعت وہاں پہونچی اور راجہ داہر کی لوہے میں ڈوبی ہوئی فوج کے چھکے چھڑا دیئے، پھر یہی نہیں کہ اس کو کنٹرول کرلیا بلکہ اس کو کنٹرول کر کے اپنی سیکنڈ لائن کے ہاتھ میں اس کی کمان دیدی، خود آگے مارچ کرلیا، خود کنٹرول کرنا کچھ اور چیز ہوتی ہے مگر اتنا Confidenee (خود اعتمادی) ہونا کہ اس کو سیکنڈ لائن کے حوالہ کر دیا اور پھر آگے چلتے چلتے سندھ سے لیکر ملتان تک اسلام کا پھریرا لہراتا رہا۔

آج ہمارے نوجوانوں کے اندر اگر یہ شوق ترقی کر جائے تو میرے دوستو! دنیا کی کوئی طاقت ہماری طرف میلی آنکھ نہیں دیکھ سکتی، آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم محنت کو اپنائیں، لیکن تن آسانی کی زندگی کامیاب زندگی نہیں ہے کامیاب زندگی ہمیشہ محنت، لگن اور مجاہدے کی زندگی ہوا کرتی ہے۔

ایک کچوکے نے ماہرِ فن بنا دیا

دنیا کے مشہور سائنسداں آئن سٹائن کے بارے میں لکھا ہے کہ بچپن میں جب اسکول پڑھنے جاتا تھا تو اس کو پیسوں کا حساب نہیں آتا تھا، وہ اکثر اوقات کنڈیکٹر سے لڑتا تھا، کہ تم کو اتنے پیسے لینے تھے اور اتنے واپس کرنے تھے، جب حساب کیا جاتا تو کنڈیکٹر ٹھیک ہوتا، جب دو چار مرتبہ ایسا ہوا تو ایک مرتبہ کنڈیکٹر نے کہہ دیا تو بھی کیا زندگی گزاریگا، تجھے تو جمع تفریق نہیں آتی، وہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی، تو کہنے لگا اچھا میں حساب پڑھوں گا اب اس نے Mathematics پر محنت کرنا شروع کر دی، محنت کرتے کرتے ایک وہ وقت آیا کہ اس نے Theoryfrelativiti کا نظریہ پیش کر کے دنیا کی سائنس میں ایک انقلاب پیدا کر دیا سچ ہے کہ محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔

سرمایۂ علم کے نقصان پر ہمت نہ ہاریئے

دنیا میں جس کسی نے شہرت و ناموری حاصل کی اس نے محنت کی چاہے دین میں کوئی اوپر پہونچا یا علوم دنیا میں کوئی اوپر پہونچا، محنت ان کو کرنی پڑی، نیوٹن کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے ایک تحقیقی مضمون لکھا اور وہ رکھ کر لیٹرین میں چلا گیا، پیچھے چراغ جل رہا تھا تو اس کا کتا جس کا نام اس نے ٹونی رکھا ہوا تھا، اندر آیا اور اس نے چھلانگ لگائی تو چراغ کاغذوں کے اوپر گرا اور پورے کے پورے کاغذ جل گئے، جب یہ واپس آیا اور اس نے دیکھا کہ پورے کا پورا تحقیقی مضمون جل کر راکھ بن گیا تو اس نے صرف اتنا کہا کہ ''ٹونی تو نے میرا کام بہت بڑھا دیا'' اس کے بعد اس نے پھر نئے سرے سے مضمون لکھنا شروع کر دیا اور کئی مہینے کی محنت کے بعد دوبارہ اسے لکھا واقعی دھن اور دھیان بڑی نعمت ہے جس کو نصیب ہو جائے۔

مقتدا پھسلا تو سب پھسلے

یہ بات یاد رکھیں کہ علماء کے لیے احتیاط کی زندگی گذارنا زیادہ اہم ہے، حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک چھوٹی بچی نے نصیحت کی جو میں کبھی نہیں بھول سکتا، کسی نے پوچھا کہ حضرت! وہ کونسی نصیحت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ بارش کا موسم تھا، میں نماز پڑھنے کے لیے مسجد جا رہا تھا، راستہ میں پھسلن تھی، سامنے سے ایک چھوٹی سی بچی آ رہی تھی گزرتے ہوئے میں نے اس بچی سے کہا ذرا احتیاط کرنا کہ کہیں پھسل نہ جانا، اس نے آگے سے جواب دیا: حضرت! میں احتیاط کروں گی ہی سہی مگر آپ بھی احتیاط کر لینا، کیونکہ اگر میں پھسلی تو میری ذات کو نقصان ہوگا اور اگر آپ پھسل گئے تو پھر امت کا کیا بنے گا؟ ہمارے لیے بھی یہ بات ایک نصیحت کی ہے، آپ حضرات استقامت کے ساتھ شریعت وسنت پر عمل کریں، اللہ رب العزت اس علم وعمل کے صدقے دنیا وآخرت میں آپ کو عزتیں عطا فرمائیں گے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو مسئلہ خلق قرآن میں ایسے سخت کوڑے لگائے گئے کہ وہ کوڑے ہاتھی کو بھی لگائے جاتے تو وہ بھی بلبلا اٹھتا، ان کے جسم پر جہاں کوڑے لگے

وہاں کا گوشت مردہ ہوگیا، اس گوشت کو قینچی کے ساتھ کاٹ کر وہاں مرہم لگایا گیا، وہ دین کی حفاظت کے لیے یوں استقامت کے ساتھ ڈٹے رہے۔

علمی ذوق طبقۂ نسواں میں بھی

ہمارے کالج میں اسلامیات کے ایک پروفیسر تھے، ان کی بیٹی نے میٹرک امتحان اچھے نمبروں سے پاس کرلیا، بیٹی کے دل میں شوق تھا کہ لیڈی ڈاکٹر بنوں، والد نے کہا کہ کالج میں مخلوط تعلیم ہے، اسے میں پسند نہیں کرتا کہ میری بیٹی بھی وہیں پڑھے، جھنگ میں اس وقت لڑکیوں کا سائنس کالج نہیں تھا، فقط آرٹس کا تھا، سائنس کی کلاسز نہیں تھیں، اس لڑکی نے کہا کہ ابو میں پڑھنا چاہتی ہوں، باپ نے کہا کہ اگر پرائیویٹ پڑھ لو، چنانچہ باپ نے میڈیکل کی ساری کتابیں بیٹی کو لیکر دیدیں اور اس کی بیٹی نے پرائیویٹ امتحان کے لیے تیاری شروع کر دی، درمیان میں اسے کہیں کہیں مشکلات پیش آئیں، تو اس نے کہا کہ ابو مجھے فلاں چیز نہیں آتی کسی پروفیسر کو کہیے کہ مجھے سمجھا دیں، ابو نے کہا کہ میں تو اچھا نہیں سمجھتا کہ کوئی پروفیسر آپ کو پڑھائے اس لڑکی نے کہا کہ ابو آپ مجھے سمجھا دیں، آپ اندازہ کیجئے کہ وہ اسلامیات کے پروفیسر اپنی بیٹی سے میڈیکل کے پرابلمز سمجھتے اور کالج میں جا کر کالج کے پروفیسر سے پوچھتے کہ ان کا جواب کیا ہے؟ اب اسلامیات کے پروفیسر سمجھتے کیا ہوں گے؟ سوال کو کیا سمجھتے ہوں گے، جواب کو کیا سمجھتے ہوں گے؟ لیکن جو تھوڑا بہت وہ Hinds (اشارات) وہاں سے لیکر آتے وہ آکر بیٹی کو دیتے، بیٹی اسے پک اپ کرلیتی، حتی کہ بیٹی نے تیاری کی، میڈیکل کا پرائیویٹ امتحان دیا، اس کے اتنے نمبر آگئے کہ اس نے لاہور میں فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا جو کہ لڑکیوں کا کالج ہے، بعد میں وہ لڑکی لیڈی ڈاکٹر بن گئی۔

کتاب کا مطالعہ ایک بار۔۔۔ یا بار بار

میں آپ کو ایک ایسی بات سنادوں مجھے یقین ہے کہ آپ نے پہلے نہیں سنی ہوگی، مجھے ایک مرتبہ کالج کے پرنسپل کی طرف سے خط ملا کہ فلاں تاریخ کو ہم نے ایک فنکشن کرنا ہے اور

آپ کو اس میں رول آف آنر پیش کرنا ہے اس رول آف آنر کو پیش کرنے کے لیے ہم نے ملک کے ایک نامور سائنس داں عبدالسلام خورشید کو بلایا ہے جو اگرچہ غیر مسلم ہے لیکن پاکستانی ہے، اس کو کینیڈا سے بلوایا گیا، میں اس وقت یونیورسیٹی سے چھٹی لیکر کالج پہونچا، بہت بڑا فنکشن تھا، پرنسپل نے کہا کہ اس بچے نے میرے کالج کا بہت اچھا ریکارڈ بنایا ہے، میں اس کے لیے فنکشن بھی شایان شان کروں گا، چنانچہ اس نے عبدالسلام خورشید (نوبل پرائزونر) کو کالج میں بلایا، وہ بھی اسی کالج سے پڑھے جس سے میں نے پڑھا، خیر اس عبدالسلام خورشید نے مجھے رول آف آنر پیش کیا، اس کے بعد چائے کی پارٹی میں اکٹھے ہوئے آپس میں بات چیت ہوئی، ہمارے ایک پروفیسر نے عبدالسلام خورشید سے پوچھ لیا کہ آپ نوبل پرائزونر کیسے بنے؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں بہت محنتی ہوں اس پروفیسر نے کہا کہ سائنس سٹوڈنٹس تو سارے ہی محنتی ہوتے ہیں سارے ہی پڑھاکو ہوتے ہیں سارے ہی کتابی کیڑے ہوتے ہیں اس نے کہا نہیں ہیں زیادہ محنتی ہوں اس پروفیسر نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب وہ کونسی محنت ہے جو دوسرے لڑکے نہیں کرتے سب سائنس پڑھنے والے لڑکے بڑے ذہین ہوتے ہیں بڑی محنت کرتے ہیں لیکن نوبل پرائز ونر تو نہیں بنتے، ڈاکٹر نے کہا کہ نہیں میں بڑا محنتی ہوں پھر کہا میں ذہین اتنا نہیں ہوں محنتی زیادہ ہوں، پروفیسر نے کہا کہ نہیں نہیں آپ ذہین زیادہ ہوں گے، اس نے کہا کہ میں کہہ رہا ہوں میں محنتی زیادہ ہوں، اس نے بڑی عجیب مثال دی، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے کہا کہ میں نے کمیسٹری کی ایک کتاب پڑھی وہ مجھے سمجھ میں نہیں آئی، میں نے پھر پڑھی سمجھ میں نہیں آئی، میں نے تیسری دفعہ پڑھی مجھے سمجھ میں نہیں آئی، حتی کہ میں نے اس کتاب کو تریسٹھ (۶۳) مرتبہ پڑھا وہ کتاب مجھے تقریباً حفظ ہوگئی، اس کی بات سن کر ہم حیران ہوئے کہ ایسا بھی کوئی بندہ ہوسکتا ہے کہ جسے ایک کتاب سمجھ میں نہ آئی تو وہ اس کتاب کو شروع سے لیکر آخر تک تریسٹھ مرتبہ پڑھتا ہے، واقعی جس کے اندر اتنی محنت کا شوق ہو تو وہ مستحق ہے کہ اسے دنیا میں نوبل پرائز دیا جائے۔

گھریلو کاروبار حصول علم میں نہ ہو بار

ایک نوجوان نے میٹرک کا امتحان دیا اور وہ اچھے نمبروں پر کامیاب ہوا، اس کے والد

اور والدہ دونوں بوڑھے ہو چکے تھے اس کا والد بیمار بھی تھا کمزور بھی تھا، اور کام بھی نہیں کر سکتا تھا، بچے نے کہا کالج میں داخلہ دلوادیں باپ نے کہا کہ ہم تو نانِ شبینہ کو ترستے ہیں، بیٹا تو دکان بنا تا کہ کچھ ہمارے لیے کھانے پینے کا بندوبست ہو، باپ نے تین ہزار روپے سے اس کے لیے اپنے گھر کی بیٹھک میں ایک کریانے کی دکان بنائی وہ بیچارہ سکول میں فرسٹ آنے والا بچہ کریانے کی دوکان چلانے لگا، ساتھ ہی ساتھ اسے پڑھنے کا شوق تھا اس نے .F.S.C (ایف، ایس، سی) کی کتابیں لے لیں اور چوری چھپے پڑھنی شروع کر دیں والد کو پتہ نہیں ہے والدہ کو پتہ نہیں ہے لڑکا فارغ وقت میں دکان پر کتاب پڑھتا جب کوئی گاہک آتا تو اسے سودا دے دیتا، خیر اس نے .F.S.C کی فزکس کیمسٹری اور میتھ کی ساری کتابیں پرائیویٹ خود پڑھ لیں، کہیں کہیں اٹکنے لگا تو اس نے پروفیسر صاحب سے کہا کہ میں پڑھنا چاہتا ہوں مجھے پریکٹیکل بھی کرنے میں آپ میری مدد کریں پروفیسر صاحب نے کہا کہ میں پریکٹیکل کرواتا ہوں، مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے مجھے تو خوشی ہوگی، اب دیکھو اس بچے نے کتنی عقلمندی کا مظاہرہ کیا کہ جس دن پریکٹیکل ہوتا اپنے سودا لانے کا وہی دن مقرر کرتا اور چار دن پہلے والد کو کہتا کہ مجھے فلاں دن سودا لانا ہے، والد کہتا بہت اچھا، اس دن یہ لڑکا پیسے لیتا اور بازار میں جاتا اور ایک بہت ہی دیندار اور پرہیزگار آدمی کو لسٹ دیتا کہ یہ سودا نکال کر رکھو اور میں ابھی آتا ہوں جتنی دیر دکاندار سودا نکالتا یہ لڑکا اس وقت کالج میں جا کر پریکٹیکل کر کے واپس آتا تو سودا اٹھا کر گھر آتا باپ کو پتہ نہ چلتا کہ بیٹا صرف سودا لیکر آیا ہے یا سودے کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل بھی کر کے آیا ہے حتی کہ امتحان شروع ہو گیا امتحان بھی اس نے سودے کے آڑ میں دیدیا .F.S.C کا پرائیویٹ امتحان دیا، آپ یقین کریں کہ یہ لڑکا پرائیویٹ امتحان دینے کے بعد لاہور بورڈ میں سیکنڈ آیا، جب اخبار میں خبر آئی تو محلے والے اس کے والد کو مبارک باد دینے لگے باپ کہتا ہے کہ میرا بیٹا تو پڑھتا ہی نہیں، وہ تو دکانداری کرتا ہے لوگ کہتے ہیں تیرا بیٹا بورڈ میں سیکنڈ آیا ہے اور والد صاحب کہتے ہیں میرا بیٹا تو پڑھتا ہی نہیں، حتی کہ لوگوں نے تسلی دلائی کہ معاملہ یوں تھا، پھر کچھ لوگوں نے مل ملا کر چند صاحب حیثیت لوگوں کو صورتِ حال بتائی اور ان کو کہا کہ اگر آپ اپنی طرف سے کوئی پرائیویٹ

اسکالرشپ دیدیں لڑکا بھی پڑھ جائیگا، ماں باپ کو کچھ بھی مل جائیگا، چنانچہ اس کے لیے دو تین ہزار روپئے کا بندوبست کیا اس اسکالرشپ میں سے کچھ تو اس کے ماں باپ کو دیا کہ آپ یہ لیں اور مزے سے بیٹھ کر کھائیں لڑکے کو یونیورسیٹی میں داخل کروائیں، تاکہ یہ وہاں سے انجینئرنگ کورس کر سکے، اس نے انجینئرنگ یونیورسیٹی لاہور میں داخلہ لیا، سول انجینئرنگ میں کورس کیا، آج وہ لڑکا ایکسین لگا ہوا ہے گاڑی ان کو ملی ہوئی ہے، کوٹھی اس کو ملی ہوئی ہے، اس کے ماں باپ اس کوٹھی میں رہتے ہیں، یہ سچا واقعہ ہے، اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ جب انسان دل میں مصمم ارادہ کر لیتا ہے تو وہ کام کر گذرتا ہے، سچ ہے کہ خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

پڑھئے مگر بلند عزائم کے ساتھ

ایک مرتبہ فقیر نے ایک اسلامک سنٹر میں لڑکوں کا زبانی امتحان لینا تھا، وہاں کے سب طلباء گریجوایٹ کلاسز کے سائنس سٹوڈنٹس تھے فقیر ہر طالب علم سے تین تین سوالات پوچھ رہا تھا، ایک طالب علم کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی بھی آیا ہوا تھا، اس کی عمر آٹھ نو سال تھی، جب وہ بچہ فقیر کے سامنے آکر بیٹھا تو فقیر نے دل میں سوچا کہ اس سے کیا سوال پوچھے جائیں۔

ایک میز قریب ہی پڑی ہوئی تھی، فقیر نے کہا:

Ok, please tell me, Who made this Table ?

آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ میز کس نے بنائی ہے؟ وہ بچہ کہنے لگا

Sir, Allah gave man brain and man used that brain and he made this table.

کہ اللہ نے انسان کو دماغ دیا، انسان نے دماغ کو استعمال کیا اور اس نے یہ میز بنا دیا، جب اس نے مدلل جواب دیا تو فقیر بھی تھوڑا سا سنبھل گیا، اس سے دوسرا سوال پوچھا:

You tell me, why do you read Quran, do you feel it is manditory or is it intresting?

یعنی آپ قرآن کیوں پڑھتے ہیں؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ ضروری ہے یا یہ بڑا

دلچسپ ہے؟ فقیر اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ مارے باندھے قرآن پڑھتا ہے یا اپنے شوق سے پڑھتا ہے، جب فقیر نے اس سے یہ پوچھا تو کہنے لگا۔

Sir, I feel it is both, it is manditory as well it is very intersting.

اس نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں چیزیں ہیں، یہ ضروری بھی ہے اور دلچسپ بھی بہت زیادہ ہے، فقیر توقع نہیں کرتا تھا کہ وہ اتنا اچھا جواب دے گا۔

اب فقیر نے تیسرا سوال پوچھا:

Ok, you tell me, what do you want to be in your life?

کہ تم اپنی زندگی میں کیا بننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا:

Sir, I want to be the President of America.

کہ میں امریکہ کا صدر بننا چاہتا ہوں۔

جب اس نے یہ کہا تو فقیر نے اچانک اس سے کہا، ?Why کہ تم امریکہ کے صدر کیوں بننا چاہتے ہوں؟ اس نے کہا:

Sir, I will be the first, Muslim President of America

کہ میں امریکہ کا پہلا مسلمان صدر بنوں گا۔ سبحان اللہ!

فقیر اس کے اس جواب سے بہت زیادہ خوش ہوا، اور حیران ہوا کہ اگر آج ان مسلمان بچوں میں اللہ نے یہ جذبہ پیدا کر دیا ہے تو کیا بعید ہے کہ ایک ایسا وقت بھی آئے جب دنیا کی سپر پاور کی کرسی پر ایک مسلمان بیٹھ کر اسلام کے قوانین نافذ کر رہا ہو۔

میرے دوستو! وہاں کے نوجوان امید کی ایک کرن ہیں، وہاں پر مسلمانوں کا سنبھلنا اور اپنی تہذیب وتمدن کو محفوظ کر کے اس کے مطابق زندگی گزارنا خوش آئند ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ وہاں کے مقامی لوگوں کے لئے دین کی دعوت کا ذریعہ بن جائیں اور اللہ رب العزت وہاں کے مقامی لوگوں کو دین میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمادیں۔

ذهانت وذکاوت

حضرت ابو ہریرہؓ کو حافظہ کی قوت کیسے ملی؟

حضرت ابو ہریرہؓ جب مسلمان ہوئے تو اس وقت ان کے بوڑھاپے کی عمر شروع ہو چکی تھی اور اکثر بھول جایا کرتے تھے، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے محبوب! میں آپ کی باتیں سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ، انہوں نے چادر پھیلا دی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے ایسا اشارہ فرمایا جیسے کسی کی گٹھڑی میں کچھ ڈال رہے ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ہریرہؓ اب چادر کی گٹھڑی باندھ لو چنانچہ انہوں نے گٹھڑی باندھ لی، اللہ رب العزت نے ان کو ایسا حافظہ دیا کہ اس کے بعد وہ کوئی بات نہیں بھولتے تھے، سبحان اللہ! علم کے حصول کے لیے انہوں نے قدم بڑھایا، اور استاد نے دعائیں دیں، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو یوں پذیرائی عطا فرمائی۔ حضرت مولانا مفتی شفیعؒ فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ ''مولوی'' قسم کے صحابی تھے، وہ احادیث اکٹھی کرنے کی فکر میں لگے رہتے تھے،۔۔اسی لیے سب سے زیادہ روایات بھی انہی کی ہیں۔

یادداشت ہو تو ایسی

ایک مرتبہ عبدالملک نے سوچا کہ حضرت ابو ہریرہؓ بہت زیادہ احادیث کی روایت کرتے ہیں، کیا یہ روایات من وعن انہی الفاظ کی ہیں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے، یا روایت بالمعنیٰ کرتے ہیں، چنانچہ اس نے ان کی دعوت کی اور بھی صحابہ کرامؓ کو بلایا گیا، اس نے ایک پردہ لٹکا کر اس کے پیچھے دو کاتب حضرات کو بٹھا دیا، اور انہیں کہا کہ ابو ہریرہؓ جو بولیں گے آپ لوگوں کو لکھنا ہے دو بندے اس لیے بٹھائے کہ آپس میں بھی تطبیق ہو سکے، جب محفل شروع ہوئی تو عبدالملک کہنے لگا حضرت! آپ نے نبیؐ سے بہت باتیں سنیں آپ مہربانی فرما کر ہمیں بھی ان کی کچھ باتیں سنا دیجئے، سیدنا ابو ہریرہؓ نے اس محفل میں ایک سو احادیث

روایت فرمائیں اور لکھنے والوں نے لکھ لیں مگر کسی کو کچھ پتہ نہ چلا، اس کے بعد محفل برخاست ہوگئی، ایک سال کے بعد اس نے حضرت ابوہریرہؓ کو دوبارہ دعوت دی، اس بار پھر اس نے پردے کے پیچھے پھر انہیں دو آدمیوں کو بٹھا دیا اور کہا کہ اپنے گذشتہ نوٹس نکالنا اور ملاتے جانا، میں ان سے درخواست یہ کروں گا کہ آپ نے جو احادیث پچھلے مرتبہ سنائیں ان کا بڑا مزہ آیا، آپ مہربانی فرما کر وہی حدیثیں آج پھر سنا دیجئے، چنانچہ جب محفل لگی تو اس نے کہا حضرت! جو حدیثیں آپ نے پچھلے سال سنائی تھیں وہ سنکر بڑا مزہ آیا تھا، آپ وہی حدیثیں آج پھر سنائیں، سیدنا ابوہریرہؓ نے پھر وہی ایک سو احادیث سنائیں دونوں کاتب ورطۂ حیرت میں پڑ گئے کہ کہیں ایک حرف کا بھی فرق نہ آیا، یوں اللہ تعالیٰ نے ان کو قوت حافظہ عطا فرمائی تھی۔

گر لاکھ حدیث کے حافظ نہ ہوئے تو۔۔۔۔۔

ابوزرعہؒ ایک محدث گزرے ہیں، ان کی محفل میں ایک شاگرد آیا کرتا تھا، اس کی نئی نئی شادی ہوئی، ایک دن محفل ذرا لمبی ہوگئی، تو اس کو گھر جانے میں دیر ہوگئی، جب وہ رات دیر سے گھر پہونچا تو بیوی الجھ پڑی کہ میں انتظار میں تھی تم نے آنے میں کیوں دیر کی؟ اس نے سمجھایا کہ میں وقت ضائع نہیں کر رہا تھا، میں تو حضرت کے پاس تھا، وہ کچھ زیادہ غصے میں تھی، غصے میں کہہ بیٹھی کہ تیرے حضرت کو کچھ نہیں آتا، تجھے کیا آئیگا، استاد کے بارے میں بات سنکر تو یہ نوجوان بھی بھڑک اٹھا، نوجوان لوگ ہوتے تو آگ ہی ہیں تیل لگانے کی ضرورت ہوتی ہے، جیسے ماچس کی ڈبیا ہوتی ہے، بس رگڑ لگنے کی دیر ہوتی ہے، آگ تو پہلے سے اندر ہوتی ہے، نوجوانوں کا نفس بھی ایسا ہوتا ہے کہ بیچارے بازار سے گذرتے ہیں آنکھ اٹھتے ہی بس رگڑ لگتی ہے اور شہوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

آمدم برسر مطلب: جب بیوی نے یہ کہا کہ تیرے استاد کو کچھ نہیں آتا تجھے کیا آئیگا، تو یہ سن کر نوجوان کو بھی غصہ آیا، اور کہنے لگا کہ اگر میرے استاد کو ایک لاکھ احادیث یاد نہ ہوں تو تجھے میری طرف سے تین طلاق ہیں، اب غصے میں فائرنگ تو دونوں طرف سے ہوگئی، ٹھیک

ٹھیک نشانے لگائے گئے، صبح اٹھکر ذرا دماغ ٹھنڈے ہوئے، تو سوچنے لگے کہ ہم نے تو بہت بڑی بے وقوفی کی، بیوی نے خاوند سے پوچھا کہ میری طلاق مشروط تھی اب بتائیں کہ یہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اس نے کہا کہ یہ تو استاد صاحب سے پوچھنا پڑیگا، اس نے کہا کہ جائیں پتہ کر کے آئیں، چنانچہ یہ نوجوان اپنے استاد کے پاس پہونچا اور کہا کہ رات یہ واقعہ پیش آیا، اب آپ بتایئے کہ نکاح سلامت رہا یا طلاق واقع ہوچکی ہے، ان کے استاد یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے کہ جاؤ تم میاں بیوی والی زندگی گزارو، کیونکہ ایک لاکھ احادیث مجھے اس طرح یاد ہیں کہ جس طرح لوگوں کو سورۂ فاتحہ یاد ہوتی ہے، سبحان اللہ! یہ قوت حافظہ میں برکت تھی جو اللہ تعالیٰ نے عطا کردی تھی۔

حافظِ حدیث ایسے بھی تھے

یہی قوت حافظہ کی نعمت محدثین کو نصیب ہوئی، عبداللہ بن ابی داؤدؒ ایک مرتبہ اصفہان پہونچے تو وہاں کے علماء نے ایک بڑے محدث کا بیٹا سمجھ کر ان کا استقبال کیا اور پھر کہا کہ ہمیں کچھ احادیث سنا دیجئے چنانچہ محفلیں جاری رہیں اور انہوں نے اپنی یادداشت سے ۳۵ ہزار احادیث ان کو سنا دیں۔

فقہاء کی ذہن رسائی

سلیمان بن مہران جو رجال بخاری سے ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ امام ابو یوسفؒ سے مسئلہ پوچھا جو انہوں نے بتا دیا، سلیمان بن مہران بہت حیران ہوئے کہ آپ نے کہاں سے سیکھا، امام ابو یوسفؒ نے کہا، حضرت! آپ ہی سے تو میں نے یہ حدیث سنی ہے، کہنے لگے، تیرے ماں اور باپ ابھی ایک بستر پر جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس وقت سے مجھے یہ حدیث یاد تھی، مگر آپ کے بتانے سے میں نے اس حدیث کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھا، فرمایا: ”نحن الصیادلہ وانتم الاطباء“ کہ ہم تو میڈیکل سٹور والوں کے مانند ہیں اور تم اطباء کے

مانند ہو، ہم نے یہ سب احادیث پرکھ کر اپنے پاس اکٹھی کر رکھی ہیں مگر کس میں سے کونسا فائدہ لیتا ہے تو یہ کام تم لوگ بہتر جانتے ہو۔

ابوحنیفہؒ کی حیرت انگیز حاضر جوابی

(۱) ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ ایک بوڑھا شخص آیا اور کہنے لگا، "واؤ او واوین؟" امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: "واوین" وہ کہنے لگا "ل اولا" کہہ کر چلا گیا، شرکاء مجلس کے پلے کچھ نہ پڑا، حالانکہ ان کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا، ان میں امام ابو یوسفؒ جیسے کثیر الحدیث محدث تھے، قاسم بن معنؒ اور محمد بن حسنؒ جیسے عربی ادب کے ماہر، امام زفرؒ، عافیہ بن یزیدؒ جیسے قیاس اور استحسان کے بادشاہ تھے، اور امام داؤد طائیؒ جیسے زہد وتقویٰ کے پہاڑ تھے، مگر اشاروں کی یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی، بالآخر امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا کہ اس بوڑھے نے کیا پوچھا تھا؟ آپ نے فرمایا: اس نے التحیات کے بارے میں سوال کیا تھا کہ "التَّحِيَاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ" میں دو واؤ ہیں، وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ میں دو واؤ والا التحیات پڑھوں یا ایک واؤ والا، تو میں نے کہا "واوین" یعنی دو واؤ والا، اس نے خوش ہو کر کہا کہ واقعی آپ کا علم شجرۂ طیبہ کی طرح ہے "اصلها ثابت وفرعها فی السماء" پھر کہنے لگا "لاشرقية ولاغربية" اور "لاولا" کہہ کر اشارہ کر دیا کہ آپ کے علم کی مثال نہ مشرق میں ہے اور نہ مغرب میں ہے۔

(۲) امام اعظمؒ ایک مرتبہ درس دے رہے تھے، کہ ایک عورت آئی جو کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتی تھی، مگر مردوں کی وجہ سے شرما گئی اور ایک بچے کے ہاتھ سیب بھیج دیا، جس کا کچھ حصہ سرخ تھا اور کچھ زرد، حضرتؒ نے سیب کاٹ کر واپس دیدیا، تو وہ عورت چلی گئی، لوگوں نے ماجرا پوچھا فرمایا، وہ عورت حیض کا مسئلہ پوچھنے آئی تھی، مگر تمہاری وجہ سے شرم وحیا مانع ہوئی، اس لیے الفاظ میں مسئلہ پوچھنے کے بجائے سیب پیش کر دیا کہ کیا عورت کے حیض کے خون کی رنگت زرد ہو جائے تو غسل کر سکتی ہے یا نہیں؟ میں نے سیب کاٹ کر سفیدی دکھا دی

کہ جب تک زردی سفیدی میں نہ بدلے اس وقت تک غسل نہیں کرسکتی، ان باتوں کو کون سمجھے؟ ایسے حضرات کے حاسدین بھی زیادہ ہوتے ہیں، جتنا کوئی بڑا ہوگا اس کے حاسدین بھی اتنے زیادہ ہونگے۔

امام ابوحنیفہؒ کی معاملہ فہمی تو دیکھئے

ایک مرتبہ دو میاں بیوی آپس میں خلوت کے لمحات میں تھے، خاوند بات کرنا چاہتا تھا، مگر بیوی کچھ ناراض سی تھی، حتی کہ خاوند نے غصہ میں کہہ دیا، اللہ قسم! جب تک تو نہیں، بولیگی تو میں تیرے ساتھ نہیں بولوں گا، جب خاوند نے قسم اٹھائی تو بیوی نے بھی قسم اٹھادی کہ اللہ قسم! جب تک تو پہلے نہیں بولے گا، میں بھی نہیں بولوں گی، اب وہ بھی چپ یہ بھی چپ رات تو گذر گئی، صبح کو دماغ ذرا ٹھنڈے ہوئے تو سوچنے لگے کہ کوئی تو حل ہونا چاہئے، چنانچہ وہ سفیان ثوریؒ کے پاس گئے، انہیں سارا واقعہ سنایا، اور پوچھا کہ اب اس کا کیا حل ہے؟ فرمایا: دونوں میں سے جو پہل کرے گا، وہ حانث بن جائیگا، اس دور میں جو حانث بن جاتا تھا، اس کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی، کیونکہ وہ معاشرے میں اعتبار کے قابل نہیں رہتا تھا، لہذا دونوں کی خواہش تھی کہ قسم ہماری نہ ٹوٹے، اب دونوں پریشان، خاوند کو خیال آیا کہ امام ابوحنیفہؒ سے پوچھنا چاہئے، چنانچہ ان کے پاس پہونچا تو حضرتؒ نے پوچھا، کیا ہوا؟ کہنے لگا، حضرت! میں بیوی کو بلا رہا تھا مگر وہ بولتی نہیں تھی، مانتی نہیں تھی، میں نے غصہ میں کہدیا کہ اللہ کی قسم اٹھائی کہ جب تک تو مجھ سے نہیں بولے گی میں تجھ سے نہیں بولوں گا، وہ تو لڑنے کے لیے پہلے ہی تیار تھی، اس نے بھی قسم اٹھائی کہ جب تک تو نہیں بولے گا میں بھی نہیں بولوں گی، اب ہم پھنسے ہوئے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا: جاؤ تم اس کے ساتھ بات کرو تمہاری بیوی ہے، میاں بیوی بن کر رہو، خاوند ہنستا مسکراتا گھر آیا اور کہنے لگا، میڈم! کیا حال ہے؟ ہیلو، آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ بیوی نے کہا بس تو حانث بن گیا، کہنے لگا میں تو حانث نہیں بنا، اس نے کہا وہ کیوں؟ کہنے لگا، میں امام ابوحنیفہؒ سے پوچھ کر آیا ہوں، اس دور میں علمی ذوق بہت زیادہ تھا، بیوی کہنے لگی

اچھا، میں ابھی جا کر مسئلہ پوچھتی ہوں، میاں بیوی پہلے سفیان ثوریؒ کے پاس پہونچے، ان کو جا کر بتایا تو وہ کہنے لگے، ابوحنیفہؒ تو حرام کو حلال کرتا پھر رہا ہے، چلو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں، انہوں نے کیسے یہ مسئلہ بتادیا۔

جب یہ سب امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہونچے تو سفیان ثوریؒ نے کہا: ابوحنیفہؒ! تم نے حرام کو حلال کیسے کر دیا؟ امام ابوحنیفہؒ مسکرا کر کہنے لگے: حضرت! میں نے تو حرام کو حلال نہیں کیا، حلال کو حلال کہا ہے؟ آپ ان سے سنیں تو سہی وہ کیا کہہ رہے ہیں، حضرت سفیان ثوریؒ نے ان سے پوچھا کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ امام ابوحنیفہؒ نے کہا، حضرت! پہلے خاوند نے کہا کہ جب تک تو نہیں بولے گی، میں تجھ سے نہیں بولوں گا، اس کے جواب میں بیوی نے بھی قسم اٹھا دی، آپ دیکھیں تو سہی وہ کس سے بات کرتے ہوئے قسم اٹھا رہی ہے، خاوند ہی سے تو بات کر رہی ہے، لہٰذا خاوند کی قسم پوری ہوگئی، اب بیوی کی قسم باقی تھی، اس لیے میں نے خاوند سے کہا کہ جاؤ جاؤ تم اس سے بولو گے تو اس کی بھی قسم پوری ہو جائیگی، تم دونوں میاں بیوی بن کر زندگی گزارو، سفیان ثوریؒ اس نکتہ سنجی اور معاملہ فہمی کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔

خلیفہ منصور امام ابوحنیفہؒ کے سامنے ہکا بکا رہ گئے

ایک مرتبہ وقت کے بادشاہ نے امام ابوحنیفہؒ، امام شعبی، امام ثوری اور ایک فقیہ کی گرفتاری کا حکم دیدیا، وہ چاہتا تھا، کہ ان چاروں میں سے کسی ایک کو چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) بنائے لیکن چاروں نہیں بننا چاہتے تھے، چنانچہ پولیس والوں نے ان کو گرفتار کرلیا، راستے میں جب ایک جگہ پہونچے، تو جو چوتھے فقیہ تھے وہ بیٹھے بیٹھے اس طریقہ سے اٹھے جیسے قضائے حاجت کی ضرورت ہو، پولیس والے انتظار میں رہے اور وہ تو گئے تو چلے ہی گئے، یہ حیلہ تھا، اب باقی تین رہ گئے، امام ابوحنیفہؒ فرمانے لگے میں قیافہ لگاؤں کہ ہوگا کیا؟ دوسروں نے کہا، ہاں لگائیں، کہنے لگے، میں وہاں جا کر ایسی بات کہوں گا کہ خلیفہ منصور کے پاس اس کا جواب ہی نہیں ہوگا، لہٰذا میں چھوٹ جاؤں گا، امام شعبیؒ بھی کوئی حیلہ کرلیں گے البتہ سفیان ثوریؒ

پھنس جائیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب تینوں حضرات کو دربار میں پہونچایا گیا، تو امام شعبیؒ ذرا آگے بڑھے اور جا کر خلیفہ منصور سے کہنے لگے، خلیفہ صاحب! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کے بیوی بچوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے محل کا کیا حال ہے؟ آپ کے اصطبل کا کیا حال ہے؟ آپ کے گھوڑوں کا کیا حال ہے؟ آپ کے گدھوں کا کیال حال ہے؟ خلیفہ منصور کو عجیب لگا کہ میں جس شخص کو چیف جسٹس بنانا چاہتا ہوں وہ سب کے سامنے میرے گھوڑوں اور گدھوں کا حال پوچھ رہا ہے، دل میں سوچا کہ یہ شخص اس اہم منصب کے قابل نہیں، چنانچہ امام شعبیؒ سے کہنے لگا کہ میں آپ کو قاضی القضاۃ نہیں بنا سکتا، امام شعبیؒ اس طرح بچ گئے، پھر خلیفہ امام ابوحنیفہ کی طرف متوجہ ہوا، اور کہنے لگا! ابوحنیفہ! میں نے آج کے بعد آپ کو چیف جسٹس بنا دیا امام ابوحنیفہؒ آگے بڑھے۔ اور فرمایا: میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں، خلیفہ منصور نے کہا، نہیں نہیں آپ اس قابل ہیں۔۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا، خلیفہ صاحب! اب دو باتیں ہیں، میں نے جو کچھ کہا، یا تو وہ ٹھیک ہے یا وہ غلط ہے، اگر وہ غلط ہے تو جھوٹ بولنے والا شخص چیف جسٹس نہیں بن سکتا، اور اگر وہ سچ ہے تو میں تو کہہ ہی رہا ہوں کہ میں چیف جسٹس بننے کے قابل نہیں ہوں، اب خلیفہ حیران اگر کہے کہ ابوحنیفہؒ! تو نے ٹھیک کہا تو بھی ابوحنیفہ چھوٹتے ہیں، اگر کہے کہ تو نے غلط کہا تو بھی ابوحنیفہؒ چھوٹتے ہیں، امام اعظم ابوحنیفہؒ نے وقت کے خلیفہ کو بھرے دربار میں لاجواب کر دیا۔

ایک حدیث سے چالیس مسائل کا استنباط

ایک مرتبہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ کے پاس پہونچے انہوں نے وہاں رات جاگتے ہوئے گزار دی، امام مالکؒ نے پوچھا، آپ رات کو کیوں نہیں سوئے؟ فرمانے لگے کہ میرے سامنے ایک حدیث پاک آگئی تھی کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چھوٹے سے بچے کو جو انسؓ کا بھائی تھا، فرمایا:

"**یا اباعمیر مافعل النغیر**" اے ابوعمیر! تیرے پرندے نے کیا کیا اس نے ایک

پرندہ پالا تھا وہ مر گیا تو جب بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے ملتے تو اس کو خوش طبعی سے فرماتے کہ تیرے پرندے نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ یعنی مر گیا اور تجھے چھوڑ گیا، تو میں ان الفاظ پر غور کرتا رہا اور حدیث پاک کے اتنے سے ٹکڑے سے میں نے فقہ کے چالیس مسائل کا جواب نکال لیا ہے، جیسے چھوٹے بچے کو تصغیر کے ساتھ بلا سکتے ہیں، کنیت سے کیسے پکارا جاتا ہے۔

سبحان اللہ، سبحان اللہ! اسی لیے امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ۔

امام ابوحنیفہؒ کے حیران کن علمی جوابات

ایک آدمی آ کر کہنے لگا، آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جو (۱) بن دیکھے گواہی دیتا ہو (۲) یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو (۳) اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہو (۴) مردار کھا لیتا ہو، (۵) جس کی طرف اللہ نے بلایا ہو اس کی پرواہ نہ کرتا ہو (۶) جس سے اللہ نے ڈرایا ہو اس کا خوف نہ کرتا ہو (۷) فتنے کو محبوب رکھتا ہو، امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: وہ شخص مؤمن ہے، سوال پوچھنے والا بڑا حیران ہوا، کہنے لگا، جی وہ کیسے؟ فرمایا: دیکھو تم نے پہلی بات کہی کہ بن دیکھے گواہی دیتا ہو، تو مؤمن اپنے پروردگار کی بن دیکھے گواہی دیتا ہے، دوسری بات تم نے یہ کہی کہ یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہو، تو قرآن پاک میں آیا ہے کہ "وقالت الیھود لیست النصاریٰ علی شئی وقالت النصاریٰ لیست الیھود علیٰ شئی" تو مؤمن ان دونوں کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے، کہنے لگا یہ بھی ٹھیک ہے، فرمایا: تیسری بات یہ تھی کہ اللہ کی رحمت سے دور بھاگتا ہے، تو دیکھو، بارش اللہ کی رحمت ہے اور بارش سے تو ہر بندہ بھاگتا ہے کہ کہیں کپڑے نہ بھیگ جائیں، وہ کہنے لگا یہ بھی ٹھیک ہے، چوتھی بات یہ ہے کہ مردار کھاتا ہے تو مچھلی مردہ ہوتی ہے، اس کو تو ہر بندہ مزے لے لے کر کھاتا ہے، اس نے کہا ٹھیک ہے، پانچویں بات یہ ہے کہ جس کی طرف اللہ نے بلایا ہے اس

کی طرف رغبت نہیں کرتا، پس وہ جنت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف بلایا ہے "واللہ یدعوا الی دار السلام" مگر اس کو مشاہدہ حق اتنا مطلوب ہے، اللہ کی رضا اتنی مطلوب ہے کہ محبوب حقیقی کی طرف سے نظر ہٹا کر وہ جنت کی طرف نظر ڈالنا کبھی پسند نہیں کرتا، چھٹی بات یہ ہے کہ جس سے اللہ نے ڈرایا ہے اس سے وہ ڈرتا نہیں، تو وہ دوزخ ہے، اس کو اپنے محبوب کی ناراضگی کی اتنی فکر ہوتی ہے کہ اب اسے جہنم میں جلنے کی پرواہ نہیں ہوتی، ساتویں بات یہ ہے کہ اسے فتنہ محبوب ہے، پس اولاد کو قرآن میں فرمایا گیا، "انما اموالکم واولادکم فتنۃ" اور اولاد سے ہر شخص کو طبعی محبت ہوتی ہے پس وہ شخص مؤمن ہے، سوال پوچھنے والا شخص حیران رہ گیا۔

امام شافعیؒ کی امام مالکؒ کے درس میں شرکت

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ منیٰ کے بازار میں تھا حج کے ایام میں فرماتے ہیں کہ جمرات سے فراغت ہوگئی مجھے ایک بوڑھا آدمی ملا، تھوڑی دیر اس نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا تجھے اللہ کا واسطہ تو میری دعوت کو قبول کرلے، فرماتے ہیں میں نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا، اور وہ بھی ایسا بے تکلف کہ جو اس کے پاس تھا پیش کردیا، اس نے روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور وہی دسترخوان پر رکھ دیا اور کہنے لگا کھاؤ، میں نے کھانا شروع کردیا، وہ مجھے دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ مجھے لگتا ہے کہ تو قریشی ہے میں نے کہا ہاں لیکن تجھے کیسے پتہ چلا، اس نے کہا کہ یہ قریشی دعوت دینے میں بھی بے تکلف ہوتے ہیں اور قبول کرنے میں بھی، پھر باتیں کرتے رہے مجھے پتہ چلا کہ یہ مدینہ سے آیا ہے، فرماتے ہیں میں نے اس سے امام مالکؒ کے بارے میں پوچھا اس نے مجھے ان کے کچھ حالات سنائے، جب اس نے دیکھا کہ میں بڑے شوق سے ان کے حالات پوچھ رہا ہوں، تو وہ کہنے لگا کہ اگر آپ مدینہ جانا چاہتے ہیں تو یہ خاکی رنگ کا اونٹ ہمارے پاس خالی ہے یہ ہم آپ کو دیدیں گے، آپ مدینہ پہونچ جائیں گے، کہنے لگے کہ میں تو پہلے ہی سے تیار تھا، لہٰذا میں نے حامی بھرلی، فرماتے ہیں میں قافلہ کے ساتھ

سوار ہوا، ہمیں راستہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہونچنے میں سولہ دن لگے، اس دوران میں نے سولہ قرآن مجید پڑھ لیے، آج یہ حال ہے کہ حج کر کے آتے ہیں دس دس دن مدینہ گزار کر آتے ہیں، ایک قرآن مجید بھی مکمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، ہمارے اسلاف جب حج کے لیے آتے جاتے تھے تو سینکڑوں لوگ ان کے ہاتھوں پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا کرتے تھے، آج حج کر کے آتے ہیں خود مسلمان بن کر صحیح طرح سے نہیں آتے واپس آ کر پھر گناہوں کی طرف چل پڑتے ہیں، تو امام شافعیؒ نے حالت سفر میں سولہ دن میں سولہ قرآن مجید پورے کئے، فرماتے ہیں جب ہم مسجد نبویؐ پہونچے تو نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اونچے قد کا ہے اور اس نے ایک تہبند باندھا ہے، اور ایک چادر لپٹی ہوئی ہے، وہ ایک جگہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا "**قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**" اور لوگ اس کے اردگرد بیٹھ گئے تو میں سمجھ گیا کہ یہی امام مالکؒ ہوں گے، یہ وہ ایام تھے جب امام مالکؒ احادیث کا املاء کرا رہے تھے "مؤطا امام مالک" کی جو حدیث ہیں ان کو لکھوا رہے تھے، میں نے بھی ایک تنکا اٹھا لیا اور دل میں یہ سوچا کہ یہ میری قلم ہے اور ہاتھ سامنے کر لیا اور سوچا کہ یہ میری کاپی ہے اور میں نے اپنی زبان سے اس تنکے کو لگایا کہ جیسے میں اس کو سیاہی لگا رہا ہوں اور ہتھیلی پر لکھنا شروع کر دیا، اب طلبہ کاغذوں پر لکھ رہے ہیں، چنانچہ میں نے بھی ان سے املاء کی نسبت حاصل کرنے کے لیے ہتھیلی پر لکھنا شروع کر دیا، کہنے لگے اس دوران امام مالکؒ نے میری طرف دیکھا، انہوں نے اس محفل میں ایکسوستائیس احادیث لکھوائیں جب اگلی نماز کا وقت ہو گیا، تو محفل برخاست ہو گئی، طلباء چلے گئے، فرمانے لگے (امام شافعیؒ) کہ امام مالک نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنی طرف بلایا اور مجھے کہا تو اجنبی معلوم ہوتا ہے، میں نے کہا کہ جی ہاں، میں مکہ مکرمہ سے آیا ہوں، کہنے لگے کہ تو ہتھیلی پر کیا کر رہا تھا؟ میں نے کہا کہ میں احادیث لکھ رہا تھا، کہنے لگے کہ دکھاؤ، میں نے دکھایا تو ہتھیلی پر تو کچھ لکھا ہوا ہی نہیں تھا، انہوں نے کہا کہ یہاں تو کچھ نہیں لکھا میں نے کہا کہ حضرت نہ میرے پاس قلم تھا نہ کاغذ، میں تو آپ جو املاء لکھوا رہے تھے، اس کی نسبت حاصل کرنے کے لیے ایک تنکے سے بیٹھا ہوا ہتھیلی پر لکھ رہا تھا، اس پر امام مالکؒ ناراض ہوئے

کہ یہ تو حدیث پاک کی ادب کے خلاف ہے کہ تم نے اس طرح سے لکھا، میں نے کہا کہ حضرت میں تو ظاہری مناسبت کے لیے ہاتھ پر تنکا چلا رہا تھا، حقیقت میں تو حدیث پاک دل میں لکھ رہا تھا، کہنے لگے کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ اچھا اگر دل میں لکھ رہا تھا تو تو مجھے چند ایک روایت اس میں سے سنا دے تو میں مجھے جانوں، فرمانے لگے میں نے ان کو ایک سے لیکر ایک سو ستائیس حدیثیں متن اور سند کے ساتھ سنا دیں، یہ علم ۱۲۷ حدیثیں جس ترتیب سے لکھوائی تھیں تمام اس ترتیب پر ان کو سنا دیں، فرماتے ہیں امام مالکؒ بڑے خوش ہوئے، کہنے لگے کہ اچھا اے نوجوان تو میرا مہمان بن جا، اندھے کو کیا چاہئے، دو آنکھیں! میں تو پہلے ہی سے تیار تھا، کہنے لگے کہ حضرت میں تیار ہوں، امام مالک گھر تشریف لے گئے امام مالکؒ کے گھر میں ان کی بیٹیاں تھیں اور وہ عالمہ تھیں، حدیث کی حافظہ تھیں، قرآن مجید کی حافظہ تھیں، بہت تقیہ پاک زندگی گزارنے والی عورتیں بھی، حتی کہ کتابوں میں لکھا ہے کہ اتنا علم رکھتی تھیں کہ امام مالکؒ کئی مرتبہ حدیث کا درس مسجد نبویؐ میں دیتے وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر حدیث کے درس میں شریک ہوتیں، اور انکا علمی معیار اتنا اونچا تھا کہ کئی مرتبہ ان کا شاگرد جب کسی حدیث پاک کی تلاوت کرتا اور عبارت میں کہیں غلطی کرتا تو ان کی بیٹیاں لکڑی کے اوپر لکڑی مار کر آواز کرتیں، جس سے امام مالکؒ سمجھ جاتے کہ پڑھنے والے نے غلطی کی ہے۔

آپ نے جا کر گھر میں بتایا کہ آج ایک عالم آرہے ہیں اور وہ بڑے دانا ہیں اور بڑے علم کا شوق رکھتے ہے، وہ تو بہرحال امام شافعیؒ تھے، انہوں نے گھر میں کھانے کا بڑا اہتمام کیا بستر لگایا، مصلی بچھایا، لوٹا، پانی کا بھر کر رکھا، ''اکرام یضوف الرحمن'' امام شافعیؒ نے کھانا کھالیا لیٹ گئے، صبح کو امام مالک کے ساتھ مسجد میں آگئے، جب اشراق کی نماز پڑھ کر واپس گھر گئے امام مالکؒ نے فرمایا امام شافعیؒ سے کہ میری بیٹیوں کو آپ پر اعتراض واقع ہوا ہے اور میں آپ کو پوچھتا ہوں، یہ سچے لوگ تھے، کھرے لوگ تھے، صاف بات کرتے تھے، فرمایا کہ بچیاں کہہ رہی ہیں کہ ابو آپ نے تو یہ کہا تھا کہ یہ بڑے نیک اور اچھے انسان ہیں لیکن ہمیں ان پر اشکال واقع ہوا ہے۔ خیر امام شافعیؒ سے ایک بات تو یہ پوچھی کہ

سارا کھانا تنہا کھا گئے، دوسرا یہ کہ ہم نے مصلی بچھا کر رکھا اور پانی کا برتن بھر کر رکھا لیکن جیسا مصلی بچھایا تھا صبح کو ویسا ہی رکھا ملا، اور پانی بھی جوں کا توں تھا لگتا ہے کہ تہجد کی نماز بھی نہ پڑھی اور پھر مسجد میں تو وضو کا انتظام بھی نہیں لوگ گھروں سے وضو کر کے جاتے ہیں اور یہ اسی طرح آپ کے ساتھ اٹھ کر مسجد میں چلے گئے پتہ نہیں نماز بھی انہوں نے کیسی پڑھی؟ تو ہماری سمجھ سے تو بالاتر ہے۔

امام شافعیؒ نے جواب دیا کہ حضرت بات یہ ہے کہ جب میں نے آپ کے یہاں کھانا کھایا تو کھانے میں اتنا نور تھا اتنا نور تھا کہ ہر ہر لقمہ کھانے پر مجھے سینہ نور سے بھرتا نظر آتا تھا، میں نے سوچا کہ ممکن ہے اتنا حلال مال زندگی میں پھر میسر نہ ہو کیوں نہ میں اسے جزو بدن بناؤں، اس لیے میں نے اس سارے کھانے کو اپنے بدن کا جزو بنالیا (اللہ اکبر) فرماتے ہیں کہ پھر میں لیٹ گیا لیکن اس کھانے کا نور اتنا تھا کہ نیند غائب تو مین احادیث میں غور کرتا رہا فرمانے لگے کہ ایک حدیث پیش نظر میرے رہی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چھوٹے بچے کو جس کا پرندہ مر گیا تھا، پیار محبت سے کہا تھا "**یا اباعمیر مافعل النغیر**" تو یہ جو چند الفاظ تھے میں ان کے اندر غور کرتا رہا اور آج کی رات میں نے ان چند الفاظ سے فقہ کے چالیس مسائل اخذ کر لیے، کسی کی دل کی ملاطفت کے لیے کیسے بات کرنی چاہئے؟ "**یا ابا عمیر مافعل النغیر**" صرف اس میں غور کر کے میں نے چالیس فقہ کے مسائل اخذ کر لیے اور پھر فرمایا چونکہ میرا وضو باقی تھا اس لیے میں اٹھا اور فجر کی نماز اسی وضو سے ادا کی ہمارے اسلاف کا یہ حال تھا، تو سب سے پہلا قدم علم حاصل کرنا، دوسرا قدم اس علم کے اوپر عمل کرنا لیکن عمل کرنے کے ساتھ کام ختم نہیں ہوتا ایک قدم اور اٹھانا ضروری ہے۔۔اس کو کہتے ہیں اخلاص پیدا کرنا۔

حضرت شیخ الہندؒ کی قوت یادداشت

قریب کے زمانہ میں ہمارے اکابرین علماء دیوبند ارجمند کے علوم میں اللہ تعالیٰ نے

بہت برکت عطا کی تھی ایک مرتبہ شیخ الہند محمود الحسنؒ نے اپنے شاگرد سے فرمایا: کہ بارش کا موسم ابھی ختم ہوا ہے اور بارش کے موسم میں کتابوں کو نمی کی وجہ سے دیمک لگنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے تو بہتر ہے کہ ہم یہ کتابیں باہر دھوپ میں رکھ دیں اچھی طرح دھوپ لگ جائے گی تو اندر رکھ دیں گے، اگر کسی کی جلد خراب ہوئی اور صفحہ درست نہ ہوا تو اسے بھی ٹھیک کریں گے، چنانچہ وہ شاگرد یہ کام کرنے لگ گیا۔

اس زمانہ میں زیادہ کتابیں مخطوطہ ہوتی تھیں، شاگرد نے ایک کتاب نکالی اور کہنے لگا، حضرت! اس کے تو پانچ چھ صفحے دیمک نے چاٹ لیے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ اس جگہ پانچ چھ صفحے سفید لگا دو، اس نے سفید کاغذ لگا کے دھوپ میں رکھ دیا، جب خشک ہو گئے تو کہنے لگا، حضرت! اب کیا کروں؟ فرمانے لگے، بھئی! جو عبارت موجود نہیں ہے وہ اس پر لکھ دو، اس نے کہا، حضرت! میں نے تو یہ کتاب پچھلے سال پڑھی تھی مجھے تو زبانی یاد نہیں، بتاؤ کونسی کتاب ہے؟ اس نے کہا میبذی، حالانکہ یہ کتاب چھوٹی سی ہے لیکن مشکل کتابوں میں سے ہے، حضرتؒ نے فرمایا: کہاں سے کتاب کی عبارت منقطع ہوئی ہے؟ اس نے آخری لفظ بتایا، حضرتؒ نے آگے لکھوانا شروع کر دیا، اسی جگہ بیٹھے ہوئے، عبارت کچھ صفحے اپنی یادداشت سے زبانی لکھوا دیئے، یہ علم کی برکت تھی، کتاب پڑھے ہوئے سالوں گذر جاتے تھے مگر عبارت یاد رہتی تھی۔

حضرت انور شاہ کشمیریؒ کا بے مثال حافظہ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ مصر تشریف لے گئے، وہاں کتب خانہ میں ایک کتاب "نور الایضاح" دیکھی، پوچھا، کیا لے سکتا ہوں؟ کیونکہ ہمارے پاس نہیں ہے؟ انہوں نے کہا ہم نہیں دے سکتے، حضرتؒ نے اس کو اچھی طرح دیکھ لیا اور واپس آ کر اس کو زبانی لکھوا دیا، جب نقل اصل کے ساتھ ملائی گئی تو کوئی فرق نہ نکلا، ان کی لکھی ہوئی وہ کتاب آج مدارس کے طلبہ پڑھ رہے ہیں۔

قوتِ حافظہ کا کمال

جب بہاولپور میں ختم نبوات کے سلسلے میں مقدمہ ہوا تو حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ تشریف لے گئے، مخالفین نے وہاں ایک کتاب پیش کی، اس کتاب کا ترجمہ مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف بنتا تھا، وہ کتاب بھی مسلمانوں کے اکابرین کی تھی، جج بڑا حیران ہوا، اس نے کہا کہ دیکھو یہ تو تمہاری اپنی کتاب پیش کر رہے ہیں، جو تمہاری ہی جڑیں کاٹ رہی ہیں، علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ ذرا وہ کتاب مجھے دکھائی جائے، جج نے کتاب دکھائی، حضرتؒ نے کتاب کے صفحے کا مطالعہ کیا اور فرمانے لگے کہ جس کاتب نے یہ کتاب لکھی، اس سے اصل کتاب سے لکھتے ہوئے درمیان سے ایک سطر چھوٹ گئی ہے، اس وقت تو مطبوعہ کتابیں نہیں ہوتی تھیں، بلکہ مخطوطہ کتابیں ہوتی تھیں، اس سطر کے چھوٹ جانے کی وجہ سے جب پچھلی عبارت کو اگلی عبارت سے ملا کر پڑھتے تو معانی مخالف بن جاتے، لہٰذا حضرت نے فرمایا کہ اسی کتاب کا ایک نسخہ اور منگوایا جائے، چنانچہ ایک اور نسخہ منگوایا گیا، جب دونوں نسخوں کو ملایا تو علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی بات بالکل ٹھیک نکلی، چنانچہ اس طرح مخالفین کے جھوٹ کا پول کھل گیا، لیکن بعد میں علماء نے کہا حضرت! آپ کو تو توقع ہی نہیں تھی کہ وہ اس کتاب کا حوالہ پیش کریں گے، آپ کو کیسے یاد رہا کہ درمیان سے ایک سطر چھوٹی ہوئی ہے؟ فرمایا: ہاں! میں نے ستائیس سال پہلے یہ کتاب دیکھی تھی الحمدللہ کہ مجھے اس وقت سے یہ بات یاد ہے۔ سبحان اللہ!

حفظ ونسیان کا عجیب کرشمہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی کتاب ''تراشے'' میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک عالم فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے دو کام ایسے ہوئے کہ کوئی بھی نہیں

کرسکتا، ایک اچھا اور ایک برا، اچھا کام ایسا ہوا کہ کوئی کر نہیں سکتا اور برا کام بھی ایسا ہوا کہ کوئی کر نہیں سکتا، لوگوں نے پوچھا، کونسے کام؟ وہ کہنے لگے کہ ایک دفعہ علماء کی محفل میں تذکرہ ہوا کہ فلاں حافظ، فلاں حافظ، اور میرے بارے میں کہا کہ یہ عالم تو بڑا بھاری ہے، مگر حافظ نہیں ہے، میں نے یہ سنا تو مجھے خیال آیا کہ میں آج سے ہی حفظ شروع کرتا ہوں، چنانچہ اسی وقت میں نے قرآن پاک کے پاروں کو یاد کرنا شروع کر دیا، الحمدللہ میں نے تین دن کے اندر قرآن پاک کا حفظ مکمل کرلیا، یہ خیر کا کام ایسا ہوا کہ کوئی ایسا کر نہیں سکتا اور ایک برا کام بھی مجھ سے ہوا، وہ یہ کہ ایک دفعہ محفل میں بیٹھے تھے، بیٹھے بیٹھے میرے بارے میں بات چل پڑی کہ یہ بڑے عقلمند ہیں اور چند خوبیوں کا ذکر ہوا، یہ سنکر میرے اندر بھی خود پسندی آ گئی اور عجب کی تھوڑی سی کیفیت آئی، اسکا نتیجہ مجھے یہ ملا کہ جمعہ کا دن تھا، میں جمعہ کی تیاری کرنے کے لیے گھر گیا، تیاری کے دوران خیال آیا کہ میں اپنے بال اور ناخن کاٹوں، جب میں نے ناخن کاٹ لیے تو میں نے سوچا کہ میری داڑھی کے بال کافی بڑھ گئے ہیں، میں ان کو سنت کے مطابق نیچے سے برابر کردوں، چونکہ ایک مٹھی کے برابر بال رکھنا سنت ہے، اس سے بڑے بال ہوجائیں تو کاٹے جاسکتے ہیں، وہ کہنے لگے کہ میں ایک مٹھی بھر اپنے بال پکڑ کر کاٹنے لگا، تو بے خیالی میں نیچے سے کاٹنے کے بجائے اوپر سے کاٹ بیٹھا، جب میں مسجد میں آیا تو مجھے بہت شرمندگی ہوئی، ہر بندہ پوچھ رہا تھا اور میں بتا رہا تھا کہ میں بھول گیا ہوں، جس بندے کے تین دن میں قرآن مجید حفظ کرنے کے چرچے دنیا میں تھے اس کی بیوقوفی کی یہ بات اس قدر مشہور ہوئی کہ اس کی ہر جگہ بدنامی ہوئی۔

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ذہانت

خطابت کے میدان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تہلکہ مچا دیا، ان کی تقریر سن کر ہندو بھی مسلمان ہوجاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ذہانت ایسی دی تھی کہ حاضر جواب بہت تھے، ایک دفعہ ایک صاحب کہنے لگے، حضرت! آپ تو انگریز کو Show (تماشہ) دکھاتے ہیں،

فرمایا بھئی! میں انگریز کو Show نہیں دکھاتا، میں تو انگریز کو Shoe (جوتا) دکھاتا ہوں۔

ایک دفعہ ایک صاحب حضرت بخاریؒ سے ملے اور کہنے لگے، حضرت! زندگی کیسی گذری؟ فرمایا، بھئی! اپنی آدھی ریل میں گذری اور آدھی جیل میں گذری۔

☆ ایک دفعہ سید ابو الاعلیٰ مودودی کے ساتھ شاہ جیؒ کی ملاقات ہوئی تو ابوالاعلیٰ مودودی فرمانے لگے، شاہ صاحب! آپ کی جماعت کو تقریر کا بڑا ہیضہ ہے، شاہ جیؒ نے جواب دیا، جیسے آپ کی جماعت کو تحریر کا ہیضہ ہے۔

☆ ایک جلسہ گاہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا مجمع ہے، شاہ جیؒ نے چاہا کہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں سے کچھ پوچھوں، چنانچہ حساب کا چھوٹا سا سوال پوچھا، ہندوؤں نے تو جواب دے دیا مگر مسلمان نہ دے سکے، اب مسلمانوں کی ہونی تو سب کی تھی مگر شاہ جی فرمانے لگے، واہ مسلمانو! تم یہاں بھی بے حساب ہو جبکہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آگے بھی بے حساب والا معاملہ فرمائے گا۔ ماشاءاللہ

ایک شخص کہنے لگا، شاہ جی! کیا مردے سنتے ہیں یا نہیں؟ شاہ جیؒ نے فرمایا بھئی! ہماری تو زندہ بھی نہیں سنتے ہم مردوں کی کیا بات کریں۔

ایک دفعہ علیگڑھ پہنچے، بعض طلباء نے پروگرام بنایا ہوا تھا کہ تقریر نہیں کرنے دینی، شاہ جیؒ اسٹیج پر آئے تو طلباء تو اٹھ کھڑے ہوئے، اور شور مچانا شروع کر دیا کہ بیان نہیں کرنے دینا، شاہ جیؒ نے کہا، بھئی! ایک بات سنو، میں اتنا سفر کر کے آیا ہوں، اگر اجازت ہو تو میں ایک رکوع پڑھ لوں، اب طلباء میں اختلاف ہو گیا، کچھ کہنے لگے، جی تلاوت میں کیا حرج ہے اور کچھ کہنے لگے یہ بھی نہیں سننی، حتی کہ تلاوت کی تائید کرنے والے غالب آ گئے، انہوں نے کہا، جی آپ رکوع سنا دیں، شاہ جیؒ نے رکوع پڑھا، پھر فرمایا عزیز طالب علمو! اگر اجازت ہو تو اس کا ترجمہ بھی پیش کر دوں، طلباء پر تلاوت کا ایسا اثر ہوا کہ سب خاموش رہے چنانچہ شاہ جیؒ نے تقریباً دو گھنٹے تقریر فرمائی۔

ہائے رے۔۔۔تو نے۔۔۔زندگی گواں دی۔۔

مجھے یہاں ایک کہانی یاد آئی ہے، جو ہم انگلش کی کتابوں میں پڑھا کرتے تھے، ایک جگہ مختلف جزیرے تھے، ان میں سے ایک جزیرے پر آبادی تھی، مگر دوسرے جزیرے میں اسکول بنایا گیا تھا، بچے اسکول جانے کے لیے کسی ملاح کے ساتھ اس کی کشتی میں بیٹھ کر دوسرے جزیرے میں جایا کرتے تھے، ایک دن ان طلباء کے دل میں شرارت پیدا ہوئی، انہوں نے کہا کہ ہم اس ملاح کو ذرا چھیڑیں تو سہی، لہٰذا ان میں سے ایک آگے بڑھا اور ملاح سے پوچھا، جناب! کیا آپ کو ریاضی آتی ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے تو نہیں آتی ہے وہ کہنے لگا: Then You have wasted Hald ob your Life پھر تھوڑی دیر کے بعد دوسرا آگے بڑھا اور کہنے لگا، جناب! آپ کو سائیکالوجی (نفسیات) کا پتہ ہے؟ اس نے کہا، جی مجھے تو نہیں پتہ؟ وہ پھر ہنسنے لگ گئے، کہنے لگے wasted Hald ob your Life Then You تم نے تو آدھی زندگی ضائع کردی، اس کے بعد تیسرا آگے بڑھا اور کہنے لگا، جناب! آپ فزکس اور کمیسٹری کا پتہ ہے؟ اس نے کہا، مجھے تو بالکل نہیں پتہ، وہ کہنے لگا، wasted Hald ob your Life Then You have تو نے تو اپنی آدھی زندگی تباہ کرلی وہ اسی طرح کی باتوں سے اس کا مذاق اڑاتے رہے، اس دوران بارش شروع ہوگئی، سمندر کے اندر تلاطم پیدا ہوا، (مدوجزر کا) وقت آگیا کشتی ہچکولے کھانے لگی، اب ملاح کی باری تھی چنانچہ اس نے کہا بچو، بتاؤ کیا تمہیں تیرنا آتا ہے؟ کہنے لگے کہ نہیں ہمیں تیرنا تو نہیں آتا وہ کہنے لگا پھر تو تم نے اپنی پوری زندگی تباہ کرلی ہے، یعنی ڈوب جاؤ گے۔

تربیت و پرورش

لختِ جگر کی تربیت اور شوقِ شہادت

حضرت خنسیؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے چار بیٹے تھے، وہ جب کھانے پر بیٹھتیں تو بچوں کو کہتیں میرے پیارے بیٹو! تم اس ماں کے بیٹے ہو جس نے نہ ماموں کو رسوا کیا نہ تمہارے باپ کے ساتھ خیانت کی، جب بار بار یہ کہتیں تو ایکبار بچوں نے کہا امی آخر اس کا کیا مطلب ہے؟ تو فرماتیں میرے بیٹو! جب میں کنواری تھی مجھ سے کوئی ایسی غلطی نہ ہوئی جس سے تمہارے ماموں کی رسوائی ہوتی اور جب شادی ہوئی تو میں نے تمہارے باپ کے ساتھ خیانت نہیں کی، میں اتنی غیرت اور باحیا زندگی گذارنے والی عورت ہوں، بچے پوچھتے امی جان! آپ کیا چاہتی ہیں؟ تو ماں کہتی! بیٹے جب تم جوان ہو جاؤ گے تم سب اللہ کے راستے میں جہاد کرنا اور میرے بیٹو تم شہید ہو جانا اور میں آ کر تمہیں دیکھوں گی اگر تمہیں سینوں پر تلوار کے زخم ہونگے میں تم سے راضی ہو جاؤنگی، اور اگر تمہاری پشت پر زخم ہوں گے تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی، بیٹے پوچھتے امی آپ کیوں کہتی ہیں شہید ہو جانا شہید ہو جانا تب ماں سمجھاتیں کہ میرے بیٹو! اس لیے کہ جب قیامت کے دن عدل قائم ہوگا، اور اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، شہیدوں کی مائیں کہاں ہیں؟ میرے بیٹو! اس وقت میرے پروردگار کے سامنے مجھے سرخروئی نصیب ہوگی، کہ میں بھی چار شہیدوں کی ماں ہوں، سوچنے کی بات ہے ایسے شہداء کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئیگا۔

بیٹا!۔۔دامنِ صدق نہ چھوڑنا

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لڑکپن میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے چلتے ہیں، والدہ ان کے کپڑوں میں کچھ پیسے سی دیتی ہیں اور نصیحت کر دیتی ہیں کہ بیٹے ہمیشہ سچ بولنا، چنانچہ راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا، کسی نے پوچھا تمہارے پاس مال ہے؟ انہوں نے سچ سچ بتا دیا، اس نے

سردار کو بتایا تو سردار نے پاس بلا کر کہا تو نے جھوٹ کیوں نہیں بولا؟ نہ تجھے جان کی فکر نہ مال کی فکر، کہنے لگے میری امی نے کہا تھا بیٹا سچ بولنا اور میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا، مجھے جان کی پرواہ نہ تھی، مجھے اپنے قول کا پاس رکھنا تھا، ڈاکوؤں کے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ جب ایک بچہ ماں سے کئے ہوئے عہد کا اتنا پاس رکھتا ہے تو ہم نے بھی تو کلمہ پڑھ کے اپنے رب سے عہد کیا ہے کہ ہم اس کا پاس کیوں نہ کریں، چنانچہ وہ اللہ سے توبہ کرتے ہیں اور اس کے بعد ان کی زندگی میں نیکوکاری آجاتی ہے، یہ بچہ آگے چل کر عبدالقادر جیلانیؒ بنا تو سوچئے ایک اور کامیاب مرد کے پیچھے آپ کو عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئیگا۔

ننھے منے کو وحدانیت سکھایئے

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ آج بھی قطب مینار کے قریب لیٹے ہوئے ہیں، ان کے بارے میں بھی مشہور واقعہ ہے ان کے نام کے ساتھ قطب الدین بختیار ''کاکی'' کا لفظ لگایا جاتا ہے، یہ ہندی لفظ ہے اس کا معنی روٹی، واقعہ یہ ہوا کہ جب یہ پیدا ہوئے تو ان کے والدین بیٹھے ہوئے آپس میں مشورہ کر رہے تھے، ہمارا بیٹا نیک کیسے بنے؟ اچھا کیسا بنے؟ چنانچہ ان کی ماں نے کہا میرے ذہن میں ایک تجویز ہے کل سے میں تجویز پر عمل کروں گی، اگلے دن جب بچہ مدرسہ میں چلا گیا ماں نے کھانا بنایا اور الماری میں کہیں چھپا کر رکھ دیا، بچہ آیا کہنے لگا امی بھوک لگی ہے، مجھے کھانا دیجئے، ماں نے کہا بیٹا! ہمیں بھی تو کھانا اللہ تعالیٰ دیتے ہیں وہی رزاق ہیں، وہی رزق پہونچاتے ہیں، وہی مالک وخالق ہیں، ماں نے اللہ رب العزت کا تعارف کروایا اور کہا کہ بیٹا تمہارا رزق بھی وہی بھیجتے ہیں، تم اللہ سے مانگو بیٹے نے کہا امی میں کیسے مانگوں؟ ماں نے کہا، بیٹا مصلی بچھاؤ، چنانچہ مصلیٰ بچھا دیا، بیٹا التحیات کی شکل میں بیٹھ گیا، چھوٹے چھوٹے معصوم ہاتھ اٹھائے، ماں نے کہا بیٹا دعا کرو، بیٹا دعا کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ میں مدرسہ سے آیا ہوں، بھوک لگی ہے، اللہ مجھے کھانا دی دیجئے، بیٹے نے تھوڑی دیر اس طرح عاجزی کی، پوچھنے لگا امی اب کیا کروں؟ ماں نے کہا بیٹا، تم ڈھونڈھو اللہ نے کھانا بھیج دیا ہوگا،

تھوڑی دیر کمرے میں ڈھونڈھا، بالآخر الماری میں کھانا مل گیا، بیٹے نے کھانا کھایا، اب بیٹے کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا، وہ روز اللہ تعالیٰ کی باتیں پوچھتا، امی وہ سب کو کھانا دیتے ہیں، پرندوں کو بھی، حیوانوں کو بھی، پتہ نہیں اس کے پاس کتنے خزانے ہیں؟ وہ ختم نہیں ہوتے، وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا، ماں کا دل خوش ہوتا کہ بیٹے کے دل میں اللہ رب العزت کا تعلق بڑھ رہا ہے، چنانچہ جب بچہ محسوس کرتا، سب کو اللہ تعالیٰ رزق دے رہے ہیں تو محسن کے ساتھ محبت تو فطری چیز ہے بچہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگئی، وہ محبت سے اللہ تعالیٰ کا نام لیتا وہ سونے سے پہلے والدہ سے اللہ تعالیٰ کی باتیں پوچھتا، ماں خوش ہوتیں، کہ میرے بیٹے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت بس رہی ہے۔

کچھ دن تک سلسلہ اسی طرح چلتا رہا، مگر ایک دن یہ ہوا کہ ماں اپنے رشتہ داروں میں کسی تقریب میں چلی گئی، اور وہاں جا کر وہ وقت کا خیال نہ رکھ سکیں بھول گئیں، جب خیال آیا تو پتہ چلا کہ بچہ کے آنے کا وقت کافی دیر ہوئی گذر چکا ہے ماں نے برقعہ لیا اور اپنے گھر کی طرف تیز قدموں سے چلدیں راستہ میں رو بھی رہی ہے، دعائیں بھی کر رہی ہیں، میرے مالک میں نے تو اپنے بچہ کا یقین بنانے کے لیے یہ سارا معاملہ کیا تھا، اے اللہ اگر آج میرے بچے کا یقین ٹوٹ گیا تو میری محنت ضائع ہو جائیگی، اے اللہ پردہ رکھ لینا، اللہ میری محنت کو ضائع ہونے سے بچا لینا، ماں دعائیں کرتی آ رہی ہیں، جب گھر پہونچی تو دیکھتی ہے کہ بیٹا آرام کی نیند سو رہا ہے، ماں نے جلدی سے کھانا پکایا، اور چھپا کر رکھدیا، پھر آ کر بچہ کے رخسار کا بوسہ لیا اسے جگا کر سینہ سے لگایا کہنے لگی بیٹے آج تو تجھے بہت بھوک لگی ہوگی بچہ ہشاش بشاش بیٹھ گیا، کہنے لگا کہ امی مجھے تو بھوک نہیں لگی، ماں نے پوچھا وہ کیسے؟ تو بچہ نے کہا امی جب میں مدرسہ سے آیا تو میں نے مصلیٰ بچھایا اور میں نے دعا مانگی، اے اللہ بھوک لگی ہوئی ہے، تھکا ہوا بھی ہوں، آج تو امی بھی گھر پر نہیں ہے، اللہ مجھے کھانا دیدو، امی اس کے بعد میں نے کمرے میں تلاش کیا مجھے ایک جگہ روٹی پڑی ملی، امی میں نے اسے کھا لیا مگر جو مزہ مجھے آج آیا امی ایسا مزہ مجھے زندگی میں کبھی نہیں آیا تھا، سبحان اللہ، مائیں بچوں کی

تربیت ایسے کیا کرتی تھیں، اور اللہ رب العزت ان کو پھر قطب الدین بختیار کاکی بنا دیتے تھے، چنانچہ یہ مغل بادشاہوں کے شیخ بنے اور اپنے وقت میں لاکھوں انسان ان کے مرید بنے تو ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو عورت کا کردار ماں کی شکل میں نظر آئیگا، یہ مثال اتنی زیادہ کہ انسان حیران ہی ہو جاتا ہے۔

گوشۂ جگر کو باوضو دودھ پلا کر تو دیکھئے

خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بنگال کا سفر کیا، آپ کے سفر میں کئی لوگ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، کئی لوگوں نے توبہ پر بیعت کی جب آپ گھر تشریف لائے تو چہرے پر خوشی کے آثار تھے، ماں نے پوچھا معین الدین بہت خوش نظر آتے ہو؟ کہنے لگے کہ اماں! اس لیے کہ سات لاکھ ہندوؤں نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ستر لاکھ مسلمانوں نے میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کی، اس لیے آج میرا دل بہت خوش ہے، ماں نے کہا بیٹا یہ تیرا کمال نہیں ہے یہ تو میرا کمال ہے، فرمایا مگر ماں بتائیں تو سہی کیسے؟ ماں نے جواب دیا کہ بیٹا جب تم پیدا ہوئے تو میں نے کبھی بھی زندگی میں تمہیں بلا وضو دودھ نہیں پلایا، آج اس کی برکت ہے کہ تمہارے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے لاکھوں لوگوں کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمادی تو ایک اور کامیاب شخصیت کے پیچھے آپ کو ایک عورت کا کردار نظر آئیگا بحیثیت ماں کے۔

باوضو دودھ پلانے کا نمونہ تو پڑھئے

میں نے اخبار میں سرگودھا کی ایک عورت کا انٹرویو پڑھا، اس کے دو بیٹے تھے، دونوں اپنے اپنے وقت میں فوج کے جرنیل بنے، ان سے کسی نے انٹرویو لیا کہ تو خوش نصیب ماں ہے کہ جس کے دو بیٹے اور دونوں ایسے شیر بیٹے کہ اپنے اپنے وقت میں جرنیل بنے تیری کونسی خاص بات ہے؟ تو نے اس کی تربیت کیسے کی؟ اس نے کہا تھا کہ میں سادہ سی مسلمان عورت ہوں مگر کسی بزرگ سے میں نے سنا تھا کہ جو عورت باوضو اپنے بچے کو دودھ پلائے گی،

اللہ بچے کو نیک بخت بنائیں گے، میں نے دونوں بچوں کو الحمدللہ باوضو دودھ پلایا ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس عمل کے صدقے دنیا میں عزت ووقار عطا فرمایا، چنانچہ جو عورتیں ایسی نیکی کو اپنا لیتی ہیں اللہ ان کے بچوں کو نیک بخت بنا دیتا ہے، اپنی زندگی میں خوشیاں دیکھنے کی توفیق نصیب فرما دیتا ہے، جو اللہ رب العزت کی نافرمانی کرتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں آنکھوں سے دکھاتا ہے کہ دیکھ میں نے تمہیں اولاد مرضی کی نہ دی اور اگر دے بھی دی تو اسے نافرمان بنا دیا۔

والدین کی خدمت پر غیبی نصرت

حضرت تھانویؒ نے برکت کا ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک نوجوان تھا، اس نے اپنے والدین کی بڑی خدمت کی، بھائیوں سے کہا کہ جائیداد کا حصہ میں آپ کے سپرد کرتا ہوں، والدین کی خدمت آپ میرے سپرد کر دیں، سودا کر لیا، چنانچہ اس نے ماں باپ کی خوب خدمت کی، ماں باپ فوت ہو گئے، اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ فلاں پتھر کے نیچے سو دینار ملیں گے، کیونکہ تو نے ماں باپ کی بڑی خدمت کی ہے، پوچھا اس میں برکت ہوگی؟ کہا برکت نہیں ہوگی، نوجوان نے کہا میں نہیں لوں گا، صبح اٹھا، بیوی کو بتایا، بیوی نے کہا بے شک نہ لینا، لیکن جا کے دیکھو تو سہی پڑے بھی ہوئے ہیں یا نہیں پڑے ہوئے ہیں، اس نے کہا جب لینے نہیں تو میں جا کر دیکھتا بھی نہیں، دوسری رات پھر خواب آیا کہ دس دینار فلاں پتھر کے نیچے پڑے ہیں، ابھی موقعہ ہے لے لو، تمہاری خدمت کے بدلے مل رہے ہیں، پوچھا برکت ہوگی؟ کہا کہ برکت تو نہیں ہوگی، نوجوان کہنے لگا مجھے نہیں چاہئے، تیسری رات پھر خواب آیا کہ فلاں پتھر کے نیچے ایک دینار پڑا ہے اب جا کر لے لو، اب موقعہ ہے، پوچھا برکت ہوگی؟ کہا ہاں برکت ہوگی، وہ صبح اٹھا اس پتھر کے نیچے سے جا کر دینار اٹھا کر لے آیا، گھر آتے ہوئے خیال آیا کیوں نہ آج میں گھر میں پکانے کے لیے اچھی چیز لے جاؤں، اس نے مچھلی خریدی جب گھر آیا اور اس کی بیوی نے مچھلی کو کاٹا تو اس مچھلی کے

پیٹ سے ایک ایسا موتی نکلا جس کو بیچا تو ان کی زندگی کا پورا خرچہ نکل آیا یہ برکت آتی ہے، اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ انسان کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

کتا بہتر ہے یا ماں؟

امریکہ کی ایک ریاست میں ایک ماں نے اپنے بیٹے کے خلاف مقدمہ کیا، وہ مقدمہ اخبارات کی بھی زینت بنا اور ٹی وی میں بھی اس کی تفصیل آئی، ماں نے مقدمہ یہ کیا کہ میرے بیٹے نے گھر میں کتا پالا ہوا ہے اور یہ روزانہ تین چار گھنٹے اس کتے کے ساتھ صرف کرتا ہے، یہ اسے نہلاتا ہے، اس کی ضروریات پوری کرتا ہے، اس کو اپنے ساتھ ٹہلنے کے لئے بھی لے جاتا ہے، وہ اپنے کتے کو روزانہ سیر بھی کرواتا ہے، اسے کھلاتا پلاتا بھی ہے، میں بھی اسی گھر کے دوسرے کمرے میں رہتی ہوں لیکن یہ میرے کمرے میں پانچ منٹ کے لئے بھی نہیں آتا، اس لئے عدالت کو چاہئے کہ وہ میرے بیٹے کو پابند کرے کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ میرے کمرے میں آیا کرے۔

جب ماں نے مقدمہ کیا تو بیٹے نے بھی مقدمہ لڑنے کے لئے تیاری کرلی، ماں نے بھی وکیل بنالیا اور بیٹے نے بھی وکیل بنالیا، جب دونوں کے وکیل جج صاحب کے سامنے پیش ہوئے تو جج صاحب نے مقدمہ کی سماعت کے بعد فیصلہ دیا کہ عدالت آپ کے بیٹے کو آپ کے کمرے میں پانچ منٹ کے لئے آنے پر مجبور نہیں کرسکتی کیونکہ مقامی قانون ہے کہ جب اولاد ۱۸ رسال کی عمر کو پہنچ جائے، اس کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو چاہے تو کچھ وقت دے یا بالکل علیحدگی اختیار کرلے، رہی بات کتے کی تو کتے کے اس کے اوپر حقوق ہیں جن کو ادا کرنا اس کی ذمہ داری ہے، البتہ اگر ماں کو کوئی تکلیف ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ حکومت سے رابطہ کرے، وہ اسے بوڑھوں کے گھر میں لے جائیں گے اور وہاں جاکر اس کی خبر گیری کریں گے، اب بتائیے کہ جہاں ماں بیٹے کا یہ تعلق ہوگا وہاں پر زندگی سکون سے کیسے گذرے گی؟

سفید فام اور کتے میں کون وفادار؟

ہمارے ایک دوست کہنے لگے کہ میں ہوائی جہاز میں سفر کر رہا تھا، میرے بالکل قریب ایک جوڑا بیٹھا ہوا تھا، پہلے تو وہ اپنے ہی کاموں میں مشغول رہے، کچھ دیر کے بعد فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھ سے ہیلو ہائے کیا، میں نے ان سے پوچھا:

How many kids you have?

کہ تمہارے کتنے بچے ہیں؟ تو وہ دونوں میاں بیوی جواب دینے لگے کہ

We would like to have a dog.

کہ ہم بچوں کی بجائے گھر میں کتا پالنا پسند کریں گے، وہ کہتے ہیں کہ میں حیران ہوا اور ان سے پوچھا، بھئی! آپ کتا پالنا کیوں پسند کریں گے، اس لئے کہ وہ بچوں سے زیادہ وفادار ہوتا ہے، جب ماں باپ کا اولاد کے بارے میں یہ تصور ہے تو اولاد کا ماں باپ کے بارے میں کیا تصور ہوگا، چنانچہ اولاد ذرا بڑی ہوتی ہے تو ماں باپ کو سامنے کہہ دیتی ہے

You enjoyed your life and now let me enjoy my life.

کہ آپ نے اپنی زندگی کے مزے لئے اب ہمیں اپنی زندگی سے لطف اندوز ہونے دیں، ان کے دلوں میں اتنی بے مروتی نظر آتی ہے جیسے خون بالکل سفید ہو گئے ہیں۔

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون

عبادت

و

رياضت

جگر گوشۂ رسول ﷺ کا ذوق عبادت

سیدۃ فاطمہ الزہراءؓ کے بارے میں آتا ہے سردیوں کی لمبی رات ہے، عشاء کی نماز پڑھ کر انہوں نے دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی، قرآن میں ایسی لذت ملی، دل میں ایسی چاشنی تھی کہ قرآن پاک پڑھنے میں لطف آ رہا تھا۔ پڑھتی رہیں، پڑھتی رہیں، رکوع وسجود میں لطف آ رہا تھا، جی چاہتا ہی نہیں تھا کہ سجدہ سے سر اُٹھائیں، چنانچہ جب دو رکعتیں مکمل کی اور دعاء کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو دیکھا کہ سحری کا وقت ہونے والا ہے، رونے بیٹھ گئیں، کہنے لگیں: یا اللہ! تیری راتیں کتنی چھوٹی ہوگئیں، میں نے دو رکعت پڑھی اور تیری رات مکمل ہوئی، چنانچہ ان عورتوں کو راتوں کے چھوٹی ہونے کا شکوہ ہوا کرتا تھا۔

تیروں پر تیر کھاتے رہے مگر۔۔۔

مشہور روایت ہے کہ دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگی کہ پہاڑ کی چوٹی پر تم جاؤ اور پہرہ دو، دونوں نے سوچا کہ دونوں جاگیں گے تو آخری رات میں سو جائیں گے، لہٰذا یہ طے پایا کہ ایک جاگے اور دوسرا سوئے، اب جاگنے والے نے یہ سوچا کہ میں جاگ ہی رہا ہوں تو کیوں نہ قرآن ہی پڑھ لوں، انہوں نے دو رکعت کی نیت باندھ لی، اتنے میں دشمن نے تیر مارا، پھر دوسرا مارا، پھر تیسرا مارا، اب ان کے جسم سے خون نکل رہا ہے اور اتنا نکلا کہ ان کو ڈر محسوس ہوا کہ کہیں بے ہوش ہو کر گر گیا تو فرض منصبی میں کوتاہی ہوگی، لہٰذا جلدی سے سلام پھیر کر ساتھی کو جگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آج فرض منصبی میں کوتاہی کا ڈر نہ ہوتا تو میں تیروں پر تیر کھاتا رہتا، لیکن مکمل سورۂ کہف پڑھے بغیر نماز مکمل نہ کرتا، ان کو تیر لگتے تھے اور ہمارے قریب سے مچھر گذر جائے یا مکھی آ کر بیٹھ جائے تو نماز کی کیفیت چلی جاتی ہے، اس لئے کہ قرآن مجید سے ہم لطف اندوز نہیں ہو رہے ہوتے ہیں، جب لطف اندوز ہونا شروع کر دیں گے تب اس وقت ہمیں قرآن پڑھنے کا مزہ آئے گا۔ اللہ اکبر کبیرا!

بوقتِ شہادت بھی شوق عبادت

حضرت سعید بن جبیر کو جب حجاج بن یوسف کو شہید کرنا تھا تو پوچھا کہ تمہاری آخری تمنا کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھنا چاہتا ہوں، چنانچہ انہوں نے جلدی جلدی نفل پڑھ لئے، حجاج نے پوچھا کہ جلدی کیوں پڑھ لئے؟ فرمایا، جی تو چاہتا تھا کہ لمبا قیام کروں، مگر دل میں خیال آیا کہ تو یہ سوچے گا کہ موت کی ڈر کی وجہ سے نماز لمبی کر لی، اس لئے میں نے جلدی پڑھ لی، اب ذرا سوچئے، ادھر جلاد آپ کا سر قلم کرنے کے لئے تیار ہے اور ادھر ان کی حالت یہ ہے کہ جی تو چاہتا تھا کہ دو رکعت لمبی پڑھ لیتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ ان کو اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر لطف عطا فرما دیا تھا، ان کے لئے راتوں کا جاگنا کوئی مشکل نہیں تھا۔

امام اعظم کا معمول

امام اعظمؒ بھی دوپہر کو قیلولہ کی نیت سے سو جاتے تھے اور باقی پورا وقت عبادت میں گزارتے تھے، یہ بات پہلے سمجھ میں نہیں آتی تھی، لیکن ذکر کی لائن میں لگنے کے بعد بالآخر سمجھ میں آ گئی کہ ہمارے مشائخ کو ساری ساری زندگی عبادات کی توفیق کیسے مل جاتی تھی، اللہ تعالیٰ ان کی نیند کے وقت میں برکت دے دیتے تھے، چنانچہ تھوڑی دیر کی نیند ان کے جسم کو سکون دے دیتی تھی، ان کے نزدیک سونا برائے سونا تو ہوتا نہیں، نیند کا مقصد تو جسم کو راحت دینا ہوتا ہے کہ جسم تازہ دم ہو جائے اور پھر کام میں لگ جائے، اسی لئے حضرت مرشد عالمؒ اپنے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے اب میرے لئے دن اور رات کا فرق ختم ہو گیا ہے۔

جذبۂ عبادت کی قدر و منزلت

امام احمد بن حنبلؒ کے پڑوس میں ایک لوہار (حداد) رہتا تھا، جب وہ فوت ہوا تو بعد میں کسی محدث نے خواب میں دیکھا، اس نے پوچھا، سنایئے، آگے کیا معاملہ پیش آیا؟ وہ

کہنے لگا کہ مجھے بھی احمد بن حنبلؒ کے درجہ میں رکھ دیا گیا ہے اور اب میں ان کے ساتھ رہ رہا ہوں، جس محدث نے یہ خواب دیکھا وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ لوہار تو سارا دن لوہا کوٹتا تھا اور امام احمد بن حنبلؒ دین کا کام کرنے والے تھے اور مسئلہ خلق قرآن کے معاملہ میں قربانیاں دینے والے اللہ کے ایک مقبول بندے تھے، اس لوہار کو ان کے برابر مرتبہ دیدیا گیا، چنانچہ انہوں نے دوسرے محدثین کو بتایا، انہوں نے جواب دیا کہ اس کا کوئی نہ کوئی عمل ایسا ہے جو اللہ کے یہاں پسند آ گیا۔

انہوں نے کہا کہ اچھا اُن کے اہلِ خانہ سے پتہ کرتا ہوں، چنانچہ انہوں نے اس لوہار کی اہلیہ سے جا کر کہا کہ میں نے تمہارے خاوند کو خواب میں بڑے اچھے درجے میں دیکھا ہے، مجھے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا کوئی عمل پسند آ گیا ہے، آپ مجھے اس کا کوئی خاص عمل بتائیں، اس نے جواب دیا کہ وہ ایک عیال دار اور غریب آدمی تھا، وہ سارا دن بھٹّی میں لوہا کوٹتا رہتا تھا اور وقت پر نمازیں بھی پڑھتا تھا، اس کے علاوہ اس کی کوئی خاص عبادت نہیں ہوتی تھی، انہوں نے کہا، پھر بھی ذرا سوچ کر بتائیں، اس کی بیوی نے سوچ کر بتایا کہ مجھے اس کی زندگی میں دو باتیں نمایاں محسوس ہو رہی ہیں، ایک تو یہ کہ اس کے اندر نماز اور اذان کا اتنا ادب تھا کہ اگر لوہا کوٹتے ہوئے کبھی اس کا ہاتھ اوپر ہوتا اور اس کے ہاتھ میں ہتھوڑا ہوتا اور عین اسی لمحہ اللہ اکبر کی آواز آتی تو وہ اس کو مارنے کے بجائے رکھ دیتا تھا کہ اب میرے مالک کے منادی نے پکارا ہے اور مجھے اب اس کے دربار میں حاضری دینی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ سارا دن محنت کر کے رات کو تھکا ہوا آتا تھا تو ہم میاں بیوی بچوں کے ساتھ اپنے گھر کی چھت پر سوتے تھے اور ہمارے پڑوس میں امام احمد بن حنبلؒ رہتے تھے، امام احمد بن حنبلؒ ساری رات قرآن پڑھتے ہوئے گزار دیتے تھے، یہ ان کی طرف دیکھتا اور حسرت سے ٹھنڈی سانس لیتا اور کہتا کہ میرے بچے زیادہ ہیں اور گھر میں کوئی ایک بندہ ایسا نہیں ہے جو محنت کر سکے، مجھے ہی سارا دن لوہا کوٹنا پڑتا ہے اور اس محنت کی وجہ سے اتنا تھک جاتا ہوں کہ میں اللہ کی عبادت نہیں کر سکتا، اگر میری پیٹھ ہلکی ہوتی تو میں بھی امام احمد بن حنبلؒ کی طرح قیام کرتا، وہ

محدث یہ سن کر فرمانے لگے کہ اذان کے اس ادب اور دل میں یہ نیکی کا شوق رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو امام احمد بن حنبلؒ کا رتبہ عطا فرما دیا۔

سبحان اللہ! اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر انسان کسی ایسے ماحول میں پھنس جائے کہ وہ نیکی نہ کر سکے تو کم از کم دل میں تڑپ ضرور رکھنی چاہیے کیونکہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ دل کی تڑپ پر بھی وہ نعمت اور اجر عطا فرما دیتے ہیں۔

سفرِ طیبہ اور ذوق عبادت

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ گیا، مجھے جاتے ہوئے سواری پر ۱۶ر دن لگے اور ۱۶ر دنوں میں میرے ۱۶ر قرآن مکمل ہو گئے، ان کو کیوں اتنا عبادت کا شوق ہوتا تھا؟ آپ کو پھل کھانے کا شوق ہے، جُوس پینے کا شوق ہے، آئس کریم کھانے کا شوق ہے، اسی طرح ان حضرات کو بھی عبادت کا شوق ہوتا تھا، آپ کو مختلف کھانے کھا کر مزہ آتا ہے، ان کو مختلف عبادات کر کے مزہ آتا تھا۔

خواتین کا ذوق عبادت حضرت رابعہؒ سے پوچھئے

رابعہ بصریہؒ کے پاس ایک آدمی دعاؤں کے لئے حاضر ہوا، وہ اس وقت ظہر کی نماز پڑھ رہی تھیں، اس نے سوچا کہ اچھا میں بعد میں آؤں گا، جب وہ بعد میں آیا تو وہ نفلیں پڑھ رہی تھیں، پھر آیا تو عصر کی نماز پڑھ رہی تھیں، عصر کے بعد آیا تو وہ ذکر واذکار میں مشغول تھیں، پھر آیا تو مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں، پھر آیا تو وہ اوّابین کی نماز پڑھ رہی تھیں، پھر آیا تو وہ عشاء پڑھ رہی تھیں، جب عشاء کے بعد آیا تو دیکھا کہ لمبی رکعت کی نیت باندھے ہوئے تھیں، سلام ہی نہیں پھیر رہی تھیں، وہ بیٹھا رہا، بیٹھا رہا، جب بہت تھک گیا تو کہنے لگا، اچھا سو جاتا ہوں اور فجر کے بعد مل لوں گا، پھر فجر کا وقت آیا تو وہ فجر کی نماز پڑھ رہی تھیں، اس کے بعد وہ اشراق پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے لیٹیں تو وہ آدمی پھر آیا، کسی نے بتایا کہ انہوں نے اشراق کی

نفل پڑھ کر ابھی لیٹیں ہیں، وہ کہتا ہے کہ میں بس تھوڑی دیر ہی بیٹھا تھا کہ وہ گھبرا کر اُٹھیں اور آنکھیں مل کر کہنے لگیں: "اللّٰھم انی اعوذبک من عین لاتشبع من النوم"

(اے اللہ! میں ایسی آنکھوں سے تیری پناہ مانگتی ہوں جو نیند سے پر نہیں ہوتیں) یہ کہہ کر اُٹھ بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوگئیں۔

میری نمازِ جنازہ وہ پڑھائے جن کی

جب حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی وفات ہوئی تو کہرام مچ گیا، جنازہ تیار ہوا، ایک بڑے میدان میں جنازہ پڑھنے کے لئے لایا گیا، مخلوق مور ومگس کی طرح جنازہ پڑھنے کے لئے نکل پڑی تھی، انسانوں کا ایک سمندر تھا جو حد نگاہ تک نظر آتا تھا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک بپھرے ہوئے دریا کے مانند یہ مجمع ہے، جب جنازہ پڑھانے کا وقت آیا ایک آدمی آگے بڑھا، کہتا ہے کہ میں وصی ہوں، مجھے حضرتؒ نے وصیت کی تھی، میں اس مجمع تک وہ وصیت پہونچانا چاہتا ہوں، مجمع خاموش ہوگیا، وصیت کیا تھی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے جس کے اندر چار خوبیاں ہوں، پہلی خوبی یہ ہے کہ زندگی میں اس کی تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوئی ہو، دوسری شرط اس کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہ ہوئی ہو، تیسری بات یہ ہے کہ اس نے غیر محرم پر کبھی بھی بری نظر نہ ڈالی ہو، چوتھی بات یہ ہے کہ اتنا عبادت گزار ہو حتیٰ کہ اس نے عصر کی سنتیں بھی کبھی نہ چھوڑی ہوں، جس شخص میں چار خوبیاں ہوں وہ میرا جنازہ پڑھائے، جب یہ بات کی گئی تو مجمع کو سانپ سونگھ گیا، سناٹا چھا گیا، لوگوں کے سر جھک گئے، کون ہے جو قدم آگے بڑھائے، کافی دیر ہوگئی حتی کی ایک شخص روتا ہوا آگے بڑھا، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے جنازے کے قریب آیا، جنازے سے چادر ہٹائی اور کہا قطب الدین آپ خود تو فوت ہو گئے، مجھے رسوا کر دیا، اس کے بعد بھرے مجمع کے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر قسم اُٹھائی میرے اندر یہ چاروں خوبیاں موجود ہیں، لوگوں نے دیکھا یہ وقت کا بادشاہ شمس الدین التمش تھا، اگر بادشاہی کرنے والے دینی زندگی گذار

سکتے ہیں، کیا ہم دُکان کرنے والے یا دفتر میں جانے والے ایسی زندگی نہیں گزار سکتے؟ اللہ رب العزت ہمیں نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آہ۔۔۔۔۔تکبیر تحریمہ فوت ہوگئی

ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں تشریف لائے، آپ نے بیان فرمایا، بیان کے بعد دعا ہوگئی اور ساتھ ہی نماز کے لئے اذان ہوگئی، حضرت باوضو تھے، آپ اسٹیج سے اُٹھے تاکہ نماز کے لئے مسجد میں جائیں، آگے سلام کرنے والوں کا اتنا مجمع تھا کہ انہوں نے آپ کو گھیر لیا۔۔۔۔۔اب مجمع میں بندہ بعض دفعہ ایسا گھِر جاتا ہے کہ اسی کو پتہ ہوتا ہے دوسروں کو پتہ نہیں ہوتا، بندہ سوچتا ہے کہ اب میں کروں تو کیا کروں۔۔۔۔ اب حضرت چاہتے تھے کہ لوگ ہٹیں اور میں مسجد میں پہونچوں، حتیٰ کہ جب مجمع کو ہٹاتے ہوئے بڑی مشکل سے مسجد میں پہونچے تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور امام نے ایک رکعت پڑھالی تھی، حضرت نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور بڑی حسرت کے ساتھ کہا ''آج تیئس سال کے بعد تکبیر اولیٰ قضا ہوگئی''۔

اب اس قضا ہونے میں ان کا اپنا کوئی قصور نہیں تھا، جلسہ گاہ کے ساتھ ہی مسجد تھی، وہ وقت سے پہلے نماز کے لئے تیار بھی تھے اور باوضو بھی تھے، جارہے تھے، مگر اللہ کے بندے درمیان میں آگئے، وہ جانے ہی نہیں دے رہے تھے، اللہ اکبر!!! تیئس تیئس سال تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز ادا کی۔

سجدے سے سر اٹھاؤں تو کیسے؟

حضرت مولانا محمود الحسن گنگوہیؒ نماز کا لمبا سجدہ کیا کرتے تھے، کسی نے وجہ پوچھی، تو فرمانے لگے کہ ہر سجدہ کرتا ہوں تو دل یہ کہتا ہے کہ معلوم نہیں پھر یہ موقع ملے یا نہ ملے، اس لئے میرا سر اُٹھانے کو دل نہیں چاہتا۔

اسی طرح حضرت مولانا یحییٰؒ صاحب لمبا سجدہ کرتے تھے، کسی نے کہا کہ حضرت اتنا لمبا سجدہ فرمانے لگے کہ روایت میں آیا ہے کہ (**الساجد یسجد علی قدمیٔ الرحمن**) سجدہ کرنے والا اللہ کے قدموں پر سجدہ کر رہا ہوتا ہے، تو جب سجدہ کرتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قدموں پر سر رکھ دیا، اس لئے میرا سر اُٹھانے کو جی نہیں چاہتا۔

نشانِ سجود تیری جبین پر ہوا تو کیا کوئی ایسا سجدہ کر کہ زمین پر نشان رہے

باوضو زندگی گزارنے کی تڑپ

مجھے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں سے ایک صاحب کے گھر جانے کا موقع ملا، ان کے بچے گھر کے گراؤنڈ میں فٹ بال کھیل رہے تھے، نئی آبادی تھی، مسجد قریب نہیں تھی، اس لیے گھر میں ہی جماعت سے نماز ادا کرنا پڑتی تھی، جب ہم نے مغرب کی نماز کے لیے اذان دی اور صفیں بنانی شروع کی تو ہم نے دیکھا کہ بچے جو فٹ بال کھیل رہے تھے، چھوٹے بڑے سارے ہی آئے اور آ کر صف باندھ کر کھڑے ہو گئے، میں نے صاحب خانہ سے پوچھا کہ ان بچوں نے وضو نہیں کرنا، انہوں نے کہا کہ وضو کیا ہوا ہے، اس عاجز نے سمجھا کہ شاید انہوں نے سوچا ہوگا کہ مہمان آیا ہوا ہے، نماز تو پڑھنی ہی ہے، اس لیے ہم پہلے سے وضو کر کے کھیلتے ہیں، لیکن نماز پڑھنے کے بعد صاحب خانہ نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں اوپر مشائخ سے عمل چلتا آ رہا ہے کہ کوئی بچہ بھی جب چار پانچ سال کی عمر سے بڑا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو بھی جاگتے ہوئے ہوش کی حالت میں بے وضو نہیں دیکھیں گے، آج کے دور میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ جن کو باوضو زندگی گزارنے کی تڑپ اور تمنا ہوتی ہے "کما تعیشون تموتون" فرمایا تم جس حال میں زندگی گزارو گے تمہیں اسی حال میں موت آئیگی، تو باوضو زندگی گزارنے والوں کو اللہ تعالیٰ باوضو موت عطا فرمائیں گے۔

مسجد میں گدھا، میں تو نہیں

ایک دیہاتی کا گدھا مسجد میں آ گیا، مولانا صاحب نے دیکھا تو اس کو ایک ڈنڈا لگایا، دیہاتی نے پوچھا کہ مولانا صاحب! اس کو ڈنڈے کیوں مار رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ مسجد میں جو گھس آیا، کہنے لگا: جی کیا کروں، یہ جانور ہے، اسے پتہ نہیں تھا، کبھی مجھے بھی آپ نے مسجد میں دیکھا ہے؟

اذان کی مختلف تعبیر

ابن سیرینؒ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں اذان دے رہا ہوں، حضرت نے فرمایا: تجھے عزت ملے گی، تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی آیا اور اُس نے بھی کہا کہ حضرت! مجھے خواب آیا ہے کہ میں اذان دے رہا ہوں، حضرت نے فرمایا: تجھے ذلت ملے گی اور ایسا ہی ہوا، لوگوں نے پوچھا، حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: قرآن مجید میں دو جگہ اذان کا لفظ ہے۔

بے وقت اذان دینے والے کا خواب

ابن سیرینؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: حضرت! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں مردوں کے منہ پر اور عورتوں کے پوشیدہ اعضاء پر مہر لگا رہا ہوں، اس نے کہا کہ میں نے یہ عجیب سا خواب دیکھا ہے، اس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں، آپ مجھے اس کی تعبیر بتا دیں، ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ لگتا ہے کہ تم مؤذن ہو، اس نے کہا، جی ہاں! میں مؤذن ہوں، پھر حضرت نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم رمضان المبارک میں سحری کے وقت طلوع فجر سے پہلے اذان دے دیتے ہو اور تمہاری اذان کی وجہ سے لوگوں کا کھانا پینا اور جماع کا معاملہ بند ہو جاتا ہے۔

موسم عبادت میں اکابر کی ریاضت

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کی نماز تراویح اس وقت ختم ہوتی تھی جب سحری کا وقت ہوجاتا تھا، چنانچہ تراویح ختم کرتے ہی سحری کھاتے اور ساتھ ہی فجر کی نماز کے لیے تیار ہوجاتے تھے، ساری رات عبادت میں گزار دیتے، ایک مرتبہ کئی دن مسلسل مجاہدے میں گزر گئے تو گھر کی مستورات نے محسوس کیا کہ حضرتؒ کی طبیعت میں نقاہت اور کمزوری ہے، ایسا نہ ہو کہ طبیعت زیادہ خراب ہوجائے تو انہوں نے منت سماجت کی کہ حضرت! آپ درمیان میں ایک رات وقفہ کرلیں، طبیعت کو کچھ آرام مل جائیگا، پھر دس گزر جائیں گے، لیکن حضرت فرمانے لگے کہ معلوم نہیں آئندہ رمضان کون دیکھے گا اور کون نہیں دیکھے گا؟ گھر کی مستورات نے کسی بچے کے ذریعہ قاری کو پیغام بھیجوایا کہ ''قاری صاحب! آپ کسی رات بہانہ کردیں کہ میں تھکا ہوا ہوں، آرام کرنے کو جی چاہتا ہے'' (حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ دوسروں کے عذر بڑی جلد قبول کرلیا کرتے تھے) قاری صاحب نے کہا بہت اچھا کہ وہ میرے شیخ ومرشد ہیں ان پر اس وقت کمزوری اور ضعف غالب ہے تو چلو آج کی رات ذرا آرام میں گزرے گی، قاری صاحب تراویح پڑھانے کے لیے آئے تو کہنے لگے کہ حضرت! آج میری طبیعت بہت تھکی ہوئی ہے، اس لیے آج میں زیادہ تلاوت نہیں کرسکوں گا، حضرتؒ نے فرمایا ہاں بہت اچھا! آپ بالکل تھوڑی سی تلاوت کریں، قاری صاحب آپ تھکے ہوئے ہیں، اب آپ گھر نہ جایئے بلکہ یہیں میرے بستر پر سو جائیں، قاری صاحب کو مجبوراً تعمیل کرنا پڑی، حضرت کے بستر پر لیٹ گئے، حضرت نے فرمایا قاری صاحب! آپ بالکل آرام کریں اور سو جائیں، پھر لائٹ بجھادی اور کواڑ بند کردیئے، قاری صاحب فرماتے ہیں کہ جب تھوڑی دیر کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ کوئی بندہ میرے پاؤں دبا رہا ہے، مٹھی چاپی کررہا ہے، میں حیران ہوکر اٹھ بیٹھا، جب قریب ہوکر دیکھا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ میرے پیرومرشد حضرت شیخ الہند اندھیرے میں بیٹھے

میرے پاؤں دبا رہے ہیں، میں نے کہا، حضرت! آپ نے یہ کیا کیا؟ فرمانے لگے کہ قاری صاحب! آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ میں تھکا ہوا ہوں تو میں سوچا کہ چلو میں آپ کے پاؤں دبا دیتا ہوں، آپ کو کچھ آرام مل جائیگا، قاری صاحب کہنے لگے حضرت! اگر آپ نے رات جاگ کر ہی گزارنی، چلیں میں قرآن سناتا ہوں، آپ قرآن سنتے رہیں رات یوں بسر ہوجائے گی، چنانچہ قاری صاحب پھر مصلے پر آگئے انہوں نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا، حضرت نے قرآن سننا شروع کر دیا۔ اللہ اکبر!

صوم

ماہِ رمضان میں یکسو ہوجایئے

حضرت رائے پوریؒ کے معمولات میں لکھا ہے کہ جب ۲۹ رشعبان کا دن ہوتا تھا تو اپنے مریدین ومتوسلین کو جمع فرمالیتے اور سب کو مل لیتے اور فرماتے کہ بھئی! اگر زندگی رہی تو اب رمضان المبارک کے بعد ملاقات ہوگی اور اپنے خادم کو بلاتے اور اسے ایک بوری دے دیتے اور فرماتے کہ رمضان المبارک میں جتنے خطوط آئیں وہ سب اس بوری میں ڈال دینا، زندگی رہی تو رمضان المبارک کے بعد ان کو کھول کر پڑھیں گے، رمضان المبارک میں ڈاک نہیں دیکھا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ یہ مہینہ بس میں نے اپنے لیے مخصوص کرلیا ہے، اگر زندگی رہی تو اس کے بعد پھر دوستوں سے ملاقات ہوگی، آپ کے ہاں پورا رمضان المبارک اعتکاف کی حالت میں گزارنے کا معمول تھا، ۲۹ رشعبان المعظم کے دن جو شخص آپ کی مسجد میں بستر لے کر جاتا اس کو مسجد میں بستر لگانے کی جگہ نہیں ملا کرتی تھی، دور دراز سے لوگ رمضان المبارک کا مہینہ وہاں گزارنے کے لیے آتے تھے اور پورا رمضان المبارک عبادت اور یادِ الٰہی میں گزار دیا کرتے تھے۔

ایک امریکی غیر مسلم کا اعتراف

مجھے ایک صاحب ملے، کہنے لگے میں روزے رکھتا ہوں، وہ امریکن تھے، میں نے کہا: وہ کیوں؟ تم تو غیر مسلم ہو، تم کیسے روزے رکھتے ہو؟ کہنے لگا کہ سال میں کچھ وقت انسان پر ایسا گزرنا چاہئے کہ وہ ڈائٹنگ کرے، جب ہم کچھ عرصہ کے لیے Digestive system کو فارغ رکھتے ہیں تو جسم کے اندر کچھ رطوبتیں ایسی ہوتی ہیں جو کہ ختم ہوجاتی ہیں، بہت سی پیچیدہ قسم کی بیماریاں ختم ہوجاتی ہیں، بھوکا رہنے سے Digestive system پہلے سے زیادہ مضبوط ہوجاتا ہے اور بہتر طریقے سے کام کرنے کے قابل ہوجاتا ہے، میں نے اور میری بیوی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم سال میں ایک مہینہ اس طرح روزہ رکھ کر ڈائٹنگ کیا کریں گے، میں نے اسے بتایا کہ یہ سنت ہے کہ ہر مہینے ایام بیض کے تین روزے رکھیں بالخصوص وہ لوگ جو غیر شادی شدہ ہوں، وہ زیادہ روزے رکھیں، یہ بھوکا رہنا انسان کے اندر ڈسپلن اور صبر وضبط پیدا کرتا ہے، غیر شادی شدہ کو اس کی زیادہ تلقین کی گئی ہے تاکہ اس کی شہوانی قوت مناسب رہ سکے، آج کے غیر مسلم اس کے اندر مادی فائدہ دیکھ کر اس کو اپنانے کی کوشش کررہے ہیں، فقیر نے سنتِ نبویؐ میں سو سے زیادہ ایسی مثالیں دیکھی ہیں کہ جن کو ہو بہو سائنس کی دنیا تسلیم کرتی ہے۔

فرانس کے ایک سرجن کی تحقیق

تبلیغی جماعت کے ایک دوست فرانس گئے وہ فرماتے ہیں کہ وہاں میں وضو کررہا تھا تو ایک آدمی کھڑا غور سے دیکھ رہا ہے، میں نے محسوس کیا لیکن خیر میں وضو کرتا رہا، جب میں نے وضو مکمل کیا تو اس نے مجھے بلا کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا مسلمان ہوں، کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا پاکستان سے، کہنے لگا کہ پاکستان میں کتنے پاگل خانے ہیں؟ بڑا عجیب سا سوال تھا، میں نے کہا دو ہیں یا چار، مجھے تو پتہ ہی نہیں ہے، وہ کہنے

لگا: You do not Know? میں نے کہا میں تو نہیں جانتا، کہنے لگا کہ یہ ابھی آپ نے کیا کیا؟ میں نے کہا وضو کیا، کہنے لگا روزانہ کرتے ہیں؟ میں نے کہا بلکہ ایک دن رات میں پانچ دفعہ کرتے ہیں، وہ کہنے لگا۔

Oh I See میں نے جب اس سے پوچھا بھئی آپ کا کیا مطلب ہے؟ وہ کہنے لگا میں یہاں پاگل لوگوں کے ہسپتال میں سرجن ہوں، میں تحقیق کرتا رہتا ہوں کہ لوگ پاگل کیوں ہوتے ہیں؟ میری تحقیق یہ ہے کہ انسان دماغ کے سگنل پورے جسم کے اندر جاتے ہیں تو ہمارے جسم کے اعضاء کام کرتے ہیں، اس دماغ سے چند باریک باریک رگیں ہماری گردن کی پشت سے پورے جسم کو جارہی ہیں، میں نے ریسرچ کی ہے کہ اگر بال بہت بڑھا دیئے جائیں اور اس گردن کے پیچھے حصے کو بہت خشک رکھا جائے تو رگوں کے اندر کئی دفعہ خشکی پیدا ہوتی ہے، رگیں کھینچتی ہیں تو کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے، اس لیے ڈاکٹرز نے سوچا کہ اس جگہ کو دن میں چار دفعہ تر رکھنا چاہئے، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ منہ تو دھویا ہی ہے، لیکن گردن کی پچھلی طرف بھی آپ نے کچھ کیا، اس لیے آپ لوگ کیسے پاگل ہو سکتے ہیں۔

عورت مرد کے برابر ثواب میں

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا آئی اور عرض کرنے لگی کہ میں عورتوں کی طرف سے نمائندہ بن کر آئی ہوں اور آپؐ سے سوال پوچھنا چاہتی ہوں، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوال پوچھو، وہ کہنے لگی سوال میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ مرد لوگ نیکی میں ہم سے آگے نکل گئے، فرمایا: وہ کیسے؟ کہنے لگی کہ مرد لوگ مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، انہیں اجر وثواب زیادہ ملتا ہے، جہاد میں آپ کے ساتھ جاتے ہیں، یہ قبرستان میں جا کر جنازہ پڑھتے ہیں، مردے کے کفن دفن میں شریک ہوتے ہیں، ہم گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں تو ہمیں یہ نیکیاں نہیں ملتیں، مرد ہم سے آگے نکل گئے،

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پوچھنے والی نے بہت اچھا سوال پوچھا، پھر آپؐ نے فرمایا: جو عورت گھر کے اندر نماز پڑھ لیتی ہے، اس کو اس مرد کے برابر ثواب ملتا ہے جو مسجد میں جا کر نماز پڑھ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرض نماز مسجد میں جا کر ادا کرنے والے کے برابر ثواب عطا کر دیتے ہیں اور پھر یہ بھی فرمایا: جو عورت اپنے بچے کی خاطر رات کو جاگتی ہے (بچہ دودھ کے لیے جاگا یا اپنی کسی قضائے حاجت کے لیے جاگا اور ماں کو جاگنا پڑا) فرمایا: جو عورت اپنے بچوں کی وجہ سے رات جاگتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس مجاہد کے برابر اجر عطا فرماتے ہیں، جو سرحد پر کھڑا ہو کر ساری رات پہرہ دیتا ہے۔ سبحان اللہ

ٹیلے کے برابر آٹا صدقہ کرنے کا اجر

ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں قحط پڑا، لوگ بھوک سے مرنے لگے، ایک آدمی شہر سے باہر نکلنے لگا، تو اس نے اپنے سامنے ریت کا ایک بڑا ٹیلہ دیکھا، جو پہاڑ کی طرح تھا، یہ دیکھ کر اس کے دل میں بات آئی کہ اگر میرے پاس اتنا آٹا ہوتا تو میں شہر کے سارے لوگوں میں تقسیم کر دیتا، حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ اللہ پاک نے فرشتے کو اس وقت حکم دیا کہ جاؤ اور میرے بندہ کے نامۂ اعمال میں اتنا آٹا صدقہ کرنے کا اجر لکھ دو۔

واتموا الحج والعمرة لله

حج بیت اللہ

معذور مشتاقِ حرم کا کربناک روئیداد سفر

ایک نوجوان کی بات کتابوں میں لکھی ہے، مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ گرمیوں کا موسم تھا اور اتنی گرمی تھی کہ پرندے بھی درختوں کے سایہ میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے اور ہو کا عالم طاری تھا، سورج آگ برسا رہا تھا، باہر کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا، اتنے میں مجھے کسی ضروری کام کی وجہ سے نکلنا پڑ گیا، فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان جو دونوں ٹانگوں سے معذور ہے وہ اپنی سرین کے بل زمین کے اوپر گھسیٹتا گھسیٹتا آ رہا ہے، میں بڑا حیران ہوا، جب قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ گرمی کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا اور کپڑے پسینے میں شرابور تھے، میں نے سلام کیا، اُس نے جواب دیا، تعارف ہوا، پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا کہ میں حج کے لئے جا رہا ہوں، میں نے اسے کہا کہ دیکھو تم میرے گھر کے اندر تھوڑا آرام کر لو، جب گرمی ذرا کم ہوگی عصر کے وقت تو پھر چل پڑنا، وہ کہنے لگا: مالک بن دینارؒ آپ تو پاؤں کے بل چلتے ہیں، سفر جلدی طے ہوتا ہے، میں تو سرین کے بل گھسٹ گھسٹ کر چل رہا ہوں، مجھے وقت زیادہ لگتا ہے، مجھے ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ سفر لمبا ہے، مجھے وقت زیادہ لگ جائے اور کہیں حج کے ایام ہی نہ نکل جائیں، اس لئے میں راستے میں رُک نہیں رہا، میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! تم رک جاؤ، ہم سواری کا بندوبست کر دیتے ہیں، تم بجائے پیدل جانے کے سواری پر سوار ہو کر چلے جاؤ، کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو اس نوجوان نے غصے کی نظر سے میری طرف دیکھا اور کہنے لگا کہ مالک بن دینار میں تمہیں عقلمند سمجھتا تھا، آج پتہ چلا کہ تم عقل سے بالکل عاری ہو، میں نے کہا وہ کیسے؟ عرض کیا کہ تم بتاؤ اگر کسی غلام نے اپنے مالک کا جرم کیا ہو، نافرمانی کی ہو اور پھر وہ سوچے کہ میں اپنے مالک کو منانے کے لئے جاؤں، اب مجھے بتاؤ کہ اس غلام کو سوار ہو کے جانا اچھا لگتا ہے یا پیدل؟ اپنے مالک کی خدمت میں تو عاجزی کے ساتھ پیش ہونا اچھا لگتا ہے، مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی بات نے حیران کر دیا، خیر وہ تو چلا گیا اور میں بات بھول گیا، فرماتے ہیں کہ میں نے اسی سال حج کیا اور میں جب شیطان کو کنکریاں مار کر واپس لوٹا میں نے

دیکھا کہ ایک جگہ مجمع ہے، میں نے پوچھا کیا ہے، وہ کہنے لگے ایک نوجوان اللہ سے دعائیں مانگ رہا ہے اور اس کی دعائیں ایسی عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی ہیں، لوگ کھڑے سن رہے ہیں، میں نے کہا کہ ذرا مجھے بھی دیکھنے دو، کہتے ہیں راستہ لیا، جب دیکھا تو وہی نوجوان دعائیں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: ''اے اللہ! تیری مہربانیاں شاملِ حال ہوئیں، میں نے تیرے گھر کا بھی طواف کیا، حجرِ اسود کو بھی بوسہ دیا، میں نے مقامِ ابراہیم پر بھی سجدے کئے، غلافِ کعبہ کو پکڑ کر بھی دعائیں مانگی، اللہ وقوفِ عرفات میں بھی حاضر ہوا، مزدلفہ میں بھی حاضر ہوا، اے مالک! میں نے شیطان کو کنکریاں مار کے اپنی دشمنی اور نفرت کا اظہار کر دیا، اے اللہ! اب قربانی کا وقت آ گیا، یہ اردگرد سب ذی استعداد لوگ کھڑے ہیں، یہ جائیں گے اور جانوروں کو قربان کریں گے اور مالک تو جانتا ہے کہ میرے پاس تو احرام کے کپڑوں کے سوا کچھ اور نہیں، اے اللہ! آج میں اپنی جان آپ کے نام پر قربان کرنا چاہتا ہوں، میرے مالک میری اس قربانی کو قبول کر لیجیے'' کہتے ہیں مجمع کے سامنے اُس نے یہ بات کہی، کلمہ پڑھا اور اس کی روح پرواز کر گئی، اللہ کے چاہنے والے ایسے بھی گذرے ہیں، اللہ کی محبت میں جان دینے والے اور اللہ کے نام پر جان دینے والے۔ اللہ اکبر!

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا پیدل سفرِ حج

ابراہیم بن ادہمؒ نیشاپور سے حج کرنے چلے اور وہ اڑھائی سال میں مکہ مکرمہ پہنچے، انہوں نے ہر قدم پر دو رکعت نفل پڑھے، جب وہاں پہونچے تو جا کر دعا مانگی، اے اللہ! لوگ تو تیرے گھر میں قدموں کے بل پہونچتے ہیں اور میں پلکوں کے بل چل کر آیا ہوں، چنانچہ حج کا تعلق مال سے نہیں، اعمال سے ہے، یہ بات یاد رکھئے گا، ان شاء اللہ فائدہ ملے گا، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے والے اعمال اپناؤ اللہ تعالیٰ راستہ کھول دیں گے۔

حج مال سے نہیں اعمال کی برکت سے

☜ (۱) چند سال پہلے کی بات ہے کہ پاکستان میں ہی ایک ایسا مالدار آدمی تھا کہ

اگر وہ چاہتا تو وہ پاکستان سے جا کر روزانہ عمرہ کر سکتا تھا، وہ درجنوں دفعہ یورپ اور امریکہ تو گیا ہے لیکن اسے حج کی توفیق نہ ملی، وہ مجھے ملا تو میں نے پوچھا کہ آپ حج اور عمرہ سے محروم کیوں ہیں؟ خیر، اس نے حج کرنے کی آمادگی ظاہر کر دی، جب حج کرنے کا موقع آیا تو انکم ٹیکس میں اُلجھ گیا، جس کی وجہ سے نہ جا سکا، بعد میں ملا تو پوچھا، بھئی! حج پر کیوں نہیں گئے؟ وہ کہنے لگے، جی میں انکم ٹیکس میں اُلجھ گیا تھا، میں نے کہا: اُلجھ نہیں گئے تھے، اُلجھا دئے گئے تھے، لہٰذا توبہ کرو۔

(۲) ایک سِول انجینئر صاحب تھے، وہ ریٹائر ہوئے تو ہم نے اسے ترغیب دی کہ آپ پر حج فرض ہے، کیونکہ آپ ذی حیثیت ہیں، لہٰذا آپ اپنا فرض پورا کریں، آپ ابھی تو بڑی آسانی سے جا سکتے ہیں کیونکہ آپ کی عمر پینسٹھ سال ہے، چنانچہ اس نے حج کے لئے درخواست دیدی، اس کی درخواست منظور ہوگئی اور اسے گروپ لیڈر بنا دیا گیا، اطلاع آئی کہ فلاں تاریخ کو آپ کی فلائٹ ہے، پاسپورٹ بنا، ٹکٹ بنی اور پاسپورٹ پر ویزہ لگ گیا۔

روانگی سے دو دن پہلے اس کا بڑا بھائی اس سے ملنے آیا، اُس نے مل کر اُسے کوئی ایسی زہریلی بات کہی کہ اس بندے نے حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا، ہم نے اسے بڑا سمجھایا کہ بھئی! چلے جاؤ، وہ کہنے لگا کہ اب تو نہیں جاؤں گا، البتہ اگلے سال چلا جاؤں گا، اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس کی ٹکٹ پر لکھا ہوا تھا کہ اسے فلاں تاریخ کو جانا ہے اور فلاں تاریخ کو آنا ہے وہ آدمی نہ گیا۔

لیکن جس تاریخ کو اسے واپس آنا تھا اس تاریخ کے تین دن بعد اس کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ اس دنیا سے چلا گیا، اگر وہ حج پر چلا جاتا، جیسے ہم نے اس کو تجویز دی تھی تو اس کے پچھلے گناہ بھی معاف ہو جاتے اور حج سے واپس آ کر تین دن بعد تو اس کا جانے کا مقدر تھا ہی اس طرح وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر دنیا سے رُخصت ہو جاتا۔

طواف کعبہ کا یا تجلیات کعبہ کا

جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ طواف کر رہا تھا، میں نے ایک جوان

لڑکی کو دیکھا، وہ بڑے ہی عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی، جیسے کوئی اپنے محبوب کے عشق میں ڈوبا ہوتا ہے اور محبوب کی ملاقات کے لئے بے قرار ہوتا ہے، اسی طرح وہ بھی بے چینی میں آہیں بھر رہی تھی اور عاشقانہ اشعار پڑھ رہی تھی، میں نے اس لڑکی سے کہا: اے لڑکی! تو نوجوان ہے اور تجھے ایسے کھلے کھلے عاشقانہ اشعار پڑھنا زیب نہیں دیتا، اُس نے میری طرف دیکھا تو کہنے لگی، جنید! مجھے یہ بتاؤ کہ تم بیت کا طواف کر رہے ہو یا رب البیت کا طواف کر رہے ہو؟ یعنی کیا تم گھر کا طواف کر رہے ہو یا گھر والے کا طواف کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تو بیت کا طواف کر رہا ہوں، جب میں نے یہ کہا تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی: ہاں! جن کے دل پتھر ہوتے ہیں وہ پتھر کے گھر کا طواف کیا کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔اللہ اکبر! کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو گھر کو دیکھ کر آتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو گھر والے کی تجلیات کو دیکھ کر آتے ہیں، اسی لئے حج کے بعد کے طواف کا نام ''طوافِ زیارت'' ہے، جی ہاں قسمت والوں کو زیارت نصیب ہوتی ہوگی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی گھر بلائے اور ملاقات نہ کرے، کوئی خود آئے اور اگلا ملاقات سے انکار کردے تو اور بات ہوتی ہے، بلا کر تو کوئی بھی ملاقات کرنے سے انکار نہیں کرتا، جی ہاں! اللہ تعالی نے خود ان الفاظ میں حج کے لئے بلایا۔

و اذن فی الناس بالحج (الحج) اور ان لوگوں کے درمیان حج کا اعلان کردو۔

میرے پیارے ابراہیم! دو اذان، کرو اعلان کہ آؤ میرے بندو! حج کے لئے، جب اس محبوب نے بلایا ہے تو اپنا دیدار بھی عطا کرتا ہوگا، واہ میرے مولا! وہ بہت ہی عجیب جگہ ہے، وہاں پر اللہ تعالی کی تجلیات بارش کی طرح چھم چھم برس رہی ہوتی ہیں۔

ستر طواف کی دولت کیسے نصیب۔۔۔۔

ایک بزرگ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ ستر سال کی عمر تھی اور ستر سال کی عمر میں وہ روزانہ ستر مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے، ہر طواف کے سات چکر ہوتے ہیں اور ستر

طواف کے ۴۹۰ رچکر اور ہر طواف کے دو رکعت واجب الطّواف واجب لغیرہ ادا کرنے پڑتے ہیں، ستر ہوں تو ۱۴۰ ررکعت نفلیں، اب ہم ۱۴۰ ررکعت نفلیں ہی پڑھ کر دیکھ لیں کہ حالت کیا بنتی ہے، یہ ان کے عملوں میں سے ایک عمل تھا کہ ۴۹۰ چکر لگاتے اور اس کے اوپر ۱۴۰ ررکعت نفلیں پڑھتے اور یہ زندگی کا ایک معمول تھا، باقی معمولات اس کے علاوہ ہوا کرتے تھے۔

کعبہ دل کی دنیا بدل دیتا ہے

مجھے امریکہ میں ایک جگہ پر بتایا گیا کہ یہاں ایک خاتون ہے جو پہلے یہودی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور اب مسلمان ہو چکی ہے، وہ بڑی پکی مسلمان ہے، اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ بہت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتی ہے، جب وہ نماز پڑھتی ہے تو اس میں ڈوب ہی جاتی ہے، وہ اہتمام سے وضو کرتی ہے، پھر وہ اپنے خاص کپڑے پہنتی ہے جو اس نے نماز کے لئے بنائے ہوئے ہیں، پھر وہ تعدیل ارکان کے ساتھ نماز پڑھتی ہے حتیٰ کے مسلمان عورتیں اس کو دیکھ کر شرما جاتی ہیں اور صحیح معنوں میں دیندار بننے کی کوشش کرتی ہیں، مجھے بتایا گیا کہ وہ کچھ مسائل پوچھنا چاہتی ہیں، میں نے کہا، بہت اچھا! چنانچہ وہ پردے کے پیچھے بیٹھ کر انگلش میں گفتگو کرنے لگی، وہ مسائل پوچھتی رہی، اس نے تقریباً دو گھنٹے اسلام سے متعلق بڑے اچھے اچھے سوال کئے، واقعی اس کے دل میں علم حاصل کرنے کی طلب تھی، گفتگو کے دوران میں نے اُس سے پوچھا کہ وہ کونسا لمحہ تھا جب آپ کے دل کی دنیا بدلی اور آپ مسلمان بن گئیں؟

وہ کہنے لگی کہ میرے خاوند کی جدّہ میں ملازمت تھی اور میں بھی اس کے ساتھ وہاں رہتی تھی، اس سے پہلے ہم دونوں امریکہ میں ایک دفتر میں کام کرتے تھے، دفتر والوں نے کہا کہ ہم نے جدہ میں ایک نیا دفتر کھولا ہے، اگر کوئی وہاں جانا چاہے تو ہم تنخواہ اور سہولیات بھی زیادہ دیں گے اور اُنہیں ایک اور ملک دیکھنے کا موقع بھی مل جائیگا، ہم دونوں میاں بیوی تیار ہو گئے، چنانچہ اسی طرح ہم جدہ بھی پہونچ گئے، میں یہودی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا، وہاں میں کچھ لوگوں کو دیکھتی کہ وہ سفید لباس

پہن کر کہیں جا رہے ہوتے تھے، کبھی کاروں میں، کبھی بسوں میں، میں حیران ہوتی کہ یہ لوگ کہاں جاتے ہیں؟ چنانچہ میں ان کے بارے میں اپنے خاوند سے پوچھتی، وہ کہتا کہ یہاں مسلمانوں کا کعبہ ہے، یہ وہاں جاتے ہیں، ایک مرتبہ میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ ہم مسلمانوں کے کعبہ کو جا کر کیوں نہیں دیکھتے؟ وہ کہنے لگا کہ وہاں غیر مسلم نہیں جا سکتے، میں نے کہا کہ اگر ہم نہیں جا سکتے تو کم از کم کوشش تو کر سکتے ہیں، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موقع دے دے، وہ کہنے لگی کہ اگلے دن میں نے مسلمان عورتوں جیسا ایک رومال لیا اور سر پر باندھ لیا اور میرے خاوند نے بھی سر پر ٹوپی کر لی اور ہم بھی اسی راستہ پر چل پڑے، قدرتی بات ہے کہ وہ ایسا وقت تھا کہ جب ٹریفک پولس والے کھانا کھا رہے تھے، انہوں نے ایک بندہ چیک کرنے کے لئے کھڑا کیا ہوا تھا، ٹریفک زیادہ تھی اور وہ چیک کرنے والا ایک بندہ تھا، وقت بھی رات کا تھا، لہٰذا وہ دور سے ہی سب کو جانے کا اشارہ کر رہا تھا، اس طرح ہم بھی اس ٹریفک میں آگے نکل گئے اور مکہ مکرمہ پہونچ گئے، ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ مسلمانوں کا کعبہ کہاں ہے؟ انہوں نے حرم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ہے، چنانچہ ہم حرم میں داخل ہو گئے، ہم چلتے چلتے جب مطاف میں پہونچے تو ہم نے بیت اللہ شریف پر نظر ڈالی، ہمیں وہاں اتنی برکتیں، اتنی رحمتیں اور اتنے انوارات نظر آئے کہ ہم دونوں کی نگاہیں وہاں ٹکی رہ گئیں۔

میں بھی رونے لگی اور میرا خاوند بھی رونے لگا، کچھ دیر تک ہم دونوں وہاں کھڑے روتے رہے، دل کی دنیا بدل چکی تھی، بالآخر ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو اُس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہیں اس جگہ حقیقت ملی ہے اور میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہیں حقیقت ملی ہے تو ہم دونوں نے کہا کہ ہاں حقیقت ملی ہے، چنانچہ اسی لمحے ہم دونوں نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے، ہمیں کسی مسلمان نے نہیں کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ بلکہ ہمیں اللہ کے گھر نے مسلمان بنایا ہے۔۔۔۔۔۔۔سبحان اللہ! دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو صرف بیت اللہ شریف کو دیکھنے سے ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

ایک بچہ کے دل میں کعبہ کی محبت

حضرت مرشد عالمؒ نے ایک عجیب واقعہ سنایا، فرمانے لگے کہ ہم حرم شریف میں ٹھہرے ہوئے تھے، ایک چھوٹا سا بچہ وقتاً فوقتاً ہمارے خیمہ میں آتا، ہم اسے کھانے کے لئے روٹی دے دیتے اور وہ خوشی خوشی چلا جاتا تھا، اس کے بار بار آنے سے ہمیں اس کے ساتھ محبت ہوگئی اور وہ چھوٹا سا بچہ بھی ہم سے مانوس ہوگیا، جب ہمارا قیام پورا ہوگیا اور ہمیں آگے سفر پر جانا تھا تو میری اہلیہ نے اس بچے کو بلایا اور کہا کہ اگر تم ہمارے ساتھ چلو تو ہم تمہیں لے چلتے ہیں، اس نے کہا: ''کہاں؟'' انہوں نے کہا کہ اپنے ملک میں، وہ کہنے لگا: ''وہاں کیا ہوگا؟'' انہوں نے کہا: ''وہاں گرمی بھی کم ہے، وقت پر کھانا بھی مل جاتا ہے اور پانی بھی مل جاتا ہے، تمہیں وہاں ہر سہولت میسّر ہوگی، کوئی تنگی نہیں ہوگی، اچھا لباس بھی ملے گا، غرض ہر طرح کی نعمت ملے گی'' انہوں نے اس کو بڑی سہولیات گنوائیں، وہ بچہ بڑے غور سے سب باتوں کو سنتا رہا، جب انہوں نے بات مکمل کرلی تو اس وقت بچے نے بیت اللہ شریف پر نظر ڈالی اور اس کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا، کیا بیت اللہ شریف بھی وہاں ہوگا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو وہاں نہیں ہوگا، یہ سن کر بچہ کہنے لگا کہ اگر یہ وہاں نہیں ہوگا تو مجھے وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مجھے تو صرف بیت اللہ کا پڑوس چاہیے۔

فرشِ حرم تک پہنچ کر بھی دید کعبہ سے محروم

کسی ملک میں ایک ڈاکٹر صاحب ملے، انہوں نے اپنا واقعہ خود سنایا کہ ہم گھر والے عمرہ کرنے کے لئے گئے، ہم نے اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لے کر گئے، وہ بھی ڈاکٹر تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کئی تو P.H.D. ڈاکٹر ہوتے ہیں اور کئی P.H.D. صرف ہوتے ہیں، کیا مطلب؟ پی کا مطلب ''پھرا'' ایچ کا مطلب ''ہوا'' اور ڈی کا مطلب ''دماغ'' یعنی پھرا ہوا دماغ۔ انہوں نے بتایا کہ ہم نے احرام باندھے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے، جب عمرہ کرنے کے لئے

مسجدِ حرام کے دروازے پر پہونچے تو ہمارا بیٹا کہنے لگا کہ میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے، لہٰذا میں اندر نہیں جاتا، ہم نے اُسے سمجھایا، لیکن وہ کہنے لگا نہیں، ہم نے کہا کہ پھر تم یہیں بیٹھ جاؤ تا کہ تمہاری طبیعت کچھ سنبھل جائے، جب ہم دونوں میاں بیوی عمرہ کرنے کے لئے آئے تو بیٹا واپس کمرہ میں آیا، کپڑے بدلے اور وہاں سے واپس اپنے ملک آ گیا، اللہ تعالی نے اسے بیت اللہ شریف کے دروازے سے واپس دھتکار دیا، بیت اللہ کے دروازے تک پہونچ گیا لیکن بیت اللہ شریف دیکھنے کی توفیق نہ ملے۔

حسرت ہے اس مسافر مضطر کے حال پر ☆ جو تھک کے رہ گیا ہو منزل کے سامنے

ایک گوالے کا سچا جذبۂ حج

جامعہ اشرفیہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں، مولانا ادریس کاندھلویؒ انہوں نے معارف القرآن بھی لکھی، وہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے، چونکہ وہ ایک فقیہہ وقت تھے اس لیے ان کا سنایا ہوا واقعہ سنانے کی جرأت کر رہا ہوں۔۔۔لاہور کا ایک گوالا تھا۔۔۔گائے بھینس کے دودھ دوہنے والے کو گوالا کہتے ہیں، وہ نوجوان تھا، اس کے دل میں حج کرنے کی بڑی طلب تھی، چنانچہ جب لوگ حج کر کے واپس آتے تو وہ ان سے بڑے شوق اور محبت کے ساتھ سفرِ حج کے احوال پوچھتا تھا، حتی کہ اس نے حج کے موسم میں لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ لوگ حج پر کیسے جاتے ہیں؟ کسی نے اسے بتا دیا کہ حج کے لیے کراچی سے جاتے ہیں، چنانچہ اس نے لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ کراچی کیسے جاتے ہیں؟ کسی نے کہا کہ اسٹیشن سے جاتے ہیں، پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ اسٹیشن کہاں سے جاتے ہیں؟ کسی نے اس کو اسٹیشن پہنچا دیا، اب وہاں اسٹیشن پر پوچھتا پھر رہا تھا کہ مجھے کراچی جانا ہے، کراچی کیسے جاتے ہیں، وہ کئی دنوں تک لاہور اسٹیشن پر پھرتا رہا، بالآخر ٹرین کے ایک کنڈیکٹر گارڈ نے سوچا کہ یہ بے چارہ کئی دنوں سے پھر رہا ہے، لہٰذا اس کے ساتھ کچھ تعاون کرنا چاہئے، چنانچہ اس گوالے سے کہا کہ تم میرے ساتھ ٹرین میں بیٹھ جاؤ میں تمہیں کراچی لے جاتا ہوں، اس طرح وہ ٹرین کے ذریعے کراچی پہنچ گیا۔

کراچی ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر اس نے پھر پوچھنا شروع کر دیا کہ مجھے حج پر جانا ہے، کیسے جاؤں؟ کسی نے اسے حاجی کیمپ جانے کا راستہ بتادیا اور وہ حاجی کیمپ چلا گیا، وہاں تو پورا شہر آباد ہوتا ہے، لوگ روزانہ بحری جہاز پر سوار ہو کر جا رہے ہوتے ہیں، جب وہ لوگوں کو سوار ہو کر جاتے دیکھتا تو اس کے جذبات کے سمندر میں اور زیادہ جوش آجاتا ۔۔۔۔اگر چہ اس کے پاس سفر کے وسائل نہیں تھے، نہ ٹکٹ تھا، نہ پاسپورٹ تھا اور نہ ہی پیسے تھے، مگر اس کے دل میں حج کرنے کا سچا جذبہ موجود تھا۔۔۔۔ چنانچہ وہ وہاں بھی یہی کہتا رہا کہ مجھے حج پر جانا ہے۔

ایک دن اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ جو حاجیوں کا سامان جہاز پر لے جانے والے قلی ہیں، ان کی ایک مخصوص وردی ہے اور ان کو اوپر جانے کی اجازت ہے، لہٰذا مجھے کسی قلی سے دوستی لگانی چاہئے، چنانچہ اس نے ایک قلی سے دوستی لگالی اور اسے کہا، بھئی! آپ اپنی وردی مجھے دے دیں، میں بھی حاجیوں کا سامان اوپر پہنچاؤں گا، جب سامان ختم ہو جائیگا تو میں اپنے کپڑے پہن کر آپ کی وردی واپس بھیج دوں گا، میرا بھی کام بن جائیگا اور آپ کی وردی بھی واپس آجائیگی، چنانچہ اس قلی نے اسے اپنی وردی دے دی اور وہ سامان اٹھانے کے بہانے اس جہاز پر آتا جاتا رہا، جب سارا سامان ختم ہو گیا تو وہ ادھر ہی کہیں چھپ گیا اور اپنے کپڑے پہن کر قلی کی وردی واپس بھجوادی، اب وہ وہیں پر اِدھر اُدھر وقت گزارتا رہا، وہاں تو ایک جہاز میں ہزاروں لوگ ہوتے ہیں کیا پتہ چلے کہ کون کیا ہے؟ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ایسی محبت تھی کہ پاسپورٹ اور ٹکٹ کے بغیر وہ جذبات کے گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کا گھر دیکھنے جا رہا تھا۔ لوگ تو اپنے کمروں میں بستروں پر سوتے اور وہ بے چارہ بیٹھ بیٹھ کر وقت گزار لیتا۔

اس نے جہاز میں ایک بندے کے ساتھ واقفیت پیدا کر لی اور اسے کہا کہ بھئی! جب جدہ آئے تو مجھے بتا دینا، چنانچہ جب جدہ شہر کی روشنیاں سامنے نظر آنے لگیں اور بحری جہاز ساحل کے قریب پہنچ گیا تو اس آدمی نے کہا، وہ دیکھو جدہ آگیا ہے، اس آدمی نے

دیکھا کہ وہ نوجوان جہاز کے عرشے کے اوپر چڑھا اور کھڑے ہو کر اس نے سمندر کے اندر چھلانگ لگا دی، اسے تیرنا تو آتا نہیں تھا، چنانچہ جب وہ نیچے گیا تو پھر اوپر ابھر ہی نہ سکا، جب اس آدمی نے دیکھا کہ یہ تو نظر ہی نہیں آ رہا تو وہ سمجھ گیا کہ وہ نوجوان ڈوب گیا ہے اور اس نے دل میں سوچا کہ اچھا، اللہ کو یہی منظور تھا۔

جب اس آدمی نے حج کیا اور طواف زیارت کے بعد حرم شریف سے باہر نکل رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہ گوالا بھی حرم شریف سے باہر نکل رہا ہے اور اس نے عربوں جیسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، اس نے اسے پوچھا: کیا آپ وہی ہیں جس نے سمندر میں چھلانگ لگائی تھی؟ وہ کہنے لگا ہاں میں وہی ہوں، وہ وہاں ایک دوسرے کو خوب ملے، اس نے گوالے سے پوچھا کہ سناؤ تمہارے ساتھ کیا بیتی؟ اس نے کہا، میرے ساتھ چلو میں تمہیں آگے جا کر بتاؤں گا، چنانچہ وہ آدمی اس کے ساتھ چل پڑا، جب وہ باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک بالکل نئی کار کھڑی ہے اور ڈرائیور انتظار کر رہا ہے، گوالا کار کے اندر بیٹھا اور ساتھ اس آدمی کو بھی بٹھا لیا اور ڈرائیور ان کو ایک مکان کی طرف لے گیا جو بالکل نیا بنا ہوا تھا، اندر جا کے دیکھا کہ کوٹھی سجی ہوئی ہے، گوالے نے اسے ایک جگہ پر بٹھا دیا اور نوکر سے کہا کہ مہمان کے لیے کھانے پینے کی کوئی چیز لے آؤ، چنانچہ وہ مشروبات اور پھل لے آیا، اس آدمی نے حیران ہو کر پوچھا: بھئی! مجھے بتاؤ کہ قصہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں تمہیں قصہ بعد میں بتاؤں گا، پہلے یہ دیکھو کہ یہ کار بھی میری ہے، ڈرائیور بھی میرا ہے اور مکان بھی میرا ہے، اس نے پوچھا کہ بھئی! یہ سب کچھ تمہیں کیسے مل گیا؟

وہ کہنے لگا کہ ہے تو یہ راز کی بات، لیکن چونکہ تم میرے محرم راز ہو اس لیے میں تمہیں بتا دیتا ہوں، چنانچہ وہ کہنے لگا کہ میرے دل میں اللہ کا گھر دیکھنے کا بہت شوق تھا اور اس شوق اور محبت میں میں نے یہ حیلہ کیا، جب میں جدہ پہنچا تو میں نے کہا: اے اللہ! بس میں تیرے حوالے کرتا ہوں، یہ کہہ کر میں نے چھلانگ لگا دی، مجھے تیرنا تو آتا نہیں تھا، بس ایسے ہی ہاتھ پاؤں مارتا رہا، نتیجہ یہ نکلا کہ مجھے لہریں خود ہی دھکیل دھکیل کر ساحل کی طرف لے جاتی رہیں، میرے اندر بھی پانی چلا گیا اور میرے ہوش بھی اُڑ گئے، جب میں ساحل پر پہنچا تو نیم بے ہوشی

کی حالت میں تھا، میں باہر نکلا اور وہیں لیٹ گیا، جب اٹھا تو صبح تہجد کا وقت تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا تو باہر جانے کے سب راستے بند تھے، ساحل کے ساتھ گرل لگی ہوئی تھی اور آگے دروازہ بند تھا، میں وہیں گرِل کے پاس بیٹھ گیا، میں نے دیکھا کہ اس گرل کے دوسری طرف کوٹھی نما ایک گھر ہے اور اس گھر کے صحن میں ایک گائے بندھی ہوئی ہے، دو آدمی اس گائے کا دودھ نکالنے کے لیے آئے مگر گائے ان سے مانوس نہیں تھی، جس کی وجہ سے قابو میں نہیں آرہی تھی، جب وہ دودھ نکالنے کے لیے بیٹھے تو گائے نے انہیں بیٹھنے ہی نہ دیا، وہ بڑی مصیبت میں گرفتار تھے، ایک آدمی گائے کو پکڑتا اور دوسرا تھن کو ہاتھ لگاتا تو گائے بھاگ کر دوسری طرف چلی جاتی تھی، وہ تقریباً آدھا گھنٹہ اس کے ساتھ کشتی کرتے رہے، میرا تو کام ہی یہی تھا، جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں نے انہیں اشارہ کیا کہ اگر مجھے کہو تو میں اس کا دودھ نکال دیتا ہوں ۔۔۔۔ وہ تو عربی بولتے اور سمجھتے تھے اس لیے ان کو اشارے سے ہی دودھ نکال دینے کی پیشکش کی ۔۔۔۔ انہوں نے کہا، آجاؤ، میں نے کہا کہ یہ جنگلہ ہے، میں تو نہیں آسکتا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ وہ کوٹھی اس Sea Port (سی پورٹ) کے ڈائریکٹر کی تھی اس کا ایک بیٹا تھا، ڈاکٹروں نے اسے ہدایت کی ہوئی تھی کہ اپنے بیٹے کو گائے کا دودھ پلایا کریں، اس زمانے میں فیڈر کی ماں نہیں ہوتی تھی اس نے اسپیشل اپنے بیٹے کے لیے وہ گائے رکھی ہوئی تھی، گائے کے اندر دودھ تو ہوتا تھا مگر اسے نکالنے نہیں دیتی تھی، جس کی وجہ سے ڈائریکٹر اور اس کی بیوی کو بڑی پریشانی تھی کہ بچے کو دودھ پورا نہیں ملتا، اب جب میں نے کہا کہ میں گائے کا دودھ نکال دیتا ہوں تو ان دونوں نے جا کر ڈائریکٹر سے کہا کہ یہاں جنگلے کے اندر مسافروں میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں تمہیں دودھ نکال دیتا ہوں، اس نے کہا یہ چابی لو اور جا کر اسے لے آؤ، وہ گیٹ کا تالا کھول کر میرے پاس آئے اور مجھے ڈائریکٹر صاحب کے پاس لے گئے، جب میں نے گائے کو ذرا ہاتھ پھیرا اور اسے پیار کی بات کہی تو وہ مانوس ہوگئی، میں نے نیچے بیٹھ کر ان کو آٹھ دس کلو دودھ نکال کر دے دیا۔

جب ڈائریکٹر کی بیوی نے دیکھا تو وہ بڑی خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ آج تو میرا بیٹا

سارا دن دودھ پیئے گا، پھر وہ کہنے لگی کہ اس بندے کو نہیں جانے دینا، جب ڈائریکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میں تو پاکستان سے حج کرنے آیا ہوں، وہ کہنے لگا کہ ہم تمہیں واپس نہیں جانے دیں گے، اس لیے کہ تم اچھا دودھ نکالتے ہو، میں نے کہا کہ میں دودھ تو نکال دیا کروں گا لیکن میں نے حج بھی کرنا ہے، وہ کہنے لگا کہ تم فکر نہ کرو، ہم تمہیں حج بھی کروا دیں گے، دوسرے دن اس کی بیوی نے اپنے والد کو فون کیا اور اسے ساری تفصیل بتا دی، اس کے والد نے دو سو گائے بھینسوں کا باڑا بنایا ہوا تھا، چنانچہ جب اس نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ ہمیں تو خود ایسے ٹرینڈ بندے کی ضرورت ہے، بعد میں اس نے ڈائریکٹر صاحب کو فون کیا اور کہا کہ اس بندے کو میرے پاس بھیج دو، اس نے کہا، جی بہت اچھا، میں بھیج دیتا ہوں، چنانچہ ڈائریکٹر صاحب نے مجھے اپنی گاڑی میں بٹھایا اور اپنے سسر صاحب کے گھر پہنچا دیا، اس کے سسر نے مجھے کہا کہ میں تمہیں یہاں رکھتا ہوں، تمہارے ذمے یہ کام ہے کہ تم صبح وشام میری گائے بھینسوں کا دودھ نکال دیا کرو گے، جب دودھ دوہنے کا وقت آیا تو میں نے اس کو بیس پچیس گائے بھینسوں کا دودھ منوں کے حساب سے نکال دیا، وہ بڑا حیران ہوا کہ اتنا دودھ بھی نکل سکتا ہے، وہ مجھے کہنے لگا کہ بس اب تم نے یہیں رہنا ہے اور میں نے اسے کہا کہ مجھے حج پر جانا ہے، وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یہی کہتا کہ بس اب تم نے یہیں رہنا ہے لیکن میں جواب میں یہی کہتا کہ مجھے حج پر جانا ہے، میں تین دن وہاں رہا اور تینوں دن وہ مجھے بار بار یہی کہتا کہ تم نے یہیں رہنا ہے اور میں اس سے کہتا کہ مجھے حج پر جانا ہے، تیسرے دن وہ کہنے لگا، میاں! ہم تجھے حج بھی کروائیں گے لیکن تو نے رہنا یہیں ہے، میں نے کہا کہ میں حج تو کروں گا لیکن باقی باتیں بعد میں کریں گے۔

اس نے مجھے حج بھی کروا دیا ہے، حج کرنے کے بعد میں نے اسے کہا کہ میرا حج ہو گیا ہے، اب مجھے گھر واپس جانا ہے، وہ کہنے لگا، نہیں تو نے یہیں رہنا ہے، میں نے کہا کہ میرے تو بیوی بچے وہاں ہیں، اس نے کہا فکر نہ کرو، میں نے ایک نیا گھر بنایا ہے، وہ گھر میں تجھے دیتا ہوں، یہ میری نئی گاڑی ہے، یہ بھی تجھے دیتا ہوں، اور یہ ڈرائیور ہے یہ بھی میں تجھے دیتا

ہوں، اب تم اپنے بیوی بچوں کے نام اور ایڈریس بتادو، میں پیغام بھیج دیتا ہوں اور آنے والے جہاز میں تمہارے بیوی بچے بھی پہنچ جائیں گے، پھر ایک حج کیا ہر سال حج کرتے رہنا، اب ایک ہفتے بعد میرے بیوی بچے بھی میرے پاس پہنچ جائیں گے، میں نے حج بھی کرلیا ہے، اللہ نے گھر بھی دے دیا ہے اور گاڑی بھی دے دی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کو دیکھنے کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کی نعمتیں بھی عطا کردی ہیں۔۔۔۔اب میں یہیں رہوں گا، ہر سال بیت اللہ شریف کا حج کروں گا، بھئی! ہم سے تو وہ گوالا اچھا کہ اس نے دودھ نکالنے کی برکت سے بیت اللہ شریف دیکھ لیا، سچ ہے کہ جب جذبہ سچا ہو تو پھر بات بھی بن جاتی ہے۔

بیت اللہ شریف کی برکت کا ایک حیرت انگیز واقعہ

بیت اللہ شریف کی برکت کا ایک واقعہ ابھی یاد آیا ہے، وہ بھی آپ کو سناتا چلوں، ایک نوجوان کسی فیکٹری میں ہمارے ساتھ کام کرتا تھا، وہ اتنا خوبصورت تھا کہ اسے دیکھ کر انسان حیران ہوجاتا تھا، اس کے نقش نین، اس کا قد اور اس کا ڈیل ڈول قابل دید تھا اور اس کی چھاتی ایسی باڈی بلڈرز کی طرح تھی کہ اگر اس کے سینے پر پانی کا گلاس رکھتے تو وہ بھی ٹھہر سکتا تھا، جب وہ چلتا تو پتہ چلتا تھا کہ ایک نوجوان چل کے آرہا ہے، جہاں اس کی Personality (شخصیت) خوبصورت تھی وہاں اللہ تعالیٰ نے اسے مال ومتاع بھی بڑا دیا تھا، وہ کئی مربع زرعی زمین کا وارث تھا، اس کا ایک اور بھائی بھی تھا جو میجر تھا، وہ نوجوان یونیورسٹی کے ماحول میں جا کر دہریہ بن گیا تھا۔

جب ہمیں پتہ چلا کہ وہ دہریہ ہے تو ہمیں تشویش ہوئی، میں نے اپنے ساتھ والے انجینئر سے کہہ دیا کہ آپ لوگوں نے اس سے کوئی بحث نہیں کرنی، البتہ جب کبھی کوئی بات ہوئی تو یہ عاجز فقیر ہی اس سے بات کریگا، چونکہ ہم دونوں کا ایک ہی Satus (عہدہ) تھا اس لیے وہ میرے ساتھ ذرا حساب سے بات کرتا تھا۔

اس نے طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کردیں، کسی سے کہتا، یار! جس طرح تم

اللہ سے ڈرتے ہو میں نہیں ڈرتا۔کبھی کچھ کہتا اور کبھی کچھ۔۔۔۔۔کوئی ملازم آکر کہتا، جی مجھے چھٹی چاہئے، وہ پوچھتا، کیوں؟ وہ بتاتا کہ مجھے جماعت کے ساتھ جانا ہے، وہ آگے سے کہتا، اچھا اچھا،تم جہالت پھیلانے جارہے ہو، ایک دن اس نے آکر انجینئر سے یہ کہا، یار! میں آج جنازہ پڑھنے گیا تھا، میں نے کئی قبروں کو ہاتھ لگا دیکھا،لیکن مجھے تو ان میں سے کوئی بھی گرم محسوس نہیں ہوئی، اس طرح وہ Taunt (ملامت) کرتا تھا، ان حالات کے پیش نظر ہم اس کی ہدایت کے لیے دعا بھی کیا کرتے تھے اور اس انتظار میں بھی تھے کہ کسی مناسب وقت میں اس سے بات کریں گے۔

ایک دن اس نے بتایا کہ میری والدہ نے میری شادی کا پروگرام بنایا ہے، ہم نے کہا، بہت اچھا، جب اس نے یہ بات ظاہر کی تو ادھر ادھر سے Proposals (تجاویز) آنی شروع ہوگئیں۔۔۔کبھی کرنل کی بیٹی کے لیے ڈیمانڈ آتی تو کبھی جنرل کی بیٹی کے لیے۔۔۔کبھی لیڈی ڈاکٹر کے لیے ڈیمانڈ آتی تو کبھی پروفیسر کے لیے۔۔۔۔ہم حیران تھے کہ اس کے پاس ایک مہینے میں ایک سو نو (۱۰۹) رشتے آئے کیونکہ جو بندہ بھی اس کو دیکھتا، اس کا جی چاہتا کہ ہمارے قریب ہی کہیں اس کا رشتہ ہو جائے، اس نے مجھ سے مشورہ کیا کہ اب میں کیا کروں؟ میں نے کہا، جی آپ سب کو پڑھ لیں کہ یہ کیسے کیسے لوگ ہیں، پھر ان میں سے جو پانچ دس آپ کو مناسب نظر آئیں ان سے ملاقات کرلیں ۔۔۔ اس کے بعد آپ کے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو جائیگا، اس نے کہا، ٹھیک ہے۔

اسی بات چیت کے دوران میں نے اسے کہا، جی آپ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسی جرأت والی گفتگو نہ کیا کریں کیونکہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے، وہ کہنے لگا، آپ کہتے ہیں تو آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کروں گا، ویسے میں اتنا ڈرتا نہیں ہوں، جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے اس سے کہا: اچھا! پھر میری بات بھی سن لیں کہ اب آپ ذرا تیار ہو جائیں کیونکہ جو اللہ تعالیٰ پر اتنی جرأت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے تگنی کا ناچ نچا دیتے ہیں۔۔۔جو باتوں سے نہیں مانتا وہ لاتوں سے مانتا ہے اور آپ تو اب باتوں کی حد کراس کر گئے ہیں۔۔۔۔۔وہ

کہنے لگا، ٹھیک ہے، آپ بھی یہیں ہیں اور میں بھی یہیں ہوں، میں نے بھی کہا:

"فَانْتَظِرُوْا اِنِّی مَعَکُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ"

(پس تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں)

دوسرے تیسرے دن ہمیں اطلاع ملی کہ وہ موٹر سائیکل پر جا رہے تھے، اس کا اچانک ایکسیڈنٹ ہوا ہے، اس کو چوٹیں تو آئی ہیں مگر اتنی Serious نہیں، اسی وجہ سے وہ آج چھٹی پر ہے، ہم اس کی طبع پرسی کے لیے اس کی رہائش گاہ پر گئے، ہم نے اس سے پوچھا، جی آپ کا ایکسیڈنٹ کیسے ہوا؟ وہ کہنے لگا، بس اچانک ہی ایکسیڈنٹ ہوا، سڑک بالکل صاف تھی، میں تو آرام سے موٹر سائیکل چلاتے ہوئے جا رہا تھا، آنکھوں کے سامنے اچانک اندھیرا سا آیا اور میری موٹر سائیکل نیچے گر گئی۔

دو چار دن بعد اطلاع ملی کہ وہ پیدل چل رہا تھا کہ اچانک نیچے گر گیا۔ اس نے لاہور جا کر اپنا چیک اپ کروایا تو انہوں نے اس کا علاج شروع کر دیا، علاج کرتے کرتے کسی نے بتایا کہ اس کے Nerve System (عصبی نظام) میں کوئی خرابی ہے، لہٰذا اس کا آپریشن کرنا پڑیگا، اس کے بھائی نے نو بریگیڈ جنرل ڈاکٹروں کا ایک پینل بنوایا، وہ سب کے سب باہر سے پڑھ کر اور تجربہ کر کے آئے تھے، انہوں نے شہرہ میں ایک فوجی ہسپتال میں اس کا آپریشن کیا، آپریشن آٹھ گھنٹوں میں مکمل ہوا، جب وہ واپس آیا تو کچھ دنوں کے بعد اس کی طبیعت تھوڑی سی ٹھیک ہوئی، اس کے بعد پتہ چلا کہ اب اس کو بخار ہو گیا ہے، بخار کا افاقہ ہوا تو پھر اس نے دفتر آنا شروع کر دیا۔

ایک دن اس نے مجھے بتایا کہ مجھے تو چیزیں دو دو نظر آ رہی ہیں، یعنی وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میری آنکھیں ایک چیز نہیں دیکھ رہیں بلکہ ان کا Focus (مرکز) ختم ہو چکا ہے، اب ہر آنکھ علیحدہ علیحدہ چیز دیکھ رہی ہے، اس طرح اس کو ایک کی بجائے دو بندے نظر آنے لگے۔۔۔ سلام اس کو کرے یا اس کو کرے۔۔ ایسا بندہ کارخانے میں کس طرح کام کر سکتا ہے تھا، لہٰذا وہ گویا بیٹھ ہی گیا۔

ابھی دو چار دن ہی گزرے تھے کہ اس کے ہاتھوں سے پسینہ بہنا شروع ہو گیا، اتنا پسینہ کہ اگر وہ ہاتھوں کا رخ نیچے کرتا تو پانی کے قطرے نیچے ٹپک رہے ہوتے تھے، وہ تین تین چار تولیے اپنے پاس رکھتا تھا، حتی کہ اس کے لیے کسی کاغذ پر سائن کرنا مشکل ہو گیا، وہ عجیب مصیبت میں مبتلا تھا۔

ہم نے اسے کہا کہ یہ خدا کا ایک غیبی نظام ہے جو حرکت میں آ گیا ہے، اس کا ایک ہی حل ہے کہ اپنے رب کو تسلیم کرو اور معافی مانگو ورنہ نہیں چھوٹو گے، وہ ہنس کے ٹال دیتا اور کہتا کہ ۔۔۔۔۔زندگی میں صحت بیماری تو ہوتی ہی رہتی ہے۔

.....کیا مسلمان بیمار نہیں ہوتے؟

.....کیا کافر کی صحت نہیں ہوتی؟

ہم نے کہا، ٹھیک ہے اور دیکھ لو!

اسکے بعد اسے بخار ہو گیا اور وہ لمبی چھٹی پر گھر چلا گیا، ایک مہینے کے بعد ہمیں اطلاع ملی کہ وہ تو اپنی زندگی کے بالکل آخری لمحات میں ہے، ہم سرگودھا میں اس کے گھر اس کی عیادت کے لیے گئے، میں نے اس بندے کو جا کر دیکھا تو وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا، اس کا وزن چالیس کلو کے قریب رہ گیا ہوگا۔۔۔اس کو کمزوری اتنی ہو چکی تھی کہ وہ اپنی کروٹ بھی خود نہیں بدل سکتا تھا۔۔۔اس کی امی اس کو کروٹ بدلواتی تھی۔۔۔وہ اپنے ہاتھ سے روٹی بھی نہیں کھا سکتا تھا، وہ اپنے کپڑے بھی نہیں بدل سکتا تھا، ذرا سوچئے کہ وہ کیسا ہو گیا ہوگا، اس کی جوانی بھی ہم نے دیکھی تھی اور اس کا یہ حال بھی ہم نے دیکھا۔

اس کی حالت دیکھ کر مجھے دل میں بہت ہی دکھ ہوا، میں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کے علاج کی کوئی تجویز بناتے ہیں، ہم آپ کو باہر ملک بھجوائیں گے، مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ آپ صحت مند ہو جائیں گے، کیا آپ واپس آتے ہوئے عمرہ کر کے آئیں گے؟ اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

انڈسٹری کے جو بڑے تھے ان کے ساتھ عاجز کا محبت کا ایک تعلق تھا، چنانچہ میں

نے واپس آ کر انہیں کہا، جی دیکھیں کہ وہ جوان آدمی ہے، دنیا میں جہاں کہیں بھی اس بیمار کا علاج ہوسکتا ہے، آپ اس کو وہاں بھیجیں اور اس کا خرچہ ادا کریں، انہوں نے کہا، ٹھیک ہے، میں آپ کے ذمے کر دیتا ہوں، آپ ٹکٹیں بنوائیں اور ان کو بھیجیں، میں ساری Payment (ادائیگی) کر دوں گا۔

ہم نے فوراً World Health Organizition (عالمی ادارہ صحت) کو خط لکھا کہ یہ بیمار ہے، پوری دنیا میں اگر کہیں اس بیماری کا علاج ہوسکتا ہے تو ہمیں بتاؤ، انہوں نے جواب دیا کہ اس بیمار کا علاج کینیڈا میں فقط ایک ڈاکٹر کے پاس ہے اور اس کے پاس اب تک صرف نو مریض ٹھیک ہوئے ہیں، ہم نے ان سے رابطہ کیا، اس ڈاکٹر نے بتایا کہ میری بیوی بھی اس مرض میں مبتلا تھی، میں نے دن رات محنت کی اور وہ صحت مند ہوگئی، اس وقت تک میرے پاس نو مریض ٹھیک ہو چکے ہیں، اگر آپ بھی آنا چاہتے ہیں تو آ جائیں، اتنا اتنا خرچہ ہوگا۔

ہم نے جہاں اس کی کینیڈا کے لیے ٹکٹیں بنوائیں وہاں ساتھ اس کے بھائی کی بھی بنوالیں کیونکہ وہ خود تو جا نہیں سکتا تھا، اللہ کی شان کہ جب اس عاجز نے ان کی ٹکٹیں بنوائیں تو واپسی سعودی عرب کے ذریعہ بنوائیں، ہم نے اس کے بھائی سے کہہ دیا کہ دیکھو، اس نے عمرہ کرنے کے لیے ہاں کی ہوئی ہے، لہٰذا آپ واپسی پر خود بھی عمرہ کرنا اور اس کو بھی ساتھ عمرہ کروانا، اس نے کہا، ٹھیک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ جب وہ واپس آیا تو جیسے ہم توقع کر رہے تھے، وہ وہاں علاج کروا کے صحت مند ہو جائیگا، اسی طرح وہ کافی صحت مند واپس آیا اور ملا، وہ تھوڑی دیر بیٹھا تو کہنے لگا۔

''نماز کا وقت ہو گیا ہے''

میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا، خیر تو ہے، وہ کہنے لگا، نماز کے لیے تیاری کر لیں، میں نے کہا کہ نماز کے لیے تو ابھی آدھا گھنٹہ باقی ہے، اس وقت میں آپ ہمیں اپنے سفر کی روئیداد سنا دیں، اس کے بعد انشاء اللہ نماز بھی پڑھیں گے، اب اس نے اپنی

روئیداد خود سنائی۔

وہ کہنے لگا کہ جب میں یہاں سے کینیڈا گیا تو ڈاکٹر نے مجھے مشین پر لٹا دیا، میرے ساتھ کمپیوٹر مشینیں جوڑ دیں اور لیبارٹری میں پتہ نہیں کہ کیا کچھ تھا، میری ہر چیز مانیٹر ہو رہی تھی Misthenea Gravous بیماری نکلی، اس نے میرا پورا خون Centrifugarl Machine (سینٹری فیوجل مشین) کے ذریعہ نکال کر اس کو صاف کیا اور بیماری کا Plazma (پلازما) نکال کر باقی واپس کر دیا، اس نے ایک دفعہ بھی ایسا کیا اور پھر کئی دن بعد دوسری مرتبہ کیا اور پھر کئی دن بعد تیسری مرتبہ کیا، جب وہ تین دفعہ اس طرح کر چکا تو اس نے میرے بھائی کو بلایا اور کہا: ''بھئی! آپ کے بھائی کی زندگی کے چند دن ہی ہیں، بچنے کی امید نہیں ہے''۔۔۔۔۔ بھائی نے پوچھا وہ کیسے؟۔۔۔۔۔۔اس نے کہا: ''میں نے جتنے مریضوں کا علاج کیا، ان کے لیے میں نے صرف ایک ایک مرتبہ یہ طریقہ اپنایا اور وہ سب ٹھیک ہو گئے، جب کہ یہاں تین دفعہ یہ طریقہ استعمال کر چکا ہوں لیکن ٹھیک نہیں ہوا'' میرے بھائی نے کہا ''ڈاکٹر صاحب! جب آپ کی طرف سے جواب ہے تو بجائے اس کے کہ میں بھائی کی لاش لے کر واپس جاؤں، اسے زندہ ہی لے جاتا ہوں تا کہ یہ امی کو ایک نظر دیکھ لے''۔

اس نے کہا، ہاں لے جاؤ۔۔۔۔اس طرح ہم وہاں سے بغیر علاج کے واپس گئے، جب جدّہ پہنچے تو وہاں سے اگلی فلائیٹ نہیں ملتی تھی، میرے بھائی نے کہا، جی میرے ساتھ مریض ہے، انہوں نے کہا، جو مرضی ہے، اس وقت ساری فلائیٹس بک ہیں اور آپ لوگوں کو یہاں دو دن انتظار کرنا پڑیگا، میرے بھائی نے کہا، میرے ساتھ بہت ہی Serious مریض ہے، انہوں نے کہا، مریض ہے تو ہم کیا کریں، ہم اتنا کر سکتے ہیں کہ ہم آپ کو پرائیویٹ سواری دے سکتے ہیں تا کہ آپ ائیر پورٹ سے شہر چلے جائیں اور وہاں دو دن ٹھہر کر واپس چلے جائیں، وہ کہنے لگے کہ اس طرح ہم جدہ شہر میں آ گئے۔

شہر میں پہنچ کر بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں آپ کو وہاں لے جاؤں، جہاں کا آپ نے ان سے وعدہ کیا تھا، میں نے کہا، ٹھیک ہے لے جاؤ، چنانچہ بھائی مجھے مکہ مکرمہ لے

کر چلے گئے اور میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ بیت اللہ شریف کو دیکھا۔

وہ کہنے لگا کہ بیت اللہ شریف کو دیکھ کر میرے دل پر عجیب سا اثر ہوا، اب دیکھئے کہ وہ مسلمان نہیں تھا بلکہ دہریہ تھا اور خدا کے وجود کو نہیں مانتا تھا، اس بندے کی یہ حالت تھی۔۔۔۔۔اس نے کہا کہ میرے دل میں کچھ عجیب سی کیفیت بنی اور میں نے بیٹھے بیٹھے دعا مانگی۔۔۔۔۔ذرا توجہ فرمایئے گا۔

''اللہ! اگر تو ہے تو مجھے صحت عطا فرما تا کہ میں کل چل کے تیرے گھر کا طواف کر سکوں''

اس کے بعد میرے دل میں ایک عجیب خوشی کی کیفیت آ گئی، میں نے دوائی لینا بند کر دی، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ جب میں اگلے دن سو کر اٹھا تو صبح تر و تازہ تھا، میں بھائی کے ساتھ بیت اللہ شریف کے پاس آیا، کلمہ پڑھا اور میں نے چل کر بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ اللہ اکبر کبیرا!

میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت اس گھر میں جانے والے دہریوں کی دعائیں بھی قبول کر لیتا ہے اور ان کو ہدایت بھی دے دیتا ہے اور ان کی مرادیں بھی پوری کرتا ہے تو جو مؤمن یہاں سے اللہ کے گھر کے دیدار کے لیے جاتے ہوں گے وہ وہاں جا کر اللہ کی رحمتوں سے کتنا حصہ پاتے ہوں گے۔

شوق ہو تو سفر حج آسان

پچھلے سال حج کے موقع پر سعودی عرب کے اخبار میں ایک خبر آئی، یمن کے ایک حاجی صاحب آئے ہوئے تھے، ان کی تصویر بھی اخبار میں چھپی تھی، ان کی عمر ایک سو بیس سال تھی، انہوں نے بیان دیا کہ میں نے پہلا حج بیس سال کی عمر میں کیا اور اس مرتبہ میں زندگی کا سوواں حج کرنے آیا ہوں، انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے بیس حج سواری پر کئے اور اسّی حج پیدل چل کر کئے۔

فاقرؤا ما تيسر من القرآن

تلاوت کلام پاک

قرآن سننے کی خواہش رب جلیل نے کی

ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بلا کر فرمایا کہ مجھے سورۃ سناؤ، حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ مجھے سورۂ بینہ سناؤ، وہ بڑے سمجھدار تھے، چنانچہ آگے سے پوچھنے لگے، اے اللہ کے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) اَاللّٰہ سمّانی؟ کیا اللہ تعالی رب العزت نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: نعم اللّٰہ سماک، ہاں اللہ تعالی نے تمہارا نام لے کر فرمایا ہے کہ ابی بن کعبؓ سے کہو کہ قرآن سنائے، محبوب! آپ بھی سنیں گے اور میں (پروردگار) بھی سنوں گا، یہ سن کر ابی بن کعبؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، ان کا یہ رونا خوشی کا رونا تھا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل ☆ نسیم صبح تیری مہربانی۔۔۔

قرآن سننے کے لئے مشتاق فرشتے بھی

ایک صحابی اپنے گھر کے اندر تہجد میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے، طبیعت ایسی مچل رہی تھی کہ جی چاہتا تھا کہ ذرا جہر (اونچی آواز) سے پڑھیں، مگر قریب ہی ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور چار پائی پر بچہ لیٹا ہوا تھا، محسوس کیا کہ جب اونچا پڑھتا ہوں تو گھوڑا بدکتا ہے، لہٰذا دل میں خوف پیدا ہوا کہ گھوڑا کہیں بچے کو نقصان نہ پہونچا دے، پھر آہستہ پڑھنا شروع کر دیتے، ساری رات یہی معاملہ ہوتا رہا، جب تہجد مکمل کی اور دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ ستاروں کی مانند روشنیاں ہیں جو ان کے سر کے اوپر آسمان کی طرف واپس جا رہی ہیں، یہ ان روشنیوں کو دیکھ کر حیران ہوئے، صبح ہوئی تو وہ صحابیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا کہ اے اللہ کے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے رات کو تہجد اس

انداز سے پڑھی کہ بچے کے خوف کی وجہ سے آہستہ پڑھتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ ذرا آواز کے ساتھ پڑھوں، مگر دعا کے وقت میں نے کچھ روشنیاں آسمان کی طرف جاتے دیکھیں، اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ وہ رب کریم کے فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے کے لئے عرشِ رحمان سے نیچے اُتر آئے تھے، اگر تم اونچی آواز سے قرآن پڑھتے رہتے تو آج مدینہ کے لوگ اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو دیکھ لیتے۔ سبحان اللہ

تلاوتِ قرآن پر نزولِ رحمت

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، تہجد کا وقت تھا، ایک طرف دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نوافل پڑھ رہے ہیں اور آہستہ قرآن مجید پڑھ رہے ہیں، تو دوسری طرف سیدنا عمر فاروقؓ ذرا جہر (اونچی آواز) سے قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے، تہجد میں دونوں طرح پڑھنے کی اجازت ہے، جب دونوں غلام پڑھ چکے تو حاضر خدمت ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسل نے پوچھا: ابوبکر! تم آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے؟ عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس ذات کو قرآن سنا رہا تھا جو سینوں کے بھید بھی جانتی ہے، مجھے بھلا اونچا پڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا، عمر! تم اونچا کیوں پڑھ رہے تھے؟ عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں سوئے ہوؤں کو جگا رہا تھا، شیطان کو بھگا رہا تھا۔ سبحان اللہ! قرآن پڑھا جاتا تھا اور شیطان ان جگہوں سے بھاگ جایا کرتا تھا، اللہ رب العزت کی رحمتیں ہوتی تھیں، آج بھی اگر کوئی انسان اس قرآن کو محبت سے پڑھے گا تو اللہ رب العزت کی رحمتیں اُتریں گی اور اس کی برکت سے سینے روشن ہو جائیں گے، اسی لئے فرمایا: لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کہ یہ قرآن انسانوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔

رحمتوں کے جھرمٹ میں رحمت سے محرومی

یہ بات بڑے افسوس سے کہہ رہا ہوں کہ ایک قاری صاحب اپنے حالات بتاتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ حضرت! جب میں بچوں کو پڑھا رہا تھا تو عین سبق سننے کی حالت میں میری شہوت بھری نظر ایک بچے پر پڑی رہی تھی، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ جہاں قرآن پڑھا جائے وہاں رحمت اترتی ہے، اب وہ بندہ جس نے فجر سے پہلے کلاس لینی شروع کی اور پھر فجر کے بعد سے لے کر عشاء تک مختلف وقفوں سے بچوں کو اللہ کا قرآن پڑھایا، خود بھی پڑھا، بچوں سے بھی سنا اور ایک وقت میں درجنوں بچوں کی قرآن پڑھنے کی آواز اس کے کانوں میں جاتی رہی تو وہ تو دن کے بارہ چودہ گھنٹے اللہ کی رحمتوں کے جھرمٹ میں بیٹھا رہا، ایسے بندے کا دل تو بالکل دھل جانا چاہئے تھا، اس پر نفس وشیطان نے غلبہ کیوں کیا اور اس پر قرآن مجید کی تلاوت کا اثر کیوں نہ ہوا؟ ہمارے مشائخ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اللہ کی رحمتوں کے اترنے میں تو کوئی شک ہی نہیں مگر اس کا دل ان رحمتوں کو جذب نہیں کر رہا ہوتا۔

ایک مثال سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی۔۔۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اگر آپ اس کو پہلے دن بھینس کا دودھ پلا دیں تو اس کا معدہ اسے برداشت نہیں کر سکے گا، اس کا پیٹ خراب ہو جائیگا اور اسے اسہال کی تکلیف ہو جائیگی، اس لیے بچے کو یا ماں کا دودھ پلایا جائے یا بکری کا دودھ پلایا جائے، چونکہ بکری کا دودھ بہت ہلکا اور پتلا ہوتا ہے، اس لیے بچہ اسے برداشت کر لیگا اور جوان ہو کر بھینس کا ایک کلو دودھ بھی برداشت کر لے گا۔۔۔ کیا مطلب؟ مطلب یہ ہے کہ شروع میں اس کی استعداد کمزور تھی اس لیے اسے کسی ہلکی پھلکی چیز کی ضرورت تھی، جب ہلکی غذا ملتی رہی اور وہ پرورش پاتا رہا تو پھر اس کے اندر استعداد بڑھتی گئی، حتی کہ اس کے اندر گائے کا دودھ جذب کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی، پھر جب بڑھتے بڑھتے وہ جوان ہو گیا تو اب اس کے اندر بھینس کا دودھ برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی

۔۔۔۔۔بالکل اسی طرح قرآن مجید کے انوارات ثقیل ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اِنَّا سَنُلْقِی عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا" (المزمل:۵۰)

(ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری بات نازل کریں گے)

اس لیے اس کے انوارات کو برداشت کر لینا ہر بندے کے بس کی بات نہیں ہوتی، ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ کے انوارات بہت لطیف ہوتے ہیں، لہٰذا جو بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے، اس کا قلب گناہوں کی میل کی وجہ سے جتنا بھی گندہ ہو ذکر کے انوارات کو قبول کر لیتا ہے، اس ذکر اللہ سے اس کے قلب کی نورانیت بڑھتی رہتی ہے، حتی کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کا قلب لا الہ الا اللہ کے انوارات قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے، لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتے کرتے انسان کی ایک ایسی کیفیت بن جاتی ہے کہ جب وہ قرآن مجید کے انوارات سے بھی فیض پانا شروع کر دیتا ہے، اب اس کے قلب کی روحانیت اتنی بن چکی ہوتی ہے کہ یہ قرآن سن کر پھڑک اٹھتا ہے۔

آپ کے منہ سے مشک کی خوشبو آنے لگی

امام عاصمؒ جب مسجدِ نبوی میں جاتے تھے تو وہاں قرآن پاک پڑھا کرتے تھے، ان کے منہ سے خوشبو آیا کرتی تھی، کسی نے پوچھا، حضرت! کیا آپ منہ میں اِلائچی رکھتے ہیں یا کوئی اور چیز رکھتے ہیں، ہم نے اتنی خوشبو کبھی کہیں نہیں سونگھی، وہ کہنے لگے، نہیں! بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ خواب میں نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ عاصم! تو اتنی محبت کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے کہ مجھے بہت پسند آتا ہے، آؤ! میں تمہارے منہ کو بوسہ دے دوں، جب سے نبی علیہ السلام نے خواب میں میرے منہ کا بوسہ لیا ہے اس وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے۔ سبحان اللہ!

دورانِ تلاوت تیروں کی چبھن کا احساس کہاں؟

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور ارشاد فرمایا کہ دو آدمی رات کو پہرہ دیں تا کہ بقیہ لوگ آرام کی نیند سو سکیں، دو صحابہ کرامؓ نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر چلے جاؤ اور دشمن کا خیال رکھو، ایسا نہ ہو کہ دشمن شب خون مارے اور لوگوں کو نقصان ہو، وہ دونوں صحابہؓ پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے، تھوڑی دیر تو بیٹھے رہے، تھوڑی دیر کے بعد آپس میں مشورہ کیا کہ اگر دونوں جاگتے رہے تو ممکن ہے کہ آخری پہر میں دونوں کو نیند آجائے تو بہتر یہ ہے کہ ایک بندہ ابھی سو جائے اور دوسرا جاگتا رہے، بعد میں دوسرا جاگ جائے اور پہلا سو جائے، اس طرح فرض منصبی بھی پورا ہو جائے گا اور وقت بھی اچھا گذر جائے گا، چنانچہ انہوں نے سوچا کہ میں خاموشی سے فقط اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہوں کتنا ہی اچھا ہو کہ میں دو رکعت ہی پڑھ لوں، چنانچہ دو رکعت کی نیت باندھی اور سورۃ کہف پڑھنا شروع کر دی، سورۃ کہف پڑھنے میں کچھ ایسا مزہ آیا کہ پڑھتے ہی رہے، اسی اثناء میں دشمن ادھر کہیں آنکلا، اس نے دیکھا کہ لشکر تو سویا ہوا ہے، قریب کوئی ایسا تو نہیں جو پہرے میں ہو، اس نے اوپر پہاڑ کی چوٹی پر دیکھا تو ایک آدمی کھڑا نظر آیا، اس نے دور ہی سے ایک تیر مارا جوان کے جسم پر لگا اور خون نکل آیا، مگر وہ سورۃ کہف پڑھتے رہے، دوسرا تیر مارا تو خون دوسری جگہ سے نکل آیا مگر پھر بھی قرآن پڑھتے رہے، اس طرح کئی تیر ان کے جسم میں لگے اور خون نکلتا رہا، خون نکلنے سے وضو کے ٹوٹنے کا مسئلہ اس وقت تک واضح نہیں ہوا تھا، وہ قرآن پڑھتے رہے پڑھتے رہے، حتیٰ کہ محسوس ہوا کہ جسم سے اتنا خون نکل چکا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کمزوری کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر جاؤں، اگر گر گیا تو پھر میرے بھائی کو کون جگائے گا اور لشکر کی حفاظت کون کرے گا، یہ تو ذمہ داری میں کوتاہی ہوگی، لہٰذا جلدی سے سلام پھیرا اور بھائی کو جگا کر کہنے لگے کہ دشمن تیروں پر تیر مارتا رہتا تو

میں ان کو کھاتا رہتا مگر سورۃ کہف کو مکمل کئے بغیر میں کبھی سلام نہ پھیرتا، مجھے قرآن کے پڑھنے میں یوں مزہ آرہا تھا۔ سبحان اللہ!

چراگاہ سے دربارِ خلافت تک

سیدنا عمر بن خطابؓ اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ فوج کو لے کر مکہ مکرمہ کی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے، دوپہر کا وقت ہے، چلچلاتی دھوپ ہے، ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور نیچے وادی میں دیکھنا شروع کر دیا، فوج ساری کھڑی ہے، پسینہ میں شرابور ہے، کوئی سایہ نہیں، بچاؤ کی صورت نہیں، سب پریشان ہو گئے، کسی نے کہا امیر المومنین، خیریت تو ہے؟ آپ یہاں کھڑے ہیں، فرمایا: میں نیچے وادی میں دیکھ رہا ہوں، جہاں اسلام لانے سے پہلے میں اپنے اونٹوں کو چرانے آتا تھا اور لڑکپن میں مجھے اونٹ چرانے کا طریقہ نہیں آتا تھا، میرے اونٹ خالی پیٹ گھر جاتے تو میرا والد خطاب مجھے ڈانٹتا تھا، کوستا تھا، کہتا تھا عمر تو کیا کامیاب زندگی گذاریگا، تجھے تو اونٹ بھی چرانے نہیں آتے ہیں، اس وقت کو یاد کر رہا ہوں کہ جب عمر کو جانور چرانے نہیں آتے تھے اور آج اس وقت کو دیکھ رہا ہوں کہ جب اسلام اور قرآن کے صدقے اللہ نے عمر کو امیر المؤمنین بنا دیا ہے، یہ کتاب یوں اُٹھاتی ہے، ہم بھی اگر اس کو پڑھیں گے اللہ رب العزت ہمیں بھی عزت عطا فرمائیں گے۔

تلاوتِ قرآن کے شیدائی

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ آپ رمضان المبارک میں تریسٹھ مرتبہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے، ایک قرآن پاک دن میں پڑھتے تھے، ایک قرآن پاک رات میں پڑھتے تھے اور تین قرآن پاک تراویح میں سنا کرتے تھے ۔۔۔۔۔۔۔ رمضان المبارک میں تریسٹھ قرآن پاک ۔۔۔۔۔۔ ساٹھ قرآن پاک دن اور رات میں اور تین قرآن پاک تراویح کی نماز میں ۔۔۔۔ اللہ اکبر!

سورۂ بقرہ کی تکمیل ڈھائی سال میں

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ کو اڑھائی سال میں مکمل کیا، ان کی مادری زبان تو عربی تھی، ان کو پڑھنے میں پھر کیا دقت تھی، حقیقت یہ تھی کہ وہ قرآن کی آیت پڑھتے تھے تو اس پر عمل کرتے تھے، ادھر قرآن مکمل ہوتا تھا اور ادھر ان کا عمل قرآن کے مطابق ہوجاتا تھا، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل بالقرآن کے بارے میں کہا جاتا ہے "**کان وقافاً عند حدود اللہ**" وہ اللہ کے احکام سن کر اپنی گردن جھکا دیا کرتے تھے۔

پانچ سالہ حافظ قرآن

ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک پانچ سالہ بچہ کو پیش کیا گیا، اس کے باپ نے بتایا کہ یہ بچہ قرآن مجید کا حافظ ہے، ہارون الرشید خود بھی قرآن مجید کا حافظ تھا، اس نے کہا کہ میں بچے سے قرآن مجید سنوں گا، چنانچہ باپ نے بیٹے سے کہا، بیٹا! قرآن سناؤ، وہ بچہ اتنا چھوٹا تھا کہ ضد کرنے لگا کہ ابو! پہلے میرے ساتھ وعدہ کریں کہ آپ مجھے گُڑ لے کر دیں گے، اس زمانہ میں گُڑ ہی چیونگم ہوتا تھا، بیٹے کے اصرار پر باپ نے وعدہ کیا کہ ہاں میں تمہیں گُڑ کی ڈلی لے کر دوں گا، اس نے کہا، اچھا سناتا ہوں، ہارون الرشید نے پانچ جگہوں سے اس سے قرآن پاک سنا اور اس نے پانچوں جگہوں سے قرآن پاک صحیح صحیح سنا دیا۔ سبحان اللہ!

بدنگاہی کی نحوست سے قرآن بھول گئے

حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک مرید تھا، اُس نے ایک خوب صورت لڑکے کو دیکھا، وہ کہنے لگا: حضرت! یہ لڑکا غیر مسلم ہے، کیا یہ بھی جہنم میں جائیگا؟ انہوں نے فرمایا کہ لگتا ہے کہ تو نے اسے بُری نظر سے دیکھا ہے، اب اس کا وبال تجھ پر ضرور پڑیگا، وہ حافظ قرآن تھا، اس

ایک نظر کی وجہ سے ان کا وہ مرید قرآن مجید بھول گیا۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ اب تک جو گناہ ہو چکے وہ معاف فرما دیں اور آئندہ گناہوں سے محفوظ فرما دیں، اے مالک! ہم کمزور ہیں، ہمیں اپنی مدد عطا فرما دیجیے اور ہمیں نفس اور شیطان کے مقابلے میں کامیاب فرما دیجیے۔

عورت جو قرآنی آیتوں سے بات کرتی تھی

عبداللہ بن مبارکؒ نے ایک عورت کا واقعہ بیان کیا جو قرآن کریم کی آیتوں سے بات کا جواب دیا کرتی تھیں، اس واقعہ کی تفصیل بیان کرنے سے بات زیادہ لمبی ہو جائیگی تاہم فرماتے ہیں کہ میں ایک جگہ سویا ہوا تھا، میں نے دیکھا کوئی سواری پر سوار میرے پاس آیا، میں نے پوچھا تو کون ہے؟ اُدھر سے جواب ملا! سلام قولاً من الرب الرَّحیم، عورت کی آواز تھی، جب ان الفاظ میں سلام کیا، میں نے پوچھا، اماں کدھر سے آ رہی ہو، اُدھر سے جواب ملا، وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰه میں پہچان گیا عمرہ کر کے آ رہی ہیں، میں نے پوچھا: یہاں کیسے ہو؟ کہنے لگی، مَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ میں سمجھ گیا کہ یہ راستہ گُم کر گئی ہیں، میں نے پوچھا اماں جان! کہاں جانا چاہتی ہو؟ کہنے لگی: اُدْخلوا الْمِصْرَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ میں سمجھ گیا یہ شہر جانا چاہتی ہیں، چنانچہ میں نے ان کی سواری کی مہار پکڑ لی اور چلنا شروع کر دیا، درمیان میں میں نے پوچھنا چاہا تمہاری زندگی کیسی ہے؟ شوہر ہے یا نہیں؟ میں نے یہ بات پوچھی تو انہوں نے آگے آیت پڑھی لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ، اِنَّ السَّمْعَ وَالبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ جب انہوں نے یہ آیت پڑھی میں سمجھ گیا کہ یہ اس بارے میں مجھ سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتی، میں نے کچھ عربی کے اشعار شروع کر دیئے، فرماتے ہیں اس نے آگے سے قرآن پڑھا: فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن (اگر تمہیں کچھ پڑھنا ہی ہے تو قرآن پڑھو) کہنے لگے، میں قرآن پڑھتا رہا، جب شہر آ گیا میں نے پوچھا: یہاں کون ہے؟ کہنے لگی اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الحيٰوةِ الدنيا

میں سمجھ گیا ان کے بچے ہیں، پوچھا ان کا نام کیا ہے؟ فرمانے لگی، ابراہیم واسماعیل واسحاق میں سمجھ گیا ان کے تین بچے ہیں اور یہ ان کے نام ہیں، جب دروازہ پر جا کر آواز لگائی تو تین خوبصورت نوجوان جن کے چہرے پر اتنا نور تھا، اتنی جاذبیت تھی کہ بندے کی نگاہ ہٹتی نہیں تھی، ہیرے اور موتی کی طرح چمکتے چہروں والے وہ نوجوان آئے، ان کے چہروں پر تقویٰ کے آثار تھے، نیکی کے آثار تھے، فرماتے ہیں میں تو ان کے حسن وجمال کو دیکھتا ہی رہ گیا، وہ آئے اپنی والدہ سے ملے وہ خوش ہوئے، امی ہم تو پریشان تھے، آپ کہاں رہ گئیں، اب ان کی ماں نے کہا، وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ جب انہوں نے یہ الفاظ کہے تو بچوں نے فوراً دسترخوان بچھا دیا، کھانے کے لئے جو کچھ ان کے پاس تھا، نکال کر رکھ دیا اور کہا آپ کھا لیجئے، میں نے انکار کیا تو کہنے لگی ''اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللهِ'' میں سمجھ گیا اللہ کی رضا کے لئے کچھ کھلانا چاہتی ہیں۔۔میں نے کھا لیا، کھانے کے بعد میں ایک طرف کو جانے لگا تو انہوں نے مجھے الوداعی بات کہی ''اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا'' میں بڑا حیران!۔۔۔۔ میں نے ان کے بچے سے پوچھا یہ آپ کی ماں کا عجیب معاملہ ہے، جب سے یہ مجھے ملی تب سے ہر بات کے جواب میں قرآن پاک کی آیت پڑھتی ہیں، انہوں نے کہا ہماری والدہ قرآنِ پاک کی حافظہ ہیں، حدیث کی عالمہ ہیں، ان کے دل میں خشیت الٰہی اتنی آ چکی ہے، یہ سوچتی ہیں قیامت کے دن جب میرے نامۂ اعمال کو کھولا جائے گا کہیں ایسا نہ ہو اس میں اُلٹی سیدھی گفتگو درج ہو، پچھلے بیس سال سے ان کی زبان سے قرآن پاک کی آیت کے سوا کچھ نہیں نکلا۔۔۔۔سبحان اللہ!

قرآنی اثر انگیزی پر اہل خانہ مشرف باسلام

ہمارے ملک پاکستان کے صوبہ سندھ میں ایک ہندو گھرانے کے اسلام لانے کا ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔۔۔ایک جوان کا تعلق ہندو گھرانے سے تھا، اسے کینسر کا مرض لاحق ہوا، ڈاکٹروں نے لاعلاج قرار دے کر ہاسپٹل سے گھر بھیج دیا، اس کی عمر چالیس بیالیس سال

تھی، وہ گھر آ کر بڑا اداس اور پریشان رہنے لگا، اسے رہ رہ کر یہ خیال آتا کہ میں تو بس چند دنوں کے بعد مر جاؤں گا۔۔۔ایک دن اس کی بیوی اس کے پاس بیٹھی تھی، وہ اس کے ساتھ محبت بھری باتیں کر رہا تھا، اس دوران وہ کہنے لگا، اب تو میں اور آپ جدا ہو جائیں گے کیونکہ اب میری صحت کے بحال ہونے کا کوئی چانس باقی نہیں ہے۔

بیوی نے کہا: اگر آپ میرے ساتھ وعدہ کریں کہ میں جو بھی کہوں گی آپ میری بات مانیں گے تو اس شرط پر میں آپ کو ایک چیز پلاتی ہوں، آپ بالکل صحت مند ہو جائیں گے۔

اس نے جواب دیا، جب ہاسپٹل میں میرے علاج کے لیے دوائیاں نہیں ہیں تو آپ کے پاس کونسی چیز آ گئی ہے؟ وہ کہنے لگی، کیا آپ کو مجھ سے محبت ہے؟۔۔۔اس نے کہا، جی ہاں بہت محبت ہے۔۔۔۔ بیوی نے کہا: اگر آپ کو مجھ سے واقعی محبت ہے تو پھر وعدہ کریں۔۔۔آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے، پھر ہم اکٹھے لمبی زندگی گزاریں گے، بس آپ وعدہ کریں کہ جو بات میں کہوں گی آپ ضرور مانیں گے۔۔۔۔۔اس نے کہا، میں تو آپ کی باتیں ویسے ہی مانتا ہوں۔۔۔ پہلے زمانے میں تو جانور کو رسی ڈال کر پیچھے لے کر چلتے تھے لیکن آج کل کے نوجوان ایسے سدھائے ہوئے ہیں کہ ویسے ہی پیچھے چل رہے ہوتے ہیں۔

خیر میاں نے وعدہ کر لیا کہ آپ جو بات بھی کہیں گی میں مانوں گا، اس کے بعد اس کی بیوی اس کے پاس کرسی ڈال کر بیٹھ گئی، اس نے اپنے پاس ایک جگ میں بھی پانی رکھ لیا، وہ کچھ پڑھ پڑھ کر اس پانی پر پھونکتی رہی، جب وہ فارغ ہوئی تو اس نے میاں کو اس میں سے کچھ پانی پلا دیا، پھر جب بھی اس کو پیاس محسوس ہوتی وہ اس جگ میں سے اسے پانی پلا دیتی۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ اس نے ابھی چند دن ہی وہ پانی پیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو Healthy (صحت مند) محسوس کرنے لگا، اس نے جا کر لیبارٹری ٹیسٹ کروایا تو پتہ چلا کہ اس کے اندر کا بلڈ کینسر ختم ہو چکا تھا، اس کو یقین نہ آیا، جب اس نے ساری صورت حال اپنی

بیوی کو بتائی تو اس نے کہا کہ کسی دوسری لیبارٹری سے چیک کروالیں، چنانچہ وہ دوسری لیبارٹری میں چلا گیا، وہاں سے بھی یہی رپورٹ ملی کہ بلڈ کینسر ختم ہو چکا ہے، وہ بڑا حیران ہوا۔

جب وہ دوسری رپورٹ لے کر گھر آیا تو بیوی سے کہنے لگا، میری بیماری تو واقعی ختم ہو چکی ہے اور میں اپنے آپ کو بہتر محسوس کر رہا ہوں، مگر سچ سچ بتائیں کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟

بیوی کہنے لگی، پہلے تو آپ وعدہ پورا کریں جو میرے ساتھ کیا تھا، پھر بتاؤں گی، اس نے کہا، ٹھیک ہے، آپ مطالبہ کریں، آپ جو بات بھی کہیں گی میں پوری کروں گا، وہ کہنے لگی:

''آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان بن جائیں''۔۔۔۔۔۔جب اس کی بیوی نے یہ کہا تو وہ ہندو جوان حیران رہ گیا، وہ اس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھ کر بولا، آپ کیا کہہ رہی ہیں؟

بیوی نے کہا: میں آپ کی بیوی ہوں، اب آپ کو صحت مل چکی ہے، آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے، لہٰذا اب آپ اپنا وعدہ نبھائیں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں، اس نے کہا: میں تو یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ مجھ سے یہ کہیں گی۔

بیوی نے کہا، جی آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے، لیکن اب جو کہہ دیا ہے وہ پورا کریں، اس نے پوچھا: کیا آپ مسلمان ہیں؟۔۔۔۔بیوی کہنے لگی، ہاں میں مسلمان ہوں۔

اس نے کہا، تمہارا باپ تو اتنا پکا ہندو ہے کہ وہ تو اوروں کو بھی ہندو بناتا ہے، اگر اسے آپ کے بارے میں پتہ چل گیا تو وہ تو آپ کا گلا کاٹ دیگا، تم ایسے گھر کی لڑکی ہو پھر تم کیسے مسلمان بن گئی؟۔۔۔۔۔بیوی نے کہا، یہ لمبی کہانی ہے پھر سناؤں گی، آپ پہلے کلمہ پڑھیں اور مسلمان بن جائیں، میاں اب اچھی طرح قابو میں آچکا تھا اس لیے اسے کلمہ پڑھنا ہی پڑا، الحمدللہ وہ مسلمان بن گیا، اس کے بعد اس نے بیوی سے کہا کہ اب بتاؤ کہ اصل میں معاملہ ہوا کیا تھا؟ اب اس نے اسے یہ کہانی سنائی جو اب میں سنا رہا ہوں۔

بیوی نے کہا کہ جب میں چھوٹی عمر میں اسکول پڑھتی تھی اس وقت میری کلاس میں ایک مسلمان لڑکی بھی تھی۔ وہ میری سہیلی بن گئی، وہ ہمارے پڑوس میں ہی رہتی تھی، میں شام

کے وقت اس کے گھر کھیلنے کے لیے جاتی تھی، اس کی والدہ مسلمان بچوں کو قرآن مجید پڑھاتی تھی، میری سہیلی بھی اپنی والدہ سے قرآن مجید پڑھتی تھی، چونکہ وہ میری سہیلی تھی اس لیے جب اس کو اپنا سبق یاد کراتی تو میں بھی اس کے پاس بیٹھ جاتی تھی، میں بھی ذہین تھی اسے بھی سبق یاد ہو جاتا اور مجھے بھی اس کا سبق یاد ہو جاتا، جب وہ اپنی امی کو سناتی تو میں بھی ان سے کہتی کہ خالہ! میں بھی سناتی ہوں، اس طرح وہ مجھ سے بھی سبق سن لیتی تھیں۔

جب خالہ نے چند دنوں میں میرا شوق دیکھا تو انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ بیٹی! تم روزانہ ہی تو آتی ہو، تم بھی اس کے ساتھ ساتھ روزانہ یاد کرتی ہو، چونکہ میری کلاس فیلو تھی اس لیے میں نے کہا، جی ٹھیک ہے، جب میں نے یہ کہا تو خالہ کہنے لگی،، بیٹی! یہ کسی کو نہ بتانا، میں نے کہا، جی میں کسی کو نہیں بتاؤں گی، اس طرح میں دو سال تک ان کے گھر جاتی رہی اور سبق بھی پڑھتی رہی، جس طرح ان کی بیٹی نے ناظرہ قرآن پاک مکمل کیا اسی طرح میں نے بھی اس کے ساتھ قرآن پاک مکمل کر لیا۔

میں نے جب قرآن پاک مکمل پڑھ لیا تو میں نے خالہ سے کہا: خالہ! باقی بچے تو گھر میں پڑھتے ہیں لیکن میں تو گھر میں نہیں پڑھ سکتی، انہوں نے کہا، قرآن مجید میں **الم نشرح** ایک سورت ہے، یہ سورت پڑھ کر اگر کسی مریض پر دم کر دیں یا پانی پر دم کر کے اسے پلا دیں تو اس کو صحت مل جاتی ہے، یہ عمل مجھے کسی بزرگ نے بتایا تھا، اب یہی عمل میں آپ کو بتا رہی ہوں، اسے یاد رکھنا، یہ کبھی نہ کبھی تیرے کام آئیگا۔۔۔۔وہ مجھے اس قسم کی باتیں سناتی رہتی تھیں۔

جب میں جوان ہوئی اور میری شادی ہونے لگی تو چند دن پہلے میں ان کے پاس گئی اور ان کے پاس بیٹھ کر بہت روئی، میں نے کہا: خالہ! آپ کی بیٹی میری سہیلی تھی، اس کی وجہ سے میں آپ کے گھر میں آیا کرتی تھی، اسی بہانے سے میں نے قرآن پاک بھی پڑھ لیا تھا اور آپ نے مجھے کلمہ بھی پڑھا دیا تھا، اندر سے تو میں مسلمان ہو چکی ہوں، لیکن اب جہاں میری شادی ہو رہی ہے وہاں تو میں نہ اپنے ایمان کا اظہار کر سکتی ہوں اور نہ ہی میرے پاس قرآن

مجید ہوگا، وہاں میرا کیا بنے گا؟۔۔۔۔خالہ نے کہا، بیٹی! تم پریشان نہ ہو، میں کسی نہ کسی طرح تمہارے ساتھ جہیز میں قرآن مجید بھیج دوں گی، میں نے کہا، یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے، چنانچہ خالہ نے میری والدہ کو پیغام بھجوایا کہ آپ کی بیٹی میری بیٹی کی سہیلی ہے، میری بیٹی اسے ہدیے کے طور پر جہیز کے کچھ کپڑے دینا چاہتی ہے، اگر اجازت ہو تو میں بھی کپڑے بنوا دوں ۔۔میرے والدین کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی، انہوں نے سوچا کہ یہ دونوں پرائمری سے لے کر کالج تک کلاس فیلوز ہیں اور آپس میں محبت بھی رکھتی ہیں، اس لیے انہوں نے اجازت دے دی کہ ٹھیک ہے آپ بھی کچھ جوڑے بنوا دیں ۔۔۔ چنانچہ انہوں نے جواب بھیجا کہ ہم اس کو جہیز میں سات جوڑے بنوا کر دیں گے۔

اس خالہ نے میرے لیے بہت ہی قیمتی جوڑے بنوائے، انہوں نے ان کپڑوں کو بہت ہی خوبصورت طریقے سے گفٹ پیک کروایا اور ان کے درمیان میں قرآن مجید بھی گفٹ پیک کر کے ہمارے گھر پہنچا دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم نے اس کے کپڑے گفٹ پیک کئے ہیں، آپ اسے یہاں اپنے گھر نہ کھولنا بلکہ آپ کی بیٹی اپنے نئے گھر میں جا کر کھولے گی تا کہ اس کا خاوند بھی دیکھ کر خوش ہو۔

میرے والدین کو ان کی یہ بات بہت اچھی لگی، چنانچہ انہوں نے بھی کہا کہ یہ گفٹ پیک واقعی بہت خوبصورت ہے، بہتر یہی ہوگا کہ دلہن اسے اپنے گھر میں جا کر ہی کھولے، میں جب آپ کے گھر میں آئی تو میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جس کمرے میں میری رہائش تھی، میں نے قرآن پاک نکال کر اس میں کہیں چھپا دیا، جب آپ روزانہ دفتر چلے جاتے تو میں پیچھے قرآن پاک کھول کر پڑھ لیتی اور جب آپ کے واپس آنے کا وقت قریب ہوتا تو میں اسے اچھی طرح چھپا کر رکھ دیتی تا کہ آپ اس کو دیکھ نہ لیں، زندگی کے اتنے سال میں نے آپ سے اپنا ایمان چھپائے رکھا، بالآخر آپ بیمار ہو گئے اور دوائیوں نے کام نہ کیا، میرے دل میں پکا یقین تھا کہ جہاں دوائیاں کام نہیں آتیں وہاں اللہ کا کلام کام آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اسی کلام میں فرماتے ہیں:

"شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ" (یہ قرآن مجید) سینے (دل) کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔

وہ کہنے لگی کہ جب آپ اپنی زندگی سے ناامید ہو گئے اور آپ نے مجھے کہا اب میں مرنے کے قریب ہوں تو پھر میں نے آپ سے کہا کہ وعدہ کریں کہ جو میں کہوں گی آپ اسے پورا کریں گے تو میں آپ کو کچھ پانی پلاتی ہوں، آپ نے میری بات مان لی اور میں نے وہی سورت آپ کو پانی پر دم کر کے دی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا عطا فرما دی۔۔۔۔ میں نے بھی کلمہ پڑھا ہوا تھا اور اب آپ بھی مسلمان بن چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اب آپ کو نئی زندگی دی ہے، اب آپ اس زندگی کو اللہ کے دین کی خدمت میں صرف فرما دیجئے۔ اللہ اکبر!

سورۂ فاتحہ کا اثر

امریکہ میں جب کوئی آدمی بہت زیادہ سکون محسوس کرتا ہے تو کہتا ہے: "A am feeling natural high" کہ میں قدرتی طور پر بہت زیادہ سکون محسوس کر رہا ہوں، امریکہ کا ایک امیر آدمی تھا، جس کی زندگی میں سکون نہیں تھا، اس وجہ سے اس کے سر میں درد اکثر رہتا تھا۔۔۔۔۔۔۔ ہمارے ایک دوست ''مسٹر احمد'' کسی سرکاری کام کے سلسلہ میں وہاں گئے اور ایک مکان میں رہائش اختیار کر لی، اس مکان کے قریب ہی وہاں کے مقامی لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہوئی تھی، مسٹر احمد نے بھی وہاں نماز پڑھنا شروع کر دی، تاہم اس امیر آدمی سے اس کی دوستی ہو گئی، اس کا مکان بھی قریب ہی تھا۔

ایک دفعہ مسٹر احمد نماز پڑھنے کے لیے اپنے گھر سے نکلے تو اس انگریز نے پیچھے سے آواز دے کر کہا، مسٹر احمد ادھر آئیں، میں آپ کو گانا سنانا چاہتا ہوں، مسٹر احمد نے کہا، میں گانا سننے سے نفرت کرتا ہوں اور اب میں نماز کے لیے جا رہا ہوں، میں نہیں آ سکتا، اس نے اصرار کرتے ہوئے، پھر وہی بات دہرائی، بالآخر وہ کہنے لگا، مسٹر احمد! میں آپ کو وہ گانا سنانا چاہتا ہوں، جو آپ اس مینار سے روزانہ پانچ مرتبہ سنتے ہو۔

مسٹر احمد فرماتے ہیں کہ شاید اذان کی بات کر رہا ہے، اس کمرے میں ٹیبل پر ایک

طبلہ رکھا ہوا تھا، اس نے کمرہ بند کر دیا اور طبلہ بجانا شروع کر دیا، میں پریشان تھا کہ جماعت کا وقت نکل جائیگا، مگر اس نے تھوڑی دیر کے بعد طبلہ کے سر پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" پڑھنا شروع کر دیا، میں تو سمجھ گیا کہ حقیقت میں وہ کیا پڑھ رہا تھا، اس نے گانے کی سر بنا کر پوری سورۂ فاتحہ پڑھ دی، میں نے بعد میں اس سے پوچھا کہ تو نے یہ گانا کس سے حاصل کیا؟ اس نے بتایا کہ مجھے بہت زیادہ ذہنی پریشانی رہتی تھی، مصر میں ایک مسلمان دوست رہتے تھے، میں نے ان سے اپنی ذہنی پریشانی بیان کی، تو انہوں نے مجھے یہ گانا دیا، اور کہا کہ جب تمہیں بہت زیادہ پریشانی ہو تو کسی تنہا کمرے میں بیٹھ کر پڑھ لیا کرو، تمہیں سکون مل جایا کریگا، اس کے بعد جب بھی مجھے کوئی پریشانی ہوتی ہے تو میں اسی طرح یہاں بیٹھ کر یہ گانا گا لیتا ہوں تو مجھے زیادہ سکون ملتا ہے، اور پھر میں اپنے دوستوں کو بتاتا ہوں کہ "I am Feeling Natural high" میں قدرتی طور پر بہت زیادہ سکون محسوس کر رہا ہوں۔

ایک عیسائی لڑکی کا اقرار؛ اب اصل انجیل کہاں؟

فقیر نے ایک مرتبہ سویڈن کے ایک کالج میں اسلام کے عنوان پر لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ قرآن دنیا کی واحد کتاب ہے جو آج تک اصلی حالت میں موجود ہے، ایک عیسائی لڑکی نے سوال کیا کہ کیا ہمارے پاس اصلی کتاب نہیں ہے؟ فقیر نے پوچھا کہ یہ بتائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کس زبان میں نازل ہوئی؟ کہنے لگی، سریانی زبان میں، میں نے پوچھا کہ آج کس زبان میں ہے؟ کہنے لگی، انگریزی زبان میں، فقیر نے کہا، معلوم ہوا کہ جس زبان میں نازل ہوئی تھی آج اس زبان میں انجیل آپ کے پاس موجود نہیں ہے، لڑکی کہنے لگی، ہاں میں تسلیم کرتی ہوں کہ ہمارے پاس اس کا انگریزی ترجمہ (Translation) ہے، فقیر نے کہا کہ اس کو آپ خدا کا کلام (Words of God) نہیں کہہ سکتے، اس نے ساری کلاس کے سامنے تسلیم کیا کہ واقعی اصل انجیل اس وقت موجود نہیں ہے۔

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ

جرمنی میں میونخ یونیورسٹی کا ایک مذہبی شعبہ ''ڈپارٹمنٹ آف تھیالوجی'' کے نام سے مشہور ہے، وہاں کے پروفیسر نے بہت ساری رقم مختص کروائی تاکہ وہ دنیا کے مختلف حصوں سے مسلمانوں کی کتاب (قرآن مجید) کو اکٹھا کر کے دیکھیں کہ ان میں کوئی فرق تو نہیں، چنانچہ پوری دنیا کے مختلف علاقوں سے قرآن پاک چالیس ہزار نسخے اکٹھے کئے گئے اور ان سب نسخوں کے ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطے کو جب آپس میں ملایا گیا تو کہیں بھی فرق نہ نکلا، سبحان اللہ! اللہ رب العزت کا فرمان ہے کہ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" (اس نصیحت نامے کو ہم نے نازل کیا اور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے) بہرحال قرآن پاک کے جمع ہونے میں کوئی آدمی شک نہیں کرسکتا، پس یہ خدا کا کلام (Words of Good) ہے۔

پتوں پر لکھا قرآن بھی دیکھا ہم نے

فقیر کو سمرقند جانے کا موقع نصیب ہوا تو وہاں کی لائبریری میں لوہے کی تختیوں پر لکھا ہوا قرآن پاک دیکھا، لائبریری کی انچارج عورت نے ایک دوسرا نسخہ دکھایا، کہنے لگی، یہ ایک نادر چیز ہے، جب فقیر نے دیکھا تو آپ یقین کیجئے کہ اس کے پتوں کی رگیں ابھی تک اس طرح صاف نظر آتی ہیں، فقیر نے ان کو ہاتھ لگا کر دیکھا، وہ درخت کے پتے تھے مگر انہیں کتابی شکل میں بند کیا گیا تھا، یہ معلوم نہیں کہ کب لکھا گیا تھا تاہم یہ یقینی طور پر کاغذ کی ایجاد سے پہلے کی بات ہوگی، سبحان اللہ! آج تک پتوں پر لکھا ہوا قرآن محفوظ ہے۔

ماضی قریب میں قرآن مجید کا عجیب معجزہ

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا ایسا عظیم الشان کلام ہے جس کے معجزے ہر دور میں نظر

آتے رہے، ۱۹۸۷ء کی بات ہے، کہ اس عاجز کو امریکہ میں کچھ وقت گزارنے کا موقعہ ملا، اس وقت مصر کے مشہور قاری عبدالباسط، جن کی کیسٹیں آپ اکثر سنتے رہتے ہیں، وہ بھی وہاں تشریف لائے، کچھ ایسا سلسلہ بنا کہ مختلف محفلوں میں وہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے اور یہ عاجز کہیں اردو میں کہیں انگلش میں، جیسا مجمع ہوتا تھا اسی کے حساب سے کچھ باتیں عرض کر دیا کرتا تھا، اسی انداز سے مختلف جگہوں پر پروگرام ہوتے رہے، آپ کو پتہ ہی ہے کہ قاری عبدالباسط کتنا ڈوب کر قرآن پڑھتے تھے، اللہ کریم نے ان کو آواز بھی ایسی دی تھی کہ جو ان کی زبان سے قرآن سنتا تھا وہ عش عش کر اٹھتا تھا، ان کو اس عاجز سے اتنی محبت تھی کہ وہ میرا نام کر لے مجھ سے بات نہیں کرتے تھے، بلکہ جب بھی بات کرنی ہوتی تو وہ مجھے "رجل صالح" کہہ کر بات کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے ان سے پوچھا، قاری صاحب! آپ اتنا مزے کا قرآن مجید پڑھتے ہیں، آپ نے بھی کبھی قرآن کا معجزہ دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگے، قرآن کا ایک معجزہ؟ معلوم نہیں کہ میں نے قرآن کے سینکڑوں معجزے آنکھوں سے دیکھے ہیں، میں نے کہا کوئی ایک تو سنا دیئے، تو یہ واقعہ انہوں نے خود سنایا:

قاری صاحب فرمانے لگے کہ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب جمال عبدالناصر مصر کا صدر تھا، اس نے رشیا (روس) کا سرکاری دورہ کیا، وہاں پر کمیونسٹ حکومت تھی، اس وقت کمیونزم کا طوطی بولتا تھا، دنیا اس سرخ انقلاب سے گھبراتی تھی، دنیا میں اس کو ریچھ سمجھا جاتا تھا، آج تو اس سپر پاور کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کی برکت سے صفر پاور بنا دیا ہے۔۔۔۔۔۔ جمال عبدالناصر ماسکو پہنچا، اس نے وہاں جا کر اپنے ملکی امور کے بارے میں کچھ ملاقاتیں کیں، ملاقاتوں کے بعد انہوں نے تھوڑا سا وقت تبادلۂ خیالات کے لیے رکھا ہوا تھا، اس وقت وہ آپس میں گپیں مارنے کے لیے بیٹھ گئے، جب آپس میں گپیں مارنے لگے تو ان کمیونسٹوں نے کہا، جمال عبدالناصر! تم کیا مسلمان بنے پھرتے ہو، تم ہماری سرخ کتاب کو سنبھالو، جو کمیونزم کا بنیادی ماخذ تھا، تم بھی کمیونسٹ بن جاؤ،

ہم تمہارے ملک میں ٹیکنالوجی کو روشناس کرادیں گے، تمہارے ملک میں سائنسی ترقی بہت زیادہ ہوجائیگی، اور تم دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں شمار ہوجاؤ گے، اسلام کو چھوڑ و اور کمیونزم اپنالو، جمال عبدالناصر نے انہیں اس کا جواب دیا تو سہی مگر دل کو تسلی نہ ہوئی، اتنے میں وقت ختم ہوگیا اور واپس آگئے، مگر دل میں کسک باقی رہ گئی، کہ نہیں مجھے اسلام کی حقانیت کو اور بھی زیادہ واضح کرنا چاہئے تھا، جتنا مجھ پر حق بنتا تھا میں نہیں کرسکا، دوسال کے بعد جمال عبدالناصر کو ایک مرتبہ پھر رشیا جانے کا موقعہ ملا، قاری صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے صدر کی طرف سے لیٹر ملا کہ آپ نے تیاری کرنی ہے، اور میرے ساتھ ماسکو جانا ہے، کہنے لگے کہ میں بڑا حیران ہوا کہ قاری عبدالباسط کی تو ضرورت پڑے سعودی عرب میں، عرب امارت میں، پاکستان میں، وہاں مسلمان بستے ہیں، ماسکو اور رشیا جہاں خدا بے زار لوگ موجود ہیں، دین بے زار لوگ موجود ہیں، وہاں قاری عبدالباسط کی کیا ضرورت پڑگئی، خیر تیاری کی اور میں صدر صاحب کے ہمراہ وہاں پہنچا۔

وہاں انہوں نے اپنی میٹنگ مکمل کی، اس کے بعد تھوڑا سا وقت تبادلۂ خیالات کے لیے رکھا ہوا تھا، فرمانے لگے اس مرتبہ جمال عبدالناصر نے ہمت سے کام لیا اور ان سے کہا کہ یہ میرے ساتھی ہیں جو آپ کے سامنے کچھ پڑھیں گے، آپ سنئے گا، وہ سمجھ نہ پائے کہ یہ کیا پڑھے گا، وہ پوچھنے لگے کہ یہ قرآن پڑھے گا، انہوں نے کہا، اچھا پڑھئے، فرمانے لگے کہ مجھے اشارہ ملا اور میں نے پڑھنا شروع کیا، سورۃ طٰہٰ وہ رکوع پڑھنا شروع کردیا جسے سن کر کسی دور میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی ایمان لے آئے تھے، " طٰهٰ مآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى۔۔۔ اِنَّنِىۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِىۡ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِىۡ" فرماتے ہیں کہ میں نے جب دو رکوع تلاوت کرکے آنکھ کھولی تو قرآن کا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سامنے بیٹھے ہوئے کمیونسٹوں میں سے چار یا پانچ آدمی آنسوؤں سے رو رہے تھے، جمال عبدالناصر نے پوچھا، جناب! آپ

کیوں رو رہے ہیں؟ وہ کہنے لگے ہم تو کچھ نہیں سمجھے کہ آپ کے ساتھی نے کیا پڑھا ہے مگر پتہ نہیں کہ اس کلام میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ ہمارا دل موم ہو گیا، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں، اور ہم کچھ بتا نہیں سکتے کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔سبحان اللہ! جو قرآن کو مانتے نہیں، قرآن کو جانتے نہیں اگر وہ بھی قرآن سنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بھی تاثیر پیدا کر دیا کرتے ہیں۔

درود پڑھنے پر منہ سے خوشبو

شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل درود شریف میں لکھا ہے کہ ایک آدمی رات کو سونے سے پہلے روزانہ درود شریف پڑھتا تھا، ایک رات خواب میں اسے نبی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنا منہ میرے قریب کرو، جس سے تم مجھ پر درود پڑھتے ہو، میں اس کا بوسہ لینا چاہتا ہوں، اس نے اپنا رخسار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب کر دیا، چنانچہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے چہرے کا بوسہ لیا اور اس کی آنکھ کھل گئی، جیسے ہی آنکھ کھلی پورا گھر مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا، اس کے بعد آٹھ دن تک اس کے رخسار سے مشک کی خوشبو آتی رہی۔

دعـــاء

اور

آہ وزاری

فادعونی استجب لکم

رحمت کے ابلتے چشمے

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تو یہ حال ہے کہ ایک آدمی جو بتوں کا پجاری تھا، وہ ایک جگہ بیٹھ کر **یاصنم، یاصنم، یاصنم** کی تسبیح پڑھ رہا تھا، وہ یاصنم کہتے کہتے رات کو تھک گیا تو اُسے اونگھ آنے لگی، جب اونگھ آئی تو اس کی زبان سے یاصنم کی بجائے یاصمد کا لفظ نکل گیا، جیسے ہی اس کی زبان سے یہ لفظ نکلا تو اللہ رب العزت نے فوراً فرمایا:

"لبیک یاعبدی" (میرے بندے میں حاضر ہوں، مانگ کیا مانگ رہا ہے؟)

فرشتے حیران ہو کر پوچھنے لگے، اے اللہ! یہ بتوں کا پجاری ہے اور ساری رات بت کے نام کی تسبیح کرتا رہا ہے، اب نیند کے غلبہ کی وجہ سے آپ کا نام نکل گیا ہے اور آپ نے فوراً متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے میرے بندے! تو کیا چاہتا ہے، اس میں کیا راز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میرے فرشتو! وہ ساری رات بتوں کو پکارتا رہا اور بت نے کوئی جواب نہ دیا، جب اس کی زبان سے میرا نام نکلا، اگر میں بھی جواب نہ دیتا تو مجھ میں اور بت میں کیا فرق رہ جاتا؟ جو پروردگار اتنا مہربان ہو کہ بندے کی زبان سے نیند کی حالت میں بھی اگر نام نکل آئے تو پروردگار اس کو بھی قبول فرما لیتے ہیں تو ہم ہوش وحواس میں دعائیں مانگیں گے تو پروردگار ہماری دعاؤں کو کیوں نہ قبول فرمائیں گے، دعا ہے کہ پروردگار عالم ہمیں اپنی سچی محبت عطا فرما دے اور موت کے وقت ہمارے پاس ایمان کی نعمت سلامت رہے اور قیامت کے دن ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے سائے تلے حاضر ہو جائیں۔

آہ وزاری اور شب بیداری نے بیڑا ڈبو دیا

صلاح الدین ایوبی صلیبی جنگوں میں مصروف ہیں، دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے، مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے، اطلاع ملی کہ دشمن کا بحری بیڑہ آ رہا ہے، اس پر صلاح

الدین ایوبیؒ کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ مسلمانوں کی تعداد پہلے ہی سے تھوڑی اور اوپر سے دشمن کا بحری بیڑہ آ رہا ہے، تو یہ تو مسلمانوں پر ایک مشکل وقت آ گیا، چنانچہ وہ بیت المقدس پہونچے اور ساری رات رکوع وسجود میں گزار دی، اللہ کے حضور رونے دھونے اور دعائیں مانگنے میں گذار دی، صبح کی نماز پڑھ کر جب باہر نکلے تو دیکھتے ہیں کہ ایک اللہ والے کھڑے ہیں، جن کا پُرنور چہرہ بتلا رہا تھا کہ اللہ پاک نے انہیں کوئی روحانی طاقت عطا کی ہے، صلاح الدین ایوبیؒ قریب ہوئے کہ میں ان سے دعا کرواتا ہوں، چنانچہ سلام کیا، عرض کیا کہ حضرت دعا فرمایئے، دشمن کا بحری بیڑہ آ رہا ہے، انہوں نے صلاح الدین ایوبیؒ کے چہرے کو دیکھا، وہ بھی مادے سے پار کو دیکھنا جانتے تھے، ان کو بھی اللہ نے کوئی بصیرت دی ہوئی تھی، پہچان گئے، فرمانے لگے، صلاح الدین تیرے رات کے آنسوؤں نے دشمن کے بحری بیڑہ کو ڈبو دیا ہے اور واقعی تین دن کے بعد اطلاع ملی کے دشمن کا بحری بیڑہ راستہ میں غرق ہو چکا ہے، تو جو انسان راتوں کو اُٹھ کر مانگتا ہے، اللہ رب العزت اس کے لئے دنیا کا جغرافیہ ہی بدل کر رکھ دیتے ہیں، اس کے ہاتھ کیا اُٹھ جاتے ہیں، اللہ رب العزت تقدیروں کے فیصلے کر دیتے ہیں، یہ معمولی بات نہیں ہوتی، یہ بہت بڑی نعمت ہوتی ہے، اس لئے ہمیں اس دل کو بنانے کی ضرورت ہے۔

دعا سے بدلتی وہ تقدیر دیکھی

مُلّا طاہر لاہوریؒ امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ کے دو بیٹے حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے، ایک مرتبہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو کشفاً پتہ چلا کہ ملّا طاہر کی پیشانی پر ''مُلّا طاہر لاہوری شقی'' لکھا ہوا ہے، حضرتؒ نے اس کا تذکرہ اپنے صاحب زادوں سے کر دیا، چونکہ حضرت کے صاحب زادے ملا طاہر کے شاگرد تھے اس لئے انہوں نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالی سے دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالی اس شقاوت کو مٹا کر سعادت سے بدل دیں، چنانچہ حضرت نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ملا طاہر

لاہوری کے پیشانی سے شقی کا لفظ مٹا کر سعید کا لفظ تحریر فرما دیں، اللہ تعالی نے حضرت کی دعا قبول فرمالی اور ملا طاہر لاہوری کے پیشانی پر شقی کے لفظ کے بجائے سعید کا لفظ لکھ دیا گیا۔

خدایا۔۔۔دل کی کشتی پلٹ دے

ذوالنون مصریؒ ایک مرتبہ کشتی میں سفر کر رہے تھے، دریا میں ایک اور کشتی بھی چل رہی تھی، اس میں نوجوان مرد، عورتیں اور لڑکیاں سفر کر رہی تھیں، وہ لوگ کچھ کھا پی رہے تھے اور ہنسی مذاق میں قہقہے بھی لگا رہے تھے، لگتا یوں تھا کہ وہ گندے لوگ تھے اور انہوں نے گندی محفل لگائی ہوئی تھی، جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کشتی کے لوگوں نے ان کو دیکھا تو انہیں بڑا غصہ آیا اور ان میں سے ایک بندہ ذوالنون مصریؒ کے پاس آیا اور عرض کیا: حضرت دیکھئے! ان کو خدا کا خوف نہیں ہے، یہ دریا کے پانی کے اندر بھی اس قسم کی گندی حرکتیں کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں، پی پلا رہے ہیں اور قہقہے لگا رہے ہیں، لہٰذا آپ بددعا کر دیں کہ اللہ تعالی ان کی کشتی کو غرق کر دے، آپ پہلے تو خاموش رہے، لیکن جب لوگوں نے بار بار کہا تو آپ نے اس کشتی والوں کو دیکھا اور ہاتھ اُٹھا کر یوں دعا مانگی ''اے اللہ! جیسے آپ نے ان کو دنیا کی خوشیاں عطا کی ہیں اسی طرح ان کو آخرت کی خوشیاں بھی عطا فرما دے'' جب انہوں نے دعا مانگی تو اللہ تعالی نے اس کشتی والوں کو توبہ کی توفیق عطا فرما دی۔ اللہ اکبر!

دعا کا بدلہ دعاؤں کی سوغات کے ساتھ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عمل یہ تھا کہ اگر کوئی سائل ان کے دروازے پر آتا تو اپنی خادمہ کے ہاتھ اس کو پیسے بھجوا دیتیں اور دروازے پر آ کر خود سنتیں کہ وہ کیا کہتا ہے، خادمہ کو بھی اس بات کا پتہ تھا، اس نے ایک دن پوچھ لیا کہ اے ام المؤمنینؓ! آپ کے ایک عمل کی ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ آپ کے در پر جب بھی کوئی سائل مانگنے آتا ہے تو آپ اس کو

ہمارے ہاتھ سے دلواتی ہیں مگر پردے کے پیچھے جا کر سنتی ہیں کہ اس نے لے کر کیا کہا؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ ۔۔۔۔۔ ام المؤمنینؓ نے فرمایا کہ میں جا کر سنتی ہوں کہ وہ مجھے کیا دعا دے رہا ہے، جو دعا وہ مجھے دیتا ہے میں وہی دعا اس بندے کے لیے دیتی ہوں تا کہ میری دعا اس کی دعا کا بدلہ بن جائے، عمل کا اجر تو میں اپنے پروردگار سے چاہتی ہوں ۔۔۔۔ سبحان اللہ ۔۔۔ ان کو اس بات کا کتنا خیال ہوتا تھا کہ مجھے اپنے عمل کا بدلہ اللہ رب العزت سے چاہئے۔

اورنگ زیب کو تخت ملنے کی دعاء

اگر حضرت اقدس تھانویؒ جیسے محقق، حکیم، عالم اور فقیہ کوئی واقعہ لکھتے ہیں تو وہ ہمارے لئے سند ہوتا ہے، وہ اپنی کتاب میں ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ داراشکوہ اور اورنگ زیب عالم گیرؒ دونوں بھائی تھے، ان کی آپس میں اقتدار کی کشمکش تھی، ان دونوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ تخت و تاج مجھے ملے، داراشکوہ چاہتا تھا کہ میرا حق بنتا ہے، لہٰذا بادشاہ مجھے بننا چاہیے، جبکہ اورنگ زیب عالم گیرؒ مشائخ کی صحبت پا چکے تھے اس لئے چاہتے تھے کہ اگر مجھے سلطنت کا انتظام مل جائے تو میں بدعات کا خاتمہ کر کے شریعت وسنت کی بالادستی قائم کر دوں گا، داراشکوہ کو کسی نے بتایا کہ فلاں جگہ پر ایک مستجاب الدعوات بزرگ رہتے ہیں، ان سے دعا کروائیں، جب وہ وہاں گئے تو اس بزرگ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا اور بیٹھنے کے لئے اپنا مصلیٰ پیش کیا، داراشکوہ نے از راہِ ادب کہا، نہیں جی! میں اس قابل کہاں کہ اس جگہ بیٹھ سکوں، اگر انہوں نے بزرگوں کی صحبت پائی ہوتی تو سمجھتے کہ الامر فوق الادب کہ حکم کا درجہ ادب سے زیادہ ہوتا ہے، اس بزرگ نے پھر فرمایا کہ یہاں بیٹھ جاؤ، مگر اس نے دوسری مرتبہ پھر کہا، حضرت! میں اس قابل کہاں؟ انہوں نے تیسری مرتبہ اصرار کیا کہ بیٹھئے، لیکن کہنے لگا، جی نہیں، آپ ہی بیٹھئے، جب وہ بیٹھ گئے تو داراشکوہ بھی ان کے سامنے بیٹھا، ان کی آپس میں بات چیت ہوتی رہی، پھر جب اُٹھنے لگا تو کہا، حضرت! دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تخت و تاج عطا فرما دیں، بزرگ فرمانے لگے کہ ہم نے مصلیٰ تو پیش کیا تھا، آپ خود ہی نہیں بیٹھے تو کیا

کریں؟ اب تو وقت گذر چکا ہے، اسے بہت زیادہ افسوس ہوا، اب اس نے سوچا کہ کہیں اورنگ زیب عالم گیرؒ کو پتہ نہ چل جائے، لہٰذا اُس نے اس بات کو چھپائے رکھا، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ کچھ عرصہ کے بعد اورنگ زیب عالمگیر کو بھی کسی نے بتا دیا کہ فلاں جگہ پر ایک مستجاب الدعوات بزرگ رہتے ہیں، آپ ان کے پاس جائیں، اورنگ زیب عالمگیر تو ویسے ہی اللہ والوں کی صحبت یافتہ اور صاحب نسبت تھے، چنانچہ وہ بھی وہاں پہنچ گئے، جب وہاں پہونچے تو اس بزرگ نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور کہا، جی آیئے، تشریف لایئے اور بیٹھئے، انہوں نے از راہِ ادب کہا: حضرت! میں اس قابل کہاں؟ انہوں نے فرمایا، نہیں نہیں بیٹھو، جب دوبارہ کہا کہ بیٹھو تو وہ ان کے مصلی پر بیٹھ گئے، بات چیت ہوتی رہی، جب اُٹھنے لگے تو انہوں نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں شریعت وسنت کی بالادستی قائم کرنے کے لئے کام کروں، اس لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے تخت وتاج عطا فرمادیں، وہ بزرگ فرمانے لگے کہ بھئی! تخت تو ہم تجھ کو پہلے ہی دے چکے ہیں، جب انہوں نے تخت کا نام لیا تو وہ پہچان گئے کہ اہل اللہ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ معنی رکھتا ہے، لہٰذا کہنے لگے، حضرت! تخت تو مل گیا اور کیا تاج نہیں ملے گا؟ فرمایا، تاج کا نظام تو آپ کو وضو کروانے والے کے پاس ہے۔

اورنگ زیب عالم گیر کو فوراً یاد آیا کہ ہاں شہزادہ ہونے کی وجہ سے محل میں میرا ایک خادم ہے، وہ واقعی نیک آدمی بیٹھا ہوا ہے اور وہی مجھے وضو کرواتا ہے، مجھے تو پتہ ہی نہ تھا، چنانچہ واپس آ کر سوچ میں پڑ گئے کہ میں ان سے اپنے سر پر تاج کیسے رکھواؤں، چونکہ صحبت یافتہ تھے اس لئے سمجھ گئے کہ بے موقع کہنا تو ادب کے خلاف ہوگا۔

وہ عمامہ تو باندھتے ہی تھے، اگلی دفعہ جب وضو کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو جان بوجھ کر مصروف کر لیا اور انہیں کہا کہ یہ عمامہ میرے سر پر رکھ دیجئے، وہ کہنے لگے کہ میں اس قابل کہاں کہ میرے ہاتھ آپ کے سر تک پہونچیں، وہ فرمانے لگے، نہیں نہیں عمامہ رکھ دیجئے، تھوڑی دیر تک انہوں نے انکار کیا، لیکن اورنگ زیب عالمگیرؒ اصرار کرتے رہے، بالآخر انہوں نے عمامہ اُٹھا کر اورنگ زیب عالمگیرؒ کے سر پر رکھ دیا اور اس بزرگ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا

کہ اس نے میرا راز فاش کر دیا، اس طرح کا نظام اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سپرد کئے ہوا ہوتا ہے، ان کو پہچاننا مشکل ہوتا ہے، ان کا پتہ بھی نہیں چلتا، باطنی فراست اور بصیرت رکھنے والے تو ان کو پہچانتے ہیں، ہر بندہ نہیں پہچانتا۔

ماں کی بددعا کا اثر آج نہیں تو کل۔۔۔۔

بزرگوں نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک معصوم بچہ رو رہا تھا ماں نے اس طرح غصے میں کہہ دیا کہ تو مر جائے، اللہ تعالیٰ کو جلال آ گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی بددعا کو قبول فرما لیا مگر بچے کو اس وقت موت نہ دی، جب وہ بچہ بڑا ہوا تو عین جوانی کے عالم میں وہ ماں باپ کی آنکھ کی ٹھنڈک بنا، ماں باپ کے دل کا سکون بنا، جو بھی اس بچے کی جوانی دیکھتا وہی حیران رہ جاتا، عین عالم شباب میں جب وہ پھل پک چکا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو توڑ لیا۔ ؎

میٹھا رسیلا صاف سنہری جوان سا ایک سیب دھم سے فرش زمین پر ٹپک پڑا

اس کو موت دے دی، اب وہی ماں رو رہی ہے کہ میرا جوان بیٹا بچھڑ گیا، مگر اسے بتایا گیا کہ تیری یہ وہی دعا ہے جو تو نے بچے کے لئے مانگی تھی مگر ہم نے پھل کو اس وقت نہ کاٹا اسے پکنے دیا جب یہ پھل پک چکا، اب اسے کاٹا ہے کہ تیرے دل کو اچھی طرح دکھ ہو، اب کیوں روتی ہے یہ تیرے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے، کتنی بار ایسا ہوتا ہے کہ ماں بددعائیں کر دیتی ہے جب اپنے سامنے دیکھتی ہے کہ بددعائیں قبول ہوئیں تو پھر روتی پھرتی ہے کہ میرے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، میرے بیٹے کی زندگی خراب ہو گئی، اے بہن! یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ تو اپنے مقام سے ناآشنا ہے، تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ اگر تو نماز پڑھتی اور اپنے بچے کے لئے دعا کرتی اللہ تعالیٰ تیرے بچے کو بخت لگا دیتے۔

ماں کی دعاء حفاظت کا ضامن

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی والدہ فوت ہو گئیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ

نے اس بزرگ کو الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے! اب ذرا سنبھل کر رہنا جس کی دعائیں تیری حفاظت کرتی تھیں، وہ ہستی دنیا سے اٹھ گئی ہے، اللہ اکبر! واقعی بات ایسی ہی ہے کہ ماں باپ کی دعائیں بچوں کے گرد پہرہ دیتی ہیں۔

جھکے میرے سامنے مانگے کسی اور سے!

ایک دفعہ حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف فرما تھے، پتہ نہیں کہ اس عاجز کے دل میں کیا بات آئی، عرض کیا کہ حضرت! آپ کو گھر سے تشریف لائے ہوئے کافی وقت ہو گیا ہے، آپ وضو تازہ کرنے کے لئے تشریف لے جائیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر دیکھا اور گھر تشریف لے گئے، اگلے دن بیٹھے ہوئے تھے، پتہ نہیں کیا بات ہوئی کہ اس عاجز نے عرض کیا حضرت! کافی وقت ہو گیا ہے، آپ نے کھانا بھی نہیں کھایا، آپ کھانا کھا لیجئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ پھر مسکرا پڑے اور گھر تشریف لے گئے، تیسرے دن پھر کوئی ایسی بات ہو گئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجھے فرمانے لگے کہ دیکھو! ایک ایسا وقت آتا ہے کہ بندے کے دل میں کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مخلوق کے سامنے زبان سے سوال بھی نہیں کرنے دیتے بلکہ مخلوق کے دل میں ڈال دیتے ہیں اور وہ خود ان کو کہتے ہیں کہ آپ ہماری اس چیز کو قبول فرما لیجئے، پھر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسا وقت دے دیا ہے کہ اب مجھے مخلوق کے سامنے کسی چیز کو کہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی، سبحان اللہ، اللہ رب العزت سے مانگتے مانگتے بندے پہ ایک ایسا وقت آجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو مخلوق سے مانگنے کا موقع ہی نہیں دیتے، فرماتے ہیں کہ جس کا سر کبھی کسی غیر کے سامنے نہیں جھکا میں اپنے اس بندے کا ہاتھ کسی غیر کے سامنے کیسے پھیلنے دوں۔ سبحان اللہ!

اخلاص وریاء

اخلاص کی برکت سے کام ادھورا نہیں رہتا

سیدنا عمرؓ کے زمانے میں ایک علاقے کا شہزادہ تھا، وہ گرفتار ہو کر پیش ہوا، حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ اس بندے کو قتل ہی کروا دیں، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف بہت ہی زیادہ مصیبت بنائی ہوئی تھی، چنانچہ آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیدیا، جب قتل کا حکم دے دیا تو اس نے کہا، جی کیا آپ میری آخری تمنا پوری کر سکتے ہیں؟ آپؓ نے پوچھا، کون سی؟ اس نے کہا مجھے پیاس لگی ہوئی ہے، لہٰذا مجھے پانی کا پیالہ دیجئے، آپ نے حکم دیا کہ اسے پانی کا پیالہ دو چنانچہ اسے پانی کا پیالہ دے دیا گیا۔

جب اس نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا تو کانپنا شروع کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، بھئی! آپ کانپ کیوں رہے ہیں؟ کہنے لگا، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ میں ادھر پانی پینے لگوں گا اور ادھر جلاد مجھے قتل کر دیگا، اس لیے مجھ سے پیا ہی نہیں جا رہا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو فکر مت کر جب تک تو یہ پانی نہیں پی لیتا اس وقت تک تجھے قتل نہیں کیا جائیگا، جیسے ہی آپ نے یہ کہا تو اس نے پانی کا پیالہ زمین پر گرا دیا اور کہنے لگا، جی آپ قول دے چکے ہیں کہ جب تک میں پانی کا یہ پیالہ نہیں پیوں گا آپ مجھے قتل نہیں کریں گے، لہٰذا اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں میں نے قول دیا تھا، لہٰذا اب میں تجھے قتل نہیں کرتا، جیسے ہی آپ نے کہا کہ میں تجھے قتل نہیں کرتا تو اس وقت وہ کہنے لگا، جی اچھا، آپ نے تو فرمایا کہ آپ مجھے قتل نہیں کریں گے لیکن میری بات سن لیجئے کہ آپ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیجئے، آپ نے پوچھا: بھئی! آپ پہلے تو مسلمان نہیں بنے اب بن رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ پہلے آپ میرے قتل کا حکم دے چکے تھے، اگر میں اس وقت کلمہ پڑھ لیتا تو لوگ کہتے کہ موت کے خوف سے مسلمان ہوا ہے، لہٰذا میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا حیلہ کروں کہ موت کا خوف ٹل جائے، پھر میں اپنی مرضی سے اسلام قبول کروں اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اللہ کی رضا کے لیے اسلام قبول کیا ہے۔۔۔۔۔۔ تو مخلص بندے کا کام کبھی ادھورا نہیں رہتا، بلکہ ہمیشہ رب العزت اس کو پورا کر دیتے ہیں۔

حیدرِ کرارؓ کا میدانِ کارزار میں اخلاص

ایک مرتبہ سیدنا حضرت علیؓ جہاد کے دوران ایک کافر کے سینے پر چڑھ بیٹھے، آپ چاہتے تھے کہ اس کو خنجر سے ذبح کردوں، اس نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا، جیسے ہی اس مردود نے تھوکا آپ فوراً پیچھے ہٹ گئے، وہ بڑا حیران ہوا کہ اب تو انہیں ضرور ہی قتل کردینا چاہئے تھا، وہ پوچھنے لگا کہ جی آپ نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مارنا چاہ رہا تھا، اب تم نے میری طرف جو تھوکا تو میرے نفس کا غصہ بھی شامل ہوگیا اور میں اپنے نفس کی خاطر کسی کو قتل نہیں کرنا چاہتا، جب اس نے یہ سنا تو وہ اتنا متأثر ہوا کہ کہنے لگا، اچھا! پہلے تو میں کفر پر مر رہا تھا اب آپ کا اخلاص مجھے اتنا اچھا لگا کہ آپ مجھے بھی کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیجئے، اب ظاہر میں یہ نظر آرہا ہے کہ یہ پیچھے ہٹ گئے تو یہ بندے کو نہیں ماریں گے مگر اللہ تعالیٰ کام کو ادھورا نہیں رہنے دیتے، اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو کلمے کی توفیق عطا فرمادی۔

حضرت خالدؓ سے دامنِ اخلاص نہ چھوٹ سکا

سیدنا عمر فاروقؓ نے جنگ یرموک کے موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو خط بھیجا کہ آج سے، آپ جو امیر لشکر تھے اس پوسٹ (عہدہ) سے اتر گئے اور جو خط لے کر آرہے ہیں یہ اس پوسٹ پر آگئے، اگر آپ میرے پاس واپس آنا چاہتے ہیں تو مدینہ آجائیں اور اگر عام فوجی کی طرح لڑنا چاہیں تو آپ کو لڑنے کی اجازت ہے، تو حضرت خالد بن ولیدؓ واپس نہ آئے بلکہ ایک عام فوجی بن کر لڑنا قبول کیا، بعد میں کسی نے خالد بن ولیدؓ سے پوچھا: حضرت! پہلے تو آپ فوج کے کمانڈر انچیف تھے اور ایک خط کے ذریعے آپ کو ایک عام فوجی بن کر لڑنا پڑا، آپ کے لیے تو یہ بڑا مشکل ہوگا، انہوں نے فرمایا کہ میرے لیے کوئی مشکل نہیں تھا، کیونکہ جب میں فوج کا امیر تھا تو اس وقت بھی میں اسی مالک کو راضی کرنا چاہتا تھا اور جب میں ایک

سپاہی بن کر لڑا تب بھی میں اسی مالک کو راضی کر رہا تھا۔

میرا رب میرا نام جانتا ہے، تو پھر۔۔۔۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب مدائن کو فتح کیا تو کچھ دنوں کے بعد ایک عام مجاہد ان کے پاس آیا، اس نے کوئی چیز کپڑے میں لپیٹی ہوئی تھی، اس نے وہ چیز نکالی اور کہنے لگا، اے امیر الجیش! میں آپ کی خدمت میں یہ امانت دینے کے لیے آیا ہوں، جب حضرت نے اس کو کھولا تو وہ مدائن کے بادشاہ کا تاج تھا، وہ تاج سونے کا بنا ہوا تھا، اور اس پر اتنے قیمتی ہیرے اور موتی لگے ہوئے تھے کہ اگر وہ مجاہد اس کو بیچ کر کھاتا تو اس کی سات نسلوں کو کمانے کی ضرورت نہ ہوتی، جو بادشاہ اس جنگ میں قتل ہوا تھا اس کے سر سے وہ تاج کہیں گرا تھا، وہ مٹی میں پڑا تھا اور اس مجاہد کو مل گیا کسی کو پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ تاج اس کے پاس ہے، اس نے بھی اس کو چھپا کر رکھا، جب ہر چیز سیٹل ہوگئی تو اس نے لا کر سعد بن ابی وقاصؓ کو پیش کر دیا، حضرت اس کے اخلاص پر حیران ہوئے کہ کسی کو اس تاج کے بارے میں پتہ بھی نہیں تھا، یہ غریب سا بندہ ہے، یہ اسے اپنے پاس رکھ بھی سکتا تھا، لہٰذا انہوں نے اس کے اخلاص پر حیرانی کا اظہار کیا اور اس سے پوچھا: اے مجاہد! تیرا نام کیا ہے؟ اس سوال پر مجاہد نے اپنا رخ پھیر کر ان کی طرف اپنی پیٹھ کر دی اور کہا کہ جس رب کو راضی کرنے کے لیے میں نے یہ تاج واپس کیا ہے، وہ رب میرا نام جانتا ہے، یہ کہہ کر وہ ان کے دربار سے باہر چلا گیا۔

اخلاص واحتیاط کا عجیب نمونہ

عبداللہ بن مبارکؒ کے والد کا نام مبارک تھا، وہ ایک آدمی کے غلام تھے، اس نے ان کو اپنے باغ کی نگرانی پر رکھا ہوا تھا، بعض کتابوں میں انار کا باغ آیا ہے اور بعض میں آم کا باغ، بہر حال پھلوں کا باغ تھا، ان کو وہاں کام کرتے تین سال گزر چکے تھے۔

ایک دن باغ کا مالک وہاں آ پہنچا، اس نے ان سے کہا، بھئی! مجھے پھل کھلاؤ، وہ

ایک درخت سے پھل لے کر آئے، جب اس نے کاٹا اور کھایا تو کھٹا تھا، مالک نے کہا، آپ تو کھٹا پھل لے آئے ہیں، وہ پھر گئے اور دوسری جگہ سے پھل اتار کر لے آئے، جب کاٹا تو وہ بھی کھٹا تھا، جب تیسری دفعہ لائے تو پھر بھی کھٹا، مالک بڑا ناراض ہوا، اس نے کہا، تمہیں باغ کی رکھوالی کرتے ہوئے تین سال گزر چکے ہیں، لیکن تمہیں اب تک پتہ نہیں چلا کہ کس درخت کا پھل شیریں ہے اور کس کا پھل کھٹا ہے، جب وہ خوب ناراض ہوا تو حضرت مبارکؒ نے بالآخر کہا: ''جی! آپ نے مجھے باغ کی نگرانی کے لیے رکھا تھا، پھل کھانے کے لیے تو نہیں رکھا تھا، میں نے تین سال میں کبھی کوئی پھل نہیں کھایا، اس لیے مجھے نہیں پتہ کہ کس درخت کا پھل کھٹا ہے اور کس درخت کا پھل میٹھا ہے'' اس مالک کو ان کی یہ بات اتنی اچھی لگی کہ اس نے ان کو آزاد کر دیا، پھر اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ ان کا نکاح بھی کر دیا اور ان کو اس باغ کا مالک بھی بنا دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے عبداللہ رکھا اور پھر وہ اپنے وقت میں عبداللہ بن مبارک بنا۔۔۔۔سبحان اللہ۔۔۔۔یہ ہوتا ہے اخلاص!

امام ابوداؤدؒ کی للّٰہیت پر جنت کا پروانہ

امام ابوداؤدؒ ایک بڑے محدث گزرے ہیں، ایک مرتبہ وہ ایک کشتی کا سفر کر رہے تھے، ان کے سامنے سے ایک اور کشتی آ رہی تھی، ان کو سفر کے دوران اس وقت چھینک آئی، جب سامنے سے آنے والی کشتی بالکل قریب تھی، جس بندے کو چھینک آئے اسے چاہئے کہ وہ ''**الحمد للہ**'' کہے اور ''**الحمد للہ**'' کے الفاظ سننے والے کو چاہئے کہ وہ اس کو جواب میں ''**یرحمک اللہ**'' کہے، اس کے بعد چھینک والا آدمی اس کے جواب میں ''**یھدیکم اللہ**'' کہے، چنانچہ انہوں نے چھینک آنے پر ''**الحمد للہ**'' کہا، ساتھ والی کشتی میں سے ایک آدمی نے ان کی زبان سے ''**الحمد للہ**'' سنا تو اس نے جواب میں ''**یرحمک اللہ**'' کہا، لیکن جب حضرت ابوداؤدؒ نے جواب دینا تھا تو کشتی دور جا چکی تھی اور وہاں تک آواز نہیں پہنچ سکتی تھی، جب حضرت کنارے پر پہنچے تو وہاں جا کر انہوں نے ایک اور کشتی کرایہ پر لی اور ایک

درہم اس کو دیا اور کشتی سے واپس آئے اور واپس آ کر اس بندے کو جس نے "یرحمک اللہ" کہا تھا اسے جواب میں "یھدیکم اللہ" کہا اور واپس گئے، رات کو جب سوئے تو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا: ابوداؤد کو مبارکبادی دے دو کہ اس نے ایک درہم کے بدلے میں اللہ سے جنت خرید لی ہے۔۔۔اللہ اکبر!!!۔۔۔۔محدثین اللہ کی رضا کے لیے یوں اخلاص کیساتھ عمل کرتے تھے، اس وجہ سے آج ان کا فیض جاری ہے، آج دنیا ان کی کتابیں پڑھ رہی ہے اور اپنی زندگی شریعت کے مطابق گزار رہی ہے اور وہ حضرات اپنی قبروں کے اندر اس کا اجر وثواب پا رہے ہیں تو اخلاص والے بندے کی محنت چھوٹی اور اسے اجرت موٹی ملتی ہے، وہ کام تو تھوڑا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر بڑا پالیتا ہے۔

اخلاص نے رزق کے دروازے کھول دیئے

ابن عقیلؒ اپنا واقعہ لکھتے ہیں کہ میں بہت ہی زیادہ غریب آدمی تھا، ایک مرتبہ میں نے طواف کرتے ہوئے ایک ہار دیکھا جو بڑا قیمتی تھا، میں نے وہ ہار اٹھا لیا، میرا نفس چاہتا تھا کہ میں اسے چھپالوں لیکن میرا دل کہتا تھا، ہرگز نہیں، یہ چوری ہے، بلکہ دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ جس کا یہ ہار ہے اسے میں واپس کردوں، چنانچہ میں نے مطاف میں کھڑے ہوکر اعلان کردیا کہ اگر کسی کا ہار گم ہوا ہو تو آ کر مجھ سے لے لے، کہتے ہیں کہ ایک نابینا آدمی آیا اور کہنے لگا کہ یہ ہار میرا ہے اور میرے تھیلے میں سے گرا ہے، میرے نفس نے مجھے اور بھی ملامت کی کہ ہار تو تھا بھی نابینا کا، اس کا کسی کو کیا پتہ چلنا تھا، چھپانے کا اچھا موقع تھا مگر میں نے وہ ہار اسے دے دیا، نابینا نے دعا دی اور چلا گیا۔

کہتے ہیں کہ میں دعائیں بھی مانگتا تھا کہ اللہ! میرے لیے کوئی رزق کا بندوبست کر دے، اللہ کی شان دیکھیں کہ میں وہاں سے "ہلہ" (یہ ایک بستی کا نام ہے) آ گیا، وہاں کی ایک مسجد میں گیا تو پتہ چلا کہ چند دن پہلے امام صاحب فوت ہو گئے تھے، لوگوں نے مجھے کہا کہ نماز پڑھا دو، جب میں نے نماز پڑھائی تو انہیں میرا نماز پڑھانا اچھا لگا، وہ کہنے لگے، تم یہاں

امام کیوں نہیں بن جاتے، میں نے کہا، بہت اچھا، میں نے وہاں امامت کے فرائض سرانجام دینے شروع کر دیئے، تھوڑے دنوں کے بعد پتہ چلا کہ جو امام صاحب پہلے فوت ہوئے تھے ان کی ایک جوان سال بیٹی ہے، وہ وصیت کر گئے تھے کہ کسی نیک بندے سے اس کا نکاح کر دینا، مقتدی لوگوں نے مجھ سے کہا، جی اگر آپ چاہیں تو ہم اس یتیم بچی کا آپ سے نکاح کر دیتے ہیں، میں نے کہا: جی بہت اچھا، چنانچہ انہوں نے اسکے ساتھ میرا نکاح کر دیا۔

شادی کے کچھ عرصہ کے بعد میں نے اپنی بیوی کو دیکھا کہ اس کے گلے میں وہی ہار تھا جو میں نے طواف کے دوران ایک نابینا آدمی کو لوٹایا تھا، اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا، میں نے پوچھا: یہ ہار کس کا ہے؟۔۔۔اس نے کہا، یہ میرے ابو نے مجھے دیا تھا۔

میں نے کہا: آپ کے ابو کون تھے؟۔۔۔اس نے کہا، وہ عالم تھے، اس مسجد میں امام تھے اور نابینا تھے، تب مجھے پتہ چلا کہ اس کے ابو وہی تھے جن کو میں نے وہ ہار واپس کیا تھا، میں نے اس کو بتایا کہ یہ ہار تو میں نے ان کو اٹھا کر دیا تھا، وہ کہنے لگی کہ آپ کی بھی دعا قبول ہوگئی اور میرے ابو کی بھی دعا قبول ہوگئی، میں نے کہا، وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ آپ کی دعا تو اس طرح قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر بھی دیا، گھر والی بھی دی اور رزق بھی دیا اور میرے ابو کی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ جب وہ ہار لے کر واپس آئے تو وہ دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ! ایک امین (امانتدار) شخص نے میرا ہار مجھے لوٹایا ہے، اے اللہ! ایسا ہی امین شخص میری بیٹی کے لیے خاوند کے طور پر عطا فرما دے، اللہ نے میرے باپ کی دعا بھی قبول کر لی اور آپ کو میرا خاوند بنا دیا ۔۔۔مخلص بندے کا کام اللہ تعالیٰ کبھی رکنے نہیں دیتے، اٹکنے نہیں دیتے بلکہ اس کی کشتی ہمیشہ کنارے لگا دیا کرتے ہیں۔

حضرت یعقوب کا مارنا بھی اللہ کیلئے

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اکابرین میں سے تھے، ایک مرتبہ وہ کسی بچے کو کسی غلطی پر سزا دینے لگے، اسے دو چار تھپڑ لگائے، جب بچے کو تھپڑ لگے

اور اسے درد ہوا تو رو کر کہنے لگا، حضرت! مجھے اللہ کے لئے معاف کر دیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: او خدا کے بندے! میں تجھے اللہ کے لئے ہی مار رہا ہوں، تو معلوم ہوا کہ ان کا غصہ کے وقت بھی کسی کو مارنا اللہ کے لئے ہوا کرتا تھا۔

حضرت مدنیؒ کا اخلاص بھرا عمل

حضرت لاہوریؒ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ حضرت مدنیؒ حج کے سفر سے واپسی پر ٹرین میں سفر کر رہے تھے، ان کے قریب ایک ہندو جنٹل مین بھی بیٹھا ہوا تھا، دورانِ سفر اس کو بیت الخلاء جانے کی ضرورت پیش آئی، اس نے جا کر دیکھا تو بیت الخلاء بہت گندہ تھا، چنانچہ وہ جلد ہی واپس آ گیا، کسی نے پوچھا کہ آپ گئے تھے اور جلد ہی واپس آ گئے، اس نے کہا، لوگ گند مچا دیتے ہیں، بیت الخلاء میں صفائی ہی نہیں کرتے، مجھے ضرورت تو تھی لیکن بیت الخلاء اتنا گندہ تھا کہ میں اس کو استعمال نہیں کر سکا۔

یہ بات کر کے وہ ہندو بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ الحدیث شیخ طریقت حضرت مدنیؒ اٹھے اور ٹرین کے بیت الخلاء میں تشریف لے گئے اور سارے بیت الخلاء کو صاف کر دیا، جب صاف کرنے کے بعد واپس آ کر بیٹھے تو کہنے لگے کہ میں بیت الخلاء استعمال کرنے کے لیے گیا تو ابھی تو بڑا صاف تھا، یہ اس لیے کہا کہ وہ استعمال کر لے، اب جب ہندو دوبارہ گیا تو اس نے اس کو صاف پایا اس نے اسے استعمال کیا اور واپس آ کر کہنے لگا، جی واقعی کسی نے صاف کر دیا تھا۔

لوگوں کو تجسس ہوا کہ آخر اس کو کس نے صاف کیا، وہاں ایک عالم اور بھی بیٹھے ہوئے تھے، ان کا نام خواجہ نظام الدین تھا، انہوں نے حضرت مدنیؒ کے بارے میں غائبانہ طور پر کچھ باتیں سنی ہوئی تھیں اور وہ ان کی مخالفت کیا کرتے تھے، انہوں نے جب کھود کرید کی تو پتہ چلا کہ حضرت مدنیؒ نے بیت الخلاء صاف کیا ہے، یہ دیکھ کر اس کھدر پوش فقیر کے سامنے خواجہ نظام الدینؒ نے اپنے ہاتھ جوڑ دیئے اور کہنے لگے: جی! آپ مجھے معاف

کر دیں، میں نے عمر بھر آپ کی غیبت کی، مجھے آپ کی عظمتوں کا پتہ نہیں تھا، آج پتہ چلا کہ آپ کتنے عظیم انسان ہیں کہ ایک ہندو کی خاطر آپ نے ایسا کام کیا ہے، حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے، لوگ حیران ہو کر پوچھنے لگے، وہ کیسے؟ تو فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک یہودی آیا، اس کو بھوک لگی ہوئی تھی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو کھانا دیا تو اس نے کھانا زیادہ کھا لیا، رات کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو سونے کے لیے بستر دیا، پیٹ نرم ہونے کی وجہ سے قدرتاً اس کی ایسی کیفیت ہوئی کہ اسی بستر میں اس کا پاخانہ خارج ہو گیا، وہ صبح اسی حالت میں اٹھ کر وہاں سے چل دیا، جب وہ کچھ دور پہنچا تو اسے یاد آیا کہ وہ جلدی میں اپنا کچھ سامان وہاں بھول گیا ہے، چنانچہ جب وہ سامان لینے کے لیے واپس آیا تو دیکھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھوں اس بستر کو دھو رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں سے آنسو نکل آئے اور اس نے کہا: آپ کو اللہ نے وہ خلق عطا کیے جو خلق دنیا میں کہیں کسی کے پاس نہیں ہو سکتے، لہٰذا آپ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیجئے، تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کی خاطر یہ عمل کیا تھا اور میں نے بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے تو یہ مخلص لوگ تھے۔

حضرت عبدالمالک صدیقیؒ کا اخلاص

جب ریاء دل سے نکلتی ہے تو پھر ''میں'' کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں اور انسان کے اندر عاجزی بھر جایا کرتی ہے، پھر وہ لوگوں کی کڑوی کسیلی باتیں بھی صبر کے ساتھ سن لیتا ہے۔۔۔ حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ پر اللہ تعالیٰ نے دین کے خزانے تو کھولے ہی تھے، آخری عمر میں ان پر دنیا کے دروازے بھی کھول دیئے تھے، چنانچہ ان کو خوب فتوحات حاصل تھیں، اس کی وجہ سے ان کے بعض ہم عصر علماء کبھی کبھی ادھر ادھر کی باتیں کر دیتے تھے، وہ کہتے تھے، جی اتنی بڑی مسجد بنا دی، یہ پیسہ آ گیا وہ پیسہ آ گیا۔۔۔ اللہ کی شان دیکھو کہ مسجد کوئی بناتا ہے اور

مروڑ کسی اور کے دل میں اٹھتا ہے، حضرت صدیقیؒ خاموش رہتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شہر سے حضرت کے مریدان سے ملنے کے لیے آئے، اس شہر کے ایک بڑے عالم تھے، وہ ان سے ملے اور پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ اس نے کہا، جی میں حضرت صدیقیؒ کو ملنے جارہا ہوں، انہوں نے کہا، اچھا ان کو میرا پیغام دے دینا کہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں، جب آدمی ایک سے نکاح کرتا ہے تو دوسری روٹھ جایا کرتی ہے ۔۔۔۔ اصل میں انہوں نے چوٹ کی تھی کہ اب آپ پر فتوحات کے دروازے کھل گئے، لہٰذا اب آپ اپنے دین کی خیر منائیں۔

جب وہ صاحب حضرت صدیقیؒ کے یہاں آئے اور ان سے ملے تو حضرت نے اس کے حال احوال قدرتاً یہ بھی پوچھ لیا کہ آپ کے شہر کے وہ بڑے عالم کس حال میں ہیں، اسنے کہا جی ٹھیک ہیں، پھر پوچھا کہ ان سے آپ کی ملاقات کب ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا، جی آتے ہوئے ملاقات ہوئی تھی، حضرت نے پوچھا: بھئی انہوں نے کوئی بات کہی تھی؟ ۔۔۔۔ جی ہاں! یہ اللہ والے جو اسیس القلوب (دلوں کے جاسوس) ہوتے ہیں ۔۔۔۔ جب یہ پوچھا تو وہ صاحب خاموش ہوگئے، اب حضرت صدیقیؒ کو اندازہ ہوگیا کہ کوئی بات ہے، چنانچہ حضرتؒ نے فرمایا: جو بات انہوں نے تمہیں کی تھی من وعن وہی بات تم مجھے کہو، اب وہ پھنس گیا، بہرحال اس نے بادلِ نخواستہ بتایا کہ حضرت! جب میں ان سے ملا اور بتایا کہ آپ کو ملنے جارہا ہوں، تو بڑے مسکرائے اور کہنے لگے کہ میرا پیغام دے دینا کہ دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں، جب بندہ ایک سے نکاح کرتا ہے تو دوسری روٹھ جایا کرتی ہے، یہ بات سن کر حضرت صدیقیؒ نے سر جھکا لیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو گرنا شروع ہوگئے، اتنے آنسو گرے کہ آپ کا دامن آنسوؤں سے تر ہوگیا۔

اب وہ آدمی پریشان ہوا کہ میں نے کون سی بات کردی کہ حضرت اتنے غمزدہ ہوئے، جب حضرت کافی دیر روتے رہے تو پھر اس نے پوچھا: حضرت اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو آپ مجھے معاف فرمادیں، آپ نے فرمایا: نہیں نہیں، آپ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی، اس نے کہا: حضرت! پھر آپ اتنا کیوں روئے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں شکر کی وجہ سے رو رہا

ہوں کہ الحمدللہ اس وقت بھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کو ہمارے سیدھے رہنے کی فکر موجود ہے اور وہ ہمیں نصیحتیں کرتے رہتے ہیں، اب بتایئے کہ حضرت اس کو جواب میں کیا کہہ سکتے تھے، لیکن اپنی عالی ظرفی کی وجہ سے خاموش رہے، ہم ہوتے تو کیا کہتے ہیں؟ ہم کہتے کہ بڑے آئے بات کرنے والے، یہ نہیں دیکھتے وہ نہیں دیکھتے، مگر نہیں اللہ والوں کی بات ہی اور ہوتی ہے۔

ملنا جلنا، کھانا، پینا سبھی ہو اللہ کے لئے

شیخ الحدیث حضرت زکریاؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ دریائے جمنا کے کنارے رہتے تھے، ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا، جی دریا کے دوسرے کنارے میرا ایک کام ہے لیکن دریا کے اندر طوفان بہت ہے، جس کی وجہ سے کشتی کے ذریعے جانا مشکل ہے، اب میں کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا: جاؤ اور دریا کے کنارے کھڑے ہوکر کہہ دو کہ تجھے اس شخص کی طرف سے پیغام ہے جس نے کبھی اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری نہیں کی اور نہ کبھی کھانا کھایا ہے کہ تم مجھے راستہ دے دو، اب وہ بندہ تو یہ سن کر چلا گیا اور جا کر دریا کو وہی پیغام دیا، دریا کی طغیانی کم ہوگئی اور اس شخص نے آرام سے دریا پار کرلیا۔

ادھر بیوی صاحبہ نے بھی شوہر کی یہ بات سن لی تھی اور ماشاء اللہ سات بچے بھی تھے، وہ بڑی تلملائی کہ یہ عجیب ہے مجھے رسوا کر رہا ہے، وہ بزرگ جب اپنے گھر میں آئے تو وہ آگے غصے سے بھری بیٹھی تھی، کہنے لگی کہ یہ جو تو کھا کھا کر موٹا ہو رہا ہے، اس کو تو تو جان اور تیرا خدا لیکن یہ بتا کہ تو نے جو میرے ساتھ کبھی ملاقات نہیں کی تو یہ سات بچے کہاں سے ہو گئے، اس پر انہوں نے اس کو وضاحت کے ساتھ بات سمجھائی کہ دیکھ میں نے جب بھی کھانا کھایا ہمیشہ اس نیت سے کھایا کہ اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ تیری جان کا تجھ پر حق ہے، اس لیے اپنی جان کا حق ادا کرنے کے لیے کھانا کھایا، نفس کی لذت کی وجہ سے کبھی نہیں کھایا، اسی طرح اگرچہ میں سات بچوں کا باپ ہوں مگر بیوی سے

ملاقات کرتے ہوئے میرے دل میں ہمیشہ یہ نیت ہوتی تھی کہ شریعت نے مجھ پر بیوی کے حقوق عائد کئے ہیں، لہٰذا میں اپنی بیوی کا حق ادا کر رہا ہوں، میرا مقصد فقط نفس کی لذت اور اپنی خواہشات کو پورا کرنا نہیں ہوتا تھا، اگر چہ میں نے اتنی بار اس کا حق ادا کیا مگر یہ ایسے ہی تھا جیسے میں نے اپنے لیے کیا ہی نہیں۔

اللہ کے لیے ننانوے مٹکے توڑے مگر۔۔۔۔

ایک بادشاہ کے سو مٹکے شراب کے جا رہے تھے، ایک اللہ والے کو پتہ چلا تو ان کو غصہ آ گیا، چنانچہ انہوں نے مٹکے توڑنا شروع کر دیئے، انہوں نے ننانوے مٹکے توڑ کر ایک چھوڑ دیا، جب بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے انہیں گرفتار کروالیا، اس نے پوچھا: تم نے مٹکے کیوں توڑے؟ وہ کہنے لگے، جب مجھے پتہ چلا کہ ان مٹکوں میں شراب ہے تو میری غیرت نے گوارا نہ کیا کہ تم مسلمان ہو اور شراب پیتے ہو، اس لیے میں نے ان کو توڑ دیا، اس نے کہا، اچھا ننانوے مٹکوں میں تو غیرت کام آئی لیکن سو ویں مٹکے میں غیرت کیوں نہ کام آئی؟ فرمانے لگے، ننانوے تک تو میں توڑتا چلا گیا، جب ننانواں مٹکا توڑ رہا تھا تو میرے دل میں خوشی کی ایک لہر پیدا ہوئی کہ دیکھو میں نے کتنا بڑا کام کر لیا، پھر میں نے سوچا کہ اب تک کام اللہ کے لیے کیا تھا اور اگر اب اگلا مٹکا توڑوں گا تو وہ اپنے نفس کی وجہ سے توڑوں گا، اس لیے سوواں چھوڑ دیا، جب بادشاہ نے یہ سنا تو ان کو سزا دینے کی بجائے ویسے ہی آزاد کر دیا۔ اللہ اکبر

شدتِ بھوک میں بھی ترکِ اخلاص گوارا نہیں

احمد بلگرامیؒ ایک دن وضو کر رہے تھے، وضو کرنے کے بعد جب اٹھے تو نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے نیچے گر گئے، جو شاگرد وضو کروا رہا تھا اس نے پوچھا: حضرت! کیا ہوا ان

کی زبان سے نکل گیا، میں تین دن سے فاقے سے ہوں، اس کمزوری کی وجہ سے چکر آیا اور میں گر گیا، وہ شاگرد ان کو چھوڑ کر کھانا لینے چلا گیا، کھانا لا کر اس نے عرض کیا: حضرت! کھانا کھا لیجئے، حضرت نے فرمایا: میں یہ کھانا نہیں کھاؤں گا، اس نے پوچھا، کیوں؟ فرمایا: اس لیے کہ جب میں نے تمہیں بتا دیا کہ میں تین دنوں سے فاقے سے ہوں اور تم چلے گئے تو میرے دل میں خیال آیا کہ ممکن ہے کہ تم کھانے کی کوئی چیز لے کر آؤ گے، یہ جو طمع مخلوق کے ساتھ ہے، اس کو اشرافِ نفس کہتے ہیں، یہ بھی ماسوا کے ساتھ طمع ہے، میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا اور میں اپنی امیدیں فقط اللہ کے ساتھ رکھتا ہوں، چنانچہ انہوں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا، مگر وہ شاگرد بھی اتنا ہونہار تھا کہ جب حضرت نے انکار کر دیا، تو کہنے لگا، حضرت! اچھا آپ کھانا نہیں کھاتے تو میں کھانا لے جاتا ہوں، وہ کھانا لے کر چلا گیا، وہ پانچ دس منٹ نظر سے اوجھل رہا اور اس کے بعد پھر واپس آ گیا اور عرض کرنے لگا، حضرت! اب تو آپ کے دل سے طمع ختم ہو گئی ہے، اب میں دوبارہ کھانا لے آیا ہوں، آپ قبول فرمالیں، اب حضرت نے وہ کھانا قبول فرمالیا، پتہ چلا کہ ہمارے مشائخ ہر کام اللہ رب العزت کی رضا کے لیے کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بندے کی نیت کے مطابق معاملہ فرما دیتے ہیں۔

اخلاص والوں کی قدر و منزلت بارگاہِ قدس میں

عہد قدیم میں طولون نامی ایک حاکم گزرا ہے، وہ دیندار مزاج کا آدمی تھا، اس وقت کے حاکم دنیادار ہونے کے باوجود دیندار بھی ہوا کرتے تھے، اس نے ایک مرتبہ ایک بچے کو لاوارث پڑا دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ اس کی ماں نے اس کو جنا اور اسے یہاں چھوڑ دیا، چنانچہ اس نے بچے کو اٹھایا، اس نے اس بچے کا نام احمد رکھا، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ وہ احمد یتیم کے نام سے مشہور ہو گیا، اب اس نے احمد یتیم کو بیٹوں کی سی محبت دی، اس کی اچھی تربیت کی اور پھر اس کو اپنا خاص مصاحب بنا دیا، احمد یتیم بھی بڑا دیانتدار، نیکوکار اور پرہیزگار نوجوان بنا۔

کچھ عرصہ کے بعد طولون کی وفات ہونے لگی تو اس نے اپنے بیٹے ابوالجیش کو اپنا نائب

بنایا اور پوری سلطنت اس کے حوالے کردی اور یہ وصیت کی کہ بیٹا! یہ (احمد) تیرا بھائی ہے، میں نے اس کی پرورش کی ہے، تم بھی ساری عمر اس کا خیال رکھنا، اس کے بعد وہ فوت ہوگیا، چنانچہ جب ابوالجیش نے کنٹرول سنبھالا تو اس نے بھی احمد یتیم کے ساتھ اچھا تعلق رکھا، ایک مرتبہ ابوالجیش کو کسی چیز کی ضرورت پڑی، اس نے احمد یتیم کو بلایا اور کہا کہ یہ چابی لیں اور فلاں راستے سے آپ میرے کمرے میں چلے جائیں اور یہ چیز اٹھا کر لے آئیں، اس نے دن میں وہ راستہ کھولا اور کمرے میں چلا گیا، وہ جیسے ہی اس کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ابوالجیش کی ایک باندی جو بڑی خوبصورت تھی اور ابوالجیش اس کے ساتھ بڑی محبت کرتا تھا، وہ اس وقت اس کمرے میں کسی خادم کے ساتھ زنا کی مرتکب ہو رہی تھی، اس باندی کو توقع ہی نہیں تھی کہ دن کے وقت بھی مرد کمرے میں واپس آسکتا ہے، جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اور یہ معاملہ دیکھا تو وہ مرد بھاگ گیا اور عورت احمد یتیم کو اپنے چکر میں پھنسانے لگی اور اس کی منت سماجت کرنے لگی کہ تم بھی میرے ساتھ وہی کرو جو وہ کر رہا تھا، لیکن اس کے دل میں نیکی تھی، لہٰذا کہنے لگا، ہرگز نہیں "قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ" (یوسف: ۲۳)

سبحان اللہ! نیک لوگوں کا یہی دستور رہا ہے، چنانچہ احمد یتیم اس بدکار عورت کے چنگل سے نکل گئے اور وہ چیز اٹھا کر اس کمرے سے واپس آگئے، اب اس باندی کے دل میں یہ بات کھٹک گئی کہ اگر یہ جا کر میری شکایت لگائیگا تو مجھے قتل کر دیا جائیگا، لیکن انہوں نے اس کا پردہ رکھا اور آکر وہ چیز ابوالجیش کو دے دی اور بات گول کر دی۔

ابوالجیش نے انہی دنوں میں ایک اور نکاح کر لیا اور دوسرا نکاح کرنے کی وجہ سے پہلی بیوی کے پاس وقت گزارنے میں ذرا کمی آنے لگی، چونکہ وہ دل میں سوچتی تھی کہ اس کا کوئی نہ کوئی ردعمل ہونا ہے، اس لیے اس کے دل میں یہ بات کھٹک گئی کہ احمد یتیم نے میرے خاوند کو سب کچھ بتا دیا ہے جس کی وجہ سے میرے خاوند کی توجہ مجھ سے ہٹ گئی ہے۔

عورت کے دل میں جب حسد آجائے تو پھر وہ کیا کیا مکاریاں کر گزرتی ہے، چنانچہ اس نے سوچا کہ میں کسی طرح احمد یتیم کو راستے سے ہٹاؤں، ایک دن ابوالجیش اس سے ملنے کے

لیے آیا، جب اس نے دیکھا کہ میاں بڑی محبت کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور پیار دے رہا ہے تو اس وقت وہ رونے لگ گئی، اس نے کہا: تم رو کیوں رہی ہو؟ وہ کہنے لگی، میں کیا بتاؤں، ایک دن احمد یتیم ہمارے کمرے میں آیا تھا، اس نے میرے ساتھ بدکاری کی کوشش کی اور میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو اس کے چنگل سے بچایا تھا، جب ابوالجیش نے یہ سنا تو اسے یاد آیا کہ ہاں میں نے ایک مرتبہ دن کے وقت احمد یتیم کو چابی دے کر بھیجا تھا اس وقت اس نے میرے حرم کے ساتھ خیانت کرنے کی کوشش کی ہوگی، یہ سوچ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا کہ یہ اتنا خائن شخص ہے، اس نے اسی وقت نیت کر لی کہ میں احمد یتیم کو قتل کروا دیتا ہوں۔

چنانچہ جب وہ دربار میں آیا تو اس نے اپنے خاص بندے کو بلایا اور اسے کہا کہ میں ایک آدمی کو برتن دے کر آپ کی طرف بھیجوں گا اور وہ آپ کو میرا یہ پیغام دیگا کہ اس برتن کو کستوری سے بھر دو، آپ کو یہ کام کرنا ہے کہ وہ برتن جو بندہ لے کر آپ کے پاس آئیگا، آپ اس کو قتل کر کے اس کا سر اس برتن میں ڈال کر میرے پاس لے آنا، پھر اس نے احمد یتیم کو بلوایا اور اس سے باتیں کرنا شروع کر دیں، جب اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا تو اسنے احمد یتیم کو وہ برتن دیا اور کہنے لگا کہ آپ فلاں بندے کے پاس جائیں اور اسے کہیں کہ وہ اس کو کستوری سے بھر کر لائے، احمد یتیم کو تو کچھ پتہ نہیں تھا، یہ برتن لے کر کچھ آگے گیا تو راستے میں اسی آدمی سے ملاقات ہوگئی، جس نے باندی کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا تھا، اس نے احمد یتیم سے وہ برتن لے لیا کہ یہ کام میں کر دیتا ہوں، چنانچہ وہ آدمی اس خاص بندے کے پاس گیا تو اس نے اسے فوراً قتل کروا دیا اور اس کا سر برتن میں ڈال کر ابوالجیش کے پاس بھیجوا دیا، جب ابوالجیش کے سامنے احمد یتیم کی بجائے دوسرے آدمی کا سر لایا گیا تو وہ بڑا حیران ہوا، ابوالجیش نے احمد یتیم کو زندہ حالت میں دیکھا تو بڑا حیران ہوا کہ میں نے تو کچھ اور پلاننگ کی تھی، یہ کیا ہوا؟ احمد یتیم بھی بڑے حیران تھے کہ برتن میں کستوری کی بجائے اسی خادم کا سر تھا۔

اس وقت ابوالجیش نے کہا کہ میں نے تو تمہیں مروانے کے لیے یہ کام کیا تھا، اب احمد یتیم کو واضح ہوا کہ اس باندی کے کہنے پر ابوالجیش نے میرے خلاف یہ سب کچھ کیا ہے،

چنانچہ اب احمد یتیم نے اس کو پوری کہانی سنائی کہ جناب! میں نے آپ کی بیوی کی پردہ پوشی کی تھی مگر اس بدکار عورت نے مجھے راستے سے ہٹانے کے لیے آپ کو میرے خلاف کر دیا اور قدرتاً وہی بندہ مرا جو اس کا زیادہ چاہنے والا تھا، جب ابوالجیش کو پتہ چلا تو اس نے باندی کو گرفتار کروالیا، جب اس نے پوچھا تو اس نے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا، ابوالجیش نے اس باندی کو بھی قتل کروا دیا، اب ابوالجیش کی نظر میں احمد یتیم کی قدر ومنزلت اور بڑھ گئی اور اس نے وصیت کی کہ میرے بعد ان کو بادشاہ بنایا جائے۔۔۔اللہ اکبر۔۔۔!!!

تو دیکھئے کہ جس کے اندر اخلاص تھا اللہ رب العزت نے اس کو بچالیا اور بدکردار اور خائن لوگ اپنے انجام کو پہنچ گئے، لہٰذا یہ دستور ذہن میں رکھ لیں کہ مخلص بندہ جب بھی کسی کام کے لیے قدم اٹھاتا ہے، اللہ رب العزت ہمیشہ اس بندے کو سرخ رو فرما دیتے ہیں۔

تیروں کی بوچھار میں رہا پھر بھی گمنام رہا

مسلمہ بن عبدالملک ایک حاکم تھا، ایک مرتبہ اس نے فوج کشی کی تو دشمن نے ایک قلعہ کے اندر چھپ کر پناہ لے لی، مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا، وہ محاصرہ کئی دن تک رہا، وہ لوگ اتنی مزاحمت کررہے تھے، کہ کوئی سبیل پیدا نہیں ہورہی تھی دشمنوں میں سے ایک بندہ ایسا تھا جو دیوار کے اوپر چڑھ کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہا کرتا تھا، مسلمان چاہتے تھے کہ ہم جلدی فتح کرلیں لیکن جب یہ قریب جاتے تو وہ دشمن تیروں کی ایسی بارش برساتا کہ یہ پیچھے ہٹ آتے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ ایک دن ایک مسلمان نوجوان فوج کے ساتھ آگے گیا اور تیروں کی پرواہ کیے بغیر آگے بڑھتا رہا، تیر اس کے جسم میں چبھتے رہے، وہ فقط اپنا سر بچاتا رہا، بالآخر وہ تیروں کی بارش میں سے گزر کر دیوار کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا، اب وہ ایسی جگہ پر بیٹھا تھا کہ جہاں تیر مارنے والوں کے تیر اس تک نہیں پہنچ سکتے تھے، وہاں سے اس نے دیوار توڑنا شروع کردی، اس کو دیکھ کر کچھ اور مسلمان نوجوان بھی آگے چلے گئے اور ان سب

نے مل کر بالآخر اس دیوار میں نقب لگا دی، جب اس میں سے چند مسلمان نوجوان اندر داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہ قلعہ فتح کروا دیا، اب اس نوجوان کی بہادری پر پورا لشکر حیران تھا کہ اس نوجوان نے تیروں کی بارش میں جان کی پروا نہیں کی، یہ تیروں پہ تیر کھاتا رہا اور بالآخر اتنے بڑے کارنامے کا سبب بنا، ہر بندہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ صاحبِ نقب کون ہے۔

جب فتح ہوگئی تو ایک موقع پر سب لوگ اکٹھے تھے، اس وقت امیر لشکر نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں صاحب نقب کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ میرے کہنے پر کھڑا ہو جائے تا کہ میں جانوں کہ وہ کون ہے، جب اس نے یہ کہا تو ایک نوجوان کھڑا ہو گیا، اس نے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا، وہ کہنے لگا، امیر المؤمنین! میں بھی آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ نے مجھے کھڑا تو کر لیا، آپ میرا نام ہرگز نہ پوچھئے گا، چنانچہ امیر لشکر اس کے اس عمل سے اتنا خوش ہوا تھا کہ وہ دعا مانگا کرتا تھا، اے اللہ! قیامت کے دن میرا حشر بھی اس صاحب نقب کے ساتھ فرما دیجئے گا۔۔۔۔سبحان اللہ! وہ اتنا مخلص بندہ تھا کہ اس نے اتنا بڑا کام کر دیا اور وہ یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ میرا نام بھی لوگوں کو معلوم ہو۔

میرا نام ظاہر نہ ہونے پائے

چوتھی صدی ہجری میں ایک بزرگ ابو عمر مجاہدؒ گزرے ہیں، ان کے وقت میں حاکم نے لوگوں کے فائدے کی خاطر ایک فلاحی کام کروانا تھا لیکن اس میں بہت زیادہ پیسہ لگتا تھا، جب کہ ان کے پاس اتنی رقم نہیں تھی، اس نے ابو عمر مجاہدؒ سے عرض کیا، حضرت! میں چاہتا ہوں کہ میں صدقہ جاریہ کا کام کروں لیکن میرے پاس خزانے میں اتنا پیسہ نہیں کہ میں یہ کام کر سکوں، حضرتؒ نے اس کو دو لاکھ دینار دے دیئے، وہ یہ رقم لے کر بہت خوش ہوا۔

اگلے دن اس نے لوگوں کو بلایا اور ان کو ترغیب دی کہ جو رقم بچتی ہے، وہ بھی آپ لوگ دے دیں، اور بات کرتے اس نے لوگوں کو بتا دیا کہ ابو عمر مجاہدؒ نے بھی مجھے دو لاکھ دینار عطا کئے ہیں، جیسے ہی اس نے یہ کہا تو ابو عمرؒ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے، امیر صاحب! مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے کہ میں نے یہ رقم آپ کو تو دے دی مگر میں اپنی والدہ سے اس کی اجازت

نہیں لے سکا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان سے اجازت لے لوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا، لہٰذا آپ میری رقم واپس کر دیجئے، اب جب اس نے اتنے لوگوں میں اپنی رقم واپس مانگی تو جو لوگ پہلے تعریفیں کر رہے تھے، اب ان سب نے اسے بری نظر سے دیکھا اور کہا کہ یہ کیسا بندہ ہے، امیر وقت کو بھی وہ رقم واپس کرنی پڑی، جب امیر وقت نے رقم واپس کر دی اور انہوں نے لے لی اور سب لوگ چلے گئے تو رات کے اندھیرے میں وہ ہی رقم (دو لاکھ دینار) لے کر دوبارہ آئے اور امیر سے کہنے لگے کہ آپ نے تو مجھے ذبح ہی کرنا چاہا مگر اللہ نے مجھے بچا لیا، میں نے اپنی والدہ کا بہانہ بنایا تھا، حالانکہ یہ رقم میری ہی ملکیت میں تھی، اب میں آپ کو دوبارہ اللہ کے نام پر دیتا ہوں، آپ میرا نام کسی کے سامنے نہ لیجئے گا۔

ریا سے مٹ جاتے ہیں اجر وثواب

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے سورۂ ''طٰہٰ'' کی تلاوت کی، رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک قرآن مجید ہے جس کے اوپر سنہری حروف میں لکھا ہوا ہے، انہوں نے خواب میں بھی سورۂ ''طٰہٰ'' پڑھی، وہ بڑے خوش ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے نامہ اعمال میں سورۂ ''طٰہٰ'' کی تلاوت کا اجر لکھ دیا گیا ہے۔

جب شوق سے دیکھ رہے تھے تو ایک صفحہ پر دیکھا کہ درمیان میں سے کچھ آیتوں کی جگہ خالی ہے، وہ خواب میں ہی بڑے حیران ہوئے کہ یہ جگہ خالی کیوں ہے، سوچتے رہے، سوچتے رہے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور خواب میں ہی یہ خیال آیا کہ ہاں جب میں تلاوت کر رہا تھا تو اس وقت ان آیات کی تلاوت کرتے وقت ایک واقف بندہ میرے قریب سے گزرا تھا اور میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ یہ بندہ میری تلاوت سن کر خوش ہوگا، بس دل میں اتنے سے خیال کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ان آیات کی تلاوت کے اجر سے محروم فرما دیا کہ دل میں یہ خیال کیوں پیدا ہوا کہ یہ بندہ تلاوت سن کر خوش ہوگا۔

قــدر و منزلت

اور

حــوصله افزائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کی قدر دانی

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مکہ مکرمہ سے لوٹ کر مدینہ کی طرف آ رہے تھے، راستے میں رات آ گئی، پڑاؤ ڈالا، آپ کھلے میدان میں سوئے ہوئے تھے، اچانک آپ کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آسمان پر چودھویں کا چاند نور برسا رہا تھا، جب سیدنا عمرؓ نے آسمان کے چاند کو دیکھا تو انہیں بے اختیار مدینہ کا چاند یاد آ گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آتے ہی اٹھ بیٹھے، اس وقت تنہائی تھی، ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، آسمان سے نور برس رہا تھا، قبولیت دعا کا موقع محسوس ہو رہا تھا، اس وقت سیدنا عمرؓ نے اللہ رب العزت کے سامنے اپنے دل کا راز کھولا اور اپنے دل کی تمنا یوں بیان کی۔

"اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ قَبْرِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ"

(اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرمایئے اور میری قبر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں بنا دیجئے)

اب حضرت عمرؓ نے تو اتنا ہی مانگا تھا، ان کو شہادت تو کسی جگہ بھی مل سکتی تھی، چاہے پہاڑ کی چوٹی پر ملتی چاہے کسی میدان میں ملتی، مگر اللہ تعالیٰ قدر دان ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا کو پورا کیا، مگر پورا بھی کس انداز میں کیا کہ ۔۔۔۔۔۔ سیدنا عمرؓ باوضو ہیں ۔۔۔۔۔۔ مصلیٰ نبوی پر کھڑے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں، اس قرب اور احسان کی کیفیت میں اللہ رب العزت نے حضرت عمرؓ کو شہادت عطا فرما دی، وہ زخم اسی وقت لگا تھا، مصلیٰ نبوی پر شہادت کا رتبہ عطا فرما دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدر دانی نہیں تو اور کیا ہے، انہوں نے تو فقط شہادت مانگی تھی مگر ان کی امید سے بڑھ کر ان کے ساتھ خیر کا معاملہ کیا گیا۔

انہوں نے دوسری دعا یہ مانگی تھی کہ اے اللہ! میری قبر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں بنا دینا، اگر قبر جنت البقیع میں بن جاتی تو تب بھی دعا پوری ہو جاتی مگر اللہ تعالیٰ قدر دان ہیں۔۔۔۔اللہ تعالیٰ نے ان کو قبر کے لیے کہاں جگہ عطا فرمائی؟۔۔۔۔اللہ تعالیٰ نے انہیں۔۔۔۔ ریاض الجنۃ میں۔۔۔اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں۔۔۔دفن ہونے کی جگہ عطا فرما دی۔۔۔۔اللہ رب العزت کی طرف سے ان کی یہ قدر دانی تھی۔

دربارِ فاروقی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کا مقام

حضرت زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ تھے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پر کتنی مہربانی فرمائی کہ ان کے بیٹے کو امیر لشکر بنا کر بھیجا، حالانکہ صحابۂ کرامؓ میں بڑے بڑے اکابر موجود تھے، لیکن یہ چھوٹی عمر میں امیر بن کے جا رہے تھے، اللہ کی شان کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ہاتھ میں جھنڈا پکڑایا اور انہیں لشکر کا امیر بنایا۔

حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا، کچھ صحابہ کرام کو بیت المال سے کچھ ہدیہ ملا کرتا تھا، ایک مرتبہ اس ہدیے کے تعین کی ضرورت پیش آئی تو اسامہ بن زیدؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے نام سامنے آئے، عبداللہؓ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت خدمت کی، وہ امام المحدثین تھے اور علم میں بڑا مقام رکھتے تھے، صحابہ میں ان کا ایک مقام تھا، لوگ ان کے پاس حدیث کی روایت کے لیے آتے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کا ماہانہ تھوڑا متعین کیا اور اسامہ بن زیدؓ کا ماہانہ زیادہ مقرر کر دیا، وہ بڑے حیران ہوئے، انہوں نے آ کر اپنے والد سے پوچھا: ابا جان! آپ نے اسامہ بن زیدؓ کا ماہانہ زیادہ مقرر کیا اور میرا کم متعین فرما دیا، اس پر حضرت عمرؓ نے عجیب جواب دیا: ''بیٹا میں نے یہ کام اس لیے کیا کہ تیری نسبت اسامہ اور تیرے باپ کی نسبت اسامہ کا باپ اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھے''۔

یہ تو ان کا اپنا قول ہے مگر بتانے کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ ان کے والد کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا اور ان کو قرب کی ایک نسبت مل گئی تھی، اس لیے حضرت عمرؓ نے اس

نسبت کا لحاظ رکھا اور انہوں نے اپنے بیٹے کی بہ نسبت ان کا ماہانہ زیادہ متعین فرما دیا۔۔۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدر دانی ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں سلمان فارسیؓ کی حوصلہ افزائی

حضرت سلمان فارسیؓ ایک صحابی ہیں، وہ ایران میں رہتے تھے، آتش پرست تھے، ان کے والد کا ایک ہی کام تھا کہ وہ ہر وقت آگ جلائے رکھتے تھے، وہ آگ کو بجھنے نہیں دیتے تھے، ان بیچاروں کا خدا کہیں بجھ نہ جائے، لہٰذا اس کو لکڑیاں دینی پڑتی ہیں۔۔۔۔۔ اس نے حضرت سلمان فارسیؓ سے کہا کہ بیٹا! آپ کا بھی ایک ہی کام ہے کہ آگ جلتی رہنا چاہئے، یہ اچھے بھلے بڑی عمر کے ہو گئے مگر ان کو باہر کی دنیا کا پتہ ہی نہیں تھا۔

ایک مرتبہ ان کا والد بیمار ہو گیا، اس نے ان کو بھیجا کہ زمینوں پر جاؤ، وہاں سے پیسے لے کر آنے ہیں، لیکن یاد رکھنا کہ سیدھا جانا اور سیدھا آنا، وقت ضائع نہ کرنا، انہوں نے پہلے کبھی باہر نکل کر نہیں دیکھا تھا، اب ان کو باہر نکلنے کا موقع ملا، چنانچہ جب باہر نکل کر جا رہے تھے تو ایک راہب (عیسائیوں کا عالم) ان کو مل گیا، انہوں نے اس راہب سے راستہ پوچھا، ان کی آپس میں بات چیت ہونے لگی، راہب نے ان سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے بتا دیا۔ اس طرح بات چیت سے ان کو راہب کے ساتھ ایک تعلق ہو گیا، اس نے کہا کہ یہاں قریب ہی ایک چرچ ہے، میں وہاں پر ہوتا ہوں، تجھے جب موقع ملے میرے پاس سے ہو کر جایا کرو، چنانچہ وہ جب بھی ادھر آتے جاتے وہ اس کو مل کر جاتے۔

راہب نے ان کے سامنے عیسائیت کی تعلیمات پیش کیں، اس وقت عیسائی مذہب سچا مذہب تھا، ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ مذہب بالکل ٹھیک ہے، لہٰذا میں یہ مذہب اختیار کروں گا، یہ اس سے پوچھنے لگے کہ کیا میں یہ تعلیم حاصل کر سکتا ہوں؟ اس نے کہا کہ ہاں، مگر ہمارے بڑے عالم فلاں شہر میں رہتے ہیں، اگر آپ نے علم حاصل کرنا ہے تو ان کے پاس چلے جائیں، انہوں نے کہا کہ میں ان کے پاس کیسے جاؤں گا؟ راہب نے کہا کہ وہاں قافلے

جاتے ہیں، جب اگلا قافلہ جائیگا تو میں آپ کو اس قافلے والوں کے ساتھ بھیج دوں گا، وہ کہنے لگے کہ ٹھیک ہے، بس مجھے اطلاع دے دینا، میں گھر سے آجاؤں گا، کیونکہ اگر میں یہاں رہا تو ابو مجھے آگ جلانے پر ہی رکھیں گے اور اس کی وجہ سے میری زندگی بھی نہیں سنورے گی، لہٰذا بہتر ہے کہ میں وہاں جا کر علم حاصل کرلوں۔

جب ایک قافلہ جانے لگا تو اس راہب نے ان کو اطلاع دی اور یہ قافلے کے ساتھ وہاں چلے گئے، جس کے پاس گئے وہ بڑی عمر کا عالم تھا، انہوں نے اس عالم سے تقریباً ایک سال تک پڑھا اور اس کے بعد وہ فوت ہو گئے، حضرت سلمان فارسیؓ بڑے پریشان ہوئے کہ میں ان سے پڑھنے آیا تھا اور یہ فوت ہو گئے ہیں۔

پھر وہ ان سے بھی بڑے عالم کے پاس گئے، وہ بھی بوڑھے ہو چکے تھے، ان کے پاس کچھ عرصہ پڑھا ہی تھا کہ وہ بھی بیمار ہو گئے، لہٰذا انہیں پھر پریشانی ہوئی، اسی پریشانی کے عالم میں ان سے پوچھا کہ اب میں کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں، آپ میرے بعد فلاں سے علم حاصل کر لینا، چنانچہ جب وہ عالم فوت ہوئے تو وہ تیسرے کے پاس چلے گئے، اللہ کی شان دیکھئے کہ تیسرا بھی بوڑھا تھا وہ بیمار ہو گیا، اب تو حضرت سلمان فارسیؓ رونے لگے کہ پتہ نہیں یہ کیا معاملہ ہے کہ میں جدھر بھی جاتا ہوں ادھر استاد مجھے داغ مفارقت دے جاتے ہیں، اس نے کہا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں آپ کو ایک پکی بات بتاتا ہوں، اب تجھے کسی استاد کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں، انہوں نے پوچھا، وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جس میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لانا ہے، میں نشانیاں بتا دیتا ہوں، لہٰذا آپ کوشش کر کے اس علاقے میں چلے جائیں، جہاں انہوں نے آنا ہے، وہاں جا کر ان سے تعلیم حاصل کرنا، یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے، چنانچہ اس نے انہیں وہ نشانیاں بتا دیں اور ایک قافلہ والوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ بھی کر دیا، اس زمانے میں مدینہ کو یثرب کہا جاتا تھا۔

قافلہ والوں نے درمیان میں بدعہدی کی کہ یہ بچہ ہے اور اس کا کوئی ولی وارث

نہیں، انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر انہیں ایک غلام کی حیثیت سے بیچ دیا اور انہیں ایک یہودی نے خرید لیا، ان کا وہاں کوئی واقف نہ تھا، البتہ انہوں نے جب یہ علاقہ دیکھا اور ان نشانیوں کو دیکھا جو ان کے استاد نے انہیں بتائی تھیں تو ان کو تسلی ہوگئی کہ یہ علاقہ وہی ہے جہاں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لانا ہے، چنانچہ دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب میں یہیں رہوں گا۔

اس یہودی کا کھجوروں کا ایک باغ تھا، وہ سارا دن اس میں کام کرتے رہتے تھے، ایک مرتبہ کھجور کے ایک درخت پر چڑھ کر کھجور اتار رہے تھے کہ اس یہودی کا ایک دوست اسے ملنے آیا، وہ اس یہودی کے ساتھ مل کر باتیں کرنے لگا، باتوں ہی باتوں میں وہ کہنے لگا کہ مکہ سے ایک آدمی یہاں آئے ہیں اور وہ نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں، جب انہوں نے نبوت کے یہ الفاظ سنے تو انہوں نے شوق میں اوپر سے نیچے چھلانگ لگا دی، کیونکہ وہ پہلے ہی ایسی خبر پانے کے منتظر تھے۔۔۔ ماشاء اللہ! بچوں کا کام ایسا ہی ہوتا ہے۔۔۔ آ کر اس یہودی سے پوچھنے لگے کہ جی! وہ کون سے نبی تشریف لائے ہیں، یہودی نے جب یہ سنا تو اس نے انہیں زور سے ایک تھپڑ لگایا اور کہا کہ جا تو اپنا کام کر، ان کو چھلانگ لگانے سے پاؤں میں تکلیف ہو رہی تھی، ساتھ ہی تھپڑ کی تکلیف بھی برداشت کرنی پڑی، پھر جا کر خاموشی سے کام کرنے لگے، پھر اس سوچ میں پڑ گئے کہ اب میں کیا کروں، بالآخر ان کے دل میں یہ بات آئی کہ مجھے ہفتہ میں ایک دن چھٹی ہوتی ہے، میں اس دن جا کر بستی والوں سے پوچھوں گا کہ کون آئے ہیں؟ چنانچہ وہ چھٹی کے دن بستی میں پہنچے اور پوچھتے پوچھتے وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچ گئے اور زیارت کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی۔

ان کو استاد نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی دو نشانیاں بتائی ہوئی تھیں، ایک نشانی تو یہ کہ وہ ہدیہ قبول کر لیں گے اور دوسری نشانی یہ کہ وہ صدقہ کا مال قبول نہیں فرمائیں گے، چنانچہ انہوں نے کچھ ہدیہ لا کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کئے اور عرض کیا کہ یہ صدقہ کے پیسے ہیں آپ قبول فرما لیجئے، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، نہیں ہم

تو صدقہ نہیں لیتے۔۔۔۔ایک نشانی پوری ہوگئی، پھر کسی دوسرے موقع پر عرض کیا، جی یہ ہدیہ قبول فرمالیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہدیہ قبول فرمالیا۔

اس طرح دوسری نشانی بھی پوری ہوگئی، ماشاء اللہ اب ان کے دل کو تسلی ہوگئی اور کلمہ پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں شامل ہو گئے، اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اپنی کیفیت بیان کی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم آتے رہا کرو، چنانچہ شروع میں انہوں نے اپنے ایمان کو چھپایا، وہ چھٹی کے دن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آجاتے اور دن گزار کر چلے جاتے۔

کچھ عرصہ بعد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نے اتنا جوش مارا کہ کہنے لگے کہ اب تو مجھ سے جدا نہیں رہا جاسکتا، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس یہودی سے جا کر طے کرلو، چنانچہ انہوں نے جا کر اسے کہا کہ جی آپ مجھے آزاد کردیں، اس کے بدلے آپ جو رقم کہیں وہ ادا کردوں گا یا جو کام کہیں گے وہ کردوں گا۔

وہ یہودی بڑا تیز تھا، اس نے کہا کہ میں دو شرطوں پر آپ کو آزاد کرتا ہوں، ایک شرط تو یہ ہے کہ کھجوروں کے تین سو درخت لگاؤ، جب وہ پھل دینا شروع کردیں گے تب پہلی شرط پوری ہو جائیگی، اسکا خیال تھا کہ اگر آج درخت لگائیں تو پھل لگنے میں کئی سال لگ جائیں گے، دوسری شرط یہ ہے کہ تم تین اوقیہ سونا مجھے دینا، اس کا خیال تھا کہ اتنے سونے میں تو پچاس غلام آجاتے ہیں، یہ کہاں سے اتنا دے سکے گا۔

انہوں نے اس کی یہ شرطیں قبول فرمالیں اور آکر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھی بتا دیا، وہ ابھی ادھر ہی بیٹھے تھے کہ ایک آدمی نے سونے کا ایک ڈلا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ سونا ان کو دے دیا اور فرمایا: سلمان! اللہ تعالیٰ نے تیرا کام آسان کردیا ہے، جاؤ اور اسے یہ دے دو، اب یہ لے گئے اور اس یہودی کو جا کر وہ سونا دے دیا، سونے کا وہ ڈلا دیکھنے میں تو چھوٹا سا لگتا تھا لیکن جب اس نے وزن کیا تو بالکل پورا نکلا وہ بڑا حیران ہوا، اس نے سوچا کہ شاید ترازو میں کوئی

خرابی ہو، چنانچہ اس نے ترازو کو ٹھیک کیا اور پھر تولا، پھر وہ وزن پورا نکلا، اس طرح اس نے کئی بار وزن کیا اور ہر بار وزن برابر نکلا، بالآخر وہ حیران ہو کر کہنے لگا، چلو ٹھیک ہے، اب کھجوروں کا باغ لگاؤ، حضرت سلمان فارسیؓ نے پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم زمین تیار کرو اور ہمارا انتظار کرنا، ہم آ کر تمہارے ساتھ کھجوریں لگوائیں گے، اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر ان کے ساتھ کھجوریں لگوائیں اور ان کھجوروں نے اسی سال پھل اٹھایا۔ اللہ اکبر!!!!۔۔۔۔۔ جب دونوں شرطیں پوری ہو گئیں تو اسے آزاد کرنا پڑا۔

آزاد ہو کر وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آ گئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہوں، اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اب تم اصحابِ صفہ میں شامل ہو جاؤ۔۔۔۔۔ جو فقراء مکہ مکرمہ، حبشہ اور دوسری جگہوں سے ہجرت کر کے آئے ہوئے تھے، ان کے لیے ایک چبوترہ سا بنا ہوا تھا، اس پر وہ رہتے تھے، ان کو اصحابِ صفہ (چبوترہ والے) کہا جاتا تھا۔۔۔۔۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی انہیں میں شامل ہو جاؤ، چنانچہ وہ بھی اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے اور ان کے مانیٹر بن گئے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا قدردانی کا معاملہ فرمایا۔

اپنا گھر کس لیے چھوڑا تھا؟۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے لیے، اپنے رشتہ داروں کو کس لیے چھوڑا تھا؟۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے لیے۔۔۔۔۔ تو جس نے اپنا گھر بار اور اپنے رشتہ دار اللہ کی رضا کے لیے چھوڑے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی اتنی قدردانی فرمائی کہ ایک وقت ایسا آیا کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا: ”سلمان منا اھل البیت“ (سلمان تو ہمارے اہل بیت میں سے ہے)

تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کو اپنے اہل بیت میں شامل فرما لیا، اللہ اکبر!!!۔۔۔۔۔ رشتہ داروں کو چھوڑا تو اللہ رب العزت نے ان کی نسبت کن کے ساتھ کر دی؟ اہل بیت کے ساتھ۔

حضرت سراقہؓ کے ہاتھوں میں کنگن

اگر کوئی آدمی نیک نیتی کے ساتھ اللہ کے لئے دنیا کی کوئی قربانی دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیں گے اور آخرت میں بھی دیں گے، حدیث پاک سے اس کی دلیل ملتی ہے، جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے سفر میں تھے، اس وقت آپ کے پیچھے ایک کافر آ گیا، جس کا نام سراقہ تھا، جب اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے، پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی اور اس کے پاؤں کو زمین نے چھوڑ دیا، جب وہ جانے لگا تو ڈر تھا کہ کہیں وہ جا کر پھر نہ بتا دے، اس وقت اس نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے کلمہ پڑھا دیجئے، چنانچہ نبی علیہ السلام نے اسے کلمہ پڑھا دیا، لیکن اس سے پہلے نبی علیہ السلام نے اس کو بشارت دے دی تھی کہ سراقہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تو تیرے ہاتھوں یا تیرے بازوؤں میں کسریٰ کے کنگن عطا فرما دیئے ہیں، اس کو نبی علیہ السلام کی مخبری کرنے پر سو یا دو سو اونٹوں کا انعام ملنا تھا جو کفار نے اعلان کر دیا تھا لیکن اس نے اللہ کی نسبت سے سو یا دو سو اونٹوں کے انعام کی قربانی دے دی کہ میں اس دنیاوی فائدہ کو چھوڑتا ہوں اور اب واپس جا کر ان کے بارے میں کفار کو نہیں بتاؤں گا، چنانچہ اللہ رب العزت نے اس کی اس قربانی کی قدردانی فرمائی اور دو سو اونٹوں کے بدلے میں کسریٰ جیسے بادشاہ کے کنگن اس کے بازوؤں میں عطا فرما دیئے، سبحان اللہ، جو بندہ اللہ کی نسبت سے دنیا کی قربانی دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا سے محروم نہیں کرتے بلکہ دنیا کو کئی گنا کر کے اس کے قدموں میں ڈال دیا کرتے ہیں۔

زبیدہ خاتون پر نظرِ کرم

ہارون الرشید کی بیوی ''زبیدہ خاتون'' بڑی نیک اور دین دار ملکہ تھی، اس کو قرآن مجید کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ اس نے اپنے گھر میں تین سو حافظات تنخواہ پر رکھی ہوئی تھیں، اس

نے ان کی تین شفٹیں بنائی ہوئی تھیں، ہر شفٹ میں ایک سو حافظات ہوتی تھیں، ان حافظات کو محل کے مختلف کمروں، برآمدوں اور کونوں میں بٹھا دیا جاتا تھا اور ان کا کام اپنی شفٹ میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھنا ہوتا تھا، اس طرح پورے محل میں ہر وقت سو حافظات کے قرآن پڑھنے کی آواز آتی تھی۔

اس خاتون کو پتہ چلا کہ جب لوگ سفر حج پر جاتے ہیں تو ان کو راستے میں پانی نہیں ملتا، اس لیے وہ اپنے ساتھ سواریوں پر پانی لاد کر جاتے ہیں، جب کبھی پانی ختم ہو جاتا ہے تو بسا اوقات لوگ پیاسے رہتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تو کئی لوگ فوت ہی ہو جاتے ہیں، ہر بیوی اپنے خاوند سے کہا فرمائش کر کے کوئی نہ کوئی کام کرواتی ہے۔۔۔۔۔اس نے بھی اپنے خاوند سے کہا کہ میرے دل کی تمنا ہے کہ آپ ایک نہر بنوائیں جو میدانِ عرفات تک پہنچے تا کہ حاجی لوگ جب اس کے قریب سے گزریں تو ان کو پانی ملتا رہے، ہارون الرشید نے اس کی فرمائش کو پورا کر دیا اور ایک عظیم الشان نہر بنوا دی، اس نہر سے ہزاروں انسانوں، حیوانوں، چرندوں اور پرندوں نے پانی پیا اور فائدہ اٹھایا۔

ذرا سوچیں کہ کسی کو پانی کا ایک پیالہ پلانا کتنی بڑی نیکی ہے، قیامت کے دن ایک جہنمی کسی جنتی کو دیکھ کر اسے پہچان لے گا اور کہے گا کہ آپ نے مجھ سے ایک مرتبہ پانی مانگا تھا اور میں نے آپ کو پانی کا پیالہ پیش کیا تھا، وہ کہے گا، ہاں، وہ کہے گا کہ آپ اللہ کے حضور میری شفاعت کر دیجئے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک پیالہ پانی پلانے پر وہ جنتی شفاعت کریگا اور اللہ تعالیٰ اس جہنمی کو جہنم سے نکال کر جنت عطا فرما دیں گے، ایک پیالہ پانی پلانے کی اللہ رب العزت کے ہاں اتنی قدر ہے۔

انسان تو بالآخر انسان ہے، جانور کو پانی پلانا بھی بہت قیمتی ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک عورت نے اپنی پوری زندگی کبیرہ گناہوں میں گزار دی تھی، ایک مرتبہ وہ کہیں جا رہی تھی، اس نے ایک کتے کو پیاسا دیکھا، گرمی کا موسم تھا، اس کی زبان نکلی ہوئی تھی اور پیاس کی وجہ سے وہ ہانپ رہا تھا، اس کے دل میں ترس آیا اور اس نے اپنے دوپٹے کے ساتھ کوئی

چیز باندھی اور پانی ڈال کر اس کتے کو پلایا، جب کتے نے پانی پیا تو کتے کو ہوش آ گیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آ گیا، صرف کتے کو پانی پلانے پر اس کی زندگی کے سب کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دیا گیا، اب سوچئے کہ پیاسے کو پانی پلانا کتنا بڑا عمل ہے، زبیدہ خاتون نے لاکھوں پیاسوں کو پانی پلایا، جب وہ فوت ہوگئی تو وہ کسی کو خواب میں ملی، اس نے پوچھا، زبیدہ! تیرا آگے کیا بنا؟ کہنے لگی کہ بس مجھ پر اللہ رب العزت کی رحمت ہوگئی، اس نے کہا، ہاں! تیرے تو کام ہی اتنے بڑے تھے، تو نے نہر بنوا کر بہت بڑا کام کیا، تیری تو بخشش ہونی ہی تھی، وہ کہنے لگی کہ میری بخشش نہر کی وجہ سے نہیں ہوئی، اس نے پوچھا، وہ کیوں؟ وہ کہنے لگی کہ جب میرا نہر والا عمل اللہ رب العزت کے سامنے پیش کیا گیا تو پروردگار عالم نے فرمایا کہ تم نے تو نہر اس لیے بنوائی تھی کہ تمہارے پاس بیت المال کا پیسہ تھا، اگر نہ ہوتا تو نہیں بنوا سکتی تھی، یہ کوئی ایسا کام نہیں تم مجھے بتاؤ کہ تم نے میرے لیے کون سا عمل کیا؟ وہ کہنے لگی کہ میں یہ سن کر گھبرا گئی کہ میرے پاس تو ایسا کوئی عمل نہیں ہے۔

اس گھبراہٹ میں اللہ رب العزت کی رحمت میری طرف متوجہ ہوئی اور فرمایا، ہاں تیرا ایک عمل ایسا ہے جو تم نے ہمارے لیے کیا تھا، وہ عمل یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کھانا کھا رہی تھی، بھوک لگی ہوئی تھی، آپ نے لقمہ توڑا کہ میں اسے اپنے منہ میں ڈال لوں، منہ میں ڈالنے سے پہلے ادھر سے اذان کی آواز تیرے کانوں میں پڑی، تمہارے سر پر پوری طرح دوپٹہ نہیں تھا اور آدھا سر ننگا تھا، اس وقت تیرے دل میں خیال آیا کہ اللہ کا نام بلند ہو رہا ہے اور میرا سر ننگا ہے، تم نے اپنی بھوک کو روکا، لقمہ نیچے رکھا اور اپنے دوپٹے کو ٹھیک کیا اور اس کے بعد لقمہ کھایا، تو نے لقمہ میں جو تاخیر کی یہ میرے نام کے ادب کی وجہ سے کی، بس اس کی وجہ سے تیری مغفرت کی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔سبحان اللہ۔۔۔۔اللہ رب العزت تو یہ دیکھتے ہیں کہ ہماری رضا کے لیے کیا کیا گیا، اب یہ عمل دیکھنے میں چھوٹا سا ہے مگر چونکہ اس نے یہ اللہ رب العزت کی رضا کے لیے کیا اس لیے اللہ رب العزت کے ہاں اس کی قدر بھی زیادہ ہوئی۔

ایک بت پرست کی پکار اور اس کی قدر دانی

ایک بت پرست تھا، وہ پریشان حال ہو کر ساری رات اپنے بت سے دعائیں مانگتا رہا، وہ اس کے سامنے صنم صنم پکارتا رہا، مگر کوئی بات نہ بنی، حتی کہ اسے اونگھ آنے لگی، اونگھ میں اس کی زبان سے یا صمد یا صمد نکل گیا، صمد اللہ رب العزت کا نام ہے، جیسے ہی اس نے صمد کہا اللہ رب العزت کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور پروردگار عالم نے فرمایا:

"لَبَّیْکَ یَاعَبْدِی" [میرے بندے! میں حاضر ہوں]

جب پروردگارِ عالم نے یہ جواب دیا تو فرشتے حیران ہو کر پوچھنے لگے کہ اے پروردگارِ عالم! وہ ایک بت پرست ہے، وہ ساری رات بت کے نام کی تسبیح جپتا رہا، اس نے اونگھ کی وجہ سے غفلت میں یا صمد کہا ہے اور اس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، اللہ رب العزت نے فرمایا، ٹھیک ہے کہ وہ بت پرست تھا اور ساری رات بت کے نام کی تسبیح جپتا رہا، اس بت نے اس کو کوئی جواب نہ دیا اور اس نے اونگھ میں مجھے پکارا، اگر میں بھی جواب نہ دیتا تو پھر مجھ میں اور بت میں کیا فرق رہ جاتا۔۔۔۔۔۔اللہ اکبر!!!۔۔۔۔۔جو پروردگار اتنا قدر دان ہو، کیا ہمیں اس کی قدر دانی کرنی چاہئے یا نہیں کرنی چاہئے۔

زهـــــــد

و

استغـــــــاء

ابوبکر صدیقؓ زہد وقناعت کے پیکر

ایک مرتبہ سیدنا صدیقِ اکبرؓ کی اہلیہ کے دل میں بڑی تمنا تھی کہ گھر میں کوئی سویٹ ڈِش تیار کریں، چنانچہ انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ کچھ پیسے دیں، امیر المومنین سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میرے پاس پیسے تو نہیں ہیں، ان کی اہلیہ نے سوچا کہ مجھے روزانہ کا تھوڑا تھوڑا خرچہ ملتا ہے، میں اس میں سے بچاتی رہتی ہوں، جب مناسب رقم جمع ہو جائیگی، تو کوئی میٹھی چیز بنالوں گی، چنانچہ انہوں نے ایک دن سویٹ ڈش بنائی، خود بھی کھائی اور سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی پیش کیا، سیدنا صدیق اکبرؓ نے پوچھا، یہ پیسہ کہاں سے آئے؟ کہنے لگیں کہ آپ مجھے جو روزانہ کا خرچہ دیتے ہیں میں نے اس میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر کچھ پیسے اکٹھے کئے اور آج یہ سویٹ ڈش بنائی ہے، آپ نے فرمایا: بہت اچھا، ثابت ہوا کہ یہ خرچہ ہماری ضرورت سے زائد ہے، لہٰذا آپ نے اتنی مقدار آئندہ ماہ بیت المال سے لینی بند کردی۔

فاروق اعظم زہد وقناعت کے رہبر

حضرت عمر فاروقؓ کی گذران بہت مشکل تھی، حضرت علیؓ اور چند دوسرے صحابۂ کرام بھی تھے، انہوں نے مل کر مشورہ کیا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو بیت المال سے بہت کم مشاہرہ ملتا ہے، اسے بڑھانا چاہئے، سب نے مشورہ کرلیا کہ اتنا بڑھانا چاہئے، لیکن سوال یہ پیدا ہوا کہ امیر المومنین کو کون بتائے، اس کے لئے کوئی تیار نہ ہوا، مشورہ میں طے پایا کہ ہم ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس مشورہ سے آگاہ کردیتے ہیں اور وہ اپنے والد محترم کو یہ بات بتادیں گی، چنانچہ انہوں نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنا مشورہ بتادیا، یہ بھی کہا کہ ہمارے ناموں کا علم امیر المومنین کو نہ ہو، ام المومنین سیدہ حفصہؓ نے ایک مرتبہ موقع پا کر امیر المومنین عمر فاروقؓ کو بتایا کہ ابّا جان! کچھ حضرات نے یہ سوچا ہے کہ آپ کا مشاہرہ کچھ بڑھا دینا چاہیے، کیونکہ آپ کا وقت تنگی میں گذر رہا ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا: یہ

کس کس نے مشورہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں ان کا نام نہیں بتاؤں گی، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: حفصہؓ! اگر تو مجھے نام بتا دیتی تو میں ان کو ایسی سزا دیتا کہ ان کے جسموں پر نشان پڑ جاتے کہ یہ لوگ مجھے دنیا کی لذتوں کی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں اور پھر فرمایا: حفصہ! تو مجھے بتا کہ تیرے گھر میں نبی علیہ السلام کی گذران کیسی تھی؟ سیدہ حفصہؓ نے جواب میں کہا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہننے کے لئے ایک ہی جوڑا تھا، دوسرا جوڑا گیرو رنگ کا تھا، جو کبھی کسی لشکر کے آنے پر یا جمعہ کے دن پہنا کرتے تھے، کھجور کی چھال کا ایک تکیہ تھا، ایک کمبل تھا جسے سردیوں میں آدھا اوپر اور آدھا نیچے لے لیتے تھے اور گرمیوں میں چار تہہ کر کے نیچے بچھا لیتے تھے، میرے گھر میں کئی دنوں تک چولہے میں آگ بھی نہیں جلتی تھی، میں نے ایک مرتبہ گھی کے ڈبّے کی تلچھٹ سے روٹی کو چپڑ دیا تو نبی علیہ السلام نے خود بھی اسے شوق سے کھایا اور دوسروں کو بھی شوق سے کھلایا۔

یہ سُن کر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: ،حفصہ! نبی علیہ السلام نے ایک راستہ پر زندگی گزاری، ان کے بعد امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی راستہ پر زندگی گزاری اور وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے ہیں، اگر میں بھی اسی راستہ پر چلوں گا تو پھر میں ان سے مل سکوں گا، اگر میرا راستہ بدل گیا تو منزل بھی بدل جائے گی۔۔۔۔سبحان اللہ۔۔۔ ان حضرات کو یہ حقیقت سمجھ میں آ چکی تھی کہ یہ دنیاوی زندگی ختم ہونے والی ہے اس لئے وہ ضرورت کے بقدر دنیاوی نعمتیں حاصل کرتے تھے اور لذتوں کو آخرت پر چھوڑ دیتے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا زہد وفاقہ

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی، ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود تھے، سیدہ فاطمہ تشریف لائیں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے پوچھا کہ کیسے آئیں؟ آپ نے اپنے دوپٹے کا ایک پلو کھولا، اس کے اندر آدھی روٹی تھی، آپ نے وہ روٹی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی اور کہا، ابّا

جان! میں آپ کے لئے اپنی طرف سے تحفہ لائی ہوں، پوچھا: فاطمہ! کیا بات بنی ہے؟ عرض کیا: اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کئی دنوں سے بھوکے تھے، حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا اور آٹا لے کر آئے، میں نے روٹیاں پکائیں، ایک حسنؓ نے کھائی، ایک حسینؓ نے کھائی، ایک علی نے کھالی، ایک روٹی سائل کو دے دی اور ایک روٹی میرے لئے بچی تھی، ابّا جان! جب میں روٹی کھا رہی تھی تو دل میں خیال آیا، فاطمہ! تم بیٹھی روٹی کھا رہی ہو، پتہ نہیں کہ تمہارے ابّا حضور کو کچھ کھانے کو ملا یا نہیں ملا، اس لئے میں نے بقیہ آدھی روٹی کپڑے میں لپیٹی اور آپ کی خدمت میں لے آئی ہوں، ابّا حضور! میں آپ کو یہ ہدیہ پیش کر رہی ہوں، اس کو قبول فرما لیجئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ! مجھے قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، آج تین دن گذر گئے، تیرے باپ کے پیٹ میں کھانے کو کوئی لقمہ نہیں گیا۔

حضرت سالم کی شانِ استغناء

ہمارے اکابرین پر ایسے ایسے واقعات پیش آئے کہ انہیں وقت کے بادشاہوں نے بڑی بڑی جاگیریں پیش کیں مگر انہوں نے اپنی ذات کے لئے کبھی قبول نہیں کی، حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سالمؒ ایک مرتبہ حرم مکہ میں تشریف لائے، مطاف میں آپ کی ملاقات وقت کے بادشاہ ہشام بن عبد الملک سے ہوئی، ہشام نے سلام کے بعد عرض کیا، حضرت! کوئی ضرورت ہو تو حکم فرمائیں تاکہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکوں، آپ نے فرمایا، ہشام! مجھے بیت اللہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر غیر اللہ سے حاجت بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے، کیونکہ ادب الٰہی کا تقاضہ ہے کہ یہاں فقط اسی کے سامنے ہاتھ پھیلایا جائے، ہشام لا جواب ہو گیا، قدرتاً جب آپ حرم شریف سے باہر نکلے تو ہشام بھی عین اسی وقت باہر نکلا، آپ کو دیکھ کر پھر وہ قریب آیا اور کہنے لگا، حضرت! اب فرمایئے کہ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں، آپ نے فرمایا: ہشام! بتاؤ، میں تم سے کیا مانگوں، دین یا دنیا؟ ہشام جانتا تھا کہ دین کے میدان میں تو آپ کا شمار وقت کی اہم ترین بزرگ ہستیوں میں ہوتا ہے، لہٰذا کہنے لگا، حضرت آپ مجھ

سے دنیا مانگیں، آپ نے فوراً جواب دیا کہ دنیا تو میں نے کبھی دنیا کے بنانے والے سے بھی نہیں مانگی، بھلا تم سے کہاں مانگوں گا، یہ سنتے ہی ہشام کا چہرہ لٹک گیا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

تختِ خلافت پر بھی زاہدانہ زندگی

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ وقت کے خلیفہ تھے، ایک مرتبہ آپ اپنے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اپنی بیٹی کو آواز دی کہ بیٹی! میرے لئے پانی کا پیالہ لاؤ، کافی دیر گذر گئی مگر بیٹی نہ آئی، آپ نے پھر سختی سے بُلایا، بیوی نے آ کر پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا: میں نے بیٹی سے کہا کہ پانی کا پیالہ لا، اتنی دیر ہوگئی ہے وہ ابھی تک پانی کا پیالہ لے کر نہیں آئی، کتنی نافرمان بنتی چلی جارہی ہے، بیوی فاطمہ نے کہا، آپ کی بیٹی نافرمان نہیں، اس نے جو کپڑا پہنا ہوا تھا (شلوار) وہ پھٹ گیا تھا، وہ دوسرے کمرے میں اس شلوار کو اتار کر بیٹھی سی رہی ہے، اس کو سینے اور پہنے بغیر وہ کیسے آ سکتی ہے۔۔۔۔ وقت کا خلیفہ ہو اور اس کی بیٹی کے پاس پہننے کے لئے صرف ایک لباس ہو، یہ اُن حکمرانوں کے امین ہونے کی دلیل ہے، اس میں شک نہیں ہے کہ وہ خزانوں کی کنجیوں کے مالک تھے مگر ان کا غلط استعمال نہیں کیا کرتے تھے، بادشاہی ملنے کے باوجود انہوں نے فقیرانہ زندگی اختیار کی ہوئی تھی۔

بیٹے گورنر بن گئے۔۔۔۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے گیارہ بیٹے تھے، آپ جب وفات پانے لگے تو ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا، عمر بن عبد العزیز آپ نے اپنے بچوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا، آپ نے کہا، وہ کیسے؟ اُس نے کہا، آپ سے پہلے جو لوگ حکمران تھے انہوں نے تو اپنی اولادوں کے لئے اتنی جائیدادیں بنالیں، اتنے لاکھ درہم و دینار چھوڑے اور آپ نے اپنی اولاد کے لئے کچھ بھی نہیں کیا، یہ سن کر آپ کو اس وقت غصہ آیا اور چہرے پر سرخی ظاہر ہوئی، آپ نے فرمایا: مجھے ذرا اُٹھا کر بٹھا دو، چنانچہ آپ کو ٹیک لگا کر بٹھا دیا گیا، آپ نے فرمایا: اگر میں نے اپنی

اولاد کو نیکی سکھائی ہے تو میرے پروردگار کا وعدہ ہے "وھو تیولی الصالحین" کہ نیک لوگوں کا ولی خود پروردگار ہوتا ہے، میں اپنے بیٹوں کو اللہ تعالی کی سرپرستی میں چھوڑ کر جا رہا ہوں اور اگر یہ نیک نہیں ہیں تو مجھے بھی پرواہ نہیں کہ ان کے ساتھ دنیا میں کیا ہوتا ہے۔

آپ تو وفات پا گئے مگر امام شافعیؒ یا اسی طرح کی کوئی اور بزرگ شخصیت تھی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پہلے والے حکمران جنہوں نے اپنی اولادوں کے لئے لاکھوں درہم و دینار چھوڑے، ان کی اولاد کو دیکھا کہ وہ جامع مسجد کے دروازے پر بھیک مانگ رہی تھی اور میں نے عمر بن عبد العزیزؒ کے بیٹوں کو دیکھا کہ ان کے گیارہ بیٹے مختلف علاقوں کے گورنر بنے ہوئے تھے کیونکہ لوگوں کو ان سے بہتر بندہ ملتا کوئی نہیں تھا۔

پوری سلطنت کی قیمت پیالہ بھر پانی کے سوا۔۔۔

ایک مرتبہ سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے، وقت کا بادشاہ ہارون الرشید اس وقت ان کے دربار میں موجود تھا، ہارون الرشید کو پیاس لگی، اُس نے اپنے خادم سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ، خادم ایک گلاس میں ٹھنڈا پانی لے کر آیا، جب بادشاہ نے گلاس ہاتھ میں پکڑ لیا تو سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کہا کہ بادشاہ سلامت! ذرا رُک جایئے، وہ رُک گیا، انہوں فرمایا: کہ آپ مجھے ایک بات بتایئے؟ جیسے آپ کو ابھی پیاس لگی ہے ایسے آپ کو پیاس لگے اور پوری دنیا میں اس پانی کے سوا کہیں اور پانی نہ ہو تو آپ یہ بتائیں کہ آپ اس پیالے کو کتنی قیمت میں خریدنے پر تیار ہو جائیں گے؟ ہارون الرشید نے کہا، میں تو آدھی سلطنت دے دوں گا، پھر سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر آپ یہ پانی پی لیں اور یہ آپ کے پیٹ میں چلا جائے، لیکن اندر جا کر آپ کا پیشاب بند ہو جائے اور پھر وہ نکل نہ پائے اور پوری دنیا میں صرف ایک ڈاکٹر یا حکیم ہو جو اسے نکال سکتا ہو تو بتایئے کہ اس کو نکالنے کی فیس کتنی دیں گے؟ سوچ کر ہارون الرشید نے کہا، بقیہ آدھی سلطنت بھی اسکو دے دونگا، وہ کہنے لگے، بادشاہ سلامت! ذرا غور کرنا کہ آپ کی پوری سلطنت پانی کا ایک پیالہ پینے اور پیشاب بن کر نکلنے کے برابر ہے۔ اللہ اکبر!

زاہد نے ہاتھ ہٹائے پاؤں بڑھائے

ایک بادشاہ کہیں جارہا تھا، اُس نے دیکھا کہ راستہ میں ایک فقیر لیٹا ہوا ہے اور اُس نے بادشاہ کی طرف پاؤں پھیلائے ہوئے ہیں، بادشاہ حیران ہوا کہ ساری دنیا میری جی حضوری کرنے والی ہے اور یہ عجیب آدمی ہے کہ پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے اور میری طرف پاؤں پسارے ہوا سویا ہے، چنانچہ بادشاہ نے ایک آدمی سے کہا کہ اس کو کچھ پیسے دے دو۔ جب اس کے نوکر نے پیسے آگے بڑھائے، تو فقیر کہنے لگا: بادشاہ سلامت! جب سے میں نے آپ کی طرف سے ہاتھ ہٹائے ہیں، تب سے میں نے آپ کی طرف پاؤں پھیلائے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ ہیں زاہد لوگ، جن کے دلوں میں دنیا کی محبت نہیں ہوتی۔

خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کی شانِ استغناء

ہمارے مشائخ اللہ رب العزت کی یاد میں لگے رہتے تھے، ان کی نظر میں انسان کی عظمت اس کے دین کی وجہ سے ہوتی تھی اور دنیا کی وجہ سے ان کے ہاں انسان کی عظمت نہیں ہوتی تھی، خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگوں میں سے تھے، وہ ایک فقیر آدمی تھے، اللہ نے انہیں قبولیت تامہ عامہ دی تھی، ان کی خانقاہ پر وقت کے امیر کبیر لوگ بھی آتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ آج ساری خانقاہ کی صفائی کرو، اس زمانہ میں چپس کے فرش تو نہیں ہوتے تھے، بلکہ کچی مٹی ہوتی تھی، جمعہ کا دن تھا، اس لئے کچھ لوگ نہانے دھونے میں لگ گئے اور کچھ خانقاہ کی صفائی کرنے میں مصروف ہو گئے، حضرتؒ کے سر کے بال لمبے لمبے تھے، ان کے سر میں کھجلی سی ہونے لگی، سر میں کھجلی کبھی تو جوؤں کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی زیادہ دن نہ نہانے کی وجہ سے بھی خارش سی ہوتی ہے، حضرتؒ کو خارش سی محسوس ہوئی تو آپ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ ذرا میرے بالوں میں دیکھو کہ جوؤں کی وجہ سے خارش ہو رہی ہے یا کسی اور وجہ سے، اس نے کہا، جی، بہت اچھا۔ اب حضرت بیٹھ گئے اور اس خادم نے جوئیں

ڈھونڈھنا شروع کر دیا، باہر لوگوں نے جھاڑو دینا شروع کر دیا، خوب مٹی اُڑنے لگی۔۔۔۔اللہ کی شان کہ عین اسی وقت سلطان محمود غزنوی حضرت کی ملاقات کے لئے پہونچ گیا، جب مریدوں نے دیکھا کہ بادشاہ سلامت آ گئے ہیں تو وہ گھبرائے کہ یہاں تو مٹی اُڑ رہی ہے، چنانچہ ان میں سے ایک بھاگا کہ میں حضرت کو بادشاہ کے آنے کی اطلاع دے دوں، اس نے اندر آ کر عجیب منظر دیکھا کہ حضرت تو سر جھکا کر بیٹھے ہیں اور ایک خادم آپ کے بالوں میں سے جوئیں تلاش کر رہا ہے، اس مرید نے خادم کو اشارہ کیا کہ وہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں، جب اُسے معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں تو وہ خادم بھی گھبرا سا گیا اور اسی حالت میں اس نے کہا حضرت! حضرت! حضرت نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو وہ پھر کہنے لگا، حضرت! وہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں، حضرت یہ سن کر فرمانے لگے، اوہو، میں سمجھا کہ تیرے ہاتھ میں کوئی بڑی سی جوں آ گئی ہے، اس سے اندازہ لگایئے کہ ان کے دل میں دنیا کی کیا حقیقت ہوتی تھی، جب سلطان محمود غزنوی حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے پاس آیا تو حضرت بیٹھے رہے، وہ خود آ کر حضرت سے ملا، اس نے ملنے کے بعد ایک تھیلی میں کچھ پیسے حضرت کو ہدیہ کے طور پر پیش کئے مگر حضرت نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس نے پھر تھیلی پیش کی، حضرت کی پاس اس وقت ایک خشک روٹی پڑی ہوئی تھی، آپ نے اس تھیلی کے بدلے میں وہ خشک روٹی پیش کی اور فرمایا، اسے کھایئے، اب اس نے روٹی کا لقمہ تو منہ میں ڈال لیا، لیکن خشک لقمہ اس کے گلے کے نیچے اتر نہیں رہا تھا، بلکہ وہ لقمہ اس کے گلے میں پھنس گیا، حضرتؒ نے جب دیکھا کہ گلے میں لقمہ پھنس چکا ہے تو پوچھا کیا بات ہے لقمہ نیچے اتر نہیں رہا؟ اس نے کہا جی ہاں! نہیں اتر رہا، حضرتؒ نے فرمایا آپ کی یہ تھیلی بھی اسی طرح میرے گلے سے نیچے نہیں اتر رہی۔ سبحان اللہ! ایسی نصیحت کی۔

شیخ جیلانیؒ کی دنیا سے بے رغبتی

شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے متعلق کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سامانِ تجارت ایک جہاز میں آ رہا تھا، کسی نے آ کر بتایا کہ حضرت! اطلاع ملی ہے کہ وہ جہاز ڈوب گیا

ہے، حضرت نے فرمایا: الحمدللہ! تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ حضرت! وہ جہاز بچ کر کنارے لگ گیا ہے، حضرت نے فرمایا: الحمدللہ! ایک آدمی پوچھنے لگا: حضرت! ڈوبنے کی اطلاع ملی تو بھی الحمدللہ اور بچنے کی اطلاع ملی تو بھی الحمدللہ؟ حضرتؒ نے فرمایا کہ جب ڈوبنے کی اطلاع ملی تو میں نے اپنے دل میں جھانکا تو اس میں اس کا غم نہیں تھا اس لئے میں نے کہا الحمدللہ اور جب بچنے کی اطلاع ملی تو میں نے دل میں جھانکا تو اس میں خوشی نہیں تھی، چنانچہ میں نے کہا الحمدللہ۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا زہد وورع

ہمارے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے ایک شیخ مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کو وقت کے گورنر نے پیغام بھیجا کہ حضرت! آپ تشریف لائیے، آپ کی خانقاہ میں دور دراز سے لوگ فائدہ اُٹھانے کے لئے آتے ہیں۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کے لئے زمین کا ایک بڑا ٹکڑا مختص کر دیا جائے، حضرتؒ نے جواب بھیجوایا کہ اللہ رب العزت نے اس دنیا کو قلیل فرمایا: **قُل متاع الدنیا قلیل**، آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی متاع قلیل ہے، جس پوری دینا کو اللہ تعالی نے قلیل کہا، اس قلیل میں سے تھوڑا سا حصہ آپ کے اختیار میں ہے، اس تھوڑے سے حصے میں سے آپ تھوڑا سا حصہ مجھے دینا چاہتے ہیں۔ تو اتنا تھوڑا لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔

نیم روز کی حکمرانی مچھر کے پر سے بھی کمتر

ایک مرتبہ حاکمِ وقت نے شیخ عبدالقادرِ جیلانیؒ کے نام ایک رقعہ لکھا کہ آپ لوگوں کو اللہ اللہ سکھاتے ہیں اور دور دراز سے آ کر لوگ آپ سے فیضیاب ہوتے ہیں، اس لئے میں نے خوش ہو کر آپ کو علاقۂ نیمروز کا گورنر بنا دیا ہے، حضرت نے اسی رقعہ کی پشت پر اس کا ایسا جواب لکھ کر واپس بھیجا جو سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے، فرمایا: جب سے مجھے نیم شب کی حکمرانی ملی ہے تب سے میری نظروں میں نیمروز کی حکمرانی مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ سبحان اللہ!

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا استغنائے قلبی

انسان جب استغناء سے کام کرتا ہے تو دنیا اس کے پیچھے بھاگتی ہے، حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی مجھے محتاج سمجھ کر ہدیہ پیش کرے، میرا دل اس کا ہدیہ قبول کرنے کو نہیں کرتا، البتہ سنت سمجھ کر پیش کرے تو میں اسے ضرور قبول کروں گا، ایک دفعہ ایک آدمی نے آ کر آپ کو ہدیہ پیش کیا، آپ نے محسوس کیا کہ یہ تو احسان چڑھا کر ہدیہ دے رہا ہے، چنانچہ آپ نے انکار کر دیا۔ مگر وہ بھی پیچھے لگا رہا کہ حضرت! قبول کیجئے، حضرت! قبول کیجئے، حضرت نے دو چار دفعہ کے بعد اس کو سختی سے ڈانٹ دیا کہ نہیں، میں قبول نہیں کروں گا، جب اس نے دیکھا کہ چہرہ پر جلال ہے تو پیچھے ہٹ گیا، جب مسجد سے باہر نکلنے لگا تو اس کی نظر حضرت کے جوتوں پر پڑی، اس کے دل میں خیال آیا کہ حضرت جب باہر نکلیں گے تو جوتے تو پہنیں گے ہی سہی، چنانچہ اس نے وہ پیسے حضرت کے جوتوں میں رکھ دیئے، جب حضرت مسجد سے باہر نکلے اور پاؤں جوتے میں رکھا تو اس میں پیسے تھے، آپ نے دیکھا اور مسکرا کر فرمایا کہ یہ وہی پیسے ہیں جو وہ آدمی ہدیہ میں پیش کر رہا تھا، پہلے سنا کرتے تھے اور آج آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جو انسان دنیا کو ٹھوکر لگاتا ہے دنیا اس کے جوتوں میں آیا کرتی ہے۔

حضرت اقدس تھانویؒ کی حمیت وقناعت

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نواب صاحب بیعت ہو گئے، بڑے مال پیسے والے تھے، اس دور میں جب استاد کی تنخواہ پانچ روپئے ماہانہ ہوا کرتی تھی اس نے حضرت کو ایک لاکھ روپے بھجوائے، حضرت نے اس کے خط کی تحریر سے محسوس کیا کہ یہ تو احسان جتلا کر پیش کر رہا ہے، حضرت نے منی آرڈر واپس کر دیا، جب منی آرڈر واپس گیا تو وہ سٹپٹا گیا، اس نے پھر خط لکھا، کہنے لگا، حضرت! میں نے بیعت ہو کر آپ کو ایک لاکھ روپیہ ہدیہ پیش کیا، آپ کو ایسا مرید اور کہیں نہیں ملے گا، حضرت نے خط پڑھا اور جواب میں لکھا کہ اگر تجھ جیسا مرید نہیں ملے گا تو تجھے بھی مجھ جیسا پیر نہیں ملے گا، جو تیرے لاکھ روپئے کو ٹھوکر مار دے۔

دنیا سے بے رغبتی اور اہل دنیا سے احتیاط

خواجہ احمد سعیدؒ ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ ہیں، آپ حضرت ابوسعیدؒ کے بیٹے اور شاہ عبدالغنی کے بھائی ہیں، شاہ عبدالغنیؒ وہ محدث ہیں جو حضرت قاسم نانوتویؒ وغیرہ کے استاد کہے جاتے ہیں، جن کا فیض آج دارالعلوم دیوبند کی وجہ سے پوری دنیا میں پھیل چکا ہے۔

انگریز کے دور حکومت میں خواجہ احمد سعیدؒ اور شاہ عبدالغنیؒ یہاں سے ہجرت کر کے حجاز چلے گئے، کم وبیش سو آدمیوں کا قافلہ تھا، وہاں گئے تو بہت تنگی تھی، کسمپرسی کی حالت بنی ہوئی تھی، فاقے ہو رہے تھے، عورتیں بھی تھیں، بچے بھی تھے، اس دوران میں شاہ عبدالغنیؒ جو علم کے آفتاب اور ماہتاب تھے، ان کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ہم یہاں کے مقامی لوگوں سے رابطہ کریں اور ان کو اپنی حالت بتائیں تاکہ بچوں کے لیے کچھ انتظام ہو سکے، انہوں نے آکر بھائی شاہ احمد سعیدؒ سے کہا کہ میرے دل میں اس طرح کا خیال آیا ہے، حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے عجیب جواب دیا، فرمایا میری حالت ایسی ہے کہ جیسے ایک روزہ دار نے روزہ رکھا ہوا ہے اور اس کے افطار کرنے میں چند منٹ باقی ہیں، کیا آپ ایسے آدمی کو کسی وجہ سے روزہ توڑنے کا حکم دیں گے، چونکہ عالم تھے اس لیے علمی انداز میں بات کہی، وہ کہنے لگے کہ اگر اتنا تھوڑا سا وقت باقی ہے تو روزہ مکمل کرنے کا مشورہ دیا جائیگا، فرمایا: میرا یہی حال ہے کہ اس دنیا میں روزہ دار ہوں، اب افطار کا وقت قریب ہے اور میں اب اپنی دنیا کا روزہ توڑنا نہیں چاہتا۔

ہارون رشید کے لڑکے کا زہد ومجاہدہ

ہارون رشید کا ایک بیٹا تھا، وہ ابتدائے جوانی سے ہی بڑا نیکوکار تھا، اور پرہیزگار تھا، اس کے دل میں آخرت کی تیاری کا غم لگ گیا تھا، وہ محل میں رہتے ہوئے بھی سادہ کپڑے پہنتا اور دسترخوان پر خشک روٹی بھگو کر کھالیتا تھا، اس کو دنیا کی رنگینیوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا، گویا وہ ایک درویش آدمی تھا، اب لوگ باتیں بناتے کہ یہ پاگل ہو گیا ہے، ایک دن بادشاہ کو کچھ

لوگوں نے بہت ہی زیادہ غصہ دلا دیا کہ آپ اس کا خیال نہیں کرتے اور اس کو سمجھاتے نہیں، لہٰذا آپ اس پر ذرا سختی کریں یہ سیدھا ہو جائیگا اس نے بچے کو بلا کر کہا کہ تمہاری وجہ سے مجھے اپنے دوستوں میں ذلت اٹھانی پڑتی ہے، اس نے کہا ابا جان! اگر میری وجہ سے آپ کو ذلت اٹھانی پڑتی ہے تو مجھے آپ اجازت دیدیجئے، میں علم حاصل کرنے کے لیے پہلے بھی کہیں جانا ہی چاہ رہا تھا، اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں چلا جاتا ہوں، بادشاہ نے غصے میں آکر کہہ دیا کہ چلے جاؤ، چنانچہ اس نے تیاری کرلی، اب بادشاہ نے اپنی بیوی کو بتایا لیکن اس وقت پانی سر سے گذر چکا تھا، چنانچہ بچے نے کہا کہ اب تو میں نیت کر چکا ہوں لہٰذا اب میں نہیں رکونگا، جب اس کی والدہ نے اس کا پختہ ارادہ دیکھا تو اس نے اسے ایک قرآن مجید دیدیا اور ایک انگوٹھی دیدی اور کہا، بیٹا! یہ دو چیزیں اپنے پاس رکھنا قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اگر تمہیں ضرورت پڑے تو انگوٹھی کو استعمال میں لے آنا، بچے نے وہ دونوں چیزیں اپنی والدہ سے لے لیں اور رخصت ہوگیا، وہ نوجوان اتنا خوبصورت تھا کہ لوگ اس کے چہرے کو دیکھا کرتے تھے، اس کے سامنے دنیا کی سب نعمتیں موجود تھیں اگر وہ چاہتا تو عیاشی میں اپنا وقت گزارتا، اگر وہ چاہتا تو محلات کی سہولت بھری زندگی گذارتا، مگر نہیں! اس کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت تھی، اس کے دل میں آخرت کا خوف تھا، اس کے دل میں طلب علم کا شوق تھا، اس نے کہا مجھے اس دنیاوی زندگی کی لذتیں نہیں لینی، مجھے تو دائمی لذتیں حاصل کرنی ہیں لہٰذا وہ اپنے محل کو چھوڑ کر چل پڑا۔

یوں وقت کے شہزادوں نے علم طلب کرنے کے لیے محلات کی زندگی کو بھی لات مار دی، اب اگر ان طلباء میں سے کوئی کسی امیر باپ کا بیٹا ہو تو وہ بھی اس بات پر غرور نہ کرے کہ میں اتنے بڑے گھر کو چھوڑ کر آیا ہوں ارے! اس راستے پر تو وقت کے شہزادے بھی چٹائیوں پر بیٹھے نظر آتے ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیں کنی منت شناس از و کہ بخدمت گزاشتت

اے دوست تو بادشاہ پر احسان نہ جتلا کہ تو اس کی خدمت کرتا ہے اس کی خدمت کرنے والے لاکھوں ہیں یہ بادشاہ کا تجھ پر احسان ہے کہ اس نے تجھے خدمت کے لیے قبول کرلیا۔

زرق خداوندی

اور

جـــود وسخا

ایک چیونٹی کا سالانہ رزق کس قدر؟

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دفعہ کہیں جارہے تھے، ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹی سے کہا: "یٰاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ" اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، سلیمان علیہ السلام کا لشکر آ رہا ہے، کہیں تمہیں پاؤں میں مسل نہ دیں، **فتبسم ضاحکا من قولھا** سلیمان علیہ السلام نے اس کی بات سنی تو مسکرائے، اس کو بلایا اور پوچھا: اے چیونٹی! تیری خوراک کتنی ہوتی ہے؟ اس نے کہا کہ ایک سال میں پانی کے چند قطرے اور گندم کے چند دانے، سلیمان علیہ السلام نے کہا، اچھا میں تمہارا امتحان لیتا ہوں، چنانچہ آپ نے اسے ایک جگہ بند کر دیا اور گندم کے چند دانے اور چند قطرے پانی کے رکھ دیئے، سال کے بعد جب نکالا تو دیکھا کہ چیونٹی نے جتنا کہا تھا اس سے بھی تھوڑا کھایا تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: اے چیونٹی! تو مجھ سے مانگ جو کچھ مانگ سکتی ہے، ان کی سلطنت انسانوں پر تھی، حیوانوں پر تھی، چرندوں پر تھی، پرندوں پر تھی، جنوں پر تھی، خشکی کی مخلوق پر تھی، تری کی مخلوق پر تھی، کیا عجب سلطنت تھی، چیونٹی نے جواب دیا کہ اے سلیمان! (علیہ السلام) اگر آپ کچھ دے سکتے ہیں "**زدنی رزقا و عمرا**" آپ میرا رزق بڑھا دیں اور میری عمر بڑھا دیں، سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: یہ تو میرے بس میں نہیں، یہ تو اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے، وہی چاہتا ہے تو رزق بھی بڑھا دیتا ہے اور عمر بھی بڑھا دیتا ہے۔

رزقِ حلال کے انوارات

حضرت مولانا اصغر حسین کاندھلویؒ کے ماموں شاہ حسین احمد منے شاہ کے نام سے مشہور تھے، دیکھنے میں ان کا قد چھوٹا تھا، لیکن اللہ رب العزت کے ہاں ان کا قد بہت بڑا تھا، ان کی زندگی اقتصادی لحاظ سے بہت معمولی سی تھی، وہ گھاس کاٹ کر بیچتے تھے اور روزانہ تھوڑے تھوڑے پیسے بچاتے رہتے، حتی کہ پورے سال میں اتنے پیسے بچ جاتے کہ وہ ایک

مرتبہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کی دعوت کرتے تھے، اساتذہ فرماتے تھے کہ ہم سارا سال ان کی دعوت کے منتظر رہتے کیونکہ ہم جس دن ان کے گھر سے کھانا کھالیتے اس کے بعد چالیس دن تک ہماری نماز کی حضوری میں اضافہ ہوجاتا تھا۔ سبحان اللہ! اتنا حلال اور پاکیزہ مال تھا۔

عابد کے یقیں سے روشن ہے سادات کا سچا صاف عمل
آنکھوں نے کہاں دیکھا ہوگا اخلاص کا ایسا تاج محل

امام بخاریؒ کا سات بادام پر گزر بسر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی ذہانت پائی تھی کہ آپ کو لاکھوں حدیثیں زبانی یاد تھیں، ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ دن میں کتنا کھاتے ہیں، تو فرمانے لگے کہ میں آج کل سات بادام کھا کر اپنے کام میں مصروف ہوجاتا ہوں اور میرا پورا دن اسی پر گزر جاتا ہے۔ اللہ اکبر! جتنے لوگوں کا کیولیول اچھا ہوتا ہے، یہ سب وہ لوگ ہوتے ہیں، جن کے اندر چربی (fat) تھوڑی ہوتی ہے اور ان کے جسم بہت اچھے ہوتے ہیں۔

بند پتھر میں روزی کا انتظام

ہمارے ایک دوست سیر کے لئے سورت تشریف لے گئے، بیوی بچے بھی ساتھ تھے، ایک پہاڑ پر انہوں نے ایک خوبصورت اور گول شکل کا چمکدار پتھر دیکھا، انہوں نے اُٹھا کر دیکھا تو بہت ہی شفاف اور ملائم تھا، رنگ بھی بہت خوب صورت تھا، بچوں نے اصرار کیا کہ وہ پتھر گھر لے چلیں، والد نے بھی سوچا کہ چلو ڈیکوریشن کے کام آئیگا، سفر کی یادگار سہی، لے ہی چلتے ہیں، چنانچہ انہوں نے وہ پتھر لا کر گھر میں سجا دیا، دو سال بعد وہی صاحب ایک دن اس پتھر کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگے، یا اللہ! تو نے یہ کیسا خوبصورت پتھر بنا دیا ہے، اسی دوران میں وہ پتھر ہاتھ سے چھوٹ گیا، نیچے فرش پر گرتے ہی ٹوٹ گیا، ایک لمحہ کے لئے انہیں افسوس تو ہوا مگر ساتھ ہی یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ پتھر کے عین درمیان میں ایک سوراخ تھا جس میں سے ایک

کیڑا نکلا اور چلنے لگا، اب بتائیں کہ بند پتھروں میں کیڑوں کو کون روزی دیتا ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ دیتا ہے، پس سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

رزق حلال کے متلاشی وکیل کی سبق آموز داستان

اب میں آپ کو ایسا واقعہ سناتا ہوں جس سے ساری بات آسانی سے سمجھ میں آجائیگی، ہمارے ایک دوست وکالت کا کام کرتے تھے، وکالت ایک ایسا پیشہ ہے کہ جہاں پر دنیا بھر کے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، ایک شاعر نے تو یہاں تک کہہ دیا ؎

پیدا ہوئے وکیل تو شیطان نے کہا ☆ لو آج ہم بھی صاحبِ اولاد ہو گئے

مگر یقین کیجئے کہ انہوں نے وکالت کا کام بھی جاری رکھا اور اپنی زندگی کا رُخ بھی بدل لیا، ان کی بیوی لیڈی ڈاکٹر تھی، جب وکیل صاحب کی اہل اللہ سے نسبت ہوئی تو اللہ نے دل کی حالت بدل دی، کہنے لگے مجھے آج کے بعد جھوٹ نہیں بولنا ہے، میرا اللہ مجھے سچ بولنے پر روزی دیگا، لوگوں نے کہا، آپ کا دماغ ٹھیک تو ہے؟ سچ بولنے سے وکالت نہیں چلے گی، انہوں نے کہا چلے گی یا نہیں چلے گی، مگر سچ ضرور چلے گا، اب تو میں نے دل میں فیصلہ کرلیا ہے، چنانچہ وکیل ایک دن دفتر آئے اور کہنے لگے، مجھے آج صرف وہ مقدمے لینے ہیں جو سچے ہونگے، لوگوں سے کہہ دیا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو مجھے بھی بتادیں وگرنہ سماعت کے دوران اگر مجھے پتہ چل گیا تو میں آپ کی مخالفت کروں گا، اگر سچ ہوگا تو ڈٹ کر آپ کی حمایت کروں گا، لوگوں نے کہا، اللہ کی پناہ! چنانچہ سب کے سب دوسرے وکلاء کے پاس چلے گئے، وکیل صاحب کا دفتر خالی، سارا دن کوئی کام نہیں آرہا، اسی حالت میں کئی مہینے گذر گئے، لوگوں میں چرچا ہونے لگ گیا، کسی نے مجنون کہا، کسی نے پاگل کہا، کسی نے بے وقوف کہا، کسی نے کہا مولویوں نے اس کی مت ماردی ہے، اچھا خاصہ وکیل تھا انہوں نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

وہ اللہ کا بندہ پکا اور سچا تھا، کہتا تھا کہ مجھے جھوٹ بول کر روزی نہیں لینی، اللہ کی ذات مجھے سچ بولنے پر ہی روزی دیگی، ایک سال گذر گیا مگر کوئی کام نہ آیا، چونکہ بیوی لیڈی ڈاکٹر تھی

اس کی تنخواہ سے گھر کا خرچہ چلتا رہا، بیوی بہت سمجھدار تھی، ایک دن وکیل صاحب سے کہنے لگی، جب آپ جھوٹ بولنا چھوڑ چکے ہیں تو آپ وکالت کو خیر باد کہیں اور تجارت کا پیشہ اختیار کر لیں، آپ سچ ہی بولیں، اللہ اسی میں برکت دیگا، وکیل صاحب نے کہا نہیں، بولنا بھی سچ ہے اور کرنی بھی وکالت ہے، بیوی نے کہا، اچھی بات ہے، میری دعائیں اور میرا تعاون آپ کے ساتھ ہے، اللہ تعالی آپ کو کامیاب فرمائے، وکیل صاحب ایک سال تک گھر سے دفتر آتے اور سارا دن پنکھے کے نیچے بیٹھ کر اخبار پڑھتے اور گھر واپس چلے جاتے، ایک دفعہ ججوں کے سامنے چرچا ہو گیا کہ فلاں وکیل جھوٹے مقدمے نہیں لیتا، غربت برداشت کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ مر جاؤں گا مگر سچ کو نہیں چھوڑ سکتا، سب جج صاحبان اس بات سے بہت متأثر ہوئے، وقت کے ساتھ ساتھ ان کی عزت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونا شروع ہو گئی، وہ کہنے لگے کہ ایک سال امتحان کا تھا۔

دوسرا سال شروع ہوا تو تبلیغی جماعت والے، تصوف وسلوک والے، مدرسوں والے لوگوں نے سوچا کہ یار فلاں وکیل سچے مقدمے لیتا ہے، ہمارے مقدمے سچے ہیں، پیسہ ہمارے پلے نہیں، تھوڑا بہت دے دیں گے ان کا بھی گذارا ہو جائیگا، چنانچہ وہ آنے شروع ہو گئے، جو بھی آتا سچا مقدمہ لے کر آتا، وکیل صاحب مقدمہ لے کر عدالت میں جاتے اور ان کے حق میں فیصلہ ہو جاتا، تیسرا مقدمہ آیا، ان کے حق میں فیصلہ ہوا، چند دن گزرے تو جج صاحبان آپس میں ملے اور کہنے لگے کہ یہ وکیل جو بھی مقدمے لاتا ہے وہ سچے ہوتے ہیں، اس لئے اب اس سے زیادہ سوال ہی نہ کیا کرو، چنانچہ وکیل صاحب مقدمہ لے کر جاتے تو چند منٹ کے اندر اندر ان کے حق میں فیصلہ ہو جاتا، بڑے بڑے امیروں نے سوچا کہ ہمارے مقدمے سچے ہی ہیں تو پھر کیوں نہ ہم مقدمہ اسی کو دیں، جب وہ آنا شروع ہوئے تو پیسے بھی زیادہ ملنے لگے، جب وکیل صاحب جھوٹ بولتے تھے تو ایک مہینے کے بیس ہزار روپیہ کماتے تھے اور جب سچ بولنا شروع کیا تو ایک ماہ میں چالیس ہزار روپیہ کمانے لگے۔

سچ بولنے پر اللہ نے دوگنا رزق دے دیا، ابھی کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ چند

وکیلوں کا جج بننے کے لئے امتحان ہوا تو ہمارے اس وکیل دوست کو کامیابی ہوئی اور وہ جج بن گئے، ایک وقت تھا کہ وہی آدمی ایک وکیل کی جگہ کھڑے ہو کر جھوٹ بولتا تھا، جب سچ بولنا شروع کیا تو اللہ نے اس کو عدالت کی کرسی پر بٹھا دیا، پہلے وہ کھڑا سر سر کر رہا ہوتا تھا، اب اللہ نے عدالت کی کُرسی (chair) پر بٹھا دیا، اب وہاں پر بیٹھ کر حکم نامے (order) جاری کرتا ہے۔

میرے دوستو! یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو سچ بولے گا، اللہ اسے فرش سے اُٹھا کر عرش پر بٹھا دیگا، میرے دوستو، یقین بنانے کی ضرورت ہے، اگر اللہ تعالی پر توکل نصیب ہو جائے تو نہ زمینوں کے جھگڑے باقی رہیں گے نہ دفتروں میں رشوت رہے گی، نہ دکانوں میں ملاوٹ رہے گی، نہ جھوٹ بول کر کمانا رہے گا، نہ دھوکے سے کمانا رہے گا، یہ چیزیں تو خود بخود automatically ختم ہو جائیں گے۔

میرے دوستو! ہم تمام چیزوں سے اپنی نگاہوں کو ہٹا کر ایک اللہ کی ذات پر لگالیں، آج ماں سے پوچھیں کہ تمہارا بیٹا کیا بنے گا؟ کہتی ہے جی ڈاکٹر بنے گا، انجینئر بنے گا، پائلٹ بنے گا، ہے کوئی ماں جو یہ کہے کہ میرا بیٹا مفسر بنے گا، محدث بنے گا، میرا بیٹا دین کا مجاہد بنے گا؟ میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں، کان کھول کر سننا، پھر نہ کہنا کہ کسی نے کوئی بات سمجھائی نہیں تھی۔ منبرِ رسول پر بیٹھا ہوں، اللہ کی کتاب میرے ہاتھ میں ہے، اللہ کے گھر میں بیٹھا ہوں، مجھے ایک بات بتائیں، آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ کوئی آدمی جو عالم باعمل ہو اور وہ بھوکا پیاسا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا ہو؟ جب کہ پی ایچ ڈی کرنے والے، انجینئرنگ کرنے والے کئی ایسے ہیں جن کو بھوکے پیاسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے ہوئے دیکھا گیا ہے، ہمارا بیٹا عالم بنے گا، اللہ رب العزت وہاں سے رزق دیں گے، جہاں سے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو رزق دیا کرتے تھے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (جو اللہ تعالی پر توکل کرتا ہے تو اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے)

مچھلیاں سائز میں کار کے برابر

آپ دیکھئے بیرون ملک جانے والا ہوائی جہاز اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس کے اندر پانچ چھ سو مسافر آجاتے ہیں، پھر وہ اتنا اونچا اُڑ رہا ہوتا ہے کہ جب ہم اُسے دیکھتے ہیں تو ایک پرندے کی طرح نظر آتا ہے، میں نے ایک دفعہ پیرس سے پرواز کی، کسی دوسرے ملک جانا تھا، راستے میں سمندر پڑتا تھا، تو جہاز میں بیٹھے ہوئے میں نے نیچے سمندر میں دیکھا تو مجھے مچھلیاں ٹیوٹا کرولا کار کے برابر نظر آئیں، یعنی میں ہوائی جہاز میں بیٹھا ہوں اور مجھے سمندر میں تیرتی ہوئی مچھلیاں ٹیوٹا کرولا کار کے برابر نظر آتی ہیں، تو میں حیران ہوا کہ زمین سے اگر اس ہوائی جہاز کو دیکھتا ہوں تو پرندے کے برابر نظر آتا ہے، تو یہ کتنی بڑی مچھلیاں ہوں گی جو جہاز سے بیٹھے ہوئے کار کے برابر نظر آرہی ہیں، واقعی وہیل مچھلی اور شارک مچھلی بہت بڑی ہوتی ہیں، اب سوچئے کہ سلیمان علیہ السلام کے جنوں نے اس مچھلی کو ساری خوراک ڈال دی تو بھی اس مچھلی کا منہ کھلا رہا، سلیمان علیہ السلام حیران ہوئے کہ یا اللہ وہ سارا کھانا ختم ہوگیا، مچھلی سے پوچھا! تو نے اتنا کھایا، وہ کہنے لگی میں اس پاک پروردگار کی تعریف کرتی ہوں، اے اللہ کے پیارے نبی! جتنا لقمہ آپ نے مجھے کھلایا اللہ تعالیٰ اس سے تین گناہ بڑا لقمہ روزانہ کھلایا کرتے ہیں۔ اللہ اکبر!

قرآن وحدیث میں طِب کے رہنما اصول

ہارون الرشید کا زمانہ تھا، بادشاہ کے پاس ایک عیسائی پادری آیا جو بڑا اچھا معالج اور حکیم بھی تھا، اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ اسے موقع دیا گیا، اس نے کہا کہ میں دین کا علم بھی رکھتا ہوں اور حکمت کا علم بھی جانتا ہوں، آپ سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں تمام اصولِ زندگی موجود ہیں، کیا قرآن مجید میں انسان کی صحت کے متعلق بھی کوئی اصول بتایا گیا ہے، ہارون الرشید نے اپنے پاس موجود علماء سے کہا کہ آپ اس کے سوال کا جواب دیں، چنانچہ ایک عالم ''علی بن حسین''

کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا، جی ہمیں قرآن مجید میں جسمانی صحت کے بارے میں ایک بڑا Golden Rule (سنہری اصول) بتایا گیا ہے، پوچھا گیا کہ وہ گولڈن رول کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

کلوا واشربوا ولا تسرفوا (الاعراف ۳۱)

تم کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو یعنی Over eating (بسیار خوری) نہ کرو، بلکہ جتنی ضرورت ہے اتنا کھایئے اور پھر اللہ کے گیت گایئے، یہ جو over eating (زیادہ کھانے) سے منع کیا گیا ہے، یہ ایک ایسا بہترین اصول ہے کہ اگر انسان اس پر عمل کرے تو اس کو زندگی میں بیماریاں آنے کے chances بہت کم ہو جاتے ہیں۔

وہ حکیم یہ سُن کر کہنے لگا کہ میں حکیم ہوں اور میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ایک بہترین اصول ہے، اس نے پھر کہا، کیا تمہارے نبی علیہ السلام نے بھی روحانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کے بارے میں بھی کوئی اصول بتایا ہے کہ آدمی اپنے جسم کا خیال کیسے رکھ سکتا ہے؟ وہ عالم کہنے لگے، جی ہاں! اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جسمانی صحت کے بارے میں بھی بڑا انمول اصول بتا دیا ہے، چنانچہ انہوں نے حدیثِ پاک بیان کی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

''معدہ تمام بیماریوں کی بنیاد ہے، تم جسم کو وہ دو جس کی اس کو ضرورت ہے اور پرہیز علاج سے بہتر ہے'' جب عیسائی حکیم نے علی بن حسین کے زبان سے قرآن وحدیث میں موجود طب کے یہ رہنما اصول سنے تو وہ کہنے لگا، تمہاری کتاب اور تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جالینوس کے لئے کوئی طب نہیں چھوڑی۔ اللہ اکبر!

علاج سے اگر چپاتی کھا سکو تو ایک کروڑ کا انعام

اخبار میں ایک دفعہ پڑھا کہ فلاں فلاں ملک کا آدمی ہے جو کروڑ پتی ہے، اس نے اخبار میں اشتہار دیا ہے کہ اگر کوئی ڈاکٹر میرا علاج کر دے حتیٰ کہ میں ایک چپاتی کھانے کے

قابل ہو جاؤں تو میں اس کو اتنے اتنے کروڑ روپیہ دوں گا، کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کو تیار ہے لیکن صحت ساتھ نہیں دیتی کہ ایک دن میں ایک روٹی کھانے کے قابل ہو، اللہ تعالی نے ہمیں صحت دی ہے کہ ہم اپنی ضرورت کے مطابق کھاتے پیتے ہیں، یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے، ہم سوچیں کہ کیا ہم نے اس کی بندگی کا حق ادا کیا یا نہیں کیا۔

بسیار خوری کے واقعات

(۱)۔۔۔۔۔ ۱۹۷۴ء میں مفتی محمودؒ نے ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں جیل بھر وتحریک چلائی تھی، جس کے نتیجے میں حکومت نے مرزائیوں کو کافر قرار دیا تھا، لوگ خود گرفتاریاں پیش کرتے تھے، مسجدوں میں بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور شیعہ حضرات اکٹھے ہو جاتے تھے اور سب علماء ختم نبوت کے عنوان پر تقریریں کرتے تھے، تقریریں کرنے کے بعد پندرہ بیس نوجوان جو گرفتاریاں پیش کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے، وہ گلے میں پھولوں کے ہار ڈال لیتے، جلوس نکالا جاتا اور وہ نوجوان جلوس کے آگے آگے ہوتے اور خوب نعرے لگتے تھے، اور پولیس اسی جلوس کے آگے آگے چل رہی ہوتی تھی۔ جہاں جلوس ختم ہوتا وہاں پولیس ہار پہننے والے لوگوں کو گاڑی میں بٹھا کر جیل لے جاتی تھی اور باقی لوگ گھروں کو چلے جاتے تھے، یہ روز کا معمول تھا، یہ لوگ اخلاقی مجرم تو تھے نہیں، یہ تو شرفاء تھے، ان میں جہاں علماء حفاظ اور قراء حضرات ہوتے تھے، وہاں دنیا کے پڑھے لکھے نوجوان بھی ختم نبوت کے جذبے سے سرشار گرفتاریاں پیش کرتے تھے، یہ بات پولیس بھی جانتی تھی اس لیے وہ ان کے ساتھ بدتمیزی نہیں کرتی تھی، وہ ان کو گاڑیوں میں بٹھا کر لے جاتی اور ان کو جیل میں لے جا کر چھوڑ دیتی تھی، بس فرق اتنا تھا کہ وہ باہر کی بجائے جیل کے گیٹ کے اندر ہوتے تھے، جیل کے اندر مسجد بنی ہوتی تھی، وہ مسجد میں نماز بھی پڑھتے اور ادھر ادھر گھومتے پھرتے بھی تھے۔

اسی دوران ہمارے حضرت مرشدِ عالمؒ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا

عبدالرحمن قاسمیؒ کے دل میں خیال آیا کہ میں بھی گرفتاری پیش کروں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بہت ہی دلیر اور جی دار بندے تھے، اللہ ایسا نیک بیٹا ہر ایک کو دے۔۔۔۔ایک دن حضرت نے بھی گرفتاری پیش کردی۔ پولیس نے ان کو جیل میں پہنچا دیا، گرفتاریاں پیش کرنے والے جو نمایاں اور خاص بندے ہوتے تھے ان کو پولیس اسی شہر میں نہیں رکھتی تھی بلکہ انہیں کسی دوسرے شہر میں بھیج دیتی تھی، چنانچہ پولیس نے انہیں چکوال جیل میں رکھنے کی بجائے جہلم بھیج دیا، اس وقت وہ ضلع کا صدر مقام تھا۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ راولپنڈی سے ایک اور بزرگ حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ بھی گرفتار ہو کر جہلم جیل میں آئے ہوئے تھے۔ وہ شیخ القرآن کے نام سے مشہور تھے، جیل سپرنٹنڈنٹ نے سوچا کہ مولانا صاحب عالم ہیں اور ان کے ہزاروں شاگرد ہیں اور صاحبزادہ صاحب پیر کے بیٹے ہیں اور ان کے بھی ہزاروں مرید ہیں، اس لیے ان دونوں کو ایک ہی کمرے میں رکھنا چاہئے، چنانچہ اس نے ان دونوں حضرات کے لیے ایک کمرہ مخصوص کر دیا۔

دن میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ ان کی ملاقات کے لیے روزانہ پہنچے ہوتے تھے۔ مزے کی بات یہ کہ جو بھی ملاقات کے لیے آتا تو کوئی مٹھائی کا ڈبہ لاتا، کوئی بسکٹ لاتا اور کوئی کھانے کی کوئی اور چیز لاتا، ان دونوں کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کا ڈھیر لگ جاتا تھا، انہوں نے پروگرام بنایا کہ یہاں اتنے لوگ آئے ہوئے ہیں، اگر ہم روزانہ چائے بنالیا کریں اور یہ مٹھائی اور بسکٹ وغیرہ سے ان کو ناشتہ کروا دیا کریں تو روز بروز نکلتا بھی رہے گا اور مہمان نوازی بھی ہوتی رہے گی، چنانچہ یہ روزانہ کا معمول بن گیا۔

حضرت قاسم صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن ہم آکر بیٹھے تو بات چیت کی کہ ہم نے کل کے لیے فلاں بندے کو بھی دعوت دی ہے اور فلاں کو بھی، چکوال کا ایک آدمی تھا، اس کا نام مولا بخش تھا، وہ بھی ختم نبوت کے شوق میں جیل آیا ہوا تھا، مولانا غلام اللہ خان نے فرمایا کہ میں نے مولا بخش کو بھی دعوت دی ہے، حضرت قاسمی صاحبؒ نے فرمایا کہ جب میں نے سنا کہ مولا بخش کو بھی دعوت دے دی ہے تو میں بہت ہی پریشان ہوا، مولانا صاحب نے فرمایا، تجھے

کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا، کیا آپ نے واقعی مولا بخش کو دعوت دی ہے، فرمایا کہ ہاں، میں نے اس کو بھی دعوت دے دی ہے، میں نے کہا، پھر تو دوسروں کے لیے کھانا کم پڑ جائیگا۔

انہوں نے فرمایا: ہم فجر کی نماز پڑھ کر پہلے مولا بخش کو بلالیں گے اور سب کچھ اس کے سامنے رکھ دیں گے، وہ جتنا چاہے گا کھالے گا اور جو بچے گا، اس کے حساب سے اور مہمانوں کو بلالیں گے، میں نے کہا کہ ہاں یہ تجویز ٹھیک ہے۔

حضرت قاسمی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے حساب لگایا تو میرے پاس دس کلو مٹھائی پڑی تھی، میں نے دل میں سوچا کہ اگر کوئی ایک پاؤ مٹھائی بھی مشکل سے کھائی جاتی ہے، فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس فوجیوں والے بڑے بڑے مگ تھے جن میں تین کپ چائے آسکتی تھی، میں نے پانی کے چالیس مگ ڈالے اور اوپر سے دودھ ڈالا اور چائے بنائی، اندازہ تھا کہ ہر آدمی ایک مگ چائے پئے گا اور ایک پاؤ مٹھائی کھائے گا، فرماتے ہیں کہ میں نے تہجد کے بعد انتظام کر دیا تھا اور اس کے بعد نماز پڑھنے چلا گیا۔

نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن ہوا اور درسِ قرآن کے بعد مولا بخش آ گیا، ہم نے اس کو دسترخوان پر بٹھایا، کہتے ہیں کہ ہم اس کے سامنے مٹھائی کا ایک ایک ڈبہ کھول کر دسترخوان پر رکھتے رہے اور فوجیوں والا مگ بھی چائے سے بھر بھر کر دیتے رہے، وہ باتیں بھی کرتا رہا اور ادھر سے مٹھائی بھی کھاتا رہا اور چائے بھی پیتا رہا۔ حضرت قاسمی صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو کہ اللہ کے اس بندے نے دس کلو مٹھائی کھائی اور چالیس مگ چائے پی۔

جب اس نے سب کچھ کھا پی لیا تو پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا، وہ ادھر ادھر اس لیے دیکھ رہا تھا کہ سب کچھ خیر خیریت سے سمٹ گیا ہے یا نہیں، جب اس کو یقین ہو گیا کہ یہاں سب کچھ سمٹ گیا ہے تو وہ مولانا صاحب سے کہنے لگا، اچھا مولانا! اب آپ مجھے اجازت دیجئے میں اب یہاں سے جاتا ہوں، حضرت نے فرمایا: بھئی! آپ بیٹھیں اور ہمارے ساتھ باتیں کریں، وہ کہنے لگا، نہیں حضرت! اب آپ اجازت دیں، جب اس نے واپسی کا اصرار کیا تو مولانا غلام اللہ خان صاحب سمجھے کہ اب اس کو پیٹ میں مروڑ اٹھ رہا ہے اس لیے اب یہ

بھاگنا چاہتا ہے، چنانچہ مولانا صاحب نے اسے کہا، یار! تمہیں کیا جلدی ہے؟ اتنا جلدی کیوں جانا چاہتے ہو؟ وہ کہنے لگا۔

''مولانا! اصل وجہ یہ ہے کہ میرا ناشتہ چودھری ظہور الٰہی کی طرف ہے'' ایک دفعہ وہ ہمارے حضرت مرشدِ عالمؒ کے سامنے آیا تو حضرت اسے ڈانٹتے ہوئے کہا ''او مولا بخشا! روٹی تاں نئیں پیا کھاندا، روٹی تاں پئی کھاندی اے'' (اے مولا بخش! تو روٹی نہیں کھا رہا بلکہ روٹی تجھے کھا رہی ہے)

مہمان سے پہلے رزق و برکت کی آمد

اسی شہر میں ایک حکیم انصاری صاحب تھے، وہ وفات پا چکے ہیں، ہم سکول جایا کرتے تھے تو راستے میں ان کی دکان آتی تھی، اس وقت ان کے سفید بال تھے، ان کا تعلق بھی مسکین پور شریف میں سلسلہ نقشبندیہ سے ہی تھا، جب ہمارا بھی اس سلسلہ کے ساتھ غلامی کا تعلق ہوا تو ہم بھی ان سے دعائیں لینے کے لئے عقیدت واحترام کے ساتھ ان کے پاس جاتے تھے۔

انہوں نے ایک واقعہ سنایا اور فرمایا کہ میں اس واقعہ کا چشم دید گواہ ہوں، واقعہ یوں ہے کہ اس شہر سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں ایک صاحب کی اپنی بیوی کے ساتھ کچھ ان بن ہوگئی، ابھی جھگڑا ختم نہیں ہوا تھا کہ اسی اثناء میں ان کا مہمان آ گیا، خاوند نے اسے بیٹھک میں بٹھا دیا اور بیوی سے کہا کہ فلاں رشتہ دار مہمان آیا ہے اس کے لئے کھانا بناؤ، وہ غصے میں تھی، کہنے لگی، تمہارے لئے کھانا ہے نہ تمہارے مہمان کے لئے، وہ بڑا پریشان ہوا کہ لڑائی تو ہماری اپنی ہے، اگر رشتہ دار کو پتہ چل گیا تو خواہ مخواہ کی باتیں ہوں گی، لہٰذا خاموشی سے آ کر مہمان کے پاس بیٹھ گیا۔

اتنے میں اسے خیال آیا کہ چلو بیوی اگر روٹی نہیں پکاتی تو سامنے والے ہمارے ہمسائے بہت اچھے ہیں، خاندان والی بات ہے، میں انہیں ایک مہمان کا کھانا پکانے کے لئے

کہہ دیتا ہوں، چنانچہ وہ ان کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کی طبیعت خراب ہے (اب یہ کیسے کہتا کہ نیت خراب ہے) لہٰذا آپ ہمارے مہمان کے لئے کھانا بنا دیجئے، انہوں نے کہا، بہت اچھا، جتنے آدمیوں کا کہیں کھانا بنا دیتے ہیں، وہ مطمئن ہو کر مہمان کے پاس آ کر بیٹھ گیا کہ مہمان کو کم از کم کھانا تو مل جائے گا جس سے عزت بھی بچ جائے گی۔

تھوڑی دیر کے بعد مہمان نے کہا کہ ذرا ٹھنڈا پانی تو لا دیجئے، وہ اٹھا کہ گھڑے کا ٹھنڈا پانی لاتا ہوں، اندر گیا تو دیکھا کہ بیوی صاحبہ تو زار و قطار رو رہی تھی، وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ شیرنی اور اس کے آنسو، کہنے لگا، کیا بات ہے؟ اس نے پہلے سے بھی زیادہ رونا شروع کر دیا، کہنے لگی، بس مجھے معاف کر دیں، وہ بھی سمجھ گیا کہ کوئی وجہ ضرور بنی ہے، اس بیچارے نے دل میں سوچا ہوگا کہ میرے بھی نصیب جاگ گئے ہیں، کہنے لگا کہ بتاؤ تو سہی کہ کیوں رو رہی ہو؟ اس نے کہا کہ پہلے آپ مجھے معاف کر دیں پھر میں آپ کو بات سناؤں گی، خیر اس نے کہہ دیا کہ جو لڑائی جھگڑا ہوا ہے میں نے وہ دل سے نکال دیا ہے اور آپ کو معاف کر دیا ہے، کہنے لگی کہ جب آپ نے آ کر مہمان کے بارے میں بتایا اور میں نے کہہ دیا کہ نہ تمہارے لئے کچھ پکے گا اور نہ مہمان کے لئے، چلو چھٹی کرو، تو آپ چلے گئے مگر میں نے دل میں سوچا کہ لڑائی تو میری اور آپ کی ہے، اور یہ مہمان رشتہ دار ہے، ہمیں اس کے سامنے تو یہ پول نہیں کھولنا چاہئے، چنانچہ میں اٹھی کہ کھانا بناتی ہوں، جب میں کچن (باورچی خانہ) میں گئی تو میں نے دیکھا کہ جس بوری میں ہمارا آٹا پڑا ہوتا ہے، ایک سفید ریش آدمی اس بوری میں سے کچھ آٹا نکال رہا ہے، میں یہ منظر دیکھ کر سہم گئی، وہ مجھے کہنے لگا، اے خاتون! پریشان نہ ہو، یہ تمہارے مہمان کا حصہ تھا جو تمہارے آٹے میں شامل تھا، اب چونکہ یہ ہمسائے کے گھر میں پکنا ہے اس لئے میں وہی آٹا لینے کے لئے آیا ہوں جی ہاں! مہمان بعد میں آتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس کا رزق پہلے بھیج دیتے ہیں۔

رزق کا انتظام دشمن کے محل میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرعون کے نجومیوں نے بتا دیا تھا کہ

تمہاری مملکت میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا، جو تمہارے تخت وتاج کو چھین لے گا، اس نے کہا، اچھا! میں اس کا بندوبست کرتا ہوں، آئندہ دو سال تک وہ بنی اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرواتا رہا، جو بچہ پیدا ہوتا اسے ذبح کروادیتا، مردوں کے الگ باغیچے بنادیئے تاکہ یہ ادھر ہی کھیلیں، کھائیں، پیئیں، سوئیں، عورتوں کے الگ باغیچے بنادیئے تاکہ وہ بھی ادھر ہی کھائیں، پیئیں، سوئیں، بنی اسرائیل کے مرد وعورت کا ملنا جلنا منع کردیا گیا، دو سال تک کوئی خاوند اپنی بیوی سے نہیں مل سکتا تھا، مقصد یہ تھا کہ نہ ماں باپ ملیں گے نہ بچہ ہوگا، اگر اس دوران کوئی بچہ پیدا ہو بھی گیا تو میں اسے قتل کروادوں گا، مگر ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ان مردوں کا ایک بڑا افسر اور ان عورتوں کی ایک بڑی افسر دونوں میاں بیوی تھے جو فرعون کو رپورٹ پیش کرنے آتے تھے اور وہیں رات گذارتے تھے ان کو آپس میں ہمبستری کا موقع مل جاتا تھا، ان میں سے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باپ تھا اور ایک ان کی ماں تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ میں پرورش پاتے رہے، جب ولادت ہوئی تو آپ علیہ السلام کی ماں ڈری کہ ایسا نہ ہو کہ اس بچے کو بھی ذبح کردیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں {وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ} اور ہم نے وحی کی موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف کہ تو اس کو دودھ پلا {فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ} اور اگر تجھے ڈر لگے کہ سپاہی اس کو نہ لے جائیں تو پھر اس کو ایک تابوت میں بند کر اور تابوت کو دریا میں ڈال دے {فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ بِالسَّاحِلِ} دریا سے یہ تابوت ساحل کے پاس جا لگے گا، پکڑے گا کون؟ {يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ} وہ جو میرا بھی دشمن اور اس کا بھی دشمن۔

ام موسیٰ کی عقل کہتی ہے واہ خدایا! تیرے وعدے بھی عجیب! تو بچے کو بچانا چاہتا ہے تو میں کسی کونے میں رکھ دوں گی تاکہ یہ پولیس والوں کو نظر ہی نہ آئے یا پھر کوئی پولیس والا اس گھر میں آ ہی نہ سکے، تو نے بچانے کا وعدہ بھی کیا تو کتنا عجیب کہ اس کو تابوت میں ڈال اور تابوت کو دریا میں ڈال، اب سوچئے! اگر اس میں ہوا کے داخل ہونے کا بندوبست کریں تو سوراخ رکھنے پڑیں گے، اگر سوراخ رکھے گئے تو پانی اس میں داخل ہو جائے گا، گویا ضدین

جمع ہوگئیں، بہرحال ماں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے بچے کو تابوت میں ڈال دیا عقل کی بات بالکل نہ سنی، وہ جانتی تھی کہ یہ اللہ رب العزت کا وعدہ ہے جو میرا بھی پروردگار ہے اور بچے کا بھی پروردگار ہے، وہی بچے کی پرورش بھی فرمائے گا، چنانچہ کیا ہوا؟ اس بچے کو فرعون اور اس کی بیوی نے پکڑا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں {وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ} میں نے اپنی طرف سے تیرے چہرے پر محبت ڈال دی، محبت القا کر دی، چنانچہ فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ بہت خوبصورت لگ رہے تھے، کہنے لگی {لَا تَقْتُلُوْهُ} اس کو قتل نہیں کرنا {عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا} ہوسکتا ہے یہ ہمیں نفع پہنچائے {اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا} یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں، دیکھا! قدرت کا کرشمہ قوم کے بچے مروانے والا خود اپنے دل کے ہاتھوں مرا پڑا ہے۔

فرمان شاہی جاری ہوا تو بچے کو دودھ پلانے والی عورتیں آئیں مگر بچہ دودھ ہی نہیں پیتا، فرعون پریشان ہے کہ بچہ دودھ نہیں پیتا، عقل کا اندھا اس کی مت ماری گئی، ساری قوم کے بیٹوں کو مرواتا رہا یہ سمجھ نہ آئی کہ اللہ تعالیٰ اسی کے ہاتھوں سے بچے کی پرورش کروا رہے ہیں، دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا حال بھی عجیب تھا {وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ} اگر اللہ اس کے دل کو تسلی نہ دیتے تو وہ اپنا راز فاش کر بیٹھتی، لیکن اللہ نے دل کو طاقت دے دی، سنبھالا دے دیا، بیٹی کو بھیجتی ہے کہ دیکھ، فرعون کے گھر کیا ہو رہا ہے، وہ فرعون کے گھر جا کر دیکھتی ہے کہ بچہ دودھ نہیں پی رہا، فرعون سے کہنے لگی، میں ایسے لوگوں کا پتہ نہ بتادوں جو اس بچے کی پرورش بھی کریں گے اور اس کے خیر خواہ بھی ہوں گے، مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون کے دل میں خیال گذرا کہ یہ خیر خواہوں کا نام لینے والی کون آئی، چنانچہ فرعون نے بچی سے پوچھا کہ کون ہیں اس کے خیر خواہ؟ بچی ایسی ذہین تھی کہ فوراً کہنے لگی کہ ساری قوم آپ کی خیر خواہ ہے، جو بھی دودھ پلائے گی اس کی خیر خواہ ہوگی، فرعون بچی کی بات سے مطمئن ہوگیا، بچی نے گھر آ کر ماں کو صورت حال سے آگاہ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں بھی بچے کو دودھ

پلانے تشریف لے گئیں، بچے کو چھاتی سے لگایا تو بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا، فرعون خوشیاں منانے لگا، اسے یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ ہوسکتا ہے یہ اس بچے کی ماں ہو، کہتا ہے، اچھا ہوا، بچے نے تیرا دودھ پینا شروع کر دیا ہے؟ تو اس بچے کو گھر لے جا اس کی پرورش ٹھیک کرنا، اس کی ہر چیز کا خیال رکھنا، میں تجھے سرکاری فنڈ سے اتنا وظیفہ دیتا رہوں گا، اللہ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ سچ کر دکھایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں {فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ} کہ ہم نے لوٹا دیا اس کو ماں کے پاس تاکہ ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور اس کے دل میں کوئی غم نہ ہو {وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ} اور وہ جان لے کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں {وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ} لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے، ام موسیٰ علیہ السلام اپنے بیٹے کو دودھ پلاتی تھیں اور سرکار سے وظیفہ ملتا تھا، یوں اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر توکل کرنے والوں کو دوگنا منافع عطا کر دیتے ہیں۔

اشارۂ نبویؐ پر ہزار درختوں کا ایثار

وہ صحابہ کرام جو نئے نئے مسلمان ہوتے تھے، نبی علیہ السلام ان کی تالیفِ قلب کے لئے ان سے بہت زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ ایک آدمی جو نیا نیا مسلمان ہوا تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ کہنے لگا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرا ایک باغ ہے اور میرے ساتھ ایک اور مسلمان کا باغ ہے، وہ مسلمان بوڑھا ہو چکا ہے، اگر میرے درختوں کی لائن سیدھی ہو تو اس میں اس کے دس درخت آ جاتے ہیں، اس طرح میں حفاظت کے لئے دیوار بھی بنا سکتا ہوں، میں نے اس بوڑھے مسلمان سے کہا ہے کہ یہ دس درخت مجھے دو، لیکن وہ بیچنے پر آمادہ نہیں ہے، لہٰذا آپ مہربانی فرما کر یہ درخت دلوا دیں، نبی علیہ السلام نے اس بوڑھے صحابی کو طلب فرمایا، وہ صحابی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے، ۔۔۔۔۔ اچھا، بوڑھوں کی سمجھ بعض اوقات اپنی ہی ہوتی ہے کیونکہ عمر ہی ایسے ہی ہوتی ہے، بوڑھا آدمی تو بتا بھی نہیں سکتا کہ اس کو کیا کیا

تکلیف ہے، ایک بوڑھا آدمی کسی ڈاکٹر کے پاس گیا تو اس نے ڈاکٹر صاحب سے کہا، جی مجھے بہت کم دکھائی دیتا ہے، ڈاکٹر صاحب نے کہا، بابا جی! یہ بڑھاپا ہے، بوڑھا آدمی پھر کہنے لگا، ڈاکٹر صاحب میرے سب دانت گر گئے ہیں، ڈاکٹر صاحب نے کہا، جی! یہ بڑھاپا ہے، بوڑھے آدمی نے پھر کہا، ڈاکٹر صاحب مجھے کھانا ہضم نہیں ہوتا، ڈاکٹر صاحب نے کہا، جی! یہ بڑھاپا ہے، وہ پھر کہنے لگا، ڈاکٹر صاحب! میں چلتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے، ڈاکٹر صاحب نے کہا، جی، یہ بڑھاپا ہے، بوڑھا آدمی پڑھاپے والا جواب بار بار سن کر تنگ آ چکا تھا اور غصے میں کہنے لگا، یہ کیا بات ہوئی کہ ہر چیز پڑھاپا ہے، ڈاکٹر صاحب کہنے لگے، بابا جی! یہ بڑھاپا ہے، خیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو بلایا اور فرمایا کہ آپ کا یہ بھائی چاہتا ہے کہ اگر آپ اپنے اسے دس درخت ان کو دیں دے تو ان کی لائن سیدھی ہو سکتی ہے، وہ بوڑھے صحابی رضی اللہ عنہ آگے پوچھتے ہیں۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا حکم ہے یا آپ کا مشورہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ میرا حکم نہیں مشورہ ہے۔ تمہیں فیصلہ کرنے کا اختیار ہے، وہ جواب میں کہنے لگا کہ اے اللہ کے نبی میں نہیں دینا چاہتا، جب اس بوڑھے صحابی نے کہا میں نہیں دینا چاہتا تو نیا مسلمان کچھ مایوس سا ہوا، اس کے بعد نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اسے نہیں دینا چاہتے تو میں اسے خریدنا چاہتا ہوں، لہٰذا مجھے دے دو، انہوں نے پھر پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مشورہ ہے، وہ کہنے لگے میں نہیں دیتا، یہ کہہ کر وہ صحابی رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے لئے روانہ ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سنو! تمہیں جنت کے درخت کے بدلے ملیں گے اور میں جنت میں بہت بڑا باغ دلوانے کی ضمانت دیتا ہوں اور تمہیں جنت میں گھر بھی ملے گا، لیکن وہ کہنے لگے، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! لا حاجۃ لی (اب مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے)

یہ بات ایک صحابی نے سنی جن کا ایک ہزار درختوں کا باغ تھا، وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے جو خوش خبری

اسے دی ہے کہ اگر تم یہ دس درخت دے دو تو تمہیں جنت میں باغ بھی ملے گا اور گھر بھی ملے گا۔ کیا یہ وعدہ اس کے ساتھ تھا یا میرے ساتھ بھی ہے، آپ نے فرمایا: اگر تم خرید کر دے دو تو یہ وعدہ تیرے ساتھ بھی ہے، وہ کہنے لگا، بہت اچھا۔۔۔۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے اور کچھ دیر کے بعد بوڑھے میاں کے گھر پہونچ گئے، انہوں نے بوڑھے میاں کو سلام کیا اور اس سے پوچھا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں، وہ کہنے لگے، نہیں! آپ ہی بتا دیں، کہنے لگے میں قبا کا فلاں امیر آدمی ہوں، جس کا ایک ہزار درختوں کا باغ ہے، بوڑھے میاں کہنے لگے، ہاں اس کی تو میں نے بہت شہرت سنی ہے۔ اچھا آپ وہی ہیں، آپ کے باغ میں تو بڑی اعلیٰ کھجوریں ہیں اور بہت زیادہ پھل دیتی ہیں، وہ کہنے لگے، اچھا آپ نے بھی میرے باغ کا تذکرہ سنا ہوا ہے، اب میں آپ کے ساتھ ایک سودا کرنے آیا ہوں، بوڑھے میاں کہنے لگے وہ کیا؟ انہوں نے کہا آپ کے جو یہ دس درخت ہیں یہ مجھے دے دیں اور میرا ہزار درختوں والا باغ آپ لے لیں، یہ سن کر ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی، وہ بوڑھے میاں تھے اور انہی پر ان کی گزران تھی اس لئے وہ چھوڑنا نہیں چاہتے تھے، لیکن جب انہوں نے یہ سنا کہ اس کے بدلے میں ایک ہزار درختوں کا باغ ملے گا تو وہ کہنے لگے، ٹھیک ہے میں تیرے ساتھ سودا کر لینا چاہتا ہوں، چنانچہ طے پا گیا کہ بوڑھے میاں نے ہزار درختوں کے بدلے دس درخت بیچ دیئے ہیں۔

وہ صحابی یہ سودا کر کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ درخت مل گئے ہیں اور اب میں وہ درخت آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کے بدلے تمہیں جنت میں مکان بھی ملے گا اور باغ بھی ملے گا، نبی علیہ السلام کی مبارک زبان سے جنت کی ضمانت کی خوش خبری سن کر وہ ہزار درختوں کے باغ کے کنارے پر واپس آئے، باغ کے اندر داخل نہ ہوئے، وہیں کھڑے ہو کر اپنی بیوی کو آواز دی اور کہا، اے فلاں کی امّی! اے فلاں کی امّی! بیوی نے کہا، کیا بات ہے؟ آپ اندر کیوں نہیں آتے، وہ کہنے لگے میں اس

باغ کا سودا کر چکا ہوں، اب یہ باغ میرا نہیں ہے بلکہ میں نے اسے جنت کے باغ کے بدلے میں اللہ کے ہاں فروخت کر دیا ہے، سامان اور بچوں سمیت باہر آ جا، میں ادھر ہی انتظار کروں گا، بیوی نے جب یہ سنا تو کہنے لگیں، میں تجھ پر قربان ہو جاؤں، تو نے زندگی میں پہلی دفعہ اچھا سودا کر کے میرا دل خوش کر دیا ہے، چنانچہ وہ اپنا سامان اور بچوں کو لے کر باغ سے باہر آ گئی اور انہوں نے وہ باغ اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔۔۔۔۔سبحان اللہ! جن کا مال ایسا ہو کہ اللہ کے لئے آخرت کمانے کے لئے وہ اسے لگا رہے ہوں تو وہ مال تو ان کے لئے بہترین سواری ہے اور اگر مال لذت دنیا کی خاطر ہو تو پھر وہ نقصان دہ ہے۔

کیا دنیا عثمان غنیؓ کی سخاوت پیش کر سکتی ہے؟

اللہ رب العزت نے جن صحابہ کرام کو دنیا کا مال دیا، وہ دونوں ہاتھوں سے اللہ تعالی کے راستہ میں خرچ کرتے تھے تا کہ اللہ کے یہاں زیادہ سے زیادہ رتبے پائیں، سیدنا عثمان غنیؓ کو اللہ رب العزت نے خوب مال دیا تھا ان کے دل میں مال کی محبت نہیں دی تھی، وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں کبھی دریغ نہیں کرتے تھے، بئیر رومہ ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا، اس وقت مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی مشکل کا سامنا تھا، وہ اس یہودی سے پانی خریدتے تھے، جب سیدنا عثمان غنی نے دیکھا کہ مسلمانوں کو پانی حاصل کرنے میں کافی دشواری کا سامنا ہے تو وہ یہودی کے پاس گئے اور اسے فرمایا کہ یہ کنواں فروخت کر دو، اس نے کہا، میری تو بڑی کمائی ہوتی ہے میں تو نہیں بیچوں گا، یہودی کا جواب سن کر سیدنا عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ آپ آدھا بیچ دیں اور قیمت پوری لے لیں، وہ یہودی نہ سمجھ سکا، اللہ والوں کے پاس فراست ہوتی ہے، یہودی نے کہا، ہاں، ٹھیک ہے کہ آدھا حق دوں گا اور قیمت پوری لوں گا، چنانچہ اس نے قیمت پوری لے لی اور آدھا حق دے دیا اور کہا کہ ایک دن آپ پانی نکالیں اور دوسرے دن ہم پانی نکالیں گے، جب سیدنا عثمان غنیؓ نے اسے پیسے دے دیئے تو آپ نے اعلان کروا دیا کہ میری باری کے دن

مسلمان اور کافر سب بغیر قیمت کے اللہ کے لئے پانی استعمال کریں، جب لوگوں کو ایک دن مفت پانی ملنے لگا تو دوسرے دن خریدنے والا کون ہوتا تھا، چنانچہ وہ یہودی چند مہینوں کے بعد آیا اور کہنے لگا، جی! آپ مجھ سے باقی آدھا بھی خرید لیں، آپؓ نے باقی آدھا بھی خرید کر اللہ کے لئے وقف کر دیا۔

ہلاکت کے دہانے سے حفاظت

بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچے کو لے کر جنگل سے گذر رہی تھی، اچانک ایک بھیڑیا آیا اور اس نے اس عورت پر حملہ کر دیا، جب بھیڑیے نے حملہ کیا تو وہ کمزور دل عورت گھبرا گئی، جس کی وجہ سے اس کا بیٹا اس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا، اس بھیڑیے نے اس بچہ کو اُٹھایا اور بھاگ گیا، جب ماں نے دیکھا کہ بھیڑیا میرے بیٹے کو منہ میں ڈال کر لے جا رہا ہے تو ماں کی مامتا نے بھی جوش مارا اور اس کے دل سے ایک آہ نکلی، جیسے ہی اس کی آہ نکلی تو اس نے دیکھا کہ ایک جواں مرد سا آدمی درخت کے پیچھے سے اس بھیڑیے کے سامنے آیا اور بھیڑیے نے جب اچانک کسی کو اپنے سامنے دیکھا تو وہ بھی گھبرا گیا، جس کی وجہ سے بچہ بھیڑیے کے منہ سے نیچے گر گیا اور وہ بھاگ گیا، اس نوجوان نے بچے کو اُٹھایا اور لا کر اس کی ماں کے حوالے کر دیا۔

وہ ماں کہنے لگی کہ تو کون ہے؟ جس نے میرے بچے کی جان بچا دی؟ اس نے کہا میں اللہ رب العزت کا فرشتہ ہوں، مجھے پروردگار نے آپ کی مدد کے لئے بھیجا ہے، ایک دفعہ آپ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہی تھی عین اسی وقت کسی سائل نے آپ کے دروازے پر روٹی کا ٹکڑا مانگا، آپ کے گھر میں اس وقت وہی روٹی تھی، جو آپ کھا رہی تھی، آپ نے اس وقت سوچا کہ میں اللہ کے نام پر سوال کرنے والوں کو خالی کیسے بھیجوں تو میں نے اپنے منہ کا لقمہ نکال کر اس کو دیدیا۔ اس صدقہ کی برکت سے اللہ نے تیرے بچے کی حفاظت کے لیے مجھے بھیجا۔

بیوی کی ترغیب پر شوہر کی سخاوت

ہمارے اس ضلع میں فیصل آباد روڈ پر ایک گاؤں میں ایک نیک خاتون رہتی تھی، وہ بہت زیادہ سخی تھی، وہ اتنی نیک دل، اتنی مہمان نواز اور اس قدر غریبوں پر خرچ کرنے والی تھی کہ لوگ اسے حاتم طائی کی بیٹی کہتے تھے، وہ گاؤں سڑک کے قریب ہی تھا، پہلے تو کوئی مستقل بس سٹاپ نہ تھا مگر دیہاتی لوگوں کی آمدورفت کی وجہ سے آہستہ آہستہ سڑک کے اوپر بس سٹاپ بن گیا، اندر کے علاقوں کے دیہاتی لوگ پانچ دس میل چل کر وہاں آتے کہ ہم خرید وفروخت کے لیے بس پر بیٹھ کر شہر کو جائیں گے، کبھی ایسا ہوتا کہ بس کا وقت ختم ہوجاتا تو ان بیچاروں کے پاس وہاں رہنے کے لیے انتظام نہیں ہوتا تھا، اسی حال میں بیٹھ کر رات گزارتے، بھوکے پیاسے رہتے، اگر عورتیں ساتھ ہوتیں تو اور زیادہ پریشانی ہوتی، اس نے محسوس کیا کہ یہاں تو ان کے لیے کوئی بندوبست ہونا چاہئے، چنانچہ اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ کیوں نہ ہم لوگوں کی سہولت کے لیے ایک مہمان خانہ بنوادیں تاکہ وہ لوگ جو رات کو آگے یا پیچھے نہیں جاسکتے وہ آسانی سے رات گزار سکیں، اور وہ اگلے دن اپنے کام کے لیے روانہ ہوجایا کریں گے۔

خاوند کو یہ بات پسند آئی، چنانچہ اس نے مہمان خانہ بنوایا اور ایک آدمی رکھ کر ان کے لیے کھانا پکانے کا بندوبست کردیا، اب لوگ آنے جانے لگے، جو آگے پیچھے نہیں جاسکتے تھے وہ رات کے وقت وہیں سے کھانا کھاتے اور آرام سے سوجاتے، پھر رات گزار کر اپنے کام کے لیے چلے جاتے، چنانچہ کسی ''خیر خواہ'' نے اس کے خاوند کو یہ مشورہ دیا کہ آپ کی بیوی تو آپ کو کنگال کردے گی، روزانہ اتنا اتنا کھانا پکتا ہے، اور فالتو لوگ آکر کھا جاتے ہیں، ایسی سخاوت کا کیا فائدہ؟ ۔۔۔۔۔ جب دوستوں نے خاوند کو بار بار مشورہ دیا تو خاوند کے دل میں بھی یہ بات آگئی کہ بھئی، یہ تو واقعی لوگوں نے تماشا بنالیا ہے، چنانچہ اس نے ایک دن فیصلہ کرلیا کہ مہمان خانہ بند کردیا جائے، بیوی کو پتہ چلا تو وہ پریشان ہوئی کہ جب پروردگار نے ہمیں اتنی زمینیں دی تھیں کہ ہماری اپنی گندم سے ہی روٹی بنتی تھی اور سارا سال مہمان نوازی کا ثواب

ملتا تھا، اب یہ نیکی کا ذریعہ بند ہو گیا ہے، لیکن جب خاوند نے کہہ دیا تو بیوی خاموش ہو گئی، نیک بیویاں پھر بات کرنے کے لیے موقع ڈھونڈھا کرتی ہیں، جھگڑے نہیں کیا کرتیں، چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہی۔۔۔۔ایک دن خاوند سے کہنے لگی کہ آج میری طبیعت کچھ اداس سی ہے، گھر میں رہ رہ کر تنگ سی آ گئی ہوں، کیوں نہ میں زمینوں سے ذرا ہو آؤں، اس نے کہا، بہت اچھا، خاوند اسے اپنی زمین پر لے کر چلا گیا، وہاں کنواں، باغ اور فصلیں تھیں، وہ تھوڑی دیر چلی پھری اور پھر آ کر کنویں کے کنارے پر بیٹھ گئی اور کنویں کے اندر دیکھنا شروع کر دیا، خاوند بھی ادھر ادھر پھرتا رہا، کافی دیر کے بعد کہنے لگا، نیک بخت! چلیں دیر ہو رہی ہے، کہنے لگی، بس چلتے ہیں، پھر کنویں کے اندر دوبارہ جھانکنا شروع کر دیا، کنویں میں دیکھتی رہی، بالآخر خاوند نے کہا کہ خدا کی بندی! کنویں میں کیا دیکھ رہی ہو؟ کہنے لگی کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ خالی ڈول پانی میں جا رہے ہیں اور بھر بھر کر واپس آ رہے ہیں، مگر کنویں کا پانی جیسا ہے ویسا ہی ہے، اس نے کہا، خدا کی بندی تو اگر سارا دن اور ساری رات بیٹھی رہے گی، تو یہ پانی ایسے ہی رہے گا، خالی ڈول بھر بھر کے آتے رہیں گے، مگر پانی میں کمی نہیں آئیگی، جب خاوند نے یہ بات کہی تو اس نیک دل خاتون نے کہا، اچھا کنویں کا پانی ختم نہیں ہوتا؟ اس نے کہا کہ واقعی کنویں کا پانی ختم نہیں ہوتا، یہ سن کر وہ کہنے لگی، اللہ نے ہمارے گھر کے اندر بھی ایک کنواں جاری کیا تھا، لوگ خالی پیٹ آتے تھے، اور پیٹ کا ڈول بھر کے جاتے تھے، تمہیں کیوں ڈر ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس کنویں کے پانی کو کم کر دیں گے۔

بیوی کی بات سن کر خاوند کے دل پر ایسی چوٹ پڑی کہ کہنے لگا، میں مہمان خانے کو دوبارہ جاری کرتا ہوں، چنانچہ وہ خاتون جب تک زندہ رہی اس علاقہ میں وہ مہمان خانہ اسی طرح جاری رہا۔

خــوف وخشيــت

اور

تــوبه ومغفــرت

چہرۂ انور پر خوف خشیت کے قطرے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور امت کی ماں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بستر پر آرام فرمانے لگے، میرے بھائی عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صحن میں بیٹھ کر قرآن مجید پڑھ رہے تھے، فرماتی ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بستر پر آرام کر رہی تھی، اچانک حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آیت پڑھی {كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ} مجرم لوگ قیامت کے دن اس طرح کھڑے ہوں گے کہ ان کے پروردگار کے درمیان حجاب (پردہ) ہوگا، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سنی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اپنے رخسار پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو گرتے ہوئے محسوس ہوئے تو میں حیران ہوئی، میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کی طرف دیکھنے لگی، میں نے پوچھا: آقا! آپ کو کوئی تکلیف ہو رہی ہے؟ فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جنت کے شوق میں رو رہے ہیں؟ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں، تو میں نے پوچھا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں رو رہے ہیں؟ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روتے ہوئے فرمایا، اَنَا مُشْتَاقٌ وَبِیْ اِشْتِیَاقٌ میں تو مشتاق ہوں، اللہ کا عاشق ہوں اور اس کے عشق ومحبت میں رو رہا ہوں اللہ کا عاشق ہوں اور اس کے عشق ومحبت میں رو رہا ہوں، آپ نے دو مرتبہ یہ الفاظ دوہرائے، آج ہم اتباع سنت کی باتیں کرتے ہیں کاش! ہمیں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر بھی عمل نصیب ہو جائے۔

ساری چمک دمک تو انہی موتیوں سے ہے ۔ آنسو نہ ہو تو عشق میں کچھ آبرو نہیں ہے

تیرے رونے پر فرشتے بھی رو پڑے

ایک صحابی تہجد میں قرآن پڑھتے ہوئے رو پڑے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جب حاضر ہوئے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''تیرے قرآن پڑھنے اور رونے نے اللہ کے فرشتوں کو بھی رُلا دیا'' سبحان اللہ! ان کو روتا دیکھ کر اللہ کے فرشتوں کو بھی رونا آ گیا، ان کو قرآن پاک کا ایسا مزہ اور لطف آیا کرتا تھا، تیر لگ رہے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں اور پھر اپنے ساتھی کو جگا کر ایک صحابی کہتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کا ڈر نہ ہوتا تو میں تیروں پر تیر کھاتا رہتا، لیکن سورۂ کہف مکمل کئے بغیر نماز ختم نہ کرتا، تو ان کو تیر لگتے تھے پھر بھی ان کا دل چاہتا تھا کہ سورۂ کہف مکمل پڑھ لوں اور ہمارا حال یہ ہے کہ قریب سے مچھر بھی گذر جائے تو نماز کی ساری کیفیت ختم ہو جاتی ہے، تو قرآن شریف کی لذت ہے اپنا ایک لطف ہے۔

مولیٰ! میرے بوڑھاپے کی لاج رکھ لے

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی حدیث پڑھائی، یہاں تک کہ ایک وقت میں چالیس چالیس ہزار شاگرد ان سے حدیث پڑھا کرتے تھے، جب وہ فوت ہونے لگے تو اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ مجھے چارپائی سے اٹھا کر زمین پر لٹا دو، نیچے نہ کوئی قالین تھا، نہ کوئی فرش تھا اور نہ کوئی سنگ مرمر لگا ہوا تھا، تاہم شاگردوں نے تعمیل حکم میں ان کو زمین پر لٹا دیا، یہ دیکھ کر طلباء کی چیخیں نکل گئیں کہ اتنے بڑے محدث اپنی داڑھی کو پکڑ کر اپنے رخسار کو زمین پر رگڑنے لگ گئے اور روتے ہوئے دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرمانا۔۔۔۔۔اللہ اکبر۔۔۔۔۔۔جس نے ساری زندگی حدیث پڑھائی اس نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! میں نے حدیث کے درس دیئے، میں نے لوگوں کو دین کی طرف بلایا، میں نے لوگوں کو نیکی کی طرف راغب کیا کوئی عمل اس قابل نہیں سمجھا جو اللہ کے حضور پیش

کر سکیں، بالآخر عاجزی کر رہے ہیں کہ اے اللہ! عبداللہ کے بڑھاپے پر رحم فرما، وہ اپنے سفید بالوں کو پیش کرتے تھے کہ اے اللہ! کوئی عمل ایسا نہیں، جو آپ کے سامنے پیش کر سکیں، آپ ہی مجھ پر رحم فرمایئے، ہمیں بھی اسی طرح کرنا چاہئے کہ ہم بھی اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ کے سامنے نادم ہوں اور اس کا خوف طلب کریں تا کہ گناہوں سے بچ سکیں، اس طرح مانگیں کہ جیسے ہمیں جو کچھ ملنا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ملنا ہے، اس در سے ہٹ کر ہم جائیں گے تو ہمیں کچھ نہیں مل سکتا۔

صدیق اکبرؓ کی خشیت

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہتا ہوں کہ وہ میری بیماری کی وجہ سے مسلمانوں کی نماز کا امام بنے اور سیدہ عائشہ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ''اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اِذَا قَامَ فِیْ مَقَامِکَ لَمْ یَسْمَعِ النَّاسُ مِنَ الْبُکٰی'' بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حالت ایسی ہے کہ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے پر کھڑے ہوں گے تو وہ تلاوت کرتے ہوئے اتنا روئیں گے کہ نمازیوں کو ان کی تلاوت قرآن سمجھ ہی نہیں آئیگی، میں ان کی طبیعت کو جانتی ہوں، میں ان کی بیٹی ہوں۔

حضرت عمرؓ کا خوف کہ کہیں میرا نام۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنے بلند مقامات نصیب فرمائے تھے، اس کے باوجود اپنے بارے میں اتنے محتاط تھے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ سے پوچھا: حذیفہ! مجھے تو یہ پتہ ہے کہ تمہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منافقین کے نام بتا دیئے تھے، میں آپ سے منافقین کے نام تو نہیں پوچھتا بس اتنی بات پوچھتا ہوں کہ کہیں ''عمر'' کا نام تو ان منافقین کی فہرست میں شامل نہیں ہے، اگر ہم ہوتے ہم کہتے کہ ہم تو مراد مصطفی ہیں، ہمارے لیے تو محبوب خدا دعائیں مانگتے تھے، دیکھئے تو سہی کہ جنہیں مانگ کر لیا گیا وہ پروردگار

کے حضور اس طرح جھکتے تھے اور اپنے پر اتنے محتاط رہتے کہ پھر بھی پوچھتے تھے کہ کہیں عمر کا نام تو ان میں شامل نہیں، کیا ہم نے کبھی ایسی نظر اپنی ذات پر ڈالی ہے؟ نہیں بلکہ ہماری تو گردنیں تنی رہتی ہیں، آنکھیں کھلی رہتی ہیں ہماری نگاہیں دوسروں کے چہروں پر پڑتی ہیں، ہمیں دوسروں کے عیب تو نظر آتے ہیں مگر اپنی حالت نظر نہیں آتی، کاش! یہ آنکھیں بند ہوتیں، یہ گردنیں جھک جاتیں اور یہ نگاہیں اپنے سینے پر پڑتیں کہ میرے اپنے اندر کیا عیب چھپے ہوئے ہیں، آج اس بات کی شدید کمی ہے۔

نماز میں حضرت عمرؓ کے خوف وخشیت کا عالم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ فجر کی نماز میں امام ہوتے تھے، سورۂ یوسف کی تلاوت کرتے ہوئے اتنا روتے کہ حضرت عبد اللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ ''وَاَنَا فِیْ اٰخِرِ الصُّفُوْفِ'' میں صفوں کے آخر میں تھا یَقْرَءُ حضرت عمر پڑھ رہے تھے {اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ} اور میں آخر صف میں کھڑا ان کے رونے کی آواز کو سن رہا تھا۔

حضرت علیؒ بن عیاض کی خشیت

فضیل بن عیاضؒ کے بیٹے علی بن فضیلؒ کو مقام خوف نصیب تھا، جب قرآن پڑھا یا سنا کرتے تو عذاب کی آیتوں پر بے ہوش ہو جاتے تھے، چنانچہ دل میں تمنا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! کبھی مجھے بھی ایک ہی وقت میں پورا قرآن سننے کی توفیق عطا فرما کیونکہ وہ تلاوت کرتے وقت تھوڑا سا پڑھتے اور جہاں ڈرانے کی بات آتی تو وہیں بے ہوش ہو جاتے تھے، ان کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے قاری صاحب نے پڑھا {یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ} کہ وہ ایسا دن ہوگا کہ انسان اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے، اس بات کو سنا اور اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اللہ اکبر!

حضرت شبلیؒ بے ہوش گر پڑے

ایک مرتبہ حضرت شبلیؒ نے یہ آیت سنی {لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ} امام تراویح پڑھا رہا تھا، جب اس نے یہ آیت پڑھی تو حضرت شبلیؒ وہیں گر کر بے ہوش ہو گئے، ہمیں کیا پتہ کہ قرآن سن کر عاشقوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ ؎

ناز ہے گل کو نزاکت کا چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز ونزاکت والے

حضرت شعیبؑ کی آہ وزاری

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شعیب علیہ السلام روئے "فَقَالَ اللّٰهُ لَهٗ مَاهٰذَا الْبُكٰى" اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا، اے شعیب علیہ السلام! آپ کا یہ رونا کیسا؟ اَشَوْقًا اِلَى الْجَنَّةِ اَمْ خَوْفاً مِنَ النَّارِ کیا جنت کے شوق کی وجہ سے ہے یا جہنم کے خوف کی وجہ سے ہے فَقَالَ لَا يَارَبِّ عرض کیا، اے پروردگار! ایسا تو نہیں، گویا نہ جنت کے شوق میں اور نہ جہنم کے خوف سے میں رو رہا ہوں "ولكن شوقا الى لقائك" میں تو آپ کی ملاقات کے شوق میں رو رہا ہوں "فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ" اللہ رب العزت نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی اَنْ يَكُنْ ذٰلِكَ هَنِيْأً لَكَ لِقَائِيْ يَا شُعَيْبُ لِذٰلِكَ اے شعیب! آپ کو مبارک ہو کہ اس رونے کی وجہ سے آپ کو میری ملاقات نصیب ہوگی۔ سبحان اللہ!

نعمت کے ملنے پر حضرت عمرؓ کا خوف

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو ان کو پانی کے بجائے شربت دے دیا گیا، آپ شربت پینے لگے تو آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے، کسی نے کہا: اے امیر المومنین! آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا: مجھے قرآن پاک کی ایک آیت رلا رہی ہے، ایسا نہ ہو

کہ عمر ابن الخطابؓ کو کہہ دیا جائے **اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا و استمتعتم بھا** کہ تم اپنی نعمتیں دنیا کے اندر لوٹ چکے ہو، تم نے خوب مزے اُڑائے، ایسا نہ ہو کہ مجھے جو یہ نعمتیں مل رہی ہیں یہ میری نیکیوں کا اجر کہیں دنیا ہی میں نہ مل رہا ہو، آپ اتنا روتے تھے کہ آنسوؤں کے چلنے کی وجہ سے رخساروں پر لکیریں پڑ گئی تھیں، حالانکہ آپ مراد مصطفیٰ تھے، عشرۂ مبشرہ میں سے تھے، مگر اس کے باوجود کثیر البکاء تھے۔

حضرت محمد بن سیرینؒ کی بہن کا خوف وبکاء

ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے تعبیر الرؤیا کتاب لکھی ان کا مرتبہ اللہ نے بہت بڑا بنایا، آج بھی ہر عالم کے پاس وہی کتاب ہوتی ہے اور خوابوں کی تعبیر اسی میں سے بتائی جاتی ہے، ان کی بہن تھیں ''حفصہ''، یہ ساری قرأتوں میں اتنی ماہرہ تھیں، اتنی اچھی قاریہ تھیں (سبحان اللہ) ان کے حالات میں لکھا ہوا ہے کہ ۳۲ سال اپنی گھر کی مسجد میں گزار دیئے، فقط طہارت وغیرہ کے لئے مسجد سے باہر نکلتیں، باقی سارا وقت اسی مسجد میں بیٹھ کر عورتوں کو اور چھوٹے بچوں کو دین کی تعلیم دیتیں، اتنی بڑی قاریہ تھیں کہ محمد بن سیرین کو خود اگر قرآن میں کسی لفظ کے تلفظ کے اندر مشکلیں پیش آتیں تو کسی بچے کو بھیج کر کہتے کہ جاؤ دیکھو حفصہ اس لفظ کو کس طرح ادا کرتی ہے، پھر اس لفظ کو تم بھی ویسے ہی ادا کر لینا، چنانچہ ان کے بارے میں بعض تابعین نے لکھا ہے کہ ہم نے اتنی عبادت گزار اور اتنی علم والی عورت کہیں نہیں دیکھی، حتیٰ کہ بعض نے کتابوں میں لکھا کہ ہم نے ایسی عورت علم والی دیکھی کہ جن کو اگر ہم حسن بصری پر بھی چاہیں تو فضیلت دے سکتے ہیں، کسی نے کہا سعید بن المسیب سے بھی زیادہ، تو جواب دیا ہاں، کسی نے ان کی باندی سے پوچھا اپنی مالکہ کے بارے میں کیا کہتی ہو؟

اس نے بڑی تعریفیں کیں اور کہنے لگیں بڑا اچھا قرآن پڑھتی ہیں، ہر وقت عبادت کرتی رہتی ہیں، ہر کام شریعت کے مطابق کرتی ہیں، لیکن پتہ نہیں ان سے کون سا گناہ سرزد ہو گیا ہے جو اتنا بڑا ہے کہ عشاء سے نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کرتی ہیں اور فجر تک کھڑی

روتی رہتی ہیں (وہ بیچاری باندی یہ سمجھیں کہ شاید کسی بڑے گناہ کی وجہ سے ساری رات رو رو کر معافیاں مانگتی ہیں) تو اس سے اندازہ لگایئے کہ حفصہ بنت سیرین نے دین کی خدمت کتنی زیادہ کی، چنانچہ اس قسم کی اور بھی کتنی مثالیں ہیں۔

رابعہ بصریہ کا خوفِ خدا

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا ایک دفعہ کہیں بیٹھی تھیں، قریب ہی ایک آدمی بھنا ہوا گوشت کھا رہا تھا، انہوں نے جب اسے دیکھا تو رونا شروع کر دیا، وہ آدمی سمجھا کہ انہیں بھوک لگی ہے اور یہ چاہتی ہیں کہ مجھے بھی کھانے کو دیا جائے، اس نے پوچھا کہ کیا آپ بھی کھائیں گی؟ فرمانے لگیں نہیں، میں اس لئے نہیں رو رہی بلکہ میں کسی اور بات پہ رو رہی ہوں، اس نے پوچھا کہ وہ کونسی بات ہے؟ فرمانے لگیں کہ میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ جانوروں اور پرندوں کو آگ پر بھوننے سے پہلے انہیں مار دیا جاتا ہے اور ذبح کئے ہوئے جانور کو بھونتے ہیں، میں قیامت کے دن کو سوچ رہی ہوں کہ جب زندہ انسانوں کو آگ میں ڈال کر بھون دیا جائے گا، میں نے بھنے ہوئے مرغ کو دیکھا تو مجھے قیامت کا دن یاد آ گیا، مجھے وہ رات یاد آ گئی کہ جس کی صبح کو قیامت ہوگی، اے بندے! تو بھنے مرغ کھانے کا عادی ہے، کباب اور تکے منگوا منگوا کے کھاتا ہے، سوچا کریں کہ ہم جو اس گوشت کو بھون بھون کر کھا رہے ہیں اسے تو ذبح کر کے بھونا گیا، اگر ہم گناہ کریں گے تو فرشتے ہم زندوں کو بھونیں گے، اس لئے ہمیں گناہوں سے ضرور بچنا چاہئے۔

حسن بصریؒ کا خوف

صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے تین ادوار ایسے ہیں کہ ان لوگوں میں خشوع زیادہ غالب ہوتا تھا، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ چل کے آتے تو طبیعت پہ ایسا غم ہوتا تھا کہ جیسے وہ آدمی آ رہا ہے جس نے ابھی ابھی اپنے باپ کو قبرستان میں دفن کیا ہو،

جب بیٹھتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ وہ مجرم ہے جس کے لئے پھانسی کا حکم صادر ہو چکا ہے، آپ اس قدر روتے تھے کہ آنسوؤں کا پانی زمین پر بہہ پڑتا تھا۔

حضرت رابعہ بصریہ کا خوف

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتابوں میں لکھا ہے کہ آپ خوف خدا سے اتنا روتی تھیں کہ آنسوؤں کے قطرے زمین پر گرنے لگتے تو اتنے آنسو گرتے کہ بعض مرتبہ زمین پر گھاس اُگ آتی تھی۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا خوف خدا

ہمارے اکابرین جب ذرا سی کیفیت بدلتی دیکھتے تو فوراً رو پڑتے تھے، ایک مرتبہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور کہنے لگے نافق حنظلۃ نافق حنظلۃ اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی صحبت میں جو کیفیت ہوتی ہے وہ گھر میں نہیں ہوتی، پس حنظلہ تو منافق ہو گیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا خوف

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام سے پوچھا، اے جبرئیل! کیا تجھے بھی میری رحمۃ اللعالمینی سے حصہ ملا ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جی ہاں مجھے بھی آپ کی رحمۃ اللعالمینی سے حصہ ملا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، وہ کیسے؟ عرض کیا: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے اس وقت میں اپنے انجام کے بارے میں ڈرا کرتا تھا، میرے سامنے کئی نیک لوگوں کے انجام برے ہوئے، میں نے شیطان کا انجام بھی دیکھا تھا جس کی وجہ سے میں بھی ڈرتا تھا کہ پتہ نہیں میرا انجام کیا ہوگا، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ

نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آیت اتاردی {انه لقول رسول کریم، ذی قوةٍ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین} یہ آیت چونکہ میرے بارے میں ہے اور اس سے مجھے اپنے اچھے انجام کا پتہ چل گیا، اس لئے میرے دل پر جو غم سوار رہتا تھا آپ کی رحمۃ اللعالمینی کے صدقے مجھے اب اس غم سے نجات نصیب ہوگئی ہے۔ سبحان اللہ!

خوشی کے آنسو۔۔۔۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں، ٹاٹ کا لباس پہنے ہوئے ہیں، سب کچھ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں، اوپر سے حضرت جبرئیل علیہ السلام اترتے ہیں، جبرئیل امین نے ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا تھا، انہوں نے نبی علی الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سلام پیش کیا اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ رب العزت نے بھیجا ہے، وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل سے اتنا خوش ہیں کہ انہوں نے آسمان کے سب فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ تم بھی صدیق اکبر کی طرح ٹاٹ کا لباس پہنو، اسی لئے میں بھی ٹاٹ کا لباس پہن کر حاضر ہوا ہوں، اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جاؤ، پوچھ کر آؤ کہ کیا ابوبکرؓ اس حال میں بھی مجھ سے خوش ہیں، سیدنا صدیق اکبرؓ نے سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے ''میں اپنے رب سے ہر حال میں خوش ہوں''۔

حضرت یوسفؑ کے تقویٰ کا نتیجہ

سورۂ یوسف جس کو قرآن نے احسن القصص کہا {نحن نقص علیك احسن القصص} خاص طور پر بڑا اسبق ہے، اس سورۃ میں اس لئے اس کو اتنا اہم بتایا گیا، اس میں اللہ تعالیٰ دو جماعتوں کا تذکرہ کرتے ہیں، ایک جماعت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی اور ایک جماعت یوسف علیہ السلام کی، جی ہاں کئی بندے اکیلے ہوتے ہیں لیکن اپنی ذات میں ادارہ ہوتے ہیں، ایک ہوتے ہیں لیکن جماعت سے زیادہ بھاری ہوتے ہیں، دلیل قرآن

سے پیش کرتا ہوں {إن ابراهيم كان امة} "بے شک ابراہیم علیہ السلام امت تھے" دیکھا! جی ہاں! ایسا بھی ہوتا ہے، تو ایک جماعت یوسف علیہ السلام کی اور دوسری جماعت ان کے بھائیوں کی، بھائیوں پر امتحان آیا، وہ کہنے لگے ہم یوسف کو قتل کر دیتے ہیں {اقتلو يوسف او اطرحوه ارضا} ہم یہ گناہ کر گزرتے ہیں اور پھر اس کے بعد ہم توبہ کر کے نیک بن جائیں، چنانچہ گناہ کر گزرے، یوسف علیہ السلام پر بھی امتحان آیا {وراودته التي هو في بيتها عن نفسه} یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی کہ ایسے امتحان سے بھی بچ گئے، حتیٰ کہ گواہیاں دے دیں عورت نے اور کہنا پڑا مالک کو {يوسف ايها الصديق} اے سچے یوسف سبحان اللہ، اللہ اکبر، پھر کیا ہوا، اللہ تعالیٰ نے پھر ان کو جیل سے نکال کر تخت پر بیٹھا دیا، پھر یوسف علیہ السلام نے کہا مجھے Finance Minister بنا دو، نبی تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی، وہ حکومت کی باگ ڈور سنبھال سکتے تھے، حکومت چلا کر دکھائی، قحط پڑ جاتا ہے، بھائیوں کی جماعت ساری کی ساری قحط کا شکار ہوگئی، یوسف علیہ السلام اس قحط میں تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نچوڑ نکالتے ہیں، قرآن پاک میں منظر بیان کرتے ہیں اور عجیب ہے وہ منظر، یوسف علیہ السلام کے بھائی آ رہے ہیں، غلہ مانگنے کے لئے، پیسے پورے نہیں ہیں، غلہ پورا مانگتے ہیں، کہتے ہیں کہ پیسے تو پورے نہیں آپ کوئی صدقہ خیرات کر دیں، یہ بھی نبی علیہ السلام کے بیٹے، وہ بھی نبی علیہ السلام کے بیٹے، یہ امتحان میں ناکام، وہ امتحان میں کامیاب، یہ تخت پر ہے وہ فرش پر ہیں، قرآن نقشہ بیان کرتا ہے، سبحان اللہ! قربان جائیں کیا کتاب ہے، فرمایا {قالو} (کہنے لگے) {يا ايها العزيز} (اے عزیز مصر) {مسنا واهلنا الضر وجئنا ببضاعة مزجٰة فاوف لنا الكيل وتصدق علينا ان الله يجزى المتصدقين} (ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو تنگ دستی نے بے حال کر دیا اور ہم پیسے بھی اتنے لائے ہیں جو پورے نہیں ہمیں وزن پورا دے دو اور ہمارے اوپر صدقہ خیرات کر دیجئے) بے شک اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والوں کو جزا دیتا ہے، جب یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ حالت ہوگئی تو پوچھا {ما فعلتم بيوسف} تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا؟ کہنے

لگے {أانك لانت یوسف} (کیا آپ یوسف ہیں؟) {قال انا یوسف وھذا اخی} (کہا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی (بنیامین) ہے) تحقیق اللہ نے ہم پر احسان کیا {انہ من یتق ویصبر} (جو متقی ہوتا ہے اور اپنے اندر صبر وضبط پیدا کرتا ہے) {فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین} (بیشک اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا) لہٰذا ہر دور میں اور ہر زمانے میں جو یوسف صفت بنے گا اللہ تعالیٰ فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دے گا، دیکھنا دنیا بھی بنے گی اور آخرت بھی بنے گی۔

زنا سے بچنے پر سلیمان بن یسار کو بشارت

الحمد للہ! اس امت میں ایسے ایسے اولیاء گذرے ہیں جنہوں نے پاکدامنی کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، سلیما بن یسارؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے تھے، ان کے پاس کثرت سے آتے جاتے تھے، ان کا شمار وقت کے محدثین اور صوفیاء میں ہوتا تھا، وہ بہت ہی خوبصورت تھے، ایک مرتبہ ایک عورت نے ان کی طرف گناہ کا پیغام بھیجا اور کہا کہ میں آپ کی خوبصورتی کی وجہ سے آپ پر فریفتہ ہوں، اب موقع ہے لہٰذا آپ میرے گھر آجائیں تاکہ میں اپنی حسرت پوری کرسکوں، انہوں نے جواب میں کہا معاذ اللہ، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

جب وہ رات کو سوئے تو انہیں خواب میں سیدنا یوسف علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا، سلیمان بن یسار! میں تو اللہ کا نبی تھا، میرے ساتھ اللہ کی حفاظت تھی، جب میرے سامنے گناہ پیش ہوا تو میں نے کہا تھا، معاذ اللہ، لیکن نبوت کی حفاظت کے ساتھ کہا تھا، کمال تو تو نے دِکھایا کہ ولی ہو کر وہ کام کیا جو وقت کا نبی کیا کرتا ہے۔

زنا سے بچنے پر مشک کی خوشبو

انڈیا میں ایک بزرگ خواجہ مشکی رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کے جسم سے مشک کی سی

خوشبو آتی تھی، لوگ حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ آپ کیسی خوشبو لگاتے ہیں کہ آپ کے کپڑے ہر وقت معطر محسوس ہوتے ہیں، کسی نے ایک مرتبہ بہت مجبور کیا تو وہ فرمانے لگے کہ میں تو کوئی خوشبو نہیں لگاتا، اس نے کہا کہ آپ کے کپڑے سے خوشبو کیسی آتی ہے؟

انہوں نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں کسی گلی میں سے گذر رہا تھا، ایک مکان کے دروازے پر ایک بوڑھی عورت کھڑی تھی، اس نے مجھے دیکھ کر کہا کہ گھر میں کوئی بیمار ہے، تم نیک بندے نظر آتے ہو، اس کو کچھ پڑھ کر پھونک دو، ہوسکتا ہے کہ ٹھیک ہو جائے، میں نے اس پر اعتماد کیا اور گھر کے اندر چلا گیا، جب اندر گیا تو اس نے تالا لگا دیا، اس کے بعد گھر کی مالکہ سامنے آئی، اس کی نیت میرے بارے میں بُری تھی، وہ کہنے لگی کہ میں روزانہ تجھے گذرتے ہوئے دیکھتی تھی، میرے دل میں برائی کا خیال پیدا ہوتا تھا، چنانچہ میں نے آج تجھے اس بوڑھی عورت کے ذریعہ گھر بلایا ہے، لہٰذا اب میں گناہ کرنا چاہتی ہوں، جب اس نے نیت کا اظہار کیا تو میں بہت پریشان ہوا، میں نے اس کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور باہر نکلنے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ کہنے لگی کہ اب تالا لگ چکا ہے اگر نہیں مانو گے تو میں شور مچاؤں گی اور بہتان لگا کر سنگسار کرواؤں گی، اب دو باتوں میں سے ایک بات کا انتخاب کرلو یا تو سنگسار ہونا پسند کرلو یا پھر میرے ساتھ گناہ کا ارتکاب کرلو، اس کی یہ بات سن کر میں بہت پریشان ہوا، بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں تجویز ڈالی تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے بیت الخلاء میں جانے کی ضرورت ہے، لہٰذا میں فارغ ہو کر تم سے بات کروں گا، اس عورت نے سوچا کہ چلو آمادہ تو ہو گیا ہے تاہم اس نے مجھے بیت الخلاء کی جگہ دکھا دی، میں وہاں گیا تو مجھے بیت الخلاء میں جو گندگی اور نجاست نظر آئی میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے اپنے جسم پر اور اپنے کپڑوں پر مل لیا، جب میں باہر نکلا تو میرے جسم سے سخت بدبو آرہی تھی، چنانچہ جب اس عورت نے مجھے دیکھا تو اس کے دل میں میری نفرت پیدا ہوگئی اور وہ کہنے لگی یہ تو کوئی پاگل ہے، نکالو اس کو یہاں سے، یوں میں اپنا ایمان بچا کر اس گھر سے نکل آیا، اس کے بعد مجھے پریشانی ہوئی کہ میرے بدن اور کپڑوں سے لوگوں کو بدبو

آ ئیگی، لہٰذا میں جلدی سے غسل خانہ میں پہونچا اور میں نے اپنے بدن اور کپڑوں کو دھویا اور پاک کیا، جب گیلے کپڑے پہن کر باہر نکلا تو اس وقت میرے جسم سے خوشبو آنے لگی۔ اللہ اکبر! ان کا اصل نام تو کچھ اور تھا لیکن چونکہ ان کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اس لئے لوگ انہیں خواجہ مشکی کہہ کر پکارتے تھے، تو ایک موٹی سی بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ نیکی سے جسم سے خوشبو آتی ہے اور گناہ سے جسم سے بدبو آتی ہے۔

احتیاط کی انتہاء اسے کہتے ہیں

انسان کو چاہیے کہ نہ تو وہ اپنی عبادت پہ ناز کرے اور نہ ہی اپنے آپ پر اعتماد کرے، ایک دفعہ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنے دروازے کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے ہیں، اس نے اِنہیں سلام کیا اور آگے چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر واپسی پر اسی راستے سے گذرنے لگا تو دیکھا کہ ابھی تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازے کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے تھے، وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا، اے امیر المؤمنین! آپ دروازے پر اس وقت سے بیٹھے ہوئے ہیں؟ آپ فرمانے لگے کہ میری بیٹی حفصہ اُم المؤمنین ہے، وہ آج گھر آئی ہوئی ہے اور میری بیوی گھر پر نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ گھر میں اکیلی ہے، اس لئے میں نے گھر میں اس کے پاس بیٹھنے کے بجائے یہاں دروازے پر بیٹھنا پسند کیا ہے۔ اللہ اکبر!۔۔۔۔۔۔ ہمارے اسلاف اس شیطان مردود کے شر سے اس قدر بچتے تھے، اس مردود کی چالوں کو اس وقت تک سمجھنا ممکن نہیں ہے جب تک اللہ تعالی کی مدد شاملِ حال نہ ہو۔

حضرت ابودجانہ کا احتیاط

ہمیں ہر کام شریعت وسنت کے مطابق کرنا چاہئے وہ کام چھوٹا ہو یا بڑا، صحابہ کرامؓ اتنے محتاط تھے کہ حضرت ابودجانہؓ ایک صحابی ہیں، وہ فجر کی نماز پڑھتے اور پڑھنے کے بعد جلدی اپنے گھر چلے جاتے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فجر کی محفل میں نہیں بیٹھتے

تھے، کسی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابو دجانہؓ پتہ نہیں کس حال میں ہے کہ جلدی چلا جاتا ہے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم جلدی کیوں چلے جاتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ہمسائے کے گھر میں ایک درخت ہے جس پر پھل لگے ہوئے ہیں، مگر اس کی کچھ شاخیں میرے گھر پر آتی ہیں اور جب رات ہوتی ہے تو شاخوں سے پھل میرے گھر میں گر جاتے ہیں، میں فجر کی نماز پڑھ کے جلدی جاتا ہوں تا کہ ان پھلوں کو اٹھا کر اس آدمی کے گھر میں واپس ڈال دوں، ایسا نہ ہو کہ میرے بچے جاگ جائیں اور بلا اجازت دوسرے کے پھل کھانے کے گناہ میں ملوث ہو جائیں، اتنی چھوٹی سی بات میں شریعت کا خیال رکھتے تھے۔

خوفِ خُدا ہو تو ایسا۔۔۔۔

ایک تابعی کے بارے میں آتا ہے کہ ان کو عیسائی بادشاہ نے قید کروا دیا، وہ چاہتا تھا کہ ان کو قتل کروا دے، مگر اس کے وزیر نے کہا کہ نہیں اس کے اندر بہادری اتنی ہے کہ اگر یہ کسی طرح ہمارے مذہب پر آ جائے تو یہ ہماری فوج کا کمانڈر انچیف بنے گا، ایسا بندہ آپ کو کہاں سے مل سکے گا، اس نے کہا، اچھا میں اس کو اپنے مذہب پر لانے کی کوشش کرتا ہوں، اس کا خیال تھا کہ میں اس کو لالچ دوں گا، چنانچہ اس نے اس کو لالچ دیا کہ ہم تجھے سلطنت دیں گے، تم ہمارا مذہب اختیار کر لو، مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی، جب انہوں نے کوئی توجہ ہی نہ دی تو وہ پریشانی کے عالم میں سوچ رہا تھا، اس دوران اس کی نوجوان بیٹی نے پوچھا: ابا جان! آپ پریشان کیوں بیٹھے ہیں؟ اس نے کہا: بیٹی! یہ معاملہ ہے وہ کہنے لگی، ابا جان! آپ مجھے اجازت دیں تو میں اسے راستہ پر لاتی ہوں۔

چنانچہ بادشاہ نے انہیں ایک کمرے میں بند کروا دیا اور اس لڑکی سے کہا کہ تم اسے راستہ پر لے آؤ، اب وہ لڑکی اس کے لئے کھانا لاتی اور بن سنور کر سامنے آتی، اس کا یہ سب کچھ کرنے کا مقصد انہیں اپنی طرف مائل کرنا تھا، وہ لڑکی اس طرح چالیس دن تک کوشش کرتی

رہے، مگر انہوں نے اسے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا، چالیس دن گذرنے کے بعد وہ ان سے کہنے لگی کہ آپ کیسے انسان ہیں، دنیا کا ہر مرد عورت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور میں اس قدر خوب صورت ہوں، ہزاروں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں اور میں تمہارے لئے روزانہ بن سنور کر آتی رہی، مگر تم نے تو کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مرد نہیں ہے یا کیا ہے؟

انہوں نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے غیر عورت کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے میں نے آپ کی طرف توجہ نہیں کی، اس لڑکی نے کہا کہ جب تمہیں پروردگار کے ساتھ اتنی محبت ہے تو پھر ہمیں بھی کچھ تعلیمات دو، چنانچہ انہوں نے اس لڑکی کو دین کی باتیں سکھانی شروع کر دیں، شکار کرنے کو آئے تھے شکار ہو کے چلے، بالآخر وہ لڑکی اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوگئی، لہٰذا انہوں نے اس کو کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا دیا، وہ کلمہ پڑھ کر کہنے لگی کہ اب میں مسلمان ہوں، لہٰذا اب میں یہاں نہیں رہوں گی، بعد میں اس نے خود ہی ایک ترکیب بتائی جس کی وجہ سے ان تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی قید سے نجات مل گئی اور وہ لڑکی خود بھی محلات کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ چلی گئی۔

حیرت کی بات ہے کہ ایک نوجوان لڑکی ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے چالیس دن تنہائی میں کوشش کرتی رہی مگر انہوں نے اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا، یا اللہ! ہمیں تو حیرانی ہوتی ہے، فرشتوں کو بھی تعجب ہوتا ہوگا، یہ کس لئے تھا؟ اس لئے کہ ان کا تزکیہ ہو چکا تھا اور نفس کے اندر سے گندگی نکل چکی تھی، مگر آج نوجوانوں کی حالت ایسی ہے کہ وہ گناہ اس لئے نہیں کر پاتے کہ کوئی گناہ کے لئے تیار نہیں ہوتا، ورنہ اگر کوئی گناہ کا اشارہ کر دے تو گناہ کے لئے ابھی تیار ہو جائیں۔

خوف خدا کا اثر نسلوں تک

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گلیوں کے اندر پہرہ دے رہے تھے، صبح صادق کا وقت قریب ہو گیا، ایک گھر سے عورتوں کے بولنے کی آواز آئی، آپ قریب ہو کر

آواز سننے لگے، آپ نے محسوس کیا کہ ایک بوڑھی عورت اپنے کم عمر لڑکی سے کہنے لگی کہ بیٹی! کیا بکری نے دودھ دے دیا ہے؟ اس نے کہا، جی! دے دیا ہے، پوچھا: کتنا دیا ہے؟ جواب ملا، تھوڑا دیا ہے، اس بوڑھی عورت نے کہا: لینے والے آئیں گے تو وہ تو پورا مانگیں گے، لڑکی نے کہا کہ بکری نے تو تھوڑا دیا ہے، بوڑھی عورت کہنے لگی، اچھا، پھر اس میں پانی ملا دو تا کہ مقدار پوری ہو جائے، لڑکی نے کہا، میں کیوں پانی ملاؤں؟ بوڑھیا نے کہا، کونسا عمر دیکھ رہا ہے؟ اس لڑکی نے جواب دیا کہ اماں! اگر عمر رضی اللہ عنہ نہیں دیکھ رہے ہیں تو عمر رضی اللہ عنہ کا خدا تو دیکھ رہا ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہوئے اور واپس چلے گئے، صبح ہوتے ہی آپ نے ان دونوں کو بلایا تو پتہ چلا کہ وہ لڑکی جوان العمر تھی، آپ نے اپنے بیٹے کے لئے اسے پسند کر لیا اور اسے اپنی بہو بنا لیا، یہی لڑکی بڑی ہو کر حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی نانی بنی۔

مجھے میرا خدا دیکھ رہا ہے

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جنگل میں بیٹھے تھے، ایک چرواہا وہاں آ پہونچا، آپ نے اس سے فرمایا: آؤ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ، وہ کہنے لگا، انا صائم میں روزہ دار ہوں، آپ حیران ہوئے کہ جنگل اور ویرانے میں دھوپ پر سارا دن پھرنے والا اور بکریوں کو چرانے والا، یہ نوجوان روزے سے ہے، آپ کے دل میں خیال آیا کہ اسے آزماتے ہیں، آپ نے اسے فرمایا کہ ایک بکری ہمارے ہاتھ بیچ دو، ہم تمہیں پیسے دیتے ہیں، اس کو ذبح کریں گے اور گوشت بھونیں گے، ہم بھی کھالیں گے اور تم بھی شام کو کھا لینا، وہ کہنے لگا: جناب! یہ بکریاں میری نہیں ہیں، یہ تو میرے مالک کی ہیں، آپ نے فرمایا، تمہارا مالک یہاں تو نہیں ہے، کہہ دینا کہ بھیڑیا کھا گیا ہے، جیسے ہی آپ نے یہ کہا، وہ نوجوان فوراً آپ کو کہنے لگا کہ اگر میرا مالک اس وقت موجود نہیں تو فأین اللہ؟ اللہ کہاں ہے؟ یعنی اگر میرا مالک موجود نہیں تو اس مالک کا مالک تو موجود ہے، صحابہ کرامؓ کے دلوں میں خوفِ خُدا والی یہ نعمت ایسی جاگزیں تھی،

تنہائیوں میں بھی ان کے دلوں میں ہر وقت یہ استحضار رہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہے ہیں، اس لئے وہ گناہوں سے بچتے تھے۔

بادشاہوں میں بھی خوفِ آخرت

محمد شاہ مکران کا ایک بادشاہ گذرا ہے، ایک مرتبہ وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ شکار کو نکلا، بادشاہ سلامت شکار کھیل رہے تھے۔ سپاہیوں کے ہاتھ ایک بوڑھی عورت کی گائے آ گئی، انہوں نے اسے ذبح کر کے اس کا گوشت بھون کر کھالیا، بوڑھیا نے کہا کہ مجھے پیسے دے دو تا کہ میں کوئی اور گائے خرید لوں، انہوں نے پیسے دینے سے انکار کر دیا، اب وہ بڑی پریشان ہوئی، اس نے کسی عالم کو بتایا کہ میرا تو روزی کا دارومدار اسی گائے پر تھا، یہ سپاہی اس کو بھی کھا گئے ہیں اور اب پیسے بھی نہیں دیتے، اب میں کیا کروں؟ انہوں نے کہا کہ بادشاہ نیک آدمی ہے، لہٰذا تم ڈائرکٹ جا کر بادشاہ سے بات کرو، اس نے کہا کہ مجھے یہ سپاہی آگے جانے نہیں دیتے، انہوں نے کہا کہ میں تجھے ایک طریقہ بتا دیتا ہوں کہ بادشاہ کو پرسوں اپنے گھر جانا ہے، اس کے گھر کے راستہ میں ایک دریا ہے اور اس کا ایک ہی پُل ہے، وہ اس پر سے لازمی گزریگا، تم اس پل پر پہنچ جانا اور جب بادشاہ کی سواری وہاں سے گزرنے لگے تو اس کی سواری ٹھہرا کر تم اپنی بات بیان کر دینا، چنانچہ تیسرے دن بوڑھیا وہاں پہونچ گئی۔

بادشاہ کی سواری پُل پر پہنچی تو بوڑھیا تو پہلے ہی انتظار میں تھی، اُس نے کھڑے ہو کر بادشاہ کی سواری روک لی، بادشاہ نے کہا، اماں! آپ نے میری سواری کو کیوں روکا ہے؟ بوڑھیا کہنے لگی، محمد شاہ! میرا اور تیرا ایک معاملہ ہے، اتنا پوچھتی ہوں کہ تو وہ معاملہ اس پُل پر حل کرنا چاہتا ہے یا قیامت کے دن پُل صراط پر حل کرنا چاہتا ہے؟ پُل صِراط کا نام سنتے ہی بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ نیچے اُترا اور کہنے لگا ''اماں، میں اپنی پگڑی آپ کے پاؤں پر رکھنے کو تیار ہوں، آپ بتائیں کہ آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟ مجھے معافی دے دو، میں قیامت کے دن پُل صِراط پر کسی جھگڑے کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہوں'' چنانچہ اس

بوڑھیا نے اپنی بات بتادی، بادشاہ نے اسے ستر گایوں کے برابر قیمت بھی دے دی اور معافی مانگ کر اس بوڑھیا کو راضی بھی کیا تاکہ قیامت کے دن پُل صِراط پر اس کا دامن نہ پکڑے۔

مولانا حسین علی اور خشیتِ اِلٰہی

ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ گذرے ہیں حضرت مولانا حسین علی وان بھچران والے، حضرت خواجہ سراج الدین سے خلافت پائی، حالانکہ حضرت خواجہ سراج الدین ان کے شاگرد تھے، ان سے پڑھتے تھے، یہ بھی خلوص دیکھئے۔ ہمارے اکابر میں اخلاص کی اس سے بڑی کیا مثال ہوگی کہ جس کو کتابیں پڑھا رہے ہیں خود اسی سے بیعت ہو رہے ہیں، سلوک سیکھنے کے لئے، اکابر کے اصاغر کے فیض پانے کی بہترین مثال اس دور میں اس سے بڑی نہیں مل سکتی، ان سے خلافت پائی لیکن اللہ تعالیٰ نے مقام بڑا دیا ہے۔

حضرت رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد تھے، بڑی نسبت تھی، بڑے عالم تھے، لیکن جب ان کا آخری وقت آیا تو حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جو بھی ان سے ملنے آتا، وہ اس سے مصافحہ کرتے اور مصافحہ کر کے حال احوال پوچھتے اور حال احوال پوچھنے کے بعد فرماتے کہ دیکھو! میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے، آپ نے بھی تیاری کر لی ہوگی، مجھے بھی تیاری کرنی ہے، اچھا پھر ملیں گے اور رخصت کر دیتے، پھر دوسرا آتا ملاقات کرتے، اس کا حال پوچھتے اور پھر یہی فرماتے، میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے، میں نے بھی تیاری کرنی ہے آپ نے بھی تیاری کر لی ہوگی، اچھا پھر ملیں گے، کئی مہینے ان کا یہی معمول رہا، شوق واشتیاق اتنا بڑھ گیا تھا، سبحان اللہ! جب کوئی پرندے کو آزاد کرنے لگے نا اور پرندہ دیکھے کہ دروازہ کھلنے لگا ہے تو پرندہ پھڑکتا ہے، ایسی ان کی کیفیت تھی کہ میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے، ہم نے کبھی اس انداز سے سوچا کہ میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔

اونٹ کے دل میں بھی خوف خدا

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک صحابیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا ایک اونٹ ہے، میں سارا دن محنت مزدوری کرتا ہوں، اس اونٹ پر سامان لادتا ہوں اور میں اس کے دانے پانی کا پورا پورا خیال رکھتا ہوں، لیکن جب میں رات کو آکر سوتا ہوں تو کبھی کبھی وہ ایسی دردناک آواز نکالتا ہے کہ میری آنکھ نہیں لگتی، اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ دعا فرما دیجئے کہ اونٹ مجھے رات کو سونے دیا کرے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو آپؐ نے فرمایا کہ ہم نے مدعی کی بات سن لی، اب ہم مدعا علیہ کو بھی بلائیں گے، چنانچہ اونٹ کو بلانے کا حکم دیا گیا، کتابوں میں لکھا ہے کہ جب اونٹ کو پیغام دیا گیا تو اونٹ بڑے ادب واحترام کے ساتھ چلتا ہو بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا، وہ نبی اکرمؐ کے سامنے آکر التحیات کی شکل میں بیٹھ گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ سے ارشاد فرمایا کہ تیرا مالک تیری شکایت بیان کر رہا ہے کہ وہ تیرے دانے پانی کا خیال رکھتا ہے لیکن تو اس کا خیال نہیں رکھتا اور رات کو ایسی آوازیں نکالتا ہے کہ جس سے تیرے مالک کی نیند خراب ہوتی ہے، یہ کیا معاملہ ہے؟

یہ سن کر اونٹ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہنے لگا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! معاملہ یہ ہے کہ ہم دونوں سارا دن محنت مزدوری کرتے ہیں، یہ میرا خیال رکھتے ہیں اور میں ان کا خیال رکھتا ہوں، یہ بوجھ لادتے ہیں اور میں لے کر پہنچاتا ہوں، یہ مجھے دانہ بھی دیتے ہیں، ہم دونوں ایک دوسرے کے اچھے ساتھی ہیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب اچھے ساتھی ہو تو پھر اس کو سونے کیوں نہیں دیتے؟ وہ کہنے لگا، اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) معاملہ یہ ہے کہ کئی مرتبہ یہ تھکے ہوئے گھر آتے ہیں، مغرب کے بعد کھانا کھاتے ہیں، اس وقت کبھی کبھی ان پر نیند غالب آجاتی ہے تو دل میں سوچتے ہیں کہ

میں تھوڑی دیر کے لیے کمر سیدھی کرلوں، پھر میں اٹھ کر عشاء کی نماز پڑھ لوں گا، لیکن جب کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹتے ہیں تو نیند گہری ہو جاتی ہے، انہوں نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی ہوتی، رات کو کافی دیر ہو جاتی ہے، چونکہ میں قریب ہوتا ہوں اس لیے مجھے نیند نہیں آتی کہ اگر ان کی نماز قضا ہوگئی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں کہ تو نے اپنے ساتھی کو کیوں نہیں جگایا تھا تا کہ وہ میرے حکم کی پابندی کر لیتا، اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! تھکاوٹ کی وجہ سے میرے اوپر بھی نیند کا غلبہ ہوتا ہے مگر میں اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کی وجہ سے ڈرتا ہوں اور دردناک آوازیں نکالتا ہوں کہ میرے مالک! اٹھ جا اور اپنے مالک کی بندگی کر لے۔ سبحان اللہ!

دل سوزی سے توبہ کا اثر

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک بڑا ہی گنہگار آدمی تھا، اس نے کبھی نیکی نہیں کی تھی، وہ ہر وقت جوانی والے شہوانی کاموں میں لگا رہتا تھا یعنی دن رات نفسانی خواہشات کو پورا کرنے میں لگا رہتا تھا، گویا دن رات وہ شیطان بن کر کام کرتا رہتا تھا، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا تھا، وہ ذہنی خواہشات میں اتنا مست تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اے میرے پیارے موسیٰ علیہ السلام! فلاں بندہ کو جا کر میرا پیغام دیدو کہ تمہیں میں نے دنیا میں بندگی کے لئے بھیجا تھا مگر تم نے دنیا میں جا کر نافرمانی کی، تم نے اتنے گناہ کئے کہ گناہوں نے تمہارا احاطہ کر لیا، اب میں تم سے ناراض ہوں، اس لئے تمہیں میں نہیں بخشوں گا اور قیامت کے دن میں تمہیں جہنم کا عذاب دوں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ پیغام سنایا کہ تم نے اتنے گناہ کئے اتنے گناہ کئے کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے بندے! میں تجھ سے غضبناک ہوں، تو نے قدم قدم پر میرے حکموں کو توڑا اور میری پیغمبر کی سنتوں کو چھوڑا، لہٰذا میں تم سے خفا ہوں، اب میں تجھے نہیں بخشوں گا اور تجھے جہنم میں ڈالوں گا، اس بندے نے

جب یہ بات سنی تو اس بندے کے دل میں ایک عجیب طرح کی کیفیت پیدا ہوئی، وہ سوچنے لگا کہ اوہو! میں اتنا گنہگار ہوں کہ پروردگار مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں اور اللہ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کے ذریعہ پیغام بھیج دیا کہ میں تجھ سے خفا ہوں، تجھ سے راضی نہیں ہوں گا اور تجھے جہنم کی آگ میں ڈالوں گا، وہ یہی باتیں سوچتے سوچتے جنگل کی طرف نکل گیا، وہ ویرانے میں جا کر اپنے پروردگار سے مناجات کرنے لگا کہ اے اللہ! میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں، میں نے بڑے بڑے گناہ کئے، کوئی وقت نہیں چھوڑا، دن میں بھی کئے رات میں بھی کئے، محفل میں بھی کئے اور تنہائی میں بھی کئے، اے اللہ! میں نے گناہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، میں نے سر پر گناہوں کے بڑے بڑے بوجھ لاد لئے ہیں، مگر اے اللہ! اگر میرے پاس گناہوں کے بوجھ ہیں تو تیرے پاس بھی عفو و درگذر کے خزانے ہیں، اللہ! کیا میرے گناہ اتنے ہو گئے کہ تیرے عفو و درگذر کے خزانوں سے بھی زیادہ ہیں، میرے مولیٰ! اگر تو کسی کو پیچھے دھکیلے گا تو پھر کون ان کا غمگسار ہوگا، اے بے کسوں کے دستگیر! میں تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، تو مجھے مایوس نہ فرما، تیری رحمت میرے گناہوں سے زیادہ ہیں اور میرے گناہ تیری رحمت سے تھوڑے ہیں، بالآخر اس نے یہاں تک کہہ دیا، اے پروردگار! اگر میرے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ بخشش کے قابل نہیں ہیں تو پھر میری ایک فریاد سن لے کہ تیری جتنی بھی مخلوق ہے ان سب مخلوق کے گناہ تو میرے سر پر ڈال دے، مجھے قیامت کے دن عذاب دے دینا مگر اپنے باقی بندوں کو معاف کر دینا۔

اس کے یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کو پسند آ گئے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فوراً موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل کی کہ اے میرے پیغمبر علیہ السلام! اس بندے کو بتا دیجئے کہ جب تم نے میرے رحمت کا اتنا سہارا لیا تو سن لے کہ میں حنان ہوں، منان ہوں، رحیم ہوں، کریم ہوں، لہٰذا میں نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا، بلکہ تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیا۔

ندامت پر نجات، جرأت پر عذاب

بنی اسرائیل میں ایک بزرگ داموس رحمۃ اللہ علیہ تھے، ایک دفعہ وہ اپنی بستی سے باہر نکلے، سامنے پہاڑ پر نظر پڑی تو سارے پہاڑ خشک نظر آئے، اس پر سبزہ نہیں تھا، یہ دیکھ کر ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کتنا اچھا ہوتا کہ ان پر سبزہ ہوتا، آبشاریں ہوتیں، مرغزاریں ہوتیں اور خوبصورت منظر ہوتا، اللہ تعالی نے دل میں الہام فرمایا کہ اے میرے پیارے! تو نے بندگی چھوڑ دی اور اب تو میرا مشیر بن گیا ہے، اب تجھے میری تخلیق میں کمی اور کوتاہی نظر آتی ہے، جب یہ الہام ہوا تو وہ گھبرا گئے اور انہوں نے اپنے دل میں ایک نیت کر لی کہ جب تک اللہ رب العزت کی طرف سے میرے دل میں واضح طور پر یہ بات نہیں آئے گی کہ میری کوتاہی کو معاف کر دیا گیا ہے میں اس وقت تک اپنے آپ کو سزا دوں گا، یہ اللہ والوں کا طریقہ رہا ہے کہ اگر کبھی کوتاہی ہو جاتی تو وہ اپنے آپ کو سزا دیا کرتے تھے، چنانچہ داموس رحمۃ اللہ علیہ نے سزا کے طور پر دل میں تہیہ کر لیا کہ جب تک میری غلطی معاف نہیں ہو جاتی نہ تو کھانا کھاؤں گا اور نہ ہی پانی پیوں گا، بس روزہ کی حالت میں رہوں گا، یہ بندے اور اللہ کا اپنا معاملہ ہوتا ہے، حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ بندے سے اگر کوئی گناہ ہو جائے تو وہ اپنے اوپر کوئی سزا مقرر کر سکتا ہے، مثلاً میں اتنا پیسہ صدقہ کروں گا یا میں اتنی نفل پڑھا کروں گا یا کوئی ایسا کام کہ جس سے انسان کے نفس پر بوجھ پڑے اور وہ گھبرائے، انہوں نے بھی یہی کیا کہ دل میں سزا کے طور پر فیصلہ کر لیا۔

داموس رحمۃ اللہ علیہ دو چار دن کے بعد ایک قریبی بستی میں گئے، وہاں کوئی تقریب منعقد ہو رہی تھی، بستی والوں نے کھانا وغیرہ پکایا ہوا تھا، جب دسترخوان لگا تو لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ بھی کھائیں، انہوں نے معذرت چاہی مگر کچھ لوگ پیچھے ہی پڑ گئے کہ جی آپ ضرور کھائیں، انہوں نے کہا کہ نہیں مجھے کھانا نہیں کھانا ہے، ان میں سے ایک نے پوچھا کہ آخر وجہ کیا ہے؟ انہوں نے وجہ بتا دی کہ مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی ہے، وہ کہنے لگا، جناب! یہ کوئی

اتنی بڑی بات نہیں، ہم سب بستی والے مل کر اس گناہ کا عذاب بھگت لیں گے، آپ کھانا کھا لیجیے، کہنے والوں نے جیسے ہی یہ کہا تو اللہ تعالی نے فوراً داموس رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ الہام فرمایا کہ میرے پیارے! آپ اس بستی سے فوراً نکل جائیں، چنانچہ جیسے ہی وہ نکلے اللہ رب العزت نے اس بستی والوں کو زمین کے اندر دھنسا دیا۔

عبداللہ بن مبارکؒ کی توبہ

چنانچہ عبداللہ بن مبارکؒ جوانی میں کسی عورت کے ساتھ تعلقات بنا بیٹھے، حتیٰ کہ اس کو کہا کہ ملنے کے لئے کوئی وقت نکالو، اس نے کوئی رات کا وقت دیا، یہ ساری رات انتظار میں رہے، مگر ملاقات نہ ہوسکی، اسی حالت میں صبح کی اذان ہوگئی، جب اذان ہوگئی تو دل پر چوٹ لگی کہ میں ایک عورت کی وجہ سے ساری رات جاگتا رہا، مجھے اس عورت کا بھی ملاپ نصیب نہ ہوا، کاش میں اللہ رب العزت کی محبت میں ساری رات جاگتا تو مجھے اللہ اپنی ولایت نصیب فرما دیتے، یہ سوچ کر دل میں پکی توبہ کر لی اور علم حاصل کرنے کے لئے علماء کی ایک بستی کی طرف چل پڑے، چنانچہ جب شہر سے باہر نکلے، ایک اور بزرگ بھی اس بستی کے قریب جا رہے تھے، سخت گرمی کے عالم میں یہ بادل کے سایہ میں چلتے رہے، یہ سمجھتے رہے کہ شیخ کی برکت ہے کہ بادل کا سایہ ہے اور شیخ بھی یہی سمجھتے رہے کہ اوپر اللہ کی رحمت ہوئی کہ بادل کا سایہ ہے، لیکن جب اپنی اپنی منزل کی طرف جاتے ہوئے دونوں ایک دوسرے سے جُدا ہوئے تو اس شیخ کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بادل کا سایہ تو عبداللہ بن مبارک کے سر پر تھا، وہ واپس لوٹے اور عبداللہ بن مبارک کو پکڑ کر کہا کہ مجھے اللہ کے لئے بتاؤ کہ تم نے کونسا عمل کیا کہ اللہ نے گرمی کی شدت سے حفاظت کے لئے تیرے سر پر بادل کا سایہ کر دیا، ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کہا کہ میں نے ایک گناہ سے سچی توبہ کی اور میں نیک بننے کے لئے علماء کی بستی کی طرف چل پڑا، میرا پروردگار کتنا قدردان ہے کہ اس نے دنیا کی دھوپ میں بچنے کا انتظام کر دیا، میں امید کرتا ہوں کہ وہ جہنم کی آگ سے بھی محفوظ فرما دے گا۔

تو جو پروردگار اتنا قدردان ہو کہ آدمی اگر گناہوں سے سچی توبہ کرلے تو پروردگار دنیا کی تپش سے بچا دیتا ہے تو پھر جہنم کی آگ سے انہیں کیوں محفوظ نہیں فرمائیگا۔

ایک بدنام زمانہ کی بدلتی زندگی

حسن بصریؒ کا دور ہے، آپ کی ایک شاگردہ جو باقاعدہ آپ کا درس سننے کے لئے آیا کرتی تھی، اس کا ایک بیٹا تھا، خاوند کا اچھا کاروبار تھا، یہ نیک عورت تھی، عبادت گزار خاتون تھی، باقاعدہ درس سنتی اور نیکی پر زندگی گزارتی تھی، اس بیچاری کا جوانی میں خاوند چل بسا، اس نے دل میں سوچا کہ ایک بیٹا ہے، اگر میں دوسرا نکاح کرلوں گی، مجھے تو خاوند مل جائیگا، مگر بچہ کی زندگی برباد ہو جائیگی، پتہ نہیں وہ اس کے ساتھ کیسا سلوک کریگا، اب وہ جوان ہونے کے قریب ہے، یہی میرا سہارا سہی، لہٰذا یہ سوچ کر ماں نے جذبات کی قربانی دی، ایسی عورت حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ جو اس طرح اگلی شادی نہ کرے اور بچوں کی تربیت اور حفاظت کے لئے اسی طرح زندگی گزارے، تو باقی پوری زندگی اس کو غازی بن کر زندگی گذارنے کا ثواب دیا جائیگا، کیونکہ جہاد کررہی ہے اپنے نفس کے خلاف، لہٰذا وہ ماں گھر میں بچہ کا پورا پورا خیال رکھتی تھی، لیکن یہ بچہ جب گھر سے باہر نکل جاتا وہاں ماں سے نگرانی نہ ہو پاتی، اب اس کے پاس مال کی بھی کمی نہیں تھی، اُٹھتی جوانی تھی اور یہ اُٹھتی جوانی کلوفارم کے نشہ کی طرح ہوتی ہے، جیسے اس کا نشہ مریض کو سنگھاؤ تو کچھ پتہ نہیں چلتا، دن کب چڑھا کب ڈوبا؟ یہ جوانی بھی اسی طرح ہوتی ہے، دیوانی، مستانی، شہوانی، کچھ پتہ نہیں ہوتا، اس جوانی میں نوجوانوں کو کہ کیا ہو رہا ہے، اپنے جذبات میں لگے ہوتے ہیں، چنانچہ وہ بچہ بری صحبت میں گرفتار ہو گیا، شباب اور شراب کے کاموں میں مصروف ہو گیا، ماں برابر سمجھاتی لیکن بچہ پر کچھ اثر نہ ہوتا، چکنا گھڑا بن گیا، وہ ان کو حسن بصریؒ کے پاس لے کر آتی، حضرت بھی اس کو کئی کئی گھنٹے سمجھاتے، لیکن اس کو نیکی کی طرف دھیان ہی نہیں تھا، کبھی کبھی ماں کو ملنے آتا، ماں پھر سمجھاتی اور پھر اس کو حضرت کے پاس لے جاتی، حضرت بھی سمجھاتے، دعائیں بھی کرتے، مگر اس کے کان پر جوں

نہ رینگتی، حتیٰ کہ حضرت کے دل میں یہ بات آئی کہ شاید اس کے دل پر مہر لگ گئی ہے، کذالك یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ مہر جباریت لگا دیتا ہے، دلوں کو پتھروں سے بھی زیادہ سخت کر دیتا ہے، لہٰذا حضرت کے دل میں بھی یہ بات آئی کہ شاید اب اس کا دل پتھر بن گیا ہے، مہر لگ گئی ہے، ماں تو بہر حال ماں ہوتی ہے، دنیا میں ماں ہی تو ہے جو اچھوں سے بھی پیار کرتی ہے بُروں سے بھی پیار کرتی ہے، اس کی نظر میں تو بچے بچے ہی ہوتے ہیں، ساری دنیا اچھوں سے پیار کرتی ہے مگر ماں وہ شخصیت ہے اولاد بُری بھی ہو جائے، وہ کہے گی قسمت ان کی مگر میرے تو بچے ہیں، ماں تو ان کو نہیں چھوڑ سکتی، باپ بھی کہہ دیتا ہے کہ گھر سے نکل جاؤ، اس کو دھکا دو، مگر ماں کبھی نہیں کہتی، اس کے میں اللہ نے محبت رکھی ہے، چنانچہ ماں اس کے لئے پھر کھانا بنا کر دیتی ہے، اس کے لئے دروازہ کھولتی ہے اور پھر پیار سے سمجھاتی ہے، میرے بیٹے! نیک بن جا، زندگی اچھی کر لے، اب دیکھئے اللہ کی شان کہ کئی سال برے کاموں میں لگ کر اس نے صحت بھی تباہ کر لی اور دولت بھی تباہ کر لی، اس کے جسم میں بیماریاں پیدا ہو گئیں، ڈاکٹروں نے بیماری بھی لا علاج بتائی، شباب کے کاموں میں پھرتی تو ہوتی ہے، تو لا علاج بیماری لگ گئی، لہٰذا اب اُٹھنے کی بھی سکت نہ رہی اور بستر پر پڑ گیا، اتنا کمزور ہو گیا کہ اب اس کو آخرت کا سفر نظر آنے لگا، ماں پھر پاس بیٹھی ہوئی محبت سے سمجھا رہی ہے۔

میرے بیٹے تو نے جو زندگی کا حشر کر لیا وہ تو کر لیا، اب بھی وقت ہے تو معافی مانگ لے توبہ کر لے، اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں، جب ماں نے پھر پیار و محبت سے سمجھایا، پھر اس کے دل پر کچھ اثر ہوا، کہنے لگا کہ ماں میں کیسے توبہ کروں؟ میں نے تو بہت بڑے بڑے گناہ کئے ہیں، ماں نے کہا: بیٹا! حضرت سے پوچھ لیتے ہیں، کہا، امی میں چل کر جا نہیں سکتا آپ اُٹھا کر لے جا نہیں سکتیں، تو میں کیسے ان تک پہونچوں گا؟ امّی آپ ایسا کریں کہ خود ہی حسن بصریؒ کے پاس جائیں اور حضرت کو بلا کر لے آئیں، ماں نے کہا، ٹھیک ہے بیٹا، میں حضرت کے پاس جاتی ہوں، بچے نے کہا کہ امی اگر آپ کے آنے تک میں دنیا سے

رخصت ہو جاؤں تو امی حسن بصریؒ سے کہنا کہ میرے جنازہ کی نماز بھی وہی پڑھائیں، چنانچہ ماں حسن بصریؒ کے پاس گئیں، حضرت کھانے سے فارغ ہوئے تھے اور تھکے ہوئے تھے اور درس بھی دینا تھا، اس لئے قیلولہ کے لئے لیٹنا چاہتے تھے، ماں نے دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون؟ عرض کیا حضرت میں آپ کی شاگردہ ہوں، میرا بچہ اب آخری حالت میں ہے، وہ توبہ کرنا چاہتا ہے، آپ گھر تشریف لے چلیں اور میرے بچے کو توبہ کرادیں، حضرت نے سوچا کہ اب پھر وہ اس کو دھوکہ دے رہا ہے، پھر وہ اس کا وقت ضائع کرے گا اور اپنا بھی کریگا، سالوں گذر گئے اب تک تو کوئی بات اثر نہ کرسکی، اب کیا کرے گی، کہنے لگے میں اپنا وقت کیوں ضائع کروں؟ میں نہیں آتا، ماں نے کہا: حضرت اس نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازہ کی نماز حسن بصری پڑھائیں، حضرت نے کہا: میں اس کے جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھاؤں گا، اس نے تو کبھی نماز ہی نہیں پڑھی اور کچھ حضرات تھے اس امت میں جو بے نمازی کے جنازے کی نماز نہیں پڑھاتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ **من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر** یہ تو امام اعظم پر اللہ تعالیٰ رحمتیں برسائے کہ انہوں نے گنجائش رکھی کہ آپ فرماتے ہیں کہ اس نے کافروں والا کام تو کیا مگر کفر کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا، تو حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس نے تو کبھی نماز نہیں پڑھی، لہٰذا میں جنازہ بھی نہیں پڑھاؤں گا اور نہ پڑھوں گا، اب وہ شاگردہ تھی چپکے اٹھی مغموم دل ہے، ایک طرف بیٹا بیمار دوسری طرف سے حضرت کا انکار اس کا غم تو دوگنا ہو گیا تھا، وہ بیچاری آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے اپنے گھر واپس آئی، بچے نے ماں کو زار وقطار روتا ہوا دیکھا، اب اس کا دل اور موم ہو گیا، کہنے لگا امی! آپ کیوں اتنا زار و قطار رو رہی ہیں؟ ماں نے کہا: بیٹا! ایک تیری یہ حالت ہے اور دوسری طرف حضرتؒ نے تیرے پاس آنے سے انکار کر دیا، تو اتنا برا کیوں ہے کہ وہ تیرے جنازہ کی نماز بھی پڑھانا نہیں چاہتے؟ اب یہ بات بچے نے سنی تو اس کے دل پر چوٹ لگی، اس کے دل پر صدمہ ہوا، کہنے لگا امی مجھے مشکل سے سانس آ رہی ہے، ایسا نہ ہو میری سانس اُکھڑنے والی ہو، لہٰذا میری ایک وصیت سن لیجئے، ماں نے پوچھا، بیٹا وہ کیا؟ کہا، میری وصیت یہ ہے کہ جب میری جان

نکل جائے تو سب سے پہلے اپنا دوپٹہ میرے گلے میں ڈالنا، میری لاش کو کتے کی طرح صحن میں گھسیٹنا، جس طرح مرے ہوئے کتے کی لاش گھسیٹی جاتی ہے، ماں نے پوچھا، بیٹا وہ کیوں؟ کہا امی اس لئے کہ دنیا والوں کو پتہ چلے کہ جو اپنے رب کا نافرمان اور ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے، اس کا انجام یہ ہوا کرتا ہے اور امی مجھے قبرستان میں دفن نہ کرنا، ماں نے کہا، بیٹے! تجھے قبرستان میں دفن کیوں نہ کروں گی؟ کہا، امی مجھے اس صحن میں دفن کر دینا ایسا نہ ہو کہ میرے گناہوں کی وجہ سے قبرستان کے مردوں کو تکلیف پہونچے، جس وقت نوجوان نے ٹوٹے دل سے عاجزی کی یہ بات کہی تو پروردگار کو اس کی یہ بات اچھی لگی، روح قبض ہوگئی، ابھی روح نکلی ہی تھی اور ماں اس کی آنکھیں بند کر رہی تھی کہ باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے، عورت نے اندر سے پوچھا: من دق الباب کون ہے جس نے دروازہ کھٹکھٹایا؟ جواب آیا میں حسن بصریؒ ہوں، کہا حضرت آپ کیسے؟ فرمایا: جب میں نے تمہیں جواب دے دیا اور میں سو گیا، خواب میں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا، پروردگار نے فرمایا: حسن بصری! تو میرا کیسا ولی ہے؟ میرے ایک ولی کا جنازہ پڑھنے سے انکار کرتا ہے، میں سمجھ گیا اللہ نے تیرے بیٹے کی توبہ قبول کرلیا ہے، تیرے بچے کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے حسن بصری آیا کھڑا ہے۔

پیارے اللہ! جب آپ اتنے کریم ہیں کہ مرنے سے چند لمحہ پہلے اگر کوئی بندہ شرمندہ ہوتا ہے، آپ اس کی زندگی کے گناہوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں، تو میرے مالک! آج ہم آپ کے گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں، آج ہم اپنے جرم کی معافی مانگ رہے ہیں، اپنی خطاؤں کی معافی مانگ رہے ہیں، میرے مالک ہم مجرم ہیں، ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، اللہ ہم جھوٹ نہیں بول سکتے، ہماری حقیقت آپ کے سامنے کھلی ہے، مگر رحمت فرما دیجئے، میرے مولیٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیجئے، ہمیں تو دھوپ کی گرمی بھی برداشت نہیں ہوتی، اللہ تیرے جہنم کی گرمی کہاں برداشت ہوگی، اے پروردگار عالم! ہماری توبہ قبول فرمالیجیے اور باقی زندگی ایمانی، اسلامی، قرآنی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمادیجیے۔

یحییٰ بن اکثم کی موئے سفید پر مغفرت

یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا، حضرت آگے کیا بنا؟ فرمایا کہ اللہ تعالی کے حضور میری پیشی ہوئی، مجھے اللہ تعالی نے فرمایا: یحییٰ! تم میرے پاس کیا لائے ہو؟ میں نے کہا اے اللہ! میرے پاس اعمال کا ذخیرہ تو ہے نہیں، اللہ ایک حدیث مبارک میں نے سنی ہے، پوچھا کونسی حدیثِ؟ عرض کیا، اے اللہ! میں نے اپنے استاد معمر سے سنا، انہوں نے زہری سے سنا، انہوں نے عروہ سے سنا، انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، انہوں نے جبرئیل علیہ السلام سے سنا اور جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ میرا وہ بندہ جو کلمہ گو ہو اور اس کے بال سفید ہو جائیں اور اس حال میں وہ میرے سامنے پیش کر دیا جائے تو اس کے سفید بالوں کو دیکھ کر مجھے حیا آتی ہے اور میں ایسے بندے کو عذاب نہیں دیا کرتا، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ تم نے بھی ٹھیک سنا، معمر نے بھی ٹھیک سنا، زہری نے بھی ٹھیک کہا، عروہ نے بھی ٹھیک کہا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی ٹھیک کہا، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ٹھیک کہا، جبرئیل نے بھی ٹھیک کہا اور ہم نے بھی سچ کہا، مجھے سفید بالوں والے مومن سے واقعی حیا آتی ہے، یحییٰ، تیرے سفید بالوں کو دیکھ کر میں نے جہنم کی آگ کو تیرے اوپر حرام کر دیا۔

اللہ ہی دے گا

دیکھئے ایک بوڑھی عورت تھی، بیچاری نادار تھی، معذور سی تھی، روٹی نہیں ملتی تھی، تڑپتی تھی، گھروں سے جا کر مانگتی تھی، کبھی کسی کے پاس ہوتا تو دے دیتا اور جس کے پاس نہ ہوتا تو وہ کہتا کہ اچھا بی بی اللہ دے گا، اللہ کی شان کہ اس بوڑھیا کی وفات ہوگئی، کسی نے خواب میں زیارت کی، پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ میں اللہ کے حضور پیش ہوئی، فرشتوں نے

مجھ سے پوچھا کہ کیا لائی؟ میں رونے لگ گئی، میں نے کہا کہ دیکھو ساری زندگی در در کی ٹھوکریں کھاتی رہی، جدھر ہاتھ پھیلاتی تھی وہ کہتا تھا، اللہ دیگا، اب میں اللہ کے حضور میں آئی ہوں، میں تو ساری عمر سنتی رہی اللہ دے گا، اللہ دے گا اور تم پوچھتے ہو کیا لے کر آئی؟ تو مجھے اللہ کب دیگا؟ اس کی بات اللہ کو پسند آئی، کہتے ہیں اسی پر اللہ نے گناہوں کی مغفرت کر دی، پس مانگنا ہمارا کام ہے۔

دھنستا ہوا قارون اگر مجھ سے مانگتا

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قارون نے کسی عورت کے ذریعہ سے الزام لگوایا، جب حقیقت کھلی تو موسیٰ علیہ السلام کو بڑا دُکھ ہوا، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے، اے اللہ! اس نے میرے اوپر الزام لگایا، فرمایا! اے میرے نبی علیہ السلام تو جو بھی حکم دے گا، زمین اس کو مانیگی، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''اے قارون! دھنس جا'' قارون کچھ دھنس گیا، زمین کو پھر کہا، قارون پھر دھنس گیا، اب قارون رو رہا ہے، موسیٰ علیہ السلام مجھے معاف کر دیجئے، مگر موسیٰ علیہ السلام جلال میں تھے، تیسری بار پھر فرمایا، اے زمین! اسے نگل جا، زمین اسے نگل گئی، جب زمین نگل چکی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی، اے میرے پیارے نبی! آپ جلال میں تھے، آپ نے تین دفعہ حکم دیا زمین نے اسے نگل لیا، لیکن میں اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر اس وقت قارون میرے سامنے معافی مانگ لیتا اور میں معاملہ کر رہا ہوتا تو میں یقیناً اس کی توبہ قبول کر لیتا، اللہ رب العزت کو بندے کی توبہ بہت محبوب ہے۔

نظر کرم ہوتی ہے کس کے دل پر؟

ایک بزرگ جا رہے تھے، کچھ بچے آپس میں بحث کر رہے تھے، جب قریب سے گذرے تو وہ بچے کہنے لگے، باباجی ہم آپس میں کسی مسئلہ پر بحث کر رہے ہیں، آپ ذرا فیصلہ کر دیں، اس نے کہا بیٹا کیا مسئلہ ہے، بچے نے کہا کہ ہم آپس میں بحث کر رہے ہیں کہ

ایک آدمی بڑا نیک ہو، کبھی گناہ نہ کیا ہو، اس کے دل پر اللہ کی خاص نظر رہتی ہو اور ایک آدمی بڑا ہی گنہگار ہو اور سچی توبہ کر لے اس کے دل پر خاص نظر رہتی ہے، وہ بزرگ فرمانے لگے، بیٹا! میں عالم تو نہیں ہوں، تاہم ایک بات میرے تجربے میں آئی ہے کہ میں کپڑا بنتا ہوں، کھڈی چلاتا ہوں، دھاگے ہوتے ہیں، میرے تجربے میں بات آئی کہ جو دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے میں اسے گرہ لگاتا ہوں، اس کے بعد اس پر خصوصی نظر رکھتا ہوں کہ دوبارہ ٹوٹ نہ جائے، ممکن ہے جو بندہ شیطان کے راستہ کو چھوڑ کر سچی توبہ کر لے اللہ سے اپنی گانٹھ باندھ لے ممکن ہے اس کے دل پر اللہ کی خاص نظر رہتی ہو کہ یہ بندہ دوبارہ نہ ٹوٹ جائے۔

ٹوٹے دل پر رحمت کا سایہ

کتابوں میں ایک دلچسپ اور عجیب واقعہ لکھا ہے کہا ایک خاتون نہایت ہی پاک دامن اور نیک تھی، وہ چاہتی تھی کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو، وہ درود شریف بھی بہت پڑھتی تھے، لیکن زیارت نہیں ہوتی تھی، ان کے خاوند بڑے اللہ والے تھے، ایک دن انہوں نے اپنے خاوند سے اپنی یہی تمنا ظاہر کی کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ مجھے بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہو، لیکن کبھی یہ شرف نصیب نہیں ہوا، اس لئے آپ مجھے کوئی عمل ہی بتا دیں جس کے کرنے سے میں خواب میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی سعادت حاصل کر لوں، انہوں نے کہا کہ میں آپ کو عمل تو بتاؤں گا لیکن آپ کو میری بات ماننی پڑیگی، وہ کہنے لگی کہ آپ مجھے جو بات کہیں گے میں وہ مانوں گی، وہ کہنے لگے کہ اچھا تو بن سنور کر دلہن کی طرح تیار ہو جاؤ، اس نے کہا، بہت اچھا، چنانچہ اس نے غسل کیا، دلہن والے کپڑے پہنے، میک اپ کیا، زیور پہنے اور دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھ گئی، جب وہ دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھ گئی تو وہ صاحب ان کے بھائی کے گھر چلے گئے اور جا کر اس سے کہا کہ دیکھو، میری کتنی عمر ہو چکی ہے اور اپنی بہن کو دیکھو کہ وہ کیا بن کر بیٹھی ہوئی ہے، جب بھائی گھر آیا اور اس نے اپنی بہن کو دلہن کے کپڑوں میں

دیکھا تو اس نے اسے ڈانٹنا شروع کر دیا کہ تم کو شرم نہیں آتی، کیا یہ عمر دلہن بننے کی ہے، تمہارے بال سفید ہو چکے ہیں، تمہاری کمر سیدھی نہیں ہوتی اور بیس سال کی لڑکی بن کر بیٹھی ہوئی ہے، اب جب بھائی نے ڈانٹ پلائی تو اس کا دل ٹوٹا اور اس نے رونا شروع کر دیا، حتیٰ کہ وہ روتے روتے سوگئی، اللہ کی شان دیکھئے کہ اللہ رب العزت نے اسے اسی نیند میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ کی زیارت کروادی۔ سبحان اللہ!

وہ زیارت کرنے کے بعد بڑی خوش ہوئی، لیکن خاوند سے پوچھنے لگی کہ آپ نے وہ عمل بتایا نہیں جو آپ نے کہا تھا اور مجھے زیارت تو ویسے ہی ہوگئی، وہ کہنے لگے، اللہ کی بندی! یہی عمل تھا، کیونکہ میں نے تیری زندگی پر غور کیا، مجھے تیرے اندر ہر نیکی نظر آئی، تیری زندگی شریعت وسنت کے مطابق نظر آئی، البتہ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ میں چونکہ آپ سے پیار محبت کی زندگی گزارتا ہوں اس لئے آپ کا دل کبھی نہیں ٹوٹا، اس وجہ سے میں نے سوچا کہ جب آپ کا دل ٹوٹے گا تو اللہ تعالی کی رحمت اترے گی اور آپ کی تمنا کو پورا کر دیا جائیگا، اسی لئے تو میں نے ایک طرف آپ کو دلہن کی طرح بن سنور کر بیٹھنے کو کہا اور دوسری طرف آپ کے بھائی کو بلا کر لے آیا، اس نے آ کر آپ کو ڈانٹ پلائی جس کی وجہ سے آپ کا دل ٹوٹا اور اللہ رب العزت کی ایسی رحمت اتری کہ اس نے آپ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروادی۔ اللہ اکبر!

خُدا کا در تھام لیجئے

حافظ ابن قیمؒ نے ایک عجیب بات لکھی ہے، سبحان اللہ! فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ایک گلی سے گذر رہا تھا، ایک دروازہ کھلا، میں نے دیکھا کہ کوئی آٹھ نو سال کا بچہ ہے اور اس کی ماں اس سے خفا ہو کر اس کو تھپڑ لگا رہی ہے، اس کو دھکے دے رہی ہے کہہ رہی ہے تو نافرمان بن گیا ہے، میری کوئی بات نہیں سنتا، کوئی کام نہیں کرتا، دفع ہو جا، چلا جا، یہاں سے یہ کہہ کر ماں نے جو دھکا دیا تو وہ بچہ گھر سے باہر آ گیا، فرماتے ہیں کہ ماں نے تو کنڈی لگالی،

اب میں وہیں کھڑا رہ گیا کہ دیکھوں اب ہوتا کیا ہے؟ فرماتے ہیں بچہ رو رہا تھا چونکہ مار پڑی تھی، خیر وہ اُٹھا اور کچھ سوچتا سوچتا ایک طرف کو چلنے لگا، چلتے چلتے وہ ایک گلی کے موڑ پر پہونچا، وہاں کھڑے ہو کر وہ کچھ سوچتا رہا اور سوچنے کے بعد اس نے پھر واپس آنا شروع کر دیا اور چلتے چلتے اپنے گھر کے دروازے پر آ گرا اور آ کر بیٹھ گیا، تھکا ہوا تھا، رو بھی کافی دیر سے رہا تھا، دہلیز پر سر رکھا، نیند آ گئی، وہیں سو گیا، چنانچہ کافی دیر کے بعد اس کی والدہ نے کسی کام کے لئے دروازہ کھولا تو کیا دیکھتی ہے کہ بیٹا اسی دہلیز پر سر رکھے پڑا ہوا ہے، والدہ کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، وہ پھر ناراض ہونے لگی اور کہنے لگی چلا جا یہاں سے، دور ہو جا میری نگاہوں سے، جب اس نے پھر اسے ڈانٹا اب وہ بچہ کھڑا ہو گیا، آنکھ میں آنسو آ گئے، کہنے لگا، امی جب آپ نے گھر سے دھتکار دیا تھا تو میں نے سوچا تھا کہ میں چلا جاؤں، میں بازار میں جا کر بھیک مانگ لوں گا، مجھے کچھ نہ کچھ کھانے کو مل جائیگا، امی میں نے سوچا تھا کہ میں کسی کے جوتے صاف کر دیا کروں گا، کچھ کھانے کو مل جائے گا، امی! میں کسی کے گھر کا نوکر بن کر رہ جاؤں گا، مجھے جگہ بھی مل جائیگی، مجھے کھانا بھی مل جائیگا، امی یہ سوچ کر میں گلی کے اس موڑ تک چلا گیا تھا، مجھے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے دنیا کی سب نعمتیں مل جائیں گی، لیکن امی جو محبت مجھے آپ دے سکتی ہیں یہ محبت مجھے کہیں نہیں مل سکتی، امی یہ سوچ کر میں واپس آ گیا ہوں، امی میں اسی در پر پڑا ہوں تو مجھے دھکے دے یا مار، میں کہیں نہیں جا سکتا، جب اس بچے نے یہ بات کہی ماں کی مامتا جوش میں آئی، اس نے بچے کو سینے سے لگا لیا اور کہا میرے بیٹے، اگر تیرے دل میں یہ کیفیت ہے کہ جو محبت میں تجھے دے سکتی ہوں وہ کوئی نہیں دے سکتا تو میرے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

اس طرح اگر ہم دربارِ خُدا کو تھام لیں تو خدائے پاک اپنی رحمت ومغفرت سے ہمیں چمٹا لیں گے۔

کُتے کی نصیحت!۔۔۔مالک کے در کو نہ چھوڑیئے

ایک متوکل صاحب اللہ پر توکل کرنے کی محنت کر رہے تھے، وہ ایک ویرانے میں عبادت کر رہے تھے، انہیں اللہ کی رحمت سے روزانہ کھانا مل جاتا تھا، ان کو تین سال تک کھانا ملتا رہا، ایک مرتبہ انہیں کھانا ملنا بند ہو گیا، تین دن کا فاقہ ہونے کی وجہ سے لاچار ہو گئے، چنانچہ کہنے لگے کہ کسی بندے سے جا کر کھانا لانا پڑے گا، لہٰذا وہاں سے گئے اور کسی بندے کے در پہ جا کر سوال کیا، اس بندے نے اس کو تین روٹیاں دے دیں۔

وہ روٹیاں لے کر آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک کتا ان کے پیچھے لگ گیا، وہ اس قدر شدت سے بھونک رہا تھا کہ انہوں نے سمجھا کہ شاید یہ مجھے کھا جائیگا، چنانچہ انہوں نے جان چھڑانے کے لئے کتے کو ایک روٹی پھینک دی، کتے نے وہ روٹی کھالی اور پھر ان کے پیچھے بھاگا، پھر انہوں نے جان چھڑانے کے لئے دوسری روٹی بھی ڈال دی، اس نے وہ روٹی بھی کھا لی اور پھر ان کے پیچھے دوڑا، ابھی منزل پر نہیں پہونچے تھے کہ کتا پھر ان کے پاس پہونچ گیا، چنانچہ انہوں نے جان چھڑانے کے لئے تیسری روٹی بھی پھینک دی، کتے نے تیسری روٹی بھی کھالی، جب انہوں نے تیسری روٹی ڈالی تو ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ تم کتنے ظالم ہو کہ میرے لئے ایک روٹی بھی نہ بچائی، اس کے بعد اللہ تعالی نے کتے کو بات کرنے کی توفیق عطا فرما دی، جی ہاں! جب اللہ تعالی چاہتے ہیں تو بلوا دیتے ہیں، کتے نے ان سے کہا ''میں ظالم نہیں ہوں بلکہ تم ظالم ہو'' انہوں نے کہا کہ وہ کیسے؟ کتا کہنے لگا وہ اس طرح کہ آپ کا مالک آپ کو تین سال تک ایک ہی جگہ بٹھا کر رزق دیتا رہا، پھر تین دن روٹی نہ ملی تو آپ نے رب کا در چھوڑ کر کسی اور کے دروازے پر جا کر دستک دی اور مجھے دیکھو کہ میرا مالک مجھے کئی کئی دن روٹی نہیں ڈالتا، میں بھوکا تو رہ لیتا ہوں مگر مالک کا کبھی در نہیں چھوڑتا۔

سب نے ٹھکرائے مگر رحمت نے تو تھام لیا

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک بوڑھا آدمی مسلمان ہوا اور تابعین میں سے بنا، اس نے اپنی زندگی گانا گانے میں گزار دی تھی، اس کی آواز بڑی اچھی تھی، جب وہ گانا گاتا تھا تو لوگ اس کے شیدائی تھے، اس کے گرد سینکڑوں لوگوں کا مجمع ہوتا تھا، اس کی آمدنی بے شمار تھی، اس کی اولاد نہیں تھی اور اس کی بیوی بھی فوت ہوگئی۔

جب وہ بوڑھا ہوگیا تو دانت گر گئے، جس کی وجہ سے وہ گا ہی نہیں سکتا تھا، اس کی آمدنی کا ذریعہ ختم ہوگیا، وہ مانگنے کے لیے واقف لوگوں کے پاس جاتا رہا، وہ کچھ عرصہ تو اسے دیتے رہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے بھی ان کو منع کر دیا، جب سب دوستوں نے نہ کر دی تو کئی کئی دن تک کھانے کو نہ ملتا، اس کو اپنی جوانی یاد آتی کہ میں اتنا حسین تھا، میری آواز کوئل کی مانند تھی، جب میں گاتا تھا تو ہزاروں لوگ میری آواز پر مرتے تھے، اور میری جھلک دیکھنے کو ترستے تھے لیکن آج میں دھکے کھاتا پھرتا ہوں، اور کوئی بندہ مجھے ایک وقت کا کھانا دینے کو بھی تیار نہیں ہے، اس بوڑھاپے، کمزوری اور بھوک کی حالت میں اس کا دل بڑا ہی کھٹا ہوا، اس نے سوچا کہ کاش! یہ راتیں میں اللہ کے لیے جاگا کرتا تو اللہ تعالیٰ تو مجھے کبھی اپنے دربار سے نہ دھتکارتے، لیکن میں نے تو اپنی جوانی ضائع کر دی، نہ حسن وجمال رہا، نہ مال رہا اور نہ ہی کچھ اور میرے پلے رہا، اب میں رب کو کیسے مناؤں۔

چنانچہ وہ اسی سوچ میں گم ہو کر جنت البقیع میں چلے گئے اور قبروں کے درمیان ایک جگہ بیٹھ کر اپنی جوانی کو یاد کر کے رونے لگ گئے، انہوں نے روتے روتے دعا مانگی:

''رب کریم! میں نے اپنی جوانی ضائع کر دی، اب میرے پاس کچھ بھی نہیں کہ میں آپ کے حضور پیش کر سکوں، میرے منہ میں دانت نہیں، پیٹ میں آنت نہیں، اب میں بوڑھا ہوں، لاٹھی کے سہارے چل کے آیا ہوں، نہ آنکھوں میں بینائی ہے نہ کانوں میں سنوائی ہے، اے مالک! اب میں شرمندہ ہوں، مگر یہاں آ کر بیٹھا ہوں تا کہ میں اپنی قبر کے قریب ہو

جاؤں'' یہ واقعہ مولانا رومؒ نے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب وہ آدمی اپنے گناہوں پر نادم وشرمندہ ہوکر رویا تو اس کی آنکھ لگ گئی، تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک آدمی چلا آرہا ہے، جب اس نے دیکھا تو وہ امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ تھے اور انہوں نے اپنے سر کے اوپر کچھ اٹھایا ہوا تھا، وہ ڈر گیا کہ اب امیر المؤمنین آگئے ہیں، وہ تو مجھ جیسوں کا درے سے انتظام کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ مجھے بھی چند درے لگ جائیں۔

حضرت عمرؓ نے اسے دیکھا اور کچھ آگے چلے گئے، تھوڑی دیر کے بعد لوٹ کر دوبارہ اس کی طرف آئے، جب اس نے انہیں دوبارہ اپنی طرف آتے دیکھا تو اور زیادہ ڈر گیا کہ یہ پھر میری طرف آرہے ہیں، پتہ نہیں میرا کیا بنے گا، جب حضرت عمرؓ اس کے پاس آئے تو انہوں نے وہ گٹھڑی اپنے سر سے اتار کر اس کے سامنے رکھی اور فرمانے لگے ''بھائی کھانا کھاؤ''۔

وہ بوڑھا حیران ہوا کہ امیر المؤمنین مجھے کھانا پیش کررہے ہیں، اس نے پوچھا: ''اے امیر المومنین! آپ میرے لیے کھانا کیسے لائے؟'' حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''دوپہر کا وقت تھا، میں قیلولہ کررہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا، مجھے خواب میں اللہ رب العزت کی طرف سے پیغام دیا گیا کہ میرا ایک دوست قبرستان میں پریشان بیٹھا ہے، وہ بھوکا ہے، عمر! جاؤ اور میرے اس دوست کو کھانا کھلا کے آؤ، جب میری آنکھ کھلی تو میں نے سوچا کہ اللہ کا دوست ہے، چنانچہ میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ جو کھانا تیار ہو وہ دیدو، اس نے کھانا باندھ دیا، میں نے کہا کہ میں اللہ کے دوست کی طرف جارہا ہوں، لہٰذا کھانا ہاتھوں میں نہیں بلکہ اپنے سر پر اٹھا کے لے جاتا ہوں تاکہ اللہ کے دوست کا اکرام ہوسکے، اس لیے عمر کھانا سر پر اٹھا کر آیا ہے، اے اللہ کے دوست کھانا کھالو''۔

جب اس نے یہ سنا تو کہنے لگا، اچھا، میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے رب کے سامنے توبہ کی تھی، میرا پروردگار کتنا کریم ہے کہ اس نے میرے تمام گناہوں کے باوجود میری ندامت کو قبول کرلیا اور وقت کے امیر المؤمنین کو خواب میں حکم دیا کہ جاؤ، میرے دوست کو

کھانا کھلا کے آؤ، اے اللہ! تو کتنا کریم ہے، اس بات کو سن کر وہ بوڑھا اتنا رویا کہ وہیں روتے روتے حضرت عمرؓ کے سامنے اس نے اپنی جان اللہ کے حوالے کر دی۔۔۔اللہ اکبر۔۔۔اللہ رب العزت بڑے قدردان ہیں، جس طرح اللہ رب العزت قدردان ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ صفت عطا فرما دے۔

درِ رحمت کو چھوڑنا گوارا نہیں

ایک بادشاہ نے ایک عالم سے کہا کہ آپ بہت دور رہتے ہیں، مجھے آپ سے بڑی محبت ہے، آپ آئیں اور میرے پاس آ کر رہیں۔۔۔اگر آج کل کے کسی بندے کو بادشاہ دعوت دیتا تو وہ سر کے بل چل کر جاتا، لیکن وہ اللہ والے تھے، جب انہیں یہ پیغام ملا تو وہ آئے اور انہوں نے بادشاہ سے بھرے دربار میں کہا:

''بادشاہ سلامت! اگر میں آپ کے پاس آ کر رہوں اور آپ کی کوئی باندی ہو اور آپ مجھے کسی دن دیکھیں کہ میں آپ کی اس باندی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو رہا ہوں تو آپ کا رویہ کیا ہوگا؟'' بادشاہ یہ سنتے ہی سخت غضب ناک ہوا اور کہنے لگا:

''کیا تو ایسا انسان ہے؟ تیری یہ کیسی جرأت ہے کہ تو میرے یہاں آئے اور پھر یہاں حرام کاری کا مرتکب ہو'' جب بادشاہ خوب غضب ناک ہو گیا تو وہ عالم کہنے لگے ''بادشاہ سلامت! ابھی تو میں اس گناہ کا مرتکب ہی نہیں ہوا اور آپ مجھ پر ابھی سے غضب ناک ہو گئے، تو میں اس کریم کا در چھوڑ کر آپ کے در پر کیسے آؤں جو گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھ پر غضب ناک نہیں ہوتا''۔ سبحان اللہ!

ایک کفن چور کے ٹوٹے دل پر مغفرت کا سایہ

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے تنبیہ الغافلین میں ایک واقعہ لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضری کے لیے آئے تو راستے میں

انہوں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو بہت زار وقطار رو رہا تھا، اس کو روتا دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا، انہوں نے پوچھا: اے نوجوان! کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا، میں ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں، اب میں اللہ کے عذاب سے ڈر رہا ہوں کہ میں کیا کر بیٹھا، سخت پریشان ہوں، لہٰذا مہربانی فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری سفارش فرما دیجئے۔

حضرت عمرؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رو رہے تھے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: عمر! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا تھا، راستے میں ایک نوجوان کو دیکھا جو کوئی بڑا گناہ کر بیٹھا تھا، وہ بہت رو رہا تھا، اس کی آہ وزاری نے مجھے بھی رلا دیا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرما دی تو وہ نوجوان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں بھی رونا شروع کر دیا، حتیٰ کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اے نوجوان! کیا ہوا؟ اس نے کہا، اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بہت بڑا گناہ کر بیٹھا ہوں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ کا عرش بڑا ہے؟

وہ کہنے لگا: اے اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام! میرا گناہ بڑا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تیرا گناہ بڑا ہے یا کرسی بڑی ہے؟

وہ کہنے لگا: اے اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام! میرا گناہ بڑا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تو نے شرک کا ارتکاب کیا ہے؟

اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام! میں نے شرک کا ارتکاب تو نہیں کیا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کیا تو نے اللہ کے کسی بندے کو قتل کر دیا ہے؟

اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے کسی بندے کو قتل بھی نہیں کیا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو پھر ایسا کون سا گناہ ہے کہ جس کو تو اتنا بڑا سمجھ رہا ہے؟

اس نے عرض کیا: اے اللہ کے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا گناہ بہت بڑا ہے، میں کئی سالوں سے کفن چوری کا کام کرتا تھا، مردوں کے کفن اتار کر بیچتا اور اپنی ضرورت پوری کرتا، چند دن پہلے انصار کی ایک نوجوان لڑکی دفن کی گئی، میں نے اپنی عادت کے مطابق رات کو جا کر اس کا کفن اتارا اور جب کفن اتار کر جانے لگا تو مجھ پر شیطان غالب آیا اور اس نے میری شہوت کو ابھار دیا، میں پلٹا اور میں نے اس مردہ لڑکی کے ساتھ زنا کیا، جب میں زنا کر کے اٹھنے لگا تو مجھے یوں آواز آئی کہ جیسے وہ لڑکی بول رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ اے اللہ کے بندے! تو نے مجھے مردوں کے مجمع میں ننگا کر دیا اور کل قیامت کے دن اللہ کے حضور حالتِ جنابت میں کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔۔۔۔۔ اب اس آواز کی وجہ سے میرے دل پر ایسا رعب ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور میں اللہ کی پکڑ میں ہوں۔

جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سنا تو آپ کو بھی بڑا تعجب ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے بہت بڑا گناہ کیا ہے، تو نے مردہ لڑکی کے ساتھ ایسا سلوک کیا۔۔۔! جب اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرما دیا کہ یہ ایک بڑا گناہ ہے تو وہ نوجوان اٹھا اور روتا ہوا باہر چلا گیا، اس نے سوچا کہ اس وقت اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں، کہیں کوئی ایسی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے منہ سے نہ نکل جائے جو میری بربادی کا سبب بن جائے، اس لیے وہ باہر چلا گیا۔۔۔۔ جب وہ وہاں سے نکلا تو سیدھا پہاڑوں میں چلا گیا، وہ نوجوان چالیس دن تک نمازیں پڑھتا رہا، سجدے کرتا رہا اور معافی مانگتا رہا، اس کے دل کو آگ لگی ہوئی تھی، وہ رو رو کر اللہ تعالیٰ کو مناتا رہا، وہ اللہ کے سامنے عاجزی کرتا کہ اے اللہ میرے مالک! میں آپ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور انہوں نے بھی فرمایا کہ یہ تو بہت بڑا گناہ ہے، اے اللہ! میں اب کہاں جاؤں؟ میرا تو تیرے سوا کوئی نہیں ہے، جیسے کہ کہنے والے نے کہا:

میں تیرے سامنے جھک رہا ہوں خدا میرا کوئی نہیں اللہ تیرے سوا

جب اس نے چالیس دن معافی مانگی اور اللہ تعالیٰ کو منایا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے پاس جبرئیلؑ تشریف لائے، جبرائیلؑ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اللہ تعالیٰ کے سلام پیش کئے اور عرض کیا: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ رب العزت نے پوچھا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! بتایئے کہ کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا ہے یا میں نے پیدا کیا ہے؟

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت نے مجھے بھی اور ساری مخلوق کو بھی پیدا فرمایا، پھر جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا ہے کہ کیا مخلوق کو آپ رزق دیتے ہیں یا میں دیتا ہوں؟

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: مجھے بھی اور ساری مخلوق کو بھی اللہ رب العزت ہی رزق عطا فرماتے ہیں، جب یہ باتیں ہوگئیں تو تیسری بات پوچھی گئی کہ مخلوق کو میں نے معاف کرنا ہے یا کسی اور نے کرنا ہے؟ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت ہی نے مخلوق کے گناہوں کو معاف کرنا ہے، جب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اللہ رب العزت نے پیغام بھیجا ہے کہ اے محبوب! اس بندے نے میرے سامنے رو رو کر اتنی معافی مانگی کہ میں نے اس بندے کے گناہ کو معاف کر دیا۔۔۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!۔۔ پھر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو بھیجا کہ اس نوجوان کے پاس جاؤ اور اس کو خوشخبری سنا دو کہ تیری عاجزی اللہ رب العزت کے یہاں قبول ہوگئی اور پروردگار نے تیری مغفرت کا پیغام بھیج دیا ہے۔

اِنَّ الشَّیۡطَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ

شیطان
اور
گناہ و معصیت

لذتِ مناجات سے محروم کون؟

گناہوں کی وجہ سے انسان مناجات کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے، بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا، اس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا، ایک مرتبہ وہ دعا مانگتے ہوئے کہنے لگا، اے اللہ! میں نے تو آپ کی نافرمانی کی مگر آپ نے مجھ پر نعمتیں برقرار رکھیں، یہ تیرا کتنا بڑا احسان ہے، اللہ تعالی نے اس کے دل میں بات ڈالی کہ تمہیں اس کی سزا مل رہی ہے، مگر چونکہ تمہاری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اس لئے تمہیں وہ سزا نظر نہیں آ رہی ہے، اس نے فوراً دعا مانگی کہ اے اللہ! آپ واضح فرما دیجیے کہ مجھے گناہوں کی سزا کیسے مل رہی ہے؟ اللہ رب العزت نے دل میں بات ڈالی کہ کیا تم محسوس نہیں کرتے کہ جب سے تم نے یہ گناہ شروع کیا ہے ہم نے اسی دن سے تمہیں اپنی مناجات کی لذت سے محروم کر دیا ہے۔

گناہ کا اثر اہلِ خانہ پر بھی

ایک سنار تھا، اس کی بیوی نہایت خوب صورت اور خوب سیرت تھی، ایک دن وہ دوپہر کے وقت کھانا کھانے گھر گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی زار وقطار رو رہی تھی، اس نے پوچھا، اللہ کی بندی! کیا ہوا؟ کہنے لگی کہ یہ چھوٹا سا یتیم بچہ جو ہم نے گود میں لیکر پالا تھا، اب سترہ سال کا ہو چکا ہے، آج میں نے اسے سبزی لینے بازار بھیجا، جب واپس آ کر سبزی دینے لگا تو اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر دبا دیا، مجھے اس کی نیت میں فتور نظر آیا، مجھے بہت زیادہ صدمہ ہوا ہے کہ میں اس کے لئے ماں کی حیثیت رکھتی ہوں اور اس کی میرے بارے میں یہ سوچ ہے، میں اسی صدمہ کی وجہ سے بیٹھی رو رہی ہوں کہ وفا دنیا سے اُٹھ گئی ہے، یہ بات سن کر سنار کی آنکھوں میں سے بھی آنسو آ گئے، بیوی کہنے لگی، اب آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ اس بچے کی کوتاہی نہیں بلکہ یہ میری اپنی کوتاہی ہے، اس نے پوچھا، وہ کیسے؟ وہ کہنے لگا کہ آج میرے پاس عورتیں چوڑیاں خریدنے کے لئے آئیں، ان میں سے ایک

عورت چوڑی پہننا چاہتی تھی، مگر اس سے پہنی نہیں جا رہی تھی، اس نے مجھے کہا کہ آپ مجھے چوڑی پہنا دیں، جب میں نے اسے چوڑی پہنائی تو مجھے اس کے ہاتھ اچھے لگے، اس لئے میں نے چوڑی پہنانے کے دوران اس کے ہاتھوں کو شہوت کے ساتھ دبا دیا تھا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری بیوی کا ہاتھ کسی اور نے شہوت کے ساتھ دبا دیا۔

ایک مؤذن کا عبرتناک انجام

ایک مؤذن مصر کی جامع مسجد میں اذان دیا کرتا تھا، ظاہر میں وہ دین کا کام کرنے والا تھا لیکن اس کے دل میں خوفِ خدا نہ رہا، اس کے دل میں فسق وفجور بھر چکا تھا، ایک دفعہ وہ اذان دینے کے لئے مصر کی اس مسجد کے مینار پر چڑھا، مینار کے ادھر ادھر مکانات تھے، ایک مکان میں اس کی نظر پڑی تو اسے کوئی خوبصورت لڑکی نظر آئی، اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اذان دینے کے بجائے وہ نیچے اترا اور اس گھر کے پاس جا کر معلومات لیں کہ یہ لڑکی کون ہے؟ کسی نے کہا کہ فلاں جگہ اس کا باپ ہے، یہ اس کے پاس گیا، معلومات لیں کہ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں اور یہاں نئے آ کر بسے ہیں، ابھی ایک دن ہوا ہے کہ ہم یہاں آ کر ٹھہرے ہیں، اس نے کہا کہ اچھا میں چاہتا ہوں کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھوں، اس عیسائی نے کہا کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تمہیں ہمارے دین پر آنا پڑیگا، پھر میں اپنی بیٹی کا تمہارے ساتھ رشتہ بھی کر دوں گا، یہ بڑا خوش ہوا، کہنے لگا ٹھیک ہے، میں تمہارے دین کو قبول کر لیتا ہوں، عیسائی نے کہا، میرے ساتھ آؤ، چنانچہ وہ اس کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر مکان پر جانے لگا، ابھی چوتھی سے پانچویں سیڑھی چڑھ ہی رہا تھا کہ اس کا پاؤں پھسلا، گردن کے بل نیچے گرا اور وہیں پر اس کی جان نکل گئی، مینارے پر چڑھا تھا اذان دینے کے لئے مگر اللہ تعالیٰ کو اس کے اندر کا فسق وفجور ناپسند تھا، جس کی وجہ سے پروردگار نے حالات ایسے بنا دیئے کہ جب وہ مینار سے نیچے اترا، اس وقت وہ ایمان سے خالی ہو چکا تھا۔

اہل دل پر معصیت کا انکشاف

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ نے ایک نوجوان کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو ان کو محسوس ہوا کہ اس کے مستعمل پانی میں زنا کے اثرات ڈھل کر جا رہے ہیں، وہ آدمی تھوڑی دیر کے بعد آپ کے پاس کسی وجہ سے آیا، آپ نے اس کو اچھے انداز سے سمجھایا اور تنبیہ کی، اس نے کہا واقعی مجھ سے گناہ ہوا ہے، میں اللہ تعالی سے معافی مانگتا ہوں اور آج سے میں سچی توبہ کرتا ہوں، اس دن کے بعد سے امام صاحبؒ نے فتویٰ دے دیا کہ مستعمل پانی سے وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ جب انسان وضو کرتا ہے تو اس وقت اس کے گناہ جھڑتے ہیں، اللہ والوں کو ان گناہوں کے اثرات نظر آجاتے ہیں، اسی طرح جب انسان غسل جنابت کرتا ہے تو اللہ والوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ کہیں اس کے پانی میں گناہوں کے اثرات تو نہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اللّٰھم ارنا حقائق الاشیاء کماھی اے اللہ ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دیجئے جیسا کہ وہ ہے۔

اسی طرح اللہ والوں کو بھی اللہ رب العزت چیزوں کی حقیقت دِکھا دیتے ہیں۔

معصیت کبھی منکشف ہو جاتی ہے

کتابوں میں لکھا ہے کہ علامہ ابن دقیق اور شیخ تاج الدین سبکیؒ کی یہ عادت تھی کہ جب وہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لئے جاتے تھے تو اپنے چہرے پر پردہ ڈال لیتے تھے، لوگ بڑے حیران ہوتے تھے کہ یہ ان کی عجیب عادت ہے، ایک دن ایک آدمی نے پوچھ ہی لیا کہ حضرت! کیا وجہ ہے کہ آپ اپنی چادر سے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر آتے ہیں؟ یہ سن کر انہوں نے اپنی وہ چادر اس کے اوپر ڈال دی، اس کے بعد جب اس نے ادھر اُدھر دیکھا تو لوگ اسے بگڑی ہوئی شکلوں میں نظر آئے، کسی کی شکل کتوں جیسی، کسی کی بندروں جیسی اور کسی کی خنزیروں جیسی۔

سیدنا عثمان غنی کی فراستِ ایمانی

ایک مرتبہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے، اسی اثنا میں ایک آدمی ان کے پاس آیا، آپ نے اسی وقت فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا کہ بے مہابہ ہمارے پاس چلے آتے ہیں اور ان کی نگاہوں سے زنا ٹپکتا ہے، یہ سن کر آنے والے نے تسلیم کیا کہ حضرت واقعی مجھ سے راستہ میں بدنظری ہو گئی تھی۔

نظر کی حفاظت کیجئے!

ایک بزرگ کی خدمت میں ایک آدمی اپنے بیٹے کو لایا اور عرض کیا: حضرت! اس کے لئے دعا فرما دیں، یہ ایک اچھی عادت ہے، پہلے زمانے میں بھی لوگ اپنی اولاد کے لئے اللہ والوں سے دعا کرواتے تھے، اللہ کرے کہ ہمیں بھی اللہ والوں کی دعا لگ جائے، یہ اور بات ہے کہ لوگ کئی مرتبہ اپنے بیٹوں کو لے کر دعائیں کروانے کے لئے آتے ہیں، مگر باپ کی اپنی حالت ایسی ہوتی ہے کہ پہلے اس کے لئے دعا کرنے کو دل کرتا ہے کہ اللہ اس کو ہدایت دے، خیر ان اللہ والوں نے اس کے بیٹے کے لئے دعا کر دی، ان کے پاس جیب میں کوئی میٹھی چیز تھی، انہوں نے نکال کر اس بچے کو دینا چاہی، جب انہوں نے وہ چیز بچے کی طرف بڑھائی تو بچے نے منہ پھیر لیا اور اپنے والد کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، حالانکہ بچپن میں بچے کے اندر میٹھی چیز کھانے کا شوق شدید ہوتا ہے، ان بزرگ نے پھر ارشاد فرمایا: لے لو، بچے نے پھر اس چیز سے نظریں ہٹا کر اپنے باپ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، اس کے والد نے اس سے کہا، بیٹا! حضرت آپ کو چیز دے رہے ہیں، لے لو، جب باپ نے اجازت دے دی تو بچے نے ہاتھ بڑھایا اور جب وہ چیز لے لی تو ان بزرگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ آدمی حیران ہو کر پوچھنے لگا، حضرت! آپ کیوں روئے؟ وہ فرمانے لگے کہ ہم سے یہ بچہ اچھا ہے کہ میں نے اس کو ایسی چیز دی جس کی طلب اس کے اندر شدید ہے، لیکن اس نے اس چیز کو نہیں

دیکھا بلکہ آپ کی طرف دیکھا کہ میرا ابّا مجھے کیا کہتا ہے، اے کاش! ہم جو گلیوں میں چلتے ہیں اور ہماری نظروں کے سامنے بھی جاذب نظر شخصیتیں آتی ہیں، ہم بھی ادھر سے نظر پھیر کر دیکھتے کہ رب تعالیٰ ہمیں کیا کہتا ہے۔

چڑیا کی وفاداری

ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اتنی بڑی آگ تھی کہ وہ آسمان سے باتیں کرتی تھی، اس وقت ایک چڑیا اپنی چونچ میں پانی لے کر آتی اور حضرت ابراہیمؑ کی آگ پر پانی کا ایک قطرہ ڈالتی تھی، کسی دوسرے پرندے نے پوچھا کہ تیرے ایک قطرہ پانی ڈالنے سے کیا ہوگا؟ آگ تو بجھے گی نہیں؟ وہ کہنے لگی یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ آگ تو نہیں بجھے گی مگر میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوستی کا حق تو نبھانا ہے۔۔۔۔۔۔۔ یہ چھوٹے چھوٹے مدارس اس چڑیاں کی طرح ہیں جو اپنی چونچ میں امن وسکون اور اللہ کی رحمت کا ایک ایک قطرہ لے کر معصیت کی آگ پر ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

کتے کی وفاداری

حیات الحیوان کے اندر لکھا ہے کہ ایک شخص سفر پر نکلا، راستہ میں اس نے کسی جگہ پر ایک خوب صورت قبہ بنا ہوا دیکھا، اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی تعمیر پر خوب خرچ کیا گیا ہے، اس قبہ پر لکھا ہوا تھا کہ جو شخص اس قبہ کی تعمیر کی وجہ معلوم کرنا چاہے، وہ اس گاؤں میں جا کر معلوم کرے۔

اس آدمی کے دل میں یہ تجسس پیدا ہوا کہ گاؤں میں جا کر اس قبے کی تعمیر کی وجہ معلوم کرنی چاہیے، چنانچہ وہ اس گاؤں میں گیا اور لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا، وہ جس سے بھی پوچھتا وہ لاعلمی کا اظہار کرتا، بالآخر پتہ کرتے کرتے اسے ایک ایسے شخص کا علم ہوا جس کی عمر دوسو برس تھی، وہ آدمی ان کے پاس گیا اور ان سے اس قبے کے متعلق سوال کیا، اس ضعیف

العمر شخص نے بتایا کہ میں اپنے والد سے سنا کرتا تھا کہ اس گاؤں میں ایک زمیندار رہتا تھا، اس کے پاس ایک کتا تھا جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا اور کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتا تھا، ایک دن وہ زمیندار کہیں سیر کرنے گیا اور اپنے کتے کو گھر پر ہی باندھ گیا تا کہ وہ اس کے ساتھ نہ جا سکے اور چلتے وقت اپنے باورچی کو بلا کر ہدایت کی کہ میرے لئے دودھ کا کھانا تیار کر کے رکھے، زمیندار وہ کھانا بڑے شوق سے کھاتا تھا، زمین دار کے گھر میں ایک گونگی لڑکی بھی تھی، جب زمیندار باہر گیا تو وہ لونڈی اس بندھے ہوئے کتے کے قریب جا کر بیٹھ گئی، کچھ دیر کے بعد زمیندار کے باورچی نے اس کے لئے دودھ کا کھانا تیار کیا اور اس کو ایک بڑے پیالے میں رکھ کر اس گونگی لڑکی اور کتے کے قریب لا کر اونچی جگہ پر رکھ دیا تا کہ جب زمیندار واپس آئے تو اس کو آسانی سے کھانا مل جائے۔

جب باورچی کھانا رکھ کر چلا گیا تو ایک کالا ناگ اس جگہ پر آیا اور اس اونچی جگہ پر چڑھ کر اس پیالے میں سے دودھ پی کر چلتا بنا، کچھ دیر کے بعد جب زمیندار واپس آیا اور اس نے اپنا پسندیدہ کھانا تیار پیالے میں رکھا ہوا دیکھا تو پیالہ اُٹھا لیا اور جیسے ہی اس کو کھانے کا ارادہ کیا تو گونگی لڑکی نے بڑے زور سے تالی بجائی اور ساتھ ساتھ زمیندار کو ہاتھ کے اشارے سے بھی کہا کہ وہ اس کھانے کو نہ کھائے، مگر زمیندار گونگی کی بات نہ سمجھ سکا اور ایک نظر گونگی کو دیکھ کر پھر پیالے کی طرف متوجہ ہوا، ابھی اس نے کھانے کے لئے ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ اتنے میں کتا بہت زور سے بھونکا اور مسلسل بھونکتا رہا، حتی کہ جوش میں آ کر اس نے اپنی زنجیر بھی توڑنے کی کوشش کی، زمین دار کو ان دونوں کی حرکتوں پر تعجب ہوا اور وہ سوچنے لگا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟ چنانچہ وہ اُٹھا اور پیالے کو رکھ کر کتے کے پاس گیا اور اُس کو کھول دیا، کتے نے زنجیر سے آزادی پاتے ہی اس پیالے کی طرف چھلانگ لگائی اور جھپٹا مار کر اس پیالے کو نیچے گرا دیا، زمیندار یہ سمجھا کہ یہ کتا اس کھانے کی وجہ سے بیتاب تھا، چنانچہ اپنا پسندیدہ کھانا گرانے پر غصے میں آ کر اُس نے کتے کو کوئی چیز اُٹھا کر ماردی، لیکن کتے نے اب بھی پیالے میں کچھ دودھ بچا ہوا دیکھا تھا تو اس نے فوراً اپنا منہ پیالے میں ڈال دیا اور بچا ہوا دودھ پی گیا، دودھ کا کتے کے

حلق سے نیچے اترنا ہی تھا کہ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا اور کچھ دیر کے بعد مر گیا، اب زمین دار کو اور بھی حیرانی ہوئی اور اس نے گونگی لڑکی سے پوچھا کہ آخر اس دودھ میں کیا بات تھی کہ کتا پیتے ہی مر گیا، اس وقت گونگی نے اشاروں سے زمیندار کو سمجھایا کہ اس دودھ میں سے ایک کالا ناگ کچھ دودھ پی گیا تھا جس کے زہر کی وجہ سے کتا مر چکا ہے اور وہ خود اور کتا اسی وجہ سے تم کو پینے سے روک رہے تھے، جب زمیندار کی سمجھ میں ساری بات آ گئی تو اس نے باورچی کو بلایا اور اس کو سرزنش کی کہ اس نے کھانا کھلا ہوا کیوں رکھا تھا، اس کے بعد زمیندار نے اس کتے کو دفنا کر اس کے اوپر یہ قبہ تعمیر کرا دیا۔

ذرا سوچئے کہ کتے کے اندر کتنی وفاداری ہوتی ہے کہ اس نے اپنی جان دے کر اپنے مالک کی جان بچائی۔

کتے کی وفا شعاری

عجائب المخلوقات میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی کو قتل کر کے اس کی لاش کسی کنویں میں ڈال دی، مقتول کا کتا واردات کے وقت اس کے ساتھ تھا، وہ کتا روزانہ اس کنویں پر آتا اور اپنے پنجوں سے اس کی مٹی ہٹاتا اور اشاروں سے بتاتا کہ اس کا مقتول مالک یہاں ہے اور جب کبھی قاتل اس کے سامنے آتا وہ اس کو دیکھ کر بھونکنے لگتا، لوگوں نے جب بار بار اس بات کو دیکھا تو انہوں نے اس جگہ کو کھدوایا، چنانچہ وہاں سے مقتول کی لاش برآمد ہوئی اور اس کے قاتل کو سزائے موت دی گئی۔

شیطان کے تجربات کا نچوڑ

ایک دفعہ شیطان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے پوچھا، تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا، میں شیطان ہوں، انہوں نے فرمایا، تم لوگوں کو گمراہ کرنے لئے بڑے ڈورے ڈالتے پھرتے ہو، تمہارے تجربے میں کونسی بات آئی ہے؟ وہ کہنے لگا، آپ نے تو

بڑی عجیب بات پوچھی ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں آپ کو اپنی ساری زندگی کا تجربہ بتادوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، پھر کیا ہے بتادے، وہ کہنے لگا، تین باتیں میرے تجربات کا نچوڑ ہیں۔

(۱) پہلی بات یہ ہے اگر آپ صدقہ کرنے کی نیت کرلیں تو فوراً دے دینا، کیونکہ میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ نیت کرنے کے بعد بندے کو بھلا دوں، جب میں کسی کو بھلا دیتا ہوں تو پھر اسے یاد ہی نہیں ہوتا کہ میں نے نیت کی تھی یا نہیں۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کریں تو اسے فوراً پورا کردینا، کیونکہ میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ میں اس وعدے کو توڑ دوں، مثلاً کوئی وعدہ کرے کہ اے اللہ! میں یہ گناہ نہیں کروں گا، تو میں خاص محنت کرتا ہوں کہ وہ اس گناہ میں ضرور مبتلا ہو۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھنا، کیونکہ میں مرد کی کشش عورت کے دل میں پیدا کردیتا ہوں اور عورت کی کشش مرد کے دل میں پیدا کردیتا ہوں، میں یہ کام اپنے چیلوں سے نہیں لیتا بلکہ میں بذاتِ خود یہ کام کرتا ہوں۔

شیطان تہجد میں حاضر

ایک بزرگ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک رات ان کی تہجد کی نماز قضا ہوگئی، انہوں نے اس کے افسوس کی وجہ سے صبح اُٹھ کر اللہ کے سامنے گڑگڑا کر معافی مانگی، کچھ دنوں کے بعد پھر وہ رات کو سوئے ہوئے تھے، اس رات جہاد کی وجہ سے بہت زیادہ تھکاوٹ تھی، تہجد کی قضا ہونے کا وقت قریب تھا، کوئی آدمی آیا اور انہیں پکڑ کر جگایا اور کہنے لگا، جی، آپ اٹھیں اور جلدی سے نماز پڑھ لیں، تہجد کا وقت جارہا ہے، وہ بزرگ اُٹھ بیٹھے اور کہنے لگے تو تو میرا بڑا خیر خواہ ہے کہ عین وقت پر جگا دیا ہے۔ تمہاری مہربانی، یہ تو بتا کہ تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا، میں شیطان ہوں، انہوں نے کہا، شیطان تو کسی کو تہجد کے لئے نہیں جگاتا، تو نے مجھے کیسے

جگا دیا، تم تو کسی کا بھلا نہیں چاہتے، وہ کہنے لگا، میں آپ کا بھلا آج بھی نہیں چاہ رہا ہوں، وہ بزرگ بڑے حیران ہوئے اور فرمایا کہ تو نے مجھے تہجد کے لئے جگایا ہے اور کہہ رہا ہے بھلا میں نہیں چاہ رہا، وہ مردود کہنے لگا وجہ یہ ہے کہ جب آپ کی پہلی تہجد کی نماز قضاء ہوئی تھی تو اس وقت آپ اتنا روئے تھے کہ آپ کو اس رونے پر اتنا اجر ملا کہ سالوں کی تہجد پر بھی اتنا اجر نہیں مل سکتا، آپ آج بھی سو گئے تھے، تہجد کا وقت جا رہا تھا، میں نے سوچا کہ آ گر آپ آج بھی اتنا روئے تو آپ کو آج پھر اتنا اجر مل جائیگا، اس لئے میں نے بہتر سمجھا کہ آپ کو جگا دوں تا کہ آپ کو صرف ایک رات کی تہجد کا اجر ملے۔

امام رازیؒ پر بوقت نزع شیطان کا حملہ

امام رازیؒ ایک بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے وجود باری تعالیٰ کے بارے میں ایک کتاب لکھی، جس میں انہوں نے اللہ تعالی کے وجود کے بارے میں سو دلیلیں دیں، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیطان نے آ کر کہا، رازی! خدا تو موجود نہیں ہے، انہوں نے کہا نہیں، خدا تو موجود ہے، وہ کہنے لگا: دلیل پیش کرو، انہوں نے ایک دلیل دی، شیطان نے اس دلیل کو توڑ دیا، انہوں نے دوسری دلیل دی، مگر اس نے اس کو بھی توڑ دیا، انہوں نے تیسری دلیل دی اور اس نے اس کو بھی توڑ دیا، بالآخر انہوں نے اپنی جمع کردہ سو دلیلیں دیں اور اس نے ان سو دلیلوں کو توڑ ڈالا، اب امام رازی گھبرا گئے، لیکن چونکہ ان کے دل میں اخلاص تھا، اس لئے اللہ تعالی نے ان کے ایمان کی حفاظت کی، اس وقت آپ کے پیر ومرشد شیخ نجم الدین کبریٰؒ دور دراز کسی جگہ وضو فرما رہے تھے، اللہ تعالی نے انہیں امام رازی کی پریشانی کے بارے میں کشفاً مطلع فرما دیا، انہوں نے غصہ میں آ کر وہ لوٹا جس سے وضو فرما رہے تھے، دیوار پر دے مارا اور امام رازی کو پکار کر کہا، ارے رازی! تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالی کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ہوں، اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کا غصہ بھرا چہرہ امام رازی کے بالکل سامنے تھا، چنانچہ امام رازی نے یہی کہا تو شیطان ان سے دور ہو گیا۔

امام احمد بن حنبلؒ پر شیطان کی شیطانیت

جب امام احمد بن حنبلؒ کا آخری وقت آیا تو طلبہ نے ان کے سامنے کلمۂ طیبہ کا ورد کرنا شروع کر دیا، ان کی آواز سن کر امام احمد بن حنبل نے فرمایا: لا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آواز نکال کر کہا: لا۔ ان کے شاگرد حیران ہوئے کہ پورا کلمہ پڑھنے کے بجائے فقط "لا" پڑھ رہے ہیں، جب تھوڑی دیر بعد ان کی طبیعت سنبھلی اور ہوش میں آئے تو کچھ باتیں بھی کرنے لگے، اس دوران ایک طالب علم نے پوچھا: حضرت! جب ہم کلمہ پڑھ رہے تھے تو آپ پورا کلمہ پڑھنے کے بجائے صرف "لا" کہہ رہے تھے اس کی کیا وجہ تھی؟ امام صاحب نے فرمایا: اس وقت شیطان میرے سامنے تھا اور وہ مجھے کہہ رہا تھا، احمد بن حنبل! تو ایمان بچا کر دنیا سے جا رہا ہے اور میں اس مردود سے کہہ رہا تھا "لا"، ابھی نہیں، ابھی نہیں، بلکہ جب تک میری روح نکل نہیں جاتی، اس وقت تک میں تجھ سے امن میں نہیں ہوں۔

ایک عابد کی شیطان سے کُشتی

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد رہتا تھا، وہ ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتا تھا، ایک مرتبہ ان کے پاس چند لوگ حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے، حضرت یہاں ایک ایسی قوم رہتی ہے جو ایک درخت کی پوجا کرتی ہے، اگر ہو سکے تو ان لوگوں کو اس درخت کی پرستش سے کسی طرح روک دیا جائے، یہ سن کر ان کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس درخت کو کاٹنے کے لئے چل دیئے۔

راستے میں انہیں شیطان ایک بوڑھے آدمی کی شکل میں ملا، اس مردود نے ان سے پوچھا۔ جی! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، فلاں درخت کو کاٹنے کے لئے جا رہا ہوں، شیطان نے کہا، تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ، تم اپنی عبادت میں مشغول رہو، ایک فضول کام کی خاطر اپنی عبادت کیوں چھوڑتے ہو، عبادت گزار نے کہا، یہ بھی عبادت ہے،

شیطان نے کہا، میں تمہیں وہ درخت نہیں کاٹنے دوں گا، بالآخر دونوں میں مقابلہ ہوا، وہ عابد بہت جلد اس پر غالب آ گیا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا، شیطان نے اپنے آپ کو بے بس دیکھ کر ایک اور چال چلی، اچھا ایک بات سُن! عابد نے اُسے چھوڑ دیا، شیطان کہنے لگا کہ اللہ نے تجھ پر یہ فرض تو نہیں کیا، تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں ہے، تو تو اس کی پرستش بھی نہیں کرتا، اللہ کے بہت سے نبی آئے اگر اللہ چاہتا تو وہ کسی نبی کے ذریعہ اس کو کٹوا دیتا، اس لئے میں یہی کہتا ہوں کہ تو اس کو کاٹنے کا ارادہ ترک کر دے، لیکن عابد نے عزم صحیح کے ساتھ کہا کہ نہیں میں تو اس کو ضرور کاٹوں گا، یہ سن کر شیطان نے پھر اس سے لڑائی شروع کر دی اور وہ عابد پھر عزم صحیح کی برکت سے اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا، اب شیطان نے ایک اور پینترا بدلا، وہ کہنے لگا کہ تو ایک غریب آدمی ہے، دنیا والوں پر بوجھ بنا ہوا ہے، اب میں فیصلہ کن بات کہتا ہوں کہ تو اس کام سے باز آ جا، میں تجھے تین دینار دے دیا کروں گا، جو روزانہ اپنے سرہانے سے مل جایا کریں گے، اس رقم سے تیری اپنی ضروریات بھی پوری ہوں گی، نادار لوگوں کی مدد بھی کرنا اور اپنے رشتہ داروں پر احسان بھی، اس طرح تمہیں بہت زیادہ ثواب ملے گا، جب کہ درخت کاٹنے سے صرف درخت کاٹنے ہی کا ثواب ملے گا، اس سے زیادہ نہیں، اس عابد نے شیطان کی یہ بات مان لی، چنانچہ اسے اپنے تکیہ کے نیچے سے روزانہ تین دینار ملنا شروع ہو گئے، چند دنوں کے بعد وہ دینار ملنا بند ہو گئے تو اسے پھر شیطان پر غصہ آیا اور پھر کلہاڑا اُٹھا کر درخت کو کاٹنے کے لئے چل دیا، راستے میں وہی بوڑھا پھر ملا اور پوچھا کہ اب کہاں جانے کا ارادہ ہے، عابد نے کہا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں، اس بوڑھے (شیطان) نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکے گا، چنانچہ اب پھر دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا، اب کی بار وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینے پر چڑھ گیا، عابد نے حیران ہو کر اس سے پوچھا کیا بات ہے کہ اس مرتبہ تو مجھ پر غالب آ گیا، شیطان نے کہا، پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالصتاً اللہ کے لئے تھا، اس لئے اللہ نے تجھے غالب رکھا، اب چونکہ اس میں دیناروں کی لالچ کی آمیزش شامل تھی اس لئے میں تجھ پر غالب آ گیا۔

شیطان کی سواری اور اس کا مکر

ایک آدمی کی بڑی تمنا تھی کہ شیطان سے میری ملاقات ہو اور اس سے بات کروں، ایک دفعہ اس کی ملاقات شیطان سے ہوگئی، اس کے پاس بڑے جال تھے، اس آدمی نے پوچھا، تم کون ہو؟ کہنے لگا، شیطان ہوں، اس نے جال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا، یہ سارا کچھ کیا ہے؟ کیوں لئے لئے پھرتے ہو؟ کہنے لگا کہ یہ پھندے اور جال ہیں جن سے میں لوگوں کو پکڑتا ہوں، اس نے پوچھا، میرے لئے کونسا جال ہے؟ شیطان کہنے لگا کہ تیرے لئے کسی جال کی ضرورت ہی نہیں ہے، اس نے کہا، واہ! میں ایسا بھی نہیں ہوں کہ جال کے بغیر تیرے ہاتھ آجاؤں، شیطان نے کہا، اچھا دیکھ لینا، بات آئی گئی ہوگئی۔

اس کے بعد وہ آدمی اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا، راستے میں ایک دریا تھا۔ جب وہ دریا کے کنارے پہونچا تو کشتی جا چکی تھی، لہٰذا اس نے فیصلہ کرلیا کہ دریا عبور کر کے جاتا ہوں، کنارے پر ہی ایک بوڑھیا آفت کی پُڑیا جو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی، لاٹھی لے کر بیٹھی رو رہی ہے، اس نے پوچھا، اماں کیا ہوا؟ کہنے لگی، مجھے دریا کے اس پار جانا تھا، کشتی جا چکی ہے اور میں اکیلی ہوں، میں یہاں رہ بھی نہیں سکتی، میرے بچے گھر میں اکیلے ہیں، تو مجھے بھی کسی طرح ساتھ لے جا، میرے بچے تم کو دعائیں دیں گے، اس نے کہا، میں تجھے کیسے لے کر جاؤں؟ تم تو خود جاؤ گے ہی، میں تو ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوں، مجھے بھی کندھوں پر اُٹھا کر لے جانا، اُس نے کہا، نہیں، میں نہیں لے جاتا، اُس نے اُسے بڑی دعائیں دیں اور کہا کہ تمہارا بھلا ہوگا، میرے بچے اکیلے ہیں، میں گھر پہونچ جاؤں گی تو وہ بھی آپ کو دعائیں دیں گے، اس کے دل میں اس بوڑھیا کے بارے میں ہمدردی آ گئی، چنانچہ اس نے کہا، اچھا، چلیں میں آپ کو اُٹھا لیتا ہوں، پہلے تو اس نے سوچا کہ میں کمر پر اُٹھا لیتا ہوں، پھر کہنے لگا کہ کہیں پھسل نہ جائے، لہٰذا کہنے لگا کہ چلو میرے کندھوں پر بیٹھ جاؤ، وہ بوڑھیا کو کندھوں پر بٹھا کر دریا کے اندر داخل ہوگیا، چلتے چلتے وہ جب دریا کے بالکل درمیان میں پہونچا تو بوڑھیا نے اس کے

بال پکڑ کر کھینچے اور کہنے لگی، اے میرے گدھے! تیزی سے چل، وہ آدمی حیران ہو کر پوچھنے لگا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہی ہوں جس نے تجھے کہا تھا کہ تجھے قابو کرنے کے لئے کسی بھی جال کی ضرورت نہیں ہے، اب دیکھ کہ تجھے میں نے بغیر جال کے کیسے پھنسایا، تجھے نظر نہیں آ رہا تھا کہ میں غیر محرم ہوں، تو نے مجھے کندھوں پر کیسے بٹھلا لیا تھا۔

شیطان کا ننگے پھرنا

ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے، انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا، انہوں نے کہا، او مردود! تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی، وہ کہنے لگا، خُدا کی قسم! یہ آدمی نہیں ہے، اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں، آدمی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے ذکر اللہ کے ذریعہ میرے بدن کو بیمار کیا ہے۔

کہیں شہادت کا رتبہ نہ مل جائے

ایک بزرگ دیوار کے ساتھ چار پائی بچھا کر سوئے ہوئے تھے، ان کے پاس شیطان آیا اور انہیں جگا دیا، انہوں نے پوچھا، کیا ہوا؟ وہ تیزی کے ساتھ کہنے لگا، یہ دیوار گرنے والی ہے، بس تو ایک طرف ہٹ جا، جب انہوں نے جلدی میں سنا تو وہ ایک طرف ہٹ گئے، جیسے ہی وہ ایک طرف ہٹے دیوار نیچے گر گئی، وہ بزرگ کہنے لگے، بھئی! تیرا بھلا ہو، تو میرا کتنا خیر خواہ ہے، تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا، میں شیطان ہوں، انہوں نے فرمایا، شیطان تو کبھی کسی کی خیر خواہی نہیں کرتا، تو نے کیسے خیر خواہی کی۔؟ وہ کہنے لگا، میں نے اب بھی کوئی خیر خواہی نہیں کی، وہ حیران ہو کر کہنے لگے، یہ خیر خواہی تو ہے کہ تو نے مجھے دیوار کے نیچے دبنے سے بچا لیا، شیطان نے کہا، یہی تو میرا فن تھا، اگر آپ وہیں لیٹے رہتے اور دیوار گر جاتی تو اچانک دیوار کے نیچے دبنے کی وجہ سے آپ کو شہادت کی موت آتی، میں نے آپ کو پہلے ہی جگا دیا تا کہ کہیں آپ کو شہادت کا رتبہ نہ مل جائے۔

شیخ جیلانیؒ پر شیطان کا داؤ

ایک مرتبہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جنگل میں مراقبہ کررہے تھے، اچانک ایک نور ظاہر ہوا جس نے ماحول کو منور کر کے رکھ دیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ متوجہ ہوئے تو آواز آئی، اے عبدالقادر جیلانی! ہم تیری عبادت سے اتنے خوش ہیں کہ ہم نے تم سے قلم اٹھالیا، اب تو جو چاہے کر، تیرے گناہ تیرے نامہ اعمال میں نہیں لکھے جائیں گے، جب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے یہ بات سنی تو آپ نے اس بات کو قرآن اور حدیث پر پیش کیا جو سچے گواہ ہیں، ایک آیت سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: ''وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ'' اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ عبادت کرتے رہئے کرتے رہئے حتی کہ آپ اسی حال میں دنیا سے پردہ فرما جائیں، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے سوچا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے۔

پھر عبدالقادر جیلانیؒ کی یہ مجال کہاں کہ اس سے قلم ہٹالیا جائے، لہٰذا سمجھ گئے کہ یہ تو شیطان کا چکر ہے، انہوں نے فوراً پڑھا ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' یہ کلمات شیطان کے لیے توپ کے گولے کی طرح ہیں، چنانچہ جب یہ گولہ لگا تو وہ بھاگ کھڑا ہوا، مگر بھاگتے ہوئے دوسرا فائر کر گیا، کیونکہ کہ وہ بڑا خطرناک دشمن ہے، کہنے لگا، عبدالقادر جیلانی! میں نے اپنے اس حربے سے ہزاروں اولیاء کو دھوکے دیئے مگر تو اپنے علم کی وجہ سے بچ گیا، آپؒ نے پھر فرمایا: ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' کہ او مردود! میں اپنے علم کی وجہ سے نہیں بچا بلکہ میں اپنے پروردگار کے فضل کی وجہ سے بچا ہوں۔

سرکار کو کیسا پایا

جب انہیں سدرہ سے جاتے ہوئے تنہا پایا
پوچھو جبرئیل سے سرکار کو کیسا پایا
چال بادل نے، سکوں بحر نے، خوشبو گل نے
جن نے جو پایا ہے سرکار کا صدقہ پایا
پھول، خورشید، صبا، چاند، ستارے، شبنم
جس کو پایا درِ محبوب کا منگتا پایا
ان کے ہاتھ میں ہے انعام کی تقسیم کا کام
ہم نے انعام کے قاسم سے جو مانگا پایا
شق ہو مہتاب، پلٹ آئے اُفق سے خورشید
کس نے عالم میں میرے شاہ سا رتبہ پایا
جب سرِ بزم کبھی نعت سنائی نازشؔ
داد کے روپ میں رحمت کا خزانہ پایا
جب انہیں سدرہ سے جاتے ہوئے تنہا پایا
پوچھو جبرئیل سے سرکار کو کیسا پایا

صوفی محمد علی نازشؔ قادری

شرم وحیاء
اور
عفت وپاکدامنی

پروانۂ رسالتؐ کی شرم وحیاء کا عجیب نمونہ

حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک جگہ پر جہاد کے لیے قدم بڑھایا، آگے دشمن تھے، انہوں نے سوچا کہ ہم ان کو کسی طرح ان کے دین کے راستے سے ہٹائیں، چنانچہ انہوں نے اپنی عورتوں سے کہا کہ بے پردہ ہو کر گلیوں میں نکل آئیں تا کہ ان کی نگاہیں ادھر ادھر اٹھیں، اس طرح ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جو مدد ہے وہ ختم ہو جائیگی، جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے دیکھا تو انہوں نے بلند آواز سے اعلان کیا "قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ" ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں، یہ اعلان سن کر پورے لشکر کے لوگوں نے اپنی نگاہوں کو اس طرح نیچے کر لیا کہ کسی کی نگاہ کسی غیر عورت پر نہ پڑی، حتی کہ لشکر کے لوگ جب لوٹ کر آئے تو ان سے کسی نے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ وہاں کے مکانوں کی بلندی کیسی تھی؟ فرمانے لگے کہ جب امیر لشکر نے نظریں جھکانے کا حکم دیا تو ہم نے مکانوں کی اونچائی کی طرف دھیان ہی نہ دیا۔ سبحان اللہ!

حضرت مریمؑ کی عفت و پاکدامنی

بی بی مریمؑ اللہ تعالیٰ کی ایک نیک بندی گزری ہیں، ابھی پیدا بھی نہیں ہوئیں، ماں کے پیٹ میں ہیں، ان کی ماں ان کے لیے دعا کر رہی ہیں "رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ" اے اللہ! میرے پیٹ میں جو بھی ہے میں نے اسے تیرے لیے وقف کر دیا، تو اسے قبول فرمالے، چنانچہ اللہ رب العزت نے فرمایا: "فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا" حضرت زکریاؑ ان کے خالو تھے، وہ ان کے کفیل بنے۔۔۔۔۔۔ حضرت مریم علیہا السلام مسجد کے اندر اعتکاف کی حالت میں رہتیں اور سارا دن ذکر و عبادت میں مشغول رہا کرتی تھیں، اللہ رب العزت کی طرف سے ایسی رحمت ہوتی کہ اس کے لیے بے موسم کے پھل بھیجے گئے، لوگوں کے اندر ان کی عبادت اور تقویٰ کی

دھاک بیٹھی ہوئی تھی، لوگ بہت عزت کرتے تھے۔

ان کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، قرآن مجید نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور ایک سورۃ کا نام بھی سورۂ مریم رکھا "وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا" انہوں نے غسل کے لیے اپنے مکان کی مشرقی سمت کو اپنے لیے مخصوص کرلیا "مَكَانًا شَرْقِيًّا" سے مفسرین نے لکھا کہ نصاریٰ نے مشرق کو اسی لیے قبلہ بنالیا کہ وہ مشرق کی طرف گئیں، جب وہ مشرق کی طرف گئیں "فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا" انہوں نے اپنے اردگرد ایک حجاب (پردہ) تان لیا تاکہ تنہائی ہوجائے اور وہ غسل کرسکیں، اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اتنے میں "فارسلنا الیھا روحنا" ہم نے اس کی طرف اپنے روح الامین کو بھیجا "فتمثل لھا بشرا سویا" اور وہ ایک بھرپور انسان کی شکل میں اس کے پاس پہنچے، جب تنہائی میں مریم کے سامنے ایک بھرپور انسان آیا تو اس وقت مریم گھبرا گئیں، وہ آج کے وقت کی کوئی بگڑی ہوئی بیگم نہ تھی کہ ایک نامحرم کو تنہائی میں دیکھ کر مسکرا دیتی، وہ اللہ پاک کی نیک بندی تھی، چنانچہ اس کے چہرے کے اوپر گھبراہٹ کے آثار نظر آئے، فرمانے لگی "انی اعوذ بالرحمٰن منك ان كنت تقيا" میں تجھ سے اللہ رب العزت کی پناہ مانگتی ہوں کہ تجھ سے میری حفاظت فرمائے، تیرے چہرے سے تو تقویٰ ظاہر ہوتا ہے، اس وقت جبرئیل علیہ ولسلام نے پہچان لیا کہ بی بی مریمؑ گھبرا گئی، چنانچہ انہوں نے فوراً اللہ کا پیغام دیا کہ "اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ" میں تیرے رب کا بھیجا ہوا نمائندہ ہوں "لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا" تاکہ تجھے ستھرا بیٹا دے۔

اب اس بات کو سن کر مریمؑ کی پریشانی بجائے کم ہونے کے الٹا اور زیادہ بڑھ گئی، مریمؑ سوچنے لگی کہ پہلے تو میں اس سے اللہ کی پناہ مانگ رہی تھی مگر جو اس نے بات کہہ دی اس نے تو مجھے اور زیادہ پریشان کردیا، چنانچہ کہنے لگی "اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ" میرے بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ "وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ" نہ مجھے کسی بشر نے چھوا "وَلَمْ اَكُ بَغِيًّا" اور نہ میں نے کوئی برائی کا کام کیا۔۔۔۔۔ مریم جانتی تھی کہ بیٹا ہونے کے دو سبب ہوا کرتے ہیں، یا نکاح کے

ذریعے سے یا گناہ کے ذریعے سے، چونکہ ان کی زندگی میں دونوں کام نہیں تھے اس لیے مریمؑ کہنے لگی کہ جب سبب موجود نہیں تو میرے بیٹا کیسے پیدا ہوگا؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: "قَالَ كَذٰلِكَ" کہ ایسا ہی ہے کہ نہ تیرا نکاح ہوا ہے اور نہ تو نے گناہ کیا ہے، "كَذٰلِكَ" کے لفظ کے ساتھ اللہ رب العزت نے مریم کی پاکدامنی پر مہر لگا دی، اللہ رب العزت ہر ایک کو ایسی بیٹی عطا فرمائے، جس کی پاکدامنی پر ایسی مہر لگی ہوئی ہو، آگے فرمایا: "قال ربك هو علی هین" تیرے پروردگار نے کہا کہ میرے لیے آسان ہے، مریم! یہ بیٹا تجھے پروردگار نے دینا ہے کسی زلفوں والی سرکار نے نہیں دینا، اس لیے تجھے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اسی وقت مریمؑ کو اپنے اندر حمل کے آثار محسوس ہونا شروع ہو گئے، اس وقت مریم پریشان ہوگئی، وہ کھجور کے ایک درخت کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی، جبرائیلؑ تو چلے گئے مگر بی بی مریم اب غمزدہ ہے، پریشان ہے، زندگی کا پس منظر سامنے ہے، وہ دل ہی دل میں کہنے لگی، اے اللہ! میں تو تیری عبادت کرتے ہوئے عمر گزارنے والی بندی ہوں، میں نے اپنی عمر اعتکاف میں گزاری، لوگوں میں میری نیکی اور تقویٰ کے چرچے ہیں، مگر آج میں اس حال میں بیٹھی ہوئی ہوں کہ جب لوگوں کے سامنے یہ بات ظاہر ہوگی تو میں ان کو کیا چہرہ دکھاؤنگی، میری ساری عبادت کے اوپر پانی پھر جائیگا، لوگوں میں بدنامی ہوگی، میری زندگی کیسے گزری اور یہ معاملہ کیسا پیش آیا۔

حضرت مریمؑ اس درخت کے ساتھ ایسے بیٹھی ہے جیسے کوئی ہارا ہوا جرنیل ہوا کرتا ہے، اس وقت اتنی گھبراہٹ تھی کہ دل کہہ رہا تھا کہ اس زندگی سے تو مرجانا بہتر ہے، چنانچہ کہنے لگی "یالیتنی مت قبل هذا و کنت نسیا منسیا" اے کاش! میں تو اس سے پہلے مرچکی ہوتی اور بھولی بسری چیز بن چکی ہوتی، معلوم ہوا کہ جو عفیفہ عورتیں ہوتی ہیں انہیں اپنی بدنامی اور بے عزتی سے ہمیشہ ڈر لگا کرتا ہے، وہ اللہ کی پناہ مانگتی ہیں، وہ مرجانے کو پسند کرتی ہیں، مگر کوئی ایسا فعل نہیں کرتیں، جب بی بی مریمؑ نے ایسی بات کہی تو "فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَا" ان کو پھر نیچے سے ایک آواز آئی، بعض مفسرین کرام نے لکھا کہ یہ جبرئیلؑ نے دوبارہ ان سے کلام کیا تھا اور بعض نے کہا کہ اللہ رب العزت نے کلام فرمایا: بہرحال ان کو فرمایا: "لا تحزنی"

مریم! تو پریشان نہ ہو، یہ رب کی باتیں ہیں، جب اس نے تجھے یہ اپنی نشانی دی تو وہ پروردگار تیری پاسبانی بھی کریگا، فرمایا: یہ جو تمہیں اپنے قریب درخت نظر آرہا ہے اس پر ہم نے کھجوریں لگا دی ہیں، تم کھجور کے اس درخت کو ہلانا "هُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَباً جَنِياً" تمہارے اوپر تر کھجوریں گریں گی ان کو کھالینا اور تمہارے نیچے پانی جاری کر دیا گیا ہے اس پانی کو پی لینا، اس کے بعد جب تمہارے ہاں بچے کی ولادت ہو تو اس بچے کی جبین پر نبوت کے نور کی کرنیں پھوٹتے دیکھ کر اس بچے کی جبین کو بوسے دینا، اس سے تمہارے دل کو تسلی ہو جائیگی، مریمؑ! اگر لوگ تجھ سے پوچھیں کہ یہ کیا معاملہ بنا تو کہنا: "انی نذرت للرحمن صوما" کہ میں نے تو رحمان کے لیے روزہ رکھا ہوا ہے "فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِياً" آج کسی بندے سے بھی میں بات نہیں کروں گی، اس وقت کی شریعت میں بولنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا تھا، امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا کر دی کہ بولنے کی اجازت عطا فرما دی، چنانچہ جب بی بی مریمؑ بچے کو لے کر آتی ہیں "فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تحمله" بچے کو جب سینے سے لگا کر قوم میں آتی ہیں تو وہ حیران ہوتے ہیں "قالوا يَمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئاً فَرِيّاً" کہنے لگے، اے مریمؑ! تو یہ کیا غضب کی چیز لے کر آگئی "يَا أُخْتَ هَارُونَ" اے ہارونؑ کی بہن! "مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِياً" نہ تیرا باپ ایسا برا تھا اور نہ تیری ماں بری تھی، تو یہ برائی کیسے کر کے آئی؟ معلوم ہوا کہ عورت سے جب کوئی غلطی کوتاہی ہوتی ہے، تو اس کے ماں باپ اور بھائیوں پر بات جاتی ہے، اس کے محرم مردوں پر بات جایا کرتی ہے۔

جب قوم نے طعنوں کے نشتر چلائے تو اس وقت مریمؑ کے دل پر غم طاری ہوا، مریمؑ بہت پریشان ہوئیں اور "فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ" اس بچے کی طرف اشارہ کیا، کہنا یہ چاہتی تھی کہ تم میرا سر مت کھاؤ، پوچھنا ہے تو اسی بچے سے پوچھو کہ یہ کیسے پیدا ہوا؟ قوم نے بچے کی طرف دیکھا اور کہا "قالوا كيف نكلم من كان في المهد صبيا" کہ گود میں پڑا چھوٹا سا بچہ کیسے بول سکتا ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک پاکدامن بندی کے لیے اپنے نظام کو بدل کر رکھ دیا،

فرمایا: میرے پیارے عیسیٰ! بچے اس عمر میں بولا نہیں کرتے، مگر آج تیری ماں پر بہتان لگایا جا رہا ہے، میں اپنے نظام کو بدلتا ہوں، اب تجھے بولنا ہوگا اور اپنی ماں کی برأت کی گواہی دینی ہوگی، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے ہیں "اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہ" میں اللہ کا بندہ ہوں "اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا" سبحان اللہ! اللہ رب العزت نے عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اپنی پیاری بندی کی پاکدامنی کی گواہی دلوائی۔ سبحان اللہ!

سیدہ فاطمہؓ نے پہلی کا چاند بھی نہ دیکھا

اللہ تعالیٰ نے سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو عجیب حیاء عطا فرمائی تھی، ایک دفعہ چاند کی پہلی تاریخ تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ کی بیٹی فاطمہؓ تشریف لائیں تھیں، پوچھا، فاطمہ! کیا تم نے چاند دیکھا ہے؟ عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے چاند نہیں دیکھا، فرمایا، بیٹی! تم نے کیوں نہیں دیکھا؟ وہ خاموش ہوگئیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا، اس کی کیا وجہ تھی؟ سیدہ فاطمہؓ نے جواب دیا: اے ابا جان! میرے دل میں خیال آیا کہ آج پہلی کا چاند ہے سب لوگ چاند کی طرف دیکھ رہے ہوں گے، اگر میں بھی دیکھوں گی تو میری نگاہیں اور غیر محرم مردوں کی نگاہیں چاند کے اوپر اکٹھی ہوں گی، میں نے اس بات کو شرم وحیاء کے خلاف پایا، اس لئے میں نے آج چاند نہیں دیکھا۔۔۔۔۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی بیٹیاں عطا کرے جن میں ایسی حیاء ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی زندگی عطا فرمائیں کہ ہماری زندگی سے گناہ نکل جائیں۔

نگاہِ شریعت میں پسندیدہ عورت کون؟

عورت کی صفات میں سے سب سے بہتر صفت کے بارے میں ایک مرتبہ صحابہ میں بات چل رہی تھی، کوئی کچھ کہہ رہے تھے، کوئی کچھ کہہ رہے تھے، اسی دوران حضرت علی رضی

اللہ عنہ اُٹھ کر گھر تشریف لے گئے، وہاں پہونچ کر حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ سے بات ہوئی، ان کو بھی بتایا کہ آج تو مسجد میں اس عنوان پر گفتگو ہو رہی تھی، انہوں نے فرمایا کہ میں بتاؤں کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے پسندیدہ عورت کون ہے؟ فرمایا، بتائیں، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے پسندیدہ عورت وہ ہے جو نہ خود کسی نامحرم کی طرف دیکھے اور نہ کوئی غیر محرم اس کو دیکھ سکے یعنی اتنی باحیا ہو کہ اس کی اپنی نگاہیں بھی نامحرم پر نہ پڑیں اور اتنی پردہ دار ہو کہ غیر محرم بھی اس کو نہ دیکھ سکے، جب انہوں نے یہ بتایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے اور عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ نے اللہ کی پسندیدہ عورت کی دو صفتیں بتائیں ہیں، تو جب انہوں نے یہ صفتیں بیان کیں تو نبی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا **فاطمه بضعة منی** فاطمہ تو میرے دل ایک ٹکڑا ہے، تو معلوم ہوا کہ جو عورت خود پردہ دار ہو کہ غیر محرم اس کو نہ دیکھ سکے اور خود بھی غیر محرم کو نہ دیکھنے والی ہو، یہ عورت اللہ رب العزت کی پسندیدہ عورت ہے۔

حضرت عائشہؓ کی عفت کی شہادت تادم قیامت

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی زندگی میں بھی ایک عجیب واقعہ پیش آیا، اللہ رب العزت کی بھی عجیب مشیت ہوتی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی المصطلق میں تشریف لے گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس آنے لگے تو قافلے کو چلنا تھا، قافلے کے لوگ تیار ہو کر چلتے رہتے تھے، سینکڑوں بلکہ ہزاروں اونٹ ہوتے تھے، چلتے ہوئے گھنٹہ لگا کرتے تھے، قافلے میں جانا ہے، پتہ نہیں سفر میں کتنا وقت لگ جائے، کیوں نہ ہو کہ میں قضائے حاجت سے فارغ ہو جاؤں، قضائے حاجت کے لیے کھیتوں میں جایا کرتے تھے، چنانچہ آپ ذرا دور چلی گئیں تاکہ فراغت حاصل کر سکیں، جب فراغت حاصل کر کے واپس آئیں تو آپ کو ہودج میں بیٹھنا تھا، جس کو سواری کے اوپر رکھا جاتا تھا۔

اتنے میں آپ نے محسوس کیا کہ میرے گلے میں ایک ہار پہنا ہوا تھا، وہ کہیں ٹوٹ کر

گر گیا ہے، سوچا کہ ابھی تو روانہ ہونے میں وقت ہوگا، میں جا کر ہار دیکھ لیتی ہوں، آپ ہار ڈھونڈھنے کے لیے واپس تشریف لے گئیں، پیچھے صحابۂ کرامؓ نے سوچا کہ آپ تشریف تو لے آئی تھیں، لہٰذا ہودج میں بیٹھ گئی ہوں گی، چنانچہ چار پانچ آدمیوں نے مل کر ہودج کو اٹھا کر سواری کے اوپر رکھ دیا، آپ کی عمر بھی کم تھی اور وزن بھی کم تھا، چار پانچ آدمی اٹھانے والے تھے تو ان کو پتہ بھی نہ چلا کہ آپ اندر بیٹھی ہوئی ہیں کہ نہیں۔

اب قافلے کے لوگ تو وہاں سے چلے گئے، جب آپ واپس آئیں تو آپ نے دیکھا کہ وہ جگہ خالی ہے اور قافلہ جا چکا ہے، آپ کو اطمینان تھا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلے گا تو کسی نہ کسی کو بھیجیں گے، چنانچہ آپ وہیں پر بیٹھ گئیں، تھوڑی دیر کے بعد نیند غالب آ گئی، چنانچہ اپنے اوپر چادر لی اور سو گئیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ صحابہؓ میں سے کسی ایک صحابی کو حکم دیا جاتا تھا کہ جب سارا قافلہ چلا جائے، اگر رات کا وقت ہو تو صبح کے وقت اس جگہ پر آ کر دیکھیں کہ کہیں کوئی چیز پیچھے نہ پڑی رہ گئی ہو، چنانچہ ایک بدری صحابی حضرت صفوان بن معطلؓ (جو پکی عمر کے تھے) کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام پر تعینات فرمایا تھا، وہ جب اس جگہ پر آئے تو کسی کو اس جگہ پر لیٹا ہوا پایا، قریب آئے تو انہوں نے پہچان لیا کہ یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں، انہوں نے اونچی آواز میں "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھا، ان کی آواز سن کر آپؓ کی آنکھ کھل گئی، آپ نے جو اپنے اوپر چادر لی ہوئی تھی، اس سے اپنے آپ کو پوری طرح ڈھانپ لیا، انہوں نے آپ کے لیے اپنے اونٹ کو بٹھایا، آپ اوپر بیٹھ گئیں، انہوں نے مہار پکڑی اور چل پڑے حتی کہ وہ جب اس قافلے کے پاس پہنچے تو قافلے میں موجود منافقین تھے انہوں نے دیکھا تو کہنے لگے کہ وہاں اس میں تو کچھ نہ کچھ بات ہوگی، وہ تو پہلے ہی ایسے موقع کی تلاش میں تھے جس میں وہ مسلمانوں کو پریشان کر سکیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچا سکیں، چنانچہ انہیں باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔

چنانچہ جب مدینہ پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا پتہ چلا، آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو بڑا صدمہ ہوا، لوگوں میں یہ بات عام ہونا شروع ہوگئی، سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں آ کر مہینہ تک بیمار رہی اور کمزور بھی ہوگئی، ایک دن میں ایک صحابیہ ام مسطحؓ کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے رات کو باہر نکلی، وہ ایک جگہ پر قدم اٹھانے لگیں تو ان کو ٹھوکر لگی، انہوں نے اپنے بیٹے کے بارے میں بددعا کردی، میں نے کہا، تم اپنے بیٹے کے لیے بددعا کیوں کررہی ہو؟ وہ کہنے لگیں کہ تمہیں پتہ نہیں کہ وہ تمہارے متعلق کیا بات کہہ رہا ہے؟ میں نے پوچھا کہ کیا بات کہہ رہا ہے؟ اس وقت انہوں نے ساری تفصیل بتادی کہ آپ کے بارے میں اس وقت شہر میں یہ باتیں ہورہی ہیں، فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ باتیں سنیں تو میرے دل میں بڑا صدمہ ہوا، میں گھر آئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد سے تشریف لائے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئی اور سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دیا مگر چہرہ دوسری طرف کرلیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموش نگاہوں نے مجھے بہت ساری باتیں سکھادیں کہ اس وقت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر بوجھ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات نہیں کرنا چاہتے۔

میں نے سوچا کہ چلو میں اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاتی ہوں تاکہ صحیح حالات کا پتہ چل سکے، میں نے اجازت چاہی، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمادیا کہ ہاں چلی جاؤ، فرماتی ہیں کہ جب میں وہاں پہنچی تو میری والدہ نے دروازہ کھولا، میں نے دیکھا کہ میری والدہ کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہوچکی ہیں، پریشان چہرے کے ساتھ کھڑی ہیں، میں نے پوچھا، امی! میرے ابو کدھر ہیں؟ انہوں نے اشارہ کردیا، میں نے دیکھا کہ چارپائی پر بیٹھے اللہ کا قرآن پڑھ رہے ہیں، ایک ایک آیت پر آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرتے ہیں، اللہ کے حضور دعائیں مانگ رہے ہیں، فرماتی ہیں کہ میں نے جب غم کا ماحول دیکھا تو میری طبیعت اور زیادہ آزردہ ہوئی، میں نے سوچا کہ میں کیا کروں؟ جن پر مجھے مان تھا، جو میری زندگی کے رکھوالے تھے وہ بھی مجھ سے ناراض ہیں، ماں باپ بھی آج جدا ہیں، میں آج کہاں جاؤں؟ دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ہو کہ میں اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوں، چنانچہ فرماتی ہیں

میں نے وضو کیا اور گھر کے ایک کونے کی طرف جانے لگی، ماں نے پوچھا عائشہ! کدھر جارہی ہو؟ ان کو ڈر لگ گیا تھا کہ بیٹی غم زدہ ہے، ایسا نہ ہو کہ بیٹی کوئی سنگین فیصلہ کرلے، فرماتی ہیں، کہ اس وقت میں نے کہا، امی! میں اپنے رب کے حضور دعائیں کرنے جارہی ہوں، گویا یوں کہنا چاہتی تھیں امی! ہائی کورٹ تو ناراض ہوگئے، اب میں سپریم کورٹ کا دروازہ کھٹکھٹانے جارہی ہوں، فرماتی ہیں کہ میں نے مصلیٰ بچھایا اور سجدے میں سر رکھ کر دعائیں مانگنی شروع کیں کہ اے مسکینوں کے پروردگار! اے فریاد سننے والے اللہ! اے مظلوموں کے پروردگار! اے کمزوروں کی سننے والے آقا! تیرے مقبول بندوں پر جب بھی کوئی ایسا وقت آیا، اللہ! تو نے ہی ان کی مدد کی، اللہ! یوسفؑ پر بات بنی تھی تو آپ نے برأت دلوائی، اللہ! مریمؑ پر بات بنی تھی تو آپ ہی نے ان کی پاکدامنی کی گواہی دلوائی، اللہ! آج تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حمیرا تیرے دروازے پر حاضر ہے اور فریاد کرتی ہے کہ میرے بارے میں بھی اسی طرح کی باتیں کی جارہی ہیں، پروردگار! تو حمیرا کی مدد فرما، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وقت میرے ساتھ بات کرنا چھوڑ دی ہے، اللہ! تیرے سوا کوئی ذات نہیں جو دکھی دلوں کو تسلی دے سکے، جو غم زدہ دلوں کو اطمینان دے سکے، رو رو کر دعائیں کررہی ہیں۔

ادھر دعائیں مانگی جارہی ہیں اور ادھر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ میں مجلس مشاورت قائم کی ہوئی ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ تو گھر میں تھے، باقی صحابۂ کرامؓ جمع ہیں، محدثین نے اس کا عجیب منظر لکھا، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی غمزدہ بیٹھے تھے، صحابہ کے چہروں پر اداسی تھی، انہوں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو غمزدہ دیکھا جس کی وجہ سے ان کی طبیعت بھی عجیب بن چکی تھی، چنانچہ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم سسکیاں لے لے کر رو رہے تھے، نبیؐ نے اس وقت اپنے یاروں سے پوچھا، اس معاملہ میں تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ سب سے پہلے حضرت عمرؓ سے پوچھا، عمر! تم اس معاملہ میں کیا مشورہ دیتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر کہا: اے اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت وشرافت بخشی، آپ کے بدن پر کوئی گندی مکھی کو بیٹھنے کی اجازت نہیں تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ایسی کیسے ہوسکتی ہے، جس کے اندر گناہوں کی نجاست ہو، اس لیے مجھے تو ٹھیک نظر نہیں آتی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان غنیؓ سے پوچھا عثمان تم بتاؤ کہ معاملہ کیا ہوسکتا ہے، حضرت عثمان غنیؓ نے نبوت کی صحبت کا حق ادا کر دیا، عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ رب العزت نے آپ کو ایسا بنایا کہ بادل آپ پر سایہ کئے رکھتا ہے، آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا کہ ایسا نہ ہو کہ کسی کا قدم آپ کے سایہ پر پڑ جائے، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ادب کا اتنا لحاظ فرمایا کہ کسی غیر کے قدم آپ کے سایہ پر نہیں پڑ سکتے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی کو آپ کی زوجہ مطہرہ پر قدرت حاصل ہو جائے، لہذا یہ چیز تو ہمارے وہم وگمان سے بھی باہر ہے، ان کی بات سن کر نبی اکرم خاموش ہو گئے، اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے پوچھا! تم بتاؤ کہ کیا معاملہ ہوسکتا ہے؟ سیدنا علیؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ آپ کے جوتے کے ساتھ نجاست لگی ہوئی تھی، آپ چاہتے تھے کہ پہن لیں، مگر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیجا تھا اور آپ کو اطلاع دی تھی کہ آپ کے جوتے کے ساتھ نجاست لگی ہوئی ہے جب جوتے پر نجاست لگی ہوئی تھی تو آپ کو بتا دیا گیا تھا، اگر آپ کے گھر والوں کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ ہوتا تو آپ کو کیوں نہ بتا دیا گیا، اس لیے یہ بات مجھے ٹھیک نظر نہیں آتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھر خاموش ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگینی کو دیکھ کر حضرت علیؓ دوبارہ بولے، اور کہنے لگے، اے اللہ کے نبیؐ! اگر آپ کی طبیعت بہت غم زدہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو طلاق دے دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیویوں کی کونسی کمی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی اور رفیقۂ حیات عطا فرما دیں گے، ان کی یہ بات سن کر حضرت عمرؓ تڑپے اور کھڑے ہو گئے، انہوں نے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ یہ ارشاد فرمائیے کہ یہ نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے کیا تھا یا آپ کو اشارے سے بتا دیا گیا تھا، یہ آپ کی پسند تھی یا کسی اور کی پسند تھی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ کیا کہ یہ تو میرے رب کی طرف سے اشارہ تھا، حضرت عمرؓ فرمانے لگے، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اب

آپ مجھے چھوڑ دیجئے اور ان منافقین کو چھوڑ دیجئے، میری تلوار جانے اور منافقین کی گردن جانیں، وہ ایسی توہین آمیز بات کیسے کر سکتے ہیں؟ رب کریم کی پسندیدہ وہ ایسی باتیں کر رہے ہیں، یہ نہیں ہوسکتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت حضرت عمرؓ کو پیار کی آنکھوں سے دیکھ کر حضرت عمرؓ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا، گویا دل سے کہہ رہے تھے کہ عمر! اللہ تیرا نگہبان ہو، تو نے میرے غم کو ہلکا کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں اطمینان آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور مجلس برخاست ہوگئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر کی طرف یہ معلوم کرنے کے لیے جاتے ہیں کہ میری حمیرا کس حال میں ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دستک دیتے ہیں، سیدنا صدیق اکبرؓ کی اہلیہ نے دروازہ کھولا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کا رو رو کر برا حال ہو چکا ہے، جب صدیق اکبرؓ کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں بھی رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں، اور سوج چکی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، حمیرا نظر نہیں آ رہی، حمیرا کہاں ہے؟ انہوں نے کونے کی طرف اشارہ کیا، اس وقت سیدہ عائشہؓ سجدے میں دعائیں مانگ رہی تھیں، بعد میں فرماتی ہیں کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تھے، تو میرے دل میں بات آئی کہ میں اسی وقت اٹھ کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے ساتھ چمٹ جاؤں اور جی بھر کر رولوں کہ میرے ساتھ یہ کیا معاملہ پیش آ رہا ہے مگر میرے دل نے کہا، عائشہ! تو نے اپنے رب کے سامنے اپنی فریاد بیان کر لی ہے، اب اپنے رب سے ہی مانگ لے، تیرا رب نگہبان ہوگا، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حمیرا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتے ہی حمیرا نے سجدہ مکمل کیا اور آ کر چارپائی پر خاموش بیٹھ گئیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حمیرا! اگر تجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، تو اپنے رب سے معافی مانگ لے، رب کریم گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں، فرماتی ہیں کہ اس وقت تک تو میں صبر کے ساتھ بیٹھی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر میرے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے، میری آنکھوں سے آنسو آنا شروع ہو گئے، میں روتی رہی مگر خاموش تھی، روتے ہوئے میں نے کہا، میں وہی بات

کہوں گی جو یوسفؑ کے والد نے کہی تھی، "اِنَّمَآ اَشۡكُوۡ بَثِّىۡ وَحُزۡنِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ" میں اپنا غم اور شکوہ اپنے رب سے کہتی ہوں، فرماتی ہیں کہ میں نے یہ الفاظ کہے اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر پسندیدہ پسینے کے قطرے دیکھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر حسین کپکپی دیکھی جو وحی کے نزول کے وقت ہوا کرتی تھی، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر غنودگی کی سی طاری ہوتی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر چادر لے لی، فرماتی ہیں کہ میں آرام سے بیٹھی تھی، میرے دل میں خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو القا کر دیں گے یا نیند میں کوئی خواب دکھا دیں گے اور وضاحت فرما دیں گے، مگر میرے باپ اور میری ماں پر وہ چند لمحے بڑے عجیب تھے، میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ تڑپ رہے تھے، کہ وحی نازل ہو رہی ہے، پتہ نہیں کہ میری بیٹی کی قسمت کا کیا فیصلہ ہوتا ہے، والد کی آنکھوں میں بھی آنسو اور والدہ کی آنکھوں میں بھی آنسو، فرماتی ہیں آرام سے بیٹھی تھی، تھوڑی دیر کے بعد میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور کپڑے سے ایسے باہر نکلا جیسے بادل ہٹتا ہے تو پندرھویں کا چاند نظر آتا ہے، فرمانے لگیں کہ میں نے چہرۂ انور پر بشاشت دیکھی، میں سمجھ گئی کہ اللہ رب العزت نے رحمت فرما دی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عائشہ! مبارک ہو، اللہ کا کلام آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "اَلۡخَبِيۡثٰتُ لِلۡخَبِيۡثِيۡنَ وَالۡخَبِيۡثُوۡنَ لِلۡخَبِيۡثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيۡنَ وَالطَّيِّبُوۡنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا يَقُوۡلُوۡنَ" اللہ تعالیٰ نے تیری برأت نازل فرما دی، فرماتی ہیں کہ اس وقت میری والدہ فرمانے لگیں، عائشہ! اٹھ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا فرما، فرمانے لگیں، میری توجہ رب کی طرف گئی، فرمانے لگیں میں اپنے رب کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حمیرا کی فریاد قبول فرمالی، ان کی پاکدامنی کی گواہی میں قرآن مجید میں ۱۸ر آیتیں نازل فرما دی گئیں، یہی نہیں کہ ان کی برأت نازل فرما دی بلکہ آگے فرما دیا کہ تمہیں اتنا عرصہ جو پریشان رہنا پڑا، اس کے بدلے میں "لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ" تمہارے لیے مغفرت اور اللہ کی طرف سے

بہت بڑا اجر ہے۔

جب پاکدامن انسان کو زندگی میں پریشان آتی ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ خود ان کی پشت پناہی فرمایا کرتے ہیں، آج بھی جو انسان نیکوکاری کی زندگی اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کریگا اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اس کے ساتھ ہوگی، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کتنی اچھی ہیں کہ آپ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی بھی ایسا کام نہ کیا جائے جو حیاء کے تقاضوں کے خلاف ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک صحابیؓ کو حیاء کا ایسا نمونہ بنا دیا تھا کہ ان کی نگاہیں پاکیزہ، ان کے دل پاکیزہ، اور ان کی زندگی گناہوں سے پاکیزہ ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کی پاکدامنی والی زندگیوں کا نمونہ عطا فرمادے اور ہمیں بھی حیاء اور غیرت والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین

میں اندھا ہوا اس وقت سے جب سے ہوا تو بے حیاء

ہم اپنے اسلاف کی زندگیوں کو دیکھیں تو یہ چیزیں ہمیں ان میں عجیب وغریب نظر آتی ہیں، امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک مرتبہ تشریف لے جارہے تھے، ایک آدمی حمام سے نہا کر نکلا تو اس نے ایسا تہبند باندھا ہوا تھا کہ اس کے گھٹنوں سے اوپر تھا یعنی جسم کا وہ حصہ مرد کے لیے چھپانا ضروری ہے، وہ ننگا تھا، تو آپ نے اپنی آنکھوں کو فوراً بند کرلیا، وہ آدمی قریب آیا اور کہنے لگا اے نعمان! آپ کب سے اندھے ہوئے؟ آپ نے فرمایا، جب سے تجھ سے حیاء رخصت ہوئی تب سے میں اندھا ہوگیا ہوں۔

شرم وحیاء کی پیکر کی برکت سے قحط ہوا رخصت

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ایک عجیب بات لکھتے ہیں کہ جس انسان کی زندگی پاکدامنی کی زندگی ہوگی، اللہ رب العزت اس انسان کی دعاؤں کو کبھی ردّ نہیں فرمایا کرتے، اس کے بعد انہوں نے ایک واقعہ نقل کیا، فرماتے ہیں کہ دہلی میں ایک مرتبہ قحط پڑا، بارش نہیں

ہوتی تھی، لوگ پریشان، جانور پریشان، چرند و پرند پریشان، نہ سبزہ ہے نہ پانی تھا، ہر طرف خشکی ہی خشکی نظر آتی تھی، اس پریشانی کے عالم میں لوگ علماء کی خدمت میں آئے کہ آپ ہمارے لئے کوئی دعا کیجیے، انہوں نے نمازِ استسقاء کے لئے سب لوگوں کو بلایا، چھوٹے بڑے، مرد و عورت سب اکٹھے ہو گئے، انہوں نے نماز ادا کی اور اللہ تعالی سے رو رو کر دعائیں مانگتے دن گذر گیا، مگر قبولیت کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہو رہے تھے، جب عصر کا وقت ہوا تو دیکھا کہ ایک سواری پر کوئی سوار ہے اور ایک نوجوان آدمی اس سواری کی نکیل پکڑ کر جا رہا ہے، وہ قریب سے گذرا تو رکا، اس نے آ کر پوچھا کہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ لوگ اللہ تعالی سے اس کی رحمت کی دعا مانگ رہے ہیں، مگر قبولیت کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہو رہے، وہ کہنے لگا، اچھا میں دعا مانگتا ہوں، وہ آدمی سواری کی طرف گیا اور وہاں جا کر پتہ نہیں اس نے کیا بات کہی کہ تھوڑی دیر میں آسمان پر بادل آ گئے اور سب نے دیکھا کہ چھم چھم بارش برسنے لگی، سب حیران تھے، چنانچہ جن علماء کو اس لڑکے کی بات کا پتہ تھا وہ اس کے پیچھے گئے کہ ہم پوچھیں کہ اس کی بات میں کیا راز تھا؟ جب اس سے جا کر پوچھا کہ اللہ کی یہ رحمت کیسے آئی؟ تو وہ کہنے لگا کہ اس سواری پر میری والدہ سوار ہیں، انہوں نے پاکیزہ زندگی گزاری، پاکدامنی والی زندگی گزاری، یہ عفیفہ زندگی گزارنے والی عورت ہے، جب مجھے پتہ چلا کہ آپ کی دعا قبول نہیں ہو رہی ہے تو میں ان کے پاس آیا اور ان کی چادر کا کونہ پکڑ کر دعا مانگی کہ اے اللہ! میں اس ماں کا بیٹا ہوں جس نے پاکدامنی کی زندگی گذاری، اللہ! اگر آپ کو یہ عمل قبول ہے تو آپ رحمت کی بارش عطا فرما دیجئے، ابھی دعا مانگی ہی تھی کہ پروردگار نے رحمت کی بارش عطا فرما دی۔ سبحان اللہ!

ملک یمن سے دیارِ حرم تک عفت کا مشعل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں حیاء والی صفت ایسی کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی کہ ان کی نگاہیں غیر کی طرف اُٹھتی ہی نہیں تھیں، چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب ؓ کے دور

میں ایک عورت یمن سے چلی اور مدینہ طیبہ اکیلی آئی، اس نے مہینوں کا سفر کیا۔ وہ رات کو بھی کہیں ٹھہرتی ہوگی، اس کے پاس مال بھی تھا، اسے جان اور اپنی عزت و ناموس کا بھی خطرہ تھا، حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو آپ نے انہیں بلوایا، پہلے یہ پوچھا کہ اکیلی کیوں آئی؟ اس نے کوئی عذر پیش کیا، پھر آپؓ نے ایک سوال پوچھا کہ بتاؤ تم جوان العمر عورت ہو، تم نے اکیلے سفر کیا، آبادیوں سے بھی گذری، ویرانوں سے بھی گذری، تمہیں جان و مال اور عزت و آبرو کا بھی خطرہ تھا، یہ بتاؤ کہ تم نے یمن سے مدینہ تک کے لوگوں کو کس حال پر پایا؟ اس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! میں یمن سے چلی اور مدینہ تک پہونچی اور میں نے راستہ کے سب لوگوں کو ایسے پایا کہ جیسا یہ سب کے سب ایک ماں باپ کی اولاد ہوتے ہیں، ان سب کی نگاہیں اتنی پاکیزہ تھیں کہ جوان العمر عورت سینکڑوں میل کا سفر کرتی تھی اور اسے اپنی عزت و آبرو کا کوئی خطرہ نہیں ہوا کرتا تھا۔

غم واندوہ میں بھی پردہ نہ چھوٹ پایا

حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ایک عورت تھی، جس کا جوان بیٹا فوت ہوگیا، وہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی، اداس تھی، مغموم تھی، رو رہی تھی، مگر بالکل کپڑے پردے کے اندر لپٹی ہوئی تھی، ایک صحابی نے یہ کہہ دیا دیکھو یہ بوڑھی عورت ہے، اس کا جوان بیٹا فوت ہوگیا ہے لیکن یہ خود کتنی کپڑوں میں لپٹی بیٹھی ہے، تو وہ صحابیہؓ ان کو کہنے لگیں کہ میرا بیٹا ہی تو فوت ہوا ہے، میری حیا تو فوت نہیں ہوئی ہے کہ میں اپنے جسم سے کپڑا ہٹا دوں، تو ایسے وقت میں بھی جب ماں بچے کی وجہ سے اتنی غمزدہ ہوتی ہے کہ اس کو اپنا ہوش نہیں رہتا صحابیات اس حالت میں بھی پردے کا لحاظ کرتی تھیں، تو پھر عام حالات میں وہ کتنا لحاظ کرتی ہوں گی۔

پردے کا مخالف ہکا بکا رہ گیا

حضرت مدنیؒ ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے، ایک انگریز اپنی میم صاحبہ کو لے کر آیا اور

سامنے بیٹھ گیا، اب میم صاحبہ تو بے پردہ تھی، جب اس کو پتہ چلا کہ یہ حضرت مدنیؒ ہیں تو اس نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی، کہنے لگا کہ دیکھو اسلام اپنی عورتوں کو گھروں میں جیل کی طرح قید رکھتا ہے، ہم تو اپنی عورتوں کو آزادی دیتے ہیں، دیکھئے، یہ میرے ساتھ گھوم گھام رہی ہے، زندگی کے عیش و آرام کے دن گزار رہی ہے، حضرت مدنیؒ پہلے تو سنتے رہے، پھر آپ نے سوچا کہ یہ سیدھی طرح تو ماننے والا نہیں، ٹیڑھی انگلی سے گھی نکالنی پڑے گی، چنانچہ گرمی کا موسم تھا، آپ کا شاگرد بھی آپ کے ساتھ تھا اور قدرتاً شکن جبیں بنانے کے لئے کچھ لیموں وغیرہ اور چینی اپنے ساتھ رکھوائی تھی، آپ نے اسے اشارہ کیا کہ ذرا شکن جبیں کے ایک دو گلاس بناؤ، بہت گرمی ہے، اس نے تھرمس سے ٹھنڈا پانی نکالا، چینی ملائی اور لیموں کاٹا، اب جب انگریز کے سامنے لیموں کٹا تو اس کے منہ میں بھی پانی آ گیا، وہ بھی بڑی شوق کی نظروں سے شکن جبین کو دیکھ رہا ہے، اب اس سے حضرت مدنیؒ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ آپ بڑی محبت بھری نظروں سے اس شکن جبین کو دیکھ رہے ہیں؟ اس نے کہا، جی آپ کو پتہ ہے کہ گرمی ہے، پیاس ہے اور لیموں تو چیز ہی ایسی ہے کہ اس کو دیکھ کر منہ میں پانی آتا ہے، اب حضرت نے اس پر چوٹ لگائی کہ جس طرح گرمی کے موسم میں پیاسا لیموں دیکھے تو اس کے منہ میں پانی آتا ہے تو یہ جو تمہاری میم صاحبہ بیٹھی ہیں اس کو دیکھ دیکھ کر جتنے بھی ریل میں مرد ہیں سب کے منہ میں پانی آ رہا ہے، اب تو وہ ایسا شرمندہ ہوا کہ اس کی نظریں نیچی لگ گئیں۔

قرآن سے پوچھو

پوچھو نہ فرشتوں سے نہ انسان سے پوچھو
عظمت شہِ ابرار کی قرآن سے پوچھو
ہو دوست کہ دشمن کوئی تخصیص نہیں ہے
کیا خُلقِ نبی ہے کسی انسان سے پوچھو
کتنا شہِ ابرار کی سیرت پر عمل ہو
یہ بات ذرا اپنے ہی ایمان سے پوچھو
سرکارِ دو عالم کے اطاعت کا طریقہ
صدیق و عمر حیدر و عثمان سے پوچھو
ہے حلقہ بگوشانِ شہِ یثرب وبطحاء
کیا لطفِ غلامی ہے یہ سلمان سے پوچھو
مِدحت کا ہے انداز کہ معراج تخیُّل
عرفانِ پیمبر دلِ حسّان سے پوچھو
کس شان کا ہو احمدِ مرسل کا قصیدہ
صدیق یہ اللہ کے دیوان سے پوچھو
پوچھو نہ فرشتوں سے نہ انسان سے پوچھو
عظمت شہِ ابرار کی قرآن سے پوچھو

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْد

شکر و امتنان

شکرِ الٰہی پر حیرت انگیز اضافۂ ربّانی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک آدمی تھا، وہ بیچارہ بہت ہی غریب تھا، وہ نانِ شبینہ کو ترستا تھا، ایک دفعہ ان کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی، وہ کہنے لگا، حضرت! آپ کلیم اللہ ہیں اور کوہِ طور پر جارہے ہیں، آپ میرے طرف سے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ فریاد پیش کردینا کہ میری آنے والی زندگی کا سارا رزق ایک ہی دم دے دیں تاکہ میں چند دن تو اچھی طرح کھا پی کر جاؤں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی فریاد اللہ رب العزت کی خدمت میں پیش کردی، پروردگارِ عالم نے اس کی فریاد قبول فرمائی اور اسے چند بکریاں، گندم کی چند بوریاں اور جو چیزیں اس کے مقدر میں تھیں وہ سب عطا فرمادی، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے کام میں لگ گئے۔

ایک سال کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیال آیا کہ میں اس بندے کا پتہ تو کروں کہ اس کا کیا بنا؟ جب اس کے گھر پہونچے تو آپ نے دیکھا کہ اس نے عالیشان مکان بنایا ہوا ہے، اس کے دوست آئے ہوئے ہیں، ان کے لئے دسترخوان لگے ہوئے ہیں، ان پر قسم قسم کے کھانے لگے ہوئے ہیں اور سب لوگ کھا پی کر مزے اُڑا رہے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سارا منظر دیکھ کر بڑے حیران ہوئے، جب کچھ دنوں کے بعد کوہِ طور پر حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہوئی تو عرض کیا: اے پروردگار عالم! آپ نے اسے جو ساری زندگی کا رزق عطا فرمایا تھا وہ تو تھوڑا سا تھا اور اب تو اس کے پاس کئی گنا زیادہ نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے میرے پیارے موسیٰ علیہ السلام! اگر وہ رزق اپنی ذات پر استعمال کرتا تو اس کا رزق تو وہی تھا جو ہم نے اس کو دے دیا تھا، لیکن اس نے ہمارے ساتھ نفع کی تجارت کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! اس نے کونسی تجارت کی؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے مہمانوں کو کھانا کھلانا شروع کردیا اور میرے راستہ میں خرچ کرنا شروع کردیا اور میرا یہ دستور ہے کہ جو میرے راستہ میں ایک روپیہ خرچ کرتا ہے، میں اس سے کم از کم دس گنا زیادہ دیا کرتا ہوں، چونکہ اس کو تجارت

میں نفع زیادہ ہوا ہے اس لئے اس کے پاس مال و دولت بہت زیادہ ہے۔

شکرِ الٰہی کی انتہا کو چھوا تو نے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے عرض کیا کہ اے اللہ! **کیف اشکرک**؟ میں آپ کا شکریہ کیسے ادا کروں؟ کیونکہ آپ کی ایک ایک نعمت ایسی ہے کہ میں ساری زندگی بھی عبادت میں لگا رہا ہوں تو صرف ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا اور آپ کی تو بے انتہا نعمتیں ہیں، میں ان سب نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں، جب انہوں نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ان پر وحی نازل فرمائی اور فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر آپ کے دل کی یہ آواز ہے کہ آپ ساری زندگی شکر ادا کریں تو پھر بھی شکر ادا نہیں کر سکتے، تو سن لے کہ **الآن شکرتنی** اب تو آپ نے میرا شکر ادا کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ سبحان اللہ!

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شکر گزار زوجہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ گئے، اُس وقت وہ ایک ایسی وادی تھی جہاں سبزہ کا نام و نشان بھی نہ تھا، حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو ان کا نکاح قبیلۂ بنو جرہم کی ایک لڑکی سے ہوا، حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کرنے جاتے تھے اور اس سے جو کچھ ملتا تھا اسی سے گذر بسر ہوتا تھا، شکار ایک ہوائی روزی ہوتی ہے، لہٰذا کبھی شکار ملتا اور کبھی نہ ملتا۔

ایک مرتبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کو گئے ہوئے تھے کہ پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام ملنے گھر آئے، انہوں نے اپنی بہو سے پوچھا کہ سناؤ کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی، بس زندگی گذر رہی ہے، کبھی شکار ملتا ہے کبھی نہیں ملتا، بہت تنگی کا وقت گذر رہا ہے، بہر حال گذارا ہو رہا ہے، اس نے اس طرح ناشکری کے الفاظ کہے، حضرت ابراہیم نے کچھ دیر انتظار کیا اور پھر فرمایا: اچھا مجھے واپس جانا ہے، جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا اسلام کہہ دینا اور ان سے کہہ دینا

کہ تمہارے گھر کی چوکھٹ اچھی نہیں ہے، اسے بدل لینا، یہ کہہ کر وہ چلے گئے، وہ عورت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات نہ سمجھ سکی، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر واپس آئے تو ان کی بیوی نے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پورا پیغام سنا دیا، وہ فرمانے لگے کہ وہ تو میرے والد گرامی تھے، میری ان سے ملاقات تو نہیں ہوسکی، البتہ وہ مجھے ایک پیغام دے گئے ہیں کہ گھر کی چوکھٹ اچھی نہیں ہے، اسے بدل دینا، یعنی تمہاری بیوی ناشکری ہے، اسے بدل دینا، چنانچہ انہوں نے اپنی اس بیوی کو طلاق دے کر اسے فارغ کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد ایک اور قبیلہ کی لڑکی کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی، اب یہ عورت بڑی صابرہ شاکرہ تھی، سال دو سال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر تشریف لائے، اب کی بار بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہیں تھے، چنانچہ انہوں نے اپنی بہو سے پوچھا: سناؤ کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے مجھے اتنا نیک خاوند عطا کر دیا، اللہ تعالی نے مجھے اتنے اچھے اخلاق والا، اچھے کردار والا، متقی اور پرہیزگار اور محبت کرنے والا خاوند دیا ہے، میں تو اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا، کھانا پینا کیسا ہے؟ کہنے لگیں، رزق تو اللہ کے ہاتھ میں ہے جو ملتا ہے ہم دونوں کھا لیتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کر لیتے ہیں اور اگر نہیں ملتا تو صبر کر لیتے ہیں، جب اس نے شکر کی اچھی اچھی باتیں کیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل خوش ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اچھا اب میں چلتا ہوں، تم اپنے خاوند کو میری طرف سے سلام کہہ دینا اور کہنا کہ تمہارے گھر کی چوکھٹ بڑی اچھی ہے، لہٰذا تم اس کی حفاظت کرنا، یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام واپس چلے گئے، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی نے ان کو پیغام دیا، جب حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پیغام سنا تو وہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ وہ میرے والد گرامی تھے اور وہ مجھے پیغام دے گئے ہیں کہ تم ایک اچھی بیوی ہو، مجھے تمہاری قدر کرنی ہے اور تجھے زندگی بھر اپنے ساتھ رکھنا ہے، یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وہ بیوی تھیں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں اور ان کی نسل اس عورت سے آگے چلی۔

شکر گزار سائل کی دربارِ رسالت میں دلجوئی

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کے پاس ایک سائل آیا، اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں محتاج ہوں اس لئے اللہ کے لئے مجھے کچھ دے دیجئے، نبی علیہ السلام کے پاس ایک کھجور تھی، آپ ﷺ نے وہ کھجور اُٹھا کر اس سائل کو دے دی، اس سائل نے کھجور تو لے لی مگر اس کو اطمینان نہ ہوا اور مزید کا طلبگار رہا، بالآخر نبی علیہ السلام نے اسے بھیج ہی دیا، تھوڑی دیر بعد ایک اور سائل آیا اس نے بھی سوال کیا، نبی علیہ السلام نے ایک کھجور اس کو بھی دے دی، وہ کھجور لے کر بہت ہی خوش ہوا کہ مجھے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے کھجور ملی ہے، وہ آپ ﷺ کا شکر ادا کرنے لگا کہ آپ کا بڑا احسان ہے کہ آپ نے مجھے یہ کھجور عطا کر دی، جب اس نے نعمت کی قدردانی کی تو اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنی خادمہ سے کہا کہ ام سلمہؓ کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کیا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے کچھ موجود ہے؟ وہ گئیں اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے ہاتھ چالیس دینار بھیجے، اللہ کے محبوب ﷺ نے وہ چالیس دینار بھی اس دوسرے سائل کو عطا فرما دیئے۔

دولت کے نشہ میں اپنی پچھلی حالت کو نہ بھولیئے

سلطان محمود غزنویؒ ایک بڑا نیک مسلمان تھا اور بادشاہ گذرا ہے، اس کے پاس ایک غلام تھا جس کا نام ایاز تھا، وہ ایک دیہاتی آدمی تھا لیکن جب وہ بادشاہ کے پاس آیا تو ایک اچھا خدمت گار ثابت ہوا، بادشاہ کو اس کی خدمت پسند آ گئی اس لئے بادشاہ نے اسے اپنے مقربین میں شامل فرما لیا، اب دوسرے مصاحبین کے دلوں میں حسد پیدا ہوا کہ اس کی اتنی ہمت افزائی کیوں ہوتی ہے؟ اب وہ حاسدین آپس میں مشورہ کرتے رہتے کہ ہم اس کو کیسے بادشاہ کی نظر سے گرائیں تاکہ یہ یہاں سے دفع ہو جائے اور دور ہو جائے، چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں رہتے تھے، حسد کی آنکھیں نہیں ہوتیں مگر اس کے کان بہت بڑے ہوتے ہیں، اس لئے

حاسدین چھوٹی چھوٹی باتیں سن سنا کر ان کا بتنگڑ بنانے کی کوشش کرتے ہیں، ایک دن ان لوگوں نے مل کر بادشاہ سے کہا کہ بادشاہ سلامت! ہم آپ کے مقرب ہیں، پڑھے لکھیں ہیں، خاندانی لوگ ہیں اور امراء بھی ہیں لیکن آپ کی محبت کی جو نظر ایاز پر ہے وہ اور کسی پر نہیں ہے، بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے، میں آپ کو کبھی اس کا جواب دوں گا۔

ایک دن بادشاہ نے ایک پھل منگوایا جو بہت ہی کڑوا تھا، اس نے اس کی قاشیں بنوائیں اور ایک ایک قاش اپنے مصاحبین میں تقسیم کروادی، ایک قاش ایاز کو بھی دی، اب جس نے بھی وہ پھل کھایا اسے بہت ہی کڑوا لگا، ہر ایک نے کہا کہ بادشاہ سلامت! یہ پھل تو بہت ہی کڑوا ہے، لیکن جب بادشاہ نے ایاز کو دیکھا تو وہ مزے سے پھل کھا رہا تھا، بادشاہ نے پوچھا: ایاز! آپ کو پھل کڑوا نہیں لگ رہا ہے؟ عرض کیا: بادشاہ سلامت! کڑوا تو بہت ہے، بادشاہ نے کہا: آپ تو بڑے آرام سے کھا رہے ہیں، کہنے لگا: مجھے خیال آیا کہ آپ کے جن ہاتھوں سے میں زندگی میں سینکڑوں مرتبہ میٹھی چیزیں لے کر کھا چکا ہوں، اگر ان ہاتھوں سے آج کڑوی چیز بھی مل گئی تو میں اس کو کیسے واپس کروں؟ لہٰذا مجھے واپس کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی اور میں نے کڑوی چیز بھی کھالی۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ کاش! ہمارے اندر بھی یہ خوبی پیدا ہو جائے کہ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استعمال کرتے ہوئے اس کی شکر گذاری بجالائیں، جس پروردگار نے ہمیں ہزاروں خوشیاں عطا فرمائیں، اگر کبھی کوئی غم اور تکلیف کی بات بھی پیش آجائے تو ہمیں چاہیے کہ ہم نہ تو اللہ تعالیٰ کا شکوہ کریں اور نہ ہی اس کا در چھوڑیں، آج تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی انتہا نہیں، اس کے باوجود ہمیں شکر کرنے کا پتہ ہی نہیں۔

ہر حال میں اپنے سے ادنیٰ کو دیکھئے

ایک صاحب نے ظہر کی نماز پڑھی تنگدستی اتنی تھی کہ جوتا ٹوٹ گیا، گرمی کا موسم تھا، گرم زمین پر ننگے پاؤں چلتے ہوئے یہ مسجد سے گھر کی طرف لوٹنے لگے تو دل میں خیال آیا، پروردگار!

میں تو آپ کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہوں، نمازیں پڑھتا ہوں، مسجد کی طرف آتا ہوں، مجھے تو آپ نے جوتا بھی عطا نہ کیا، ابھی یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ سامنے سے ایک لنگڑے آدمی کو آتے دیکھا، وہ بیساکھیوں کے بل چل کے آرہا تھا، فوراً دل پر چوٹ لگی کہ اوہو! میں تو جوتے کے نہ ہونے کا شکوہ کرتا رہا، یہ بھی تو انسان ہے جسے پروردگار نے ٹانگیں بھی عطا نہ کیں، یہ لکڑیوں کے سہارے چلتا ہوا آرہا ہے، تو جب اپنے سے نیچے والے کو دیکھا تو دل میں شکر کی کیفیت پیدا ہوئی۔

شکرِ الٰہی میں پتھر بھی رو پڑا

ایک بزرگ کسی راستے پر جارہے تھے، انہوں نے ایک پتھر کو روتے ہوئے دیکھا، انہوں نے پتھر سے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ وہ کہنے لگا، میں نے کسی قاری صاحب کو پڑھتے ہوئے سنا ہے {وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ} کہ انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن بنیں گے، جب سے میں نے سنا ہے میں رو رہا ہوں کہ کیا پتہ کہ مجھے بھی جہنم کا ایندھن بنا کر جلا دیا جائے، اس بزرگ کو اس پر بڑا ترس آیا، چنانچہ انہوں نے کھڑے ہو کر دعا مانگی، اے اللہ! اس پتھر کو جہنم کا ایندھن نہ بنانا، جہنم کی آگ سے معاف اور بری فرما دینا، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالی، وہ بزرگ آگے چلے گئے، کچھ دنوں کے بعد واپس اسی راستے پر گزرنے لگے تو دیکھا کہ وہ پتھر پھر رو رہا ہے، وہ پھر کھڑے ہو گئے، پتھر سے ہمکلام ہوئے تو پھر پتھر سے پوچھا کہ اب کیوں رو رہا ہے؟ تو پتھر نے جواب دیا کہ ذٰلِکَ بُکَاءُ الْخَوْفِ اے اللہ کے بندے! جب آپ پہلے آئے تھے تو اس وقت کا رونا تو خوف کا رونا تھا "وَهٰذَا بُکَاءُ الشُّکْرِ وَالسُّرُوْرِ" اور اب میں شکر اور سرور کی وجہ سے رو رہا ہوں کہ میرے پروردگار نے مجھے جہنم کی آگ سے معافی عطا فرما دی ہے جیسے بچے کا رزلٹ اچھا نکلے تو خوشی کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، اسی طرح اللہ کے نیک بندوں کو جب اس کی معرفت ملتی ہے، جب سینوں میں نور آتا ہے، سکینہ نازل ہوتی ہے اور رب کریم کی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے تو اللہ کے کامل بندے پھر اللہ کے شکر سے رویا کرتے ہیں۔

دو ناشکرے کا انجام

حضرت مولانا بدرِ عالم رحمۃ اللہ علیہ ترجمان السنۃ میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے، ان میں سے ایک آدمی برص کا مریض تھا، اس کے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا کہ بھئی! کیا آپ کی کوئی پریشانی ہے؟ اس نے کہا: میں کون سی پریشانی آپ کو بتاؤں؟ ایک تو میں برص کا مریض ہوں، جس کی وجہ سے لوگ میری شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے، دوسرا رزق کی بڑی تنگی ہے، اس آدمی نے کہا، اچھا اللہ تعالی آپ کی بیماری بھی دور کر دے اور آپ کے رزق میں برکت بھی عطا فرما دے، نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالی نے اس کی بیماری بھی دور کر دی اور اللہ تعالی نے اسے ایک اونٹنی عطا فرمائی، اس اونٹنی کی نسل اتنی بڑی کہ وہ ہزاروں اونٹوں اور اونٹنیوں کے ریوڑ کا مالک بن گیا، جس کی وجہ سے وہ بڑا امیر آدمی بن گیا اور رہائش کے لئے محلات بنا لئے۔

دوسرا آدمی گنجا تھا، وہ آدمی اس گنجے کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تمہاری کوئی پریشانی ہے؟ اس نے کہا: جناب میرے سر پر تو بال ہی نہیں ہیں، جس کے پاس بیٹھوں وہی مذاق کرتا ہے، جو کاروبار کرتا ہوں، ٹھیک نہیں چلتا، اس نے کہا اچھا اللہ تعالی تجھے سر پر خوبصورت بال بھی عطا کرے اور تجھے اللہ تعالی رزق بھی دے، چنانچہ اللہ تعالی نے اسے ایک گائے عطا کی، اس گائے کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ ہزاروں گائیوں کے ریوڑ کا مالک بن گیا، وہ بھی عالیشان محل میں بڑی ٹھاٹھ کی زندگی گذارنے لگ گیا۔

تیسرا آدمی آنکھوں سے اندھا تھا، وہ آدمی اس اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا، بھئی! آپ کو کوئی پریشانی تو نہیں؟ اس نے کہا، جی میں تو در بدر کی ٹھوکریں کھاتا ہوں، لوگوں کے گھروں سے جا کر مانگتا ہوں، ہاتھ پھیلاتا ہوں، میری بھی کوئی زندگی ہے، ٹکڑے مانگ مانگ کر کھاتا پھرتا ہوں، میں نہ اپنی ماں کو دیکھ سکتا ہوں اور نہ باپ کو، اس کے علاوہ رزق کی تنگی بھی ہے، اس آدمی نے اس کی بینائی کے لئے اور رزق کی فراخی کے لئے دعا کر دی، اللہ تعالی نے اسے بینائی بھی دے دی اور اس کو ایک بکری دی، اس بکری کا ریوڑ اتنا بڑھا کہ وہ

ہزاروں بکریوں کا مالک بن گیا، اس طرح وہ بھی عالیشان محل میں عزت کی زندگی گزارنے لگ گیا، کئی سالوں کے بعد وہ تینوں اپنے وقت کے سیٹھ کہلانے لگے۔

کافی عرصہ گذرنے کے بعد وہی آدمی پہلے کے پاس آیا، اس نے اسے کہا کہ میں محتاج ہوں، اللہ کے نام پر مانگنے کے لئے آیا ہوں، اسی اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے، آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا، آج اتنا کچھ آپ کے پاس ہے، آپ اس میں سے اسی اللہ کے نام پر مجھے بھی کچھ دے دیں، جب اس نے سنا کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو اس کا پارہ چڑھ گیا اور کہنے لگا، ذلیل قسم کے لوگ مانگنے کے لئے آجاتے ہیں، خبردار ایسی بات آئندہ نہ کرنا، میں امیر، میرا باپ امیر اور میرا دادا بھی امیر تھا، ہم تو جدی پشتی امیر ہیں، تم کون ہو بات کرنے والے کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا، چلے جاؤ یہاں سے ورنہ میں جوتے لگواؤں گا، چنانچہ اس نے کہا، اچھا میاں! ناراض نہ ہونا تم جیسے تھے اللہ تمہیں ویسا ہی کر دے، وہ جب یہ کہہ کر چلا گیا تو اس کے جانوروں میں ایک بیماری پڑ گئی اور اس کے سب اونٹ وغیرہ مر گئے اور برص کی بیماری بھی دوبارہ لگ گئی، گویا وہ جس پوزیشن میں تھا اسی پوزیشن میں دوبارہ لوٹ آیا۔

اس کے بعد وہ دوسرے شخص کے پاس گیا اور اسے کہا کہ میں محتاج ہوں، میں اسی اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہوں جس نے آپ کو سب کچھ دیا ہے، آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا، آج اتنا کچھ ہے، جب اس نے یہ بات کی تو وہ بڑا غصے میں آ گیا اور کہنے لگا، تم مفت خورے ہو، ہم نے کما کر اتنا کچھ بنایا ہے، میں نے فلاں سودا کیا تو اتنی بچت ہوئی اور فلاں سودا کیا تو اتنے کمائے، لوگ مجھے بڑا بزنس مائنڈیڈ کہتے ہیں، میری تو یہ خون پسینے کی کمائی ہے، ایسے ہی درختوں سے توڑ کر نہیں لائے اور نہ یہ چوری کا مال ہے، اب چلا جا یہاں سے ورنہ دو تھپڑ لگاؤں گا، جب اس امیر آدمی نے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی تو اس نے کہا، بھئی! ناراض نہ ہونا تم جیسے پہلے تھے اللہ تمہیں دوبارہ ویسے ہی کر دے، چنانچہ اس کے سر کے بال بھی غائب ہو گئے اور اللہ رب العزت نے اس کی گائیوں میں ایک ایسی بیماری پیدا کر دی جس سے سب گائیں مر گئیں، اس طرح جیسا وہ پہلے تھا ویسا ہی بن گیا۔

اس کے بعد وہ تیسرے کے پاس گیا اور اسے کہا، بھئی! میں اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہوں، محتاج ہوں، آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا، اب اسی اللہ کے نام پر مجھے بھی کچھ دے دو، جب اس نے یہ بات کی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ کہنے لگا، بھئی! تم نے بالکل سچ کہا، میں تو اندھا تھا، لوگوں کے لئے تو رات کو اندھیرا ہوتا ہے اور میرے لئے تو دن میں بھی اندھیرا ہوا کرتا تھا، میں تو در در کی ٹھوکریں کھاتا تھا، لوگوں سے مانگ مانگ کر زندگی گزارتا تھا، میرے بھی کوئی حالت تھی؟ کوئی خُدا کا بندہ آیا اس نے مجھے دعا دی، اللہ نے مجھے بینائی بھی دے دی اور اتنا رزق بھی دے دیا، آج آپ اس اللہ کے نام پر مانگنے کے لئے آئے ہیں تو میاں! ان دو پہاڑوں کے درمیان ہزاروں بکریاں پھر رہی ہیں، جتنی چاہو تم اللہ کے نام پر لے جاؤ، جب اس امیر آدمی نے یہ بات کی تو مخاطب کہنے لگا، مبارک ہو، میں تو اللہ کا فرشتہ ہوں، اللہ نے مجھے تین بندوں کی طرف آزمائش بنا کر بھیجا تھا، دو تو اپنی اوقات کو بھول گئے ہیں، مگر تم نے اپنی اوقات کو یاد رکھا ہے، اللہ تعالی تیرے مال میں اور زیادہ برکت عطا فرمائے، چنانچہ کہتے ہیں کہ وہ آدمی بنی اسرائیل کا سب سے بڑا امیر کبیر آدمی تھا، ثابت ہوا کہ بندہ اگر اپنی اوقات اور بنیاد کو یاد رکھے تو اللہ تعالی برکت دے دیتے ہیں۔

قوم سبا کا عبرتناک انجام

قرآن مجید میں ایک قوم کا تذکرہ موجود ہے، جسے قوم سبا کہتے ہیں، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں ان کے راستے کے دونوں طرف باغات ہوتے تھے، پھلوں کی اتنی بہتات ہوتی تھی، ان کے ہاں یہ بھی دستور تھا کہ جہاں سے بھی کوئی پھل توڑنا چاہتا تھا توڑ سکتا تھا، کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی، اس طرح وہ ہر وقت پھل کھایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس قوم سے فرمایا: "كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ" میرے بندو! میری دی ہوئی نعمتیں کھاؤ اور میرا شکر ادا کرو، مگر وہ ناشکرے نکلے، اور کہنے لگے، اے اللہ! ہر طرف سبزہ ہے، باغات اور پھل ہیں ہم تو ان کو دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئے ہیں، ہم ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرتے

ہیں، تو پتہ ہی نہیں چلتا کیوں کہ ہر طرف درخت ہوتے ہیں اور دوسرا شہر آجاتا ہے، درمیان میں اگر کوئی ویرانہ ہوتا تو پتہ چلتا کہ ہم ایک شہر سے دوسرے شہر میں جارہے ہیں، جب انہوں نے ناشکری کی یہ بات کی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر کے پانی کو خشک کر دیا۔

جب پانی خشک ہوگیا تو سب باغات کے درخت سوکھ گئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم کر دیئے گئے اور کھانے کو بھی ترسنے لگے، اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں، میرے دوستو! قیامت کے دن آپ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمیں کوئی قرآن سنانے والا نہیں آیا تھا، جو ہمیں کھول کھول کر بتاتا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی کتنی کتنی نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ"۔ (سبا:۱۵)

قوم سبا کے گھروں میں بڑی نشانیاں ہیں، وہ جن راستوں پر چلتے تھے، ان کے دائیں طرف باغ ہوتے تھے، اور بائیں طرف بھی باغ ہوتے تھے "كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ"۔ (سبا:۱۵) اور فرمایا کہ میرا دیا ہوا رزق کھاؤ اور میرا شکر ادا کرو، کتنا پاکیزہ شہر ہے، تم سے کوئی کوتاہی ہوجائے تو معافی مانگ لینا، تمہارا پروردگار تو مغفرت کرنیوالا ہے، مگر وہ اس نعمت کی قدر نہ کر سکے اور کہنے لگے "رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا" (سبا:۱۹) اے اللہ! درمیان میں کوئی کھلی جگہ اور ویرانے ہوتے تاکہ ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہوئے پتہ چلتا کہ سفر کیا ہے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے باغات کو ختم فرما دیا، اور پھر فرمایا: "ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ"۔ (سبا:۱۷) انہوں نے نعمتوں کی ناقدری کی اور ہم نے ان کو نعمتوں کی ناقدری کا یہ بدلہ دیا، اور ناشکروں کا تو یہی بدلہ ہوتا ہے۔

سر پر شکوے کی پٹی

رابعہ بصریہؒ ایک مرتبہ کہیں کھڑی تھیں، ان کے قریب سے ایک نوجوان گزرا، اس نے اپنے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی، انہوں نے پوچھا: بیٹا! کیا ہوا؟ اس نے کہا، اماں! میرے

سر میں درد ہے جس کی وجہ سے پٹی باندھی ہوئی ہے، پہلے تو کبھی درد نہیں ہوا، انہوں نے پوچھا، بیٹا! آپ کی عمر کتنی ہے؟ وہ کہنے لگا، جی میری عمر تیس سال ہے، یہ سن کر وہ فرمانے لگیں، بیٹا! تیرے سر میں تیس سال تک درد نہیں ہوا تو نے شکر کی پٹی کبھی نہیں باندھی، تجھے پہلے دفعہ درد ہوا ہے تو تو نے شکوے شکایت کی پٹی فوراً باندھ لی ہے، ہمارا حال بھی یہی ہے کہ ہم سالہا سال اس کی نعمتیں اور سکون کی زندگی گزارتے ہیں ہم اس کا تو شکر ادا نہیں کرتے اور جب ذرا سی تکلیف پہونچتی ہے تو فوراً شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

آنکھوں کی قدر و قیمت اور اسکا شکر

ہمارے ایک دوست عجیب واقعہ سنانے لگے، ایک صاحب کا ایکسیڈنٹ ہوا، اس کی آنکھ کے اوپر کا پردہ کٹ گیا، کہنے لگے ایک دو گھنٹے گذرے تو آنکھ پر مٹی جم جائے، عام آدمی محسوس نہیں کر سکتا کہ ہوا میں کتنے باریک باریک ذرات مٹی کی شکل میں ہوتے ہیں جو جمتے رہتے ہیں، اکثر آپ دیکھیں گے کہ اگر کوئی چیز رکھیں دوسرے دن اس پر مٹی نظر آئیگی، ہماری آنکھ کے اوپر اللہ نے پردہ بنا دیا، یہ بند ہوتا ہے اور کھلتا ہے، بند ہوتا ہے کھلتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ تھوڑا تھوڑا پانی اندر سے خارج ہوتا ہے تو پانی کے ساتھ جیسے کسی چیز کو جھاڑو لگاتے ہیں یہ اللہ نے جھاڑو کا انتظام کئے ہوا ہے، یہ بند ہوتا ہے کھلتا ہے، جھاڑو چل رہا ہوتا ہے، جب اس کے آنکھ کے اوپر والا گوشت کا پردہ کٹ گیا تو آنکھ ہر وقت بالکل ننگی رہنے لگی، مصیبت یہ بنی کہ ہوا میں معلق ذرات کی وجہ سے آنکھ پر مٹی کی تہہ آ جائے تو تھوڑی دیر کے بعد دھونا پڑے، پھر مٹی جم جائے پھر دھونا پڑے، دن میں کوئی پچاس دفعہ دھونا پڑے، اب ایک دن میں پچاس دفعہ پانی ڈالا نہیں جاتا، لوگ عیادت کرنے آئے تو کہنے لگا آنکھ کا چھوٹا سا پردہ تھا کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے، ہم میں سے کتنے ہیں جو رات کو سوتے وقت اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں، مانگتے تو ہم سب ہیں مگر اس کے دینے کا شکر ادا کرنے والے تھوڑے ہیں، اس کی بنیادی وجہ انسان کی دل میں غفلت ہوتی ہے، جب غفلت ہو انسان کا رویہ اور ہوتا ہے، جب دل میں استحضار ہو، معرفت ہو پھر رویہ کچھ اور ہوتا ہے۔

نعمت کی ناقدری پر مل کر رہتی ہے سزا

عزیز طلباء! نعمتوں کی قدردانی ان کی موجودگی میں کرتے رہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ رب العزت کا جلال ظاہر ہو جائے۔۔۔۔۔۔ایک عورت تنور پر روٹیاں پکایا کرتی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو بیٹا دیا، اس کا بیٹا چلنے پھرنے کی عمر کا ہو گیا، اسے اپنی ماں کے ساتھ بہت محبت تھی لہٰذا وہ ماں کے ساتھ ہی ہر وقت چمٹا رہتا تھا، ماں چاہتی تھی کہ روٹیاں پکاتے وقت یہ کہیں کھیلے، آرام کرے سو جائے، لیکن وہ پھر اٹھ کر آ جاتا تھا، ایک دن وہ بڑی تنگ ہوئی، لہٰذا اس نے اسے بستر پر لٹایا اور کہا، خبردار! اگر اب تو میرے پیچھے آیا تو میں ماروں گی، آنکھیں بند کر اور سو جا، اس کے بعد اس نے اپنا کام شروع کر دیا، تھوڑی دیر کے بعد بچہ اٹھا اور روتا ہوا پھر آ گیا، وہ ان پڑھ جاہل تھی، لہٰذا اس نے غصے میں کہہ دیا۔۔۔''مڑ اٹھی کے آ گیا ایں توں تاں ستا سیں ونجیں ہا'' مطلب یہ کہ تجھے تو سلایا تھا تو ہمیشہ کی نیند سو ہی جاتا تو بہتر تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی بددعا کو قبول فرما لیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس وقت بچے کو موت نہ دی، وہ بچہ بڑا ہوا، اسکول کے اندر تعلیم میں فرسٹ آیا، کالج کے اندر بھی فرسٹ آیا، حتیٰ کہ ایک کامیاب بزنس مین بنا، وہ اتنا خوب صورت تھا کہ جب وہ گلیوں میں چلتا تھا تو مرد لوگ اسے دیکھ کر رشک کرتے کہ جوان بیٹا ہو تو ایسا ہونا چاہئے۔

ماں نے اس کے رشتے کے لیے اپنے پورے خاندان میں سے چن کر لڑکی ڈھونڈھی، شادی کے لیے تیاریاں مکمل کر لیں، ابھی شادی میں ایک دو دن باقی تھے کہ کوئی کام کرتے ہوئے اس نوجوان کا پاؤں پھسلا، وہ گردن کے بل گرا اور اس کی جان نکل گئی، اب جب ماں نے اس کی لاش دیکھی تو وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی اور پاگل ہو گئی، وہ اتنا بڑا صدمہ برداشت نہ کر سکی۔

اب وہ گلیوں میں پاگلوں کی طرح پھرتی رہتی اور تنکے چنتی رہتی، لڑکے اسے پاگل کہہ کر چھیڑتے تھے، مگر وہ پاگل نہیں تھی، اس سے اللہ تعالیٰ نے جلال میں آ کر بیٹے والی نعمت لے لی تھی، گویا بددعا کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے فرما دیا کہ اچھا میں نے تمہیں بیٹے کی نعمت دی تھی اور تو اس کی ناقدری کرتے ہوئے بددعا دیتی ہے کہ تو سویا ہی رہ جاتا، ہاں، میں ابھی

اس کو موت نہ دوں گا، بلکہ میں اس نعمت کو پروان چڑھنے دوں گا، حتی کہ جب یہ پھل پک کر تیار ہو جائیگا، تو میں تیار شدہ پھل کو توڑوں گا تا کہ تجھے احساس ہو کہ تو نے میری کس نعمت کی ناقدری کی ہے۔۔۔۔۔وہ عورت اپنے بیٹے کی یاد میں یہ پڑھا کرتی تھی۔

آوے ماہی تینوں اللہ دی لیاوے تے تیریاں نت وطناں تے لوڑاں
کملی کر کے چھوڑ گیوں تے میں ککھ گلیاں دے رولاں

یہ عاجز اسی لیے بار بار کہا کرتا ہے کہ نعمتوں کی قدردانی کے لیے نعمتوں کے چھن جانے کا انتظار نہ کرنا، جب اللہ تعالیٰ نعمت کو چھین لیتے ہیں تو پھر دوبارہ ناقدر کو نہیں دیا کرتے، اس لیے نعمت کی موجودگی میں اس کی قدردانی کی عادت ڈالیں۔۔۔گھر نعمت ہے۔۔۔اولاد نعمت ہے۔۔۔ماں باپ نعمت ہیں، بہن بھائی نعمت ہیں۔۔۔مسلمان بھائی نعمت ہے۔۔۔صحت نعمت ہے۔۔۔سکون نعمت ہے۔۔۔رزقِ حلال نعمت ہے۔۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سب نعمتیں عطا کر دی ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم ان کی ضرور قدردانی کریں۔

اللہ تعالیٰ کی خوشی معلوم کرنے کا ذریعہ

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمیں کیسے پتہ چلے کہ اللہ رب العزت خوش ہیں یا نہیں؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے، انہوں نے جا کر پوچھا، پروردگار عالم یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ ہمیں یہ کیسے معلوم ہو کہ اللہ رب العزت ہم سے راضی ہیں یا نہیں؟ تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ موسیٰ ان لوگوں سے کہہ دو اگر یہ لوگ اپنے دل میں مجھ سے خوش ہیں تو میں (پروردگار) ان سے خوش ہوں اور اگر یہ اپنے دل میں مجھ سے شکایتیں رکھتے ہیں تو میں بھی ان سے ناخوش ہوں، کتنی آسان ترتیب بتا دی، اب ہم اپنے دل میں دیکھیں کہ اگر دل سے راضی ہو تو یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالی ہم سے راضی ہیں اور اگر دل میں شکوے ہیں، فلاں بچہ چھوٹی عمر میں مر گیا، کاروباری حالت خراب ہے کہ جدھر ہاتھ ڈالتا ہوں، سونا مٹی ہو جاتا ہے، اگر اس قسم کے شکوے اور شکایتیں ہیں تو پھر سمجھ لیں کہ ادھر سے بھی باز پرس ہوگی کہ بتلا تو نے بھی نعمتوں کا حق ادا کیا تھا کہ نہیں؟

صبر وتوکل

صبر کی فضیلت

ایک مرتبہ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! کیا آپ کو ایسا عمل بتاؤں کہ جس کے کرنے سے جن چیزوں پر سورج اور چاند طلوع ہوتے ہیں وہ سب چیزیں آپ کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔۔۔انہوں نے عرض کیا، اے اللہ! وہ کون سا عمل ہے؟ ضرور ارشاد فرمایئے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: اگر مخلوق سے پہونچنے والی ایذا پر صبر کروگے تو پھر سب چیزیں تمہاری مغفرت کے لئے دعا کریں گی۔

صبر ایوب علیہ السلام

سیدنا ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، اللہ رب العزت نے ان کو مال دیا، اولاد دی، حتیٰ کہ ہر طرح کی نعمتیں دی تھیں، شیطان کہنے لگا کہ ان کی ساری عبادتیں اس لیے ہیں کہ ان کو دنیا کا مال ومتاع ملا ہوا ہے، ذرا لے کے دیکھیں تو پھر پتہ چلے، اللہ رب العزت کے اذن سے ان کا جتنا مال تھا وہ سارا کا سارا کسی وجہ سے ضائع ہوگیا، کہنے لگا، اولاد تو ہے، ایسی بیماری آئی کہ ان کی جتنی اولاد تھی، وہ ساری کی ساری ان کی آنکھوں کے سامنے فوت ہو گئی، شیطان کہنے لگا، صحت تو ہے، اللہ رب العزت نے ان کے جسم پر چیچک کے دانوں کی طرح کے دانے نکال دیئے حتی کہ ان کی زبان اور آنکھوں کے سوا پورا جسم ان دانوں سے بھر گیا، وہ دانے اتنے بڑے زخم بن گئے کہ اس میں کیڑے بھی پڑ گئے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس بیماری میں اٹھارہ سال گزر گئے اور ہر دن اللہ رب العزت کی طرف سے ان کے صبر کی وجہ سے ان کے درجات بلند ہوتے، زبان سے شکوہ اور شکایت کی کوئی بات نہ نکلی، حتی کہ اگر کوئی کیڑا جسم کے زخم سے گرتا تھا تو وہ اس کو بھی اٹھا کر واپس رکھ دیتے تھے، جب میرے جسم کو اللہ تعالیٰ نے تیری غذا بنایا تو نیچے کیوں گر رہا ہے۔

اٹھارہ سال کے بعد شیطان پریشان ہوا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ایسے مقرب بندے ہیں کہ اتنی آزمائشوں میں بھی اپنی زبان سے کوئی بے صبری یا ناشکری کا لفظ نہیں نکالا، شیطان کو

پریشان دیکھ کر اس کے چیلوں نے اسے کہا کہ میاں! تم نے جس طرح ان کے جدامجد کو بھول میں ڈالا تھا، کیوں نہ ہم ان پر وہی گر آزمائیں، کہنے لگا، ہاں چنانچہ وہ ان کی بیوی کے پاس ایک حکیم اور طبیب کی شکل میں گیا اور کہنے لگا، دیکھو میں تمہیں ایک بات بتانے کے لیے آیا ہوں تا کہ تمہارے میاں کو صحت حاصل ہو جائے، وہ خوش ہوئیں، ہر بیوی چاہتی ہے کہ خاوند کو صحت ملے، کہنے لگا کہ اس کا علاج میرے پاس موجود ہے مگر ہمارے ہاں دستور یہ ہے کہ جیسے تم عرش کے خدا کو سجدہ کرتے ہو، ایک دفعہ مجھے بھی سجدہ کر لو تو میں ایک ایسا علاج آزماؤں گا کہ تمہارا خاوند صحت مند ہو جائیگا، بیوی نے سنا تو خاموش ہو گئیں، کہنے لگیں کہ میں ان کے پاس جاؤں گی اور ان سے پوچھوں گی، چنانچہ تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ آپ کے پاس آئیں اور اس نے آکر پوچھا، حضرت ایوب علیہ السلام کو بڑا غصہ آیا، اور فرمایا، تو نے اسی وقت اس مردود کو کیوں نہ کہا کہ تو شیطان ہے، یہ کیوں کہا کہ میں پوچھ کر بتاؤں گی؟ اگر اللہ نے مجھے صحت دی تو میں تجھے سو کوڑے لگاؤں گا کہ تو نے ایمانی غیرت کا مظاہرہ کیوں نہ کیا اور ایسے شیطان مردود کو اسی وقت منہ پر جواب کیوں نہ دے مارا، آپ کا جواب سن کر شیطان اور ناامید ہو گیا، سوچنے لگا، کہ دو چار سال اور اسی طرح گزاریں تو ہو سکتا ہے یہ بیماری سے پریشان ہو جائیں۔

ایک دن اس نے کیا سنا کہ حضرت ایوب علیہ السلام دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! میری زندگی کا جو وقت گزرا تو گزر گیا، جب یہ بیماری اور غم تیری ہی طرف سے ہے تو اگر مجھے سو سال کی زندگی بھی دیں گے تو میں سو سال بھی اس حال میں آپ کو فراموش نہیں کروں گا، جب شیطان نے یہ سنا تو وہ کہنے لگا کہ واقعی یہ اللہ رب العزت کے وہ مقرب بندے ہیں کہ جن کے اوپر میرا کوئی داؤ نہیں چل سکتا۔

اللہ رب العزت نے پھر اپنے اس پیارے نبی علیہ السلام کو صحت دی، بیماری کی حالت میں بیوی کو کہا تھا کہ سو کوڑے لگاؤں گا، لہٰذا اب بات بھی پوری کرنی تھی، اب اللہ رب العزت نے ان کی بیوی کے اوپر رحم کھایا اور حضرت ایوبؑ سے کہا کہ تم درخت کی چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی ٹہنیاں مسواک کے برابر اکٹھی کر لو اور ایک سو کو باندھ کر اس کے جسم پر ایک مرتبہ مارو گے تو ایک سو کوڑے سمجھے جائیں گے، یہاں سے ایک بات نکلی کہ جب پروردگار عالم کسی بندے کی غلطی اور

کوتاہی کو معاف کرنا چاہتے ہیں تو رب کریم اس کا راستہ بتا دیا کرتے ہیں، حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ رب العزت جب کسی بندے کی بخشش کرنا چاہتے ہیں تو اس کے کراماً کاتبین یعنی جو فرشتے روزانہ نیکی اور برائی لکھتے ہیں، ان میں سے نیکی کے فرشتے کو تو روزانہ بدلتے رہتے ہیں مگر گناہ کے فرشتے کو نہیں بدلتے، وہ وہی فرشتہ رہتا ہے، چنانچہ قیامت کے دن اس بندے کے نامۂ اعمال میں گناہ تو لکھے ہوں گے اور ان گناہوں پہ گواہی دینے کے لیے ایک فرشتہ ہوگا، جب کہ اس کی نیکیوں کی گواہی دینے کے لیے جتنے اس کی زندگی کے دن تھے اتنے ہی فرشتے کھڑے ہوں گے، رب کریم فرمائیں گے میرے بندے کی نیکیوں پر جب اتنے گواہ ہیں تو میں اس کے گناہوں والے ایک گواہ کو کیسے قبول کرلوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جاؤ میں نے بندے کو معاف فرما دیا، بہرحال اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو صحت عطا فرمائی، اور اولاد و مال ومتاع سب کچھ عطا کیا اور فرمایا "اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِراً" ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا "نِعْمَ الْعَبْدُ" میرا کیسا اچھا بندہ تھا "اِنَّهُ اَوَّابٌ" وہ میری ہی طرف رجوع کرنے والا تھا۔

حضرت عمرانؑ کی زوجہ اور لختِ جگر کا صبر وتوکل

عمران علیہ السلام کی بیوی حاملہ تھیں، قرآن بتاتا ہے کہ انہوں نے دعا مانگی "وَاِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ" اور جب عمرانؑ کی بیوی نے کہا: "رَبِّ اِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّراً فَتَقَبَّلْ مِنِّي" اے میرے پروردگار! جو کچھ میرے پیٹ میں ہے میں نے اسے تیرے لیے وقف کر دیا پس تو مجھ سے قبول فرمالے، غور کیجئے! کہ ایک نبی کی بیوی دعا مانگ رہی ہے رب کے لفظ سے خالق یا مالک کے لفظ سے نہیں، اللہ کی قدرت کہ بیٹی پیدا ہوگئی "فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّي وَضَعْتُهَا اُنْثٰى" جب اس نے بیٹی کو جنا تو کہنے لگی، اے میرے پروردگار! میں نے تو بیٹی جنی ہے "وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى" اور بیٹا بیٹی کی طرح تو نہیں ہوتا "وَاِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ" اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے "وَاِنِّي اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" میں اس کے بارے میں اور اس کی اولاد کے بارے میں شیطان مردود سے تیری پناہ مانگتی ہوں، اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ بھی رب کا لفظ استعمال فرماتے ہیں

"فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا" پھر رب نے اس کو قبول کرلیا بہتر قبول کرنا اور زکریا علیہ السلام نے اس کی پرورش کی۔

رب نے کیسے قبول کیا؟ یہ مریمؑ ایک دفعہ اکیلی تھیں اور زکریا علیہ السلام کہیں تبلیغ پر چلے گئے تھے، واپس آنے میں دیر ہوگئی، پریشان تھے کہ پیچھے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی، شاید مریم بھوکی رہی ہوگی، نیند بھی آئی ہوگی یا نہیں، جب آپ حجرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا مریمؑ محراب کے اندر بیٹھی ہوئی ہے، بے موسم کے پھل کھا رہی ہے "كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ" جب زکریا علیہ السلام داخل ہوئے محراب کے اندر "وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا" تو اس کے پاس رزق پاتے "قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا؟ پوچھا اے مریم! یہ کہاں سے آیا؟ "قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" کہا یہ تو اللہ کی طرف سے ہے، "اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ" جس سے چاہتا ہے بغیر حساب کے عطا کردیتا ہے۔

یہ سن کر حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی "هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ" جب زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا "رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً" اے پروردگار! مجھے بیٹا عطا فرما اور بیٹا بھی ایسا جو پاکیزہ ہو، طیب ہو، اس طرح کیوں مانگا؟ اس لیے کہ اولاد کا ہونا ایک خوشی اور اس کا نیک ہونا اس سے بڑھ کر خوشی، تو بیٹا مانگا پاکیزہ اور طیب۔ سبحان اللہ!

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اے اللہ! تو مریمؑ کو بے موسم کے پھل عطا کرسکتا ہے، میں بوڑھا ہو چکا ہوں، میری ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں اور میرے بال سفید ہوگئے، اے اللہ! اس بڑھاپے میں مجھے بے موسم کا پھل عطا کرسکتا ہے، اس بڑھاپے میں مجھے بھی بیٹا دے سکتا ہے، تو اللہ نے ان کو بھی بڑھاپے میں بیٹا عطا فرمایا ہے۔

بی بی ہاجرہؑ کے صبر وتوکل کی قدردانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ رب العزت کے حکم پر بی بی ہاجرہ اور اسماعیلؑ کو ملک شام سے لاکر بیت اللہ کے قریب ایسی جگہ پر آباد کرتے ہیں کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا: "بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ" (ابراھیم: ۳۷)

جب وہاں سے چلنے لگے تو اہلیہ صاحبہ پوچھنے لگیں، آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جارہے ہیں، تو انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، دوبارہ پوچھنے پر بھی کوئی جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ پوچھا، کیا آپ ہمیں اللہ رب العزت کے حکم کی وجہ سے چھوڑ کر جارہے ہیں؟ اب انہوں نے جواب دیا، جی ہاں! جب انہوں نے یہ بتایا تو بی بی ہاجرہ فرمانے لگیں کہ اگر آپ ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکم پر چھوڑ کر جارہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں فرمائیں گے، اب دیکھئے اللہ کی ایک بندی اللہ پر توکل کرتی ہے اور ایسی جگہ جہاں پانی نہیں ملتا اور کوئی سبزہ دکھائی نہیں دیتا، وہ اللہ کے نام پر وہاں رہنے کا ارادہ کر لیتی ہے، رب کریم کی قدردانی دیکھئے کہ یہی نہیں کہ صرف ان کو پینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے پانی عطا کیا بلکہ زمزم کا ایک ایسا چشمہ جاری فرمادیا کہ جس سے آج تک پوری دنیا کے مسلمان اپنے گھروں میں بیٹھ کر زمزم پیا کرتے ہیں، کہاں علاقے کے لیے پانی نہیں تھا اور کہاں ایسا چشمہ کہ کم وبیش بیس لاکھ آدمی حج پر جاتے ہیں اور کم وبیش ہر بندہ اپنے ساتھ زمزم کا پانی بھر کر لاتا ہے، اے مالک! وہ کیسا چشمہ ہے جو اتنے بندوں کی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔

ایک دفعہ ہمیں زمزم کے کنویں دیکھنے کا شوق پیدا ہوا، کیونکہ کتابوں میں لکھا ہے کہ اس میں دیکھنا بھی عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کی شان کہ ہمارے ایک قریبی دوست کی وہاں ڈیوٹی تھی، وہ ہمیں لے کر گئے جب وہ ہمیں اندر لے گئے تو انہوں نے کہا کہ اندر جھانک کر دیکھیں، انہوں نے وہاں خاص لائنوں کا بندوبست کیا ہوا تھا، جب انہوں نے تیز لائٹیں اندر ڈالیں اور ہم نے اندر جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کی گہرائی تو اتنی نہیں ہے مگر نیچے جیسے پائپ میں سے پانی آرہا ہوتا ہے تو اس طرح ہمیں دھاریں نظر آئیں، ہم نے اس سے پوچھا، جی یہ کیا معاملہ ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ہم عام لوگوں میں یہ بات نہیں کرتے، مجھے کئی مرتبہ زمزم میں نیچے جانے کا موقع ملا، نیچے سات جگہیں ایسی ہیں جہاں سے پانی ابل رہا ہے، واہ میرے مولا! آپ کتنے قدردان ہیں کہ بی بی ہاجرہ کی توکل کے صدقے پوری مخلوق کو زمزم پہنچا رہے ہیں۔

نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عفو وتحمل

ایک مرتبہ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ میرے ایک کان میں گالی نکالے اور دوسرے کان میں معافی مانگ لے تو میں اسی وقت اس کے گناہ معاف کر دوں گا، ان کا "والعافین عن الناس" پر ایسا عمل تھا۔

فرزند کے مرنے پر صحابیہ کا صبر واستقلال

ایک صحابیہؓ کے یہاں بیٹا پیدا ہوا، شوہر جہاد پر گیا ہوا ہے، جس دن شوہر کو آنا ہے تو اس دن چند گھنٹے پہلے بیٹا فوت ہو گیا، اب پریشان بیٹھی ہے کہ خاوند اتنے عرصے میں آئے گا اور جب یہ معلوم ہوگا کہ بیٹا فوت ہو گیا تو اسے کتنا صدمہ ہوگا، دل میں افسوس ہوگا، کاش بچے کو زندگی میں آ کر پیار ہی کر لیتا، جب صحابیہؓ بہت پریشان ہوئی تو اس نے بچے کو نہلا کر کپڑا ڈال کر چارپائی پر رکھ دیا، کسی کو اطلاع نہ دی۔ خاوند گھر آیا تو پوچھا کیا بنا، بتایا کہ اللہ نے بیٹا دیا، پوچھا کہ میرا بیٹا کہاں ہے؟ کہا کہ وہ سکون میں ہے، خاوند سمجھا کہ وہ سو رہا ہے، چنانچہ خاوند نے کھانا کھایا تو رات ہوگئی، میاں بیوی اکٹھے بھی ہوئے، سفر کی باتیں بھی ہوئیں، لیکن اس عورت کو دیکھئے جو ماں تھی اس کے دل پر کیا گذر رہی ہوگی جس کے معصوم بیٹے کی لاش سامنے چارپائی پر پڑی ہو، لیکن وہ خاوند کی خوشی کی خاطر سینے پر سِل رکھ کر اس راز کو چھپائے بیٹھی ہے کہ میرے خاوند کا دل غمزدہ نہ ہو، وہ اس کے ساتھ کھانا بھی کھا رہی ہے، ہنس بول بھی رہی ہے، دونوں مل بھی رہے ہیں حتی کہ اسی حال میں صبح ہوگئی، صبح اپنے خاوند سے پوچھتی ہے کہ مجھے ایک بات بتائیے، خاوند نے کہا، پوچھو، کہنے لگی اگر کوئی کسی کو امانت دے اور پھر کچھ عرصہ بعد واپس مانگے تو وہ خوشی سے دینی چاہیے یا غمزدہ ہو کر، خاوند نے کہا کو خوش ہو کر، کہا کہ اچھا آپ کو بھی اللہ نے امانت دی تھی، آپ کے آنے سے کچھ پہلے اللہ نے وہ امانت واپس لے لی، اب جائیے اور خوشی خوشی اللہ کے حوالے کر دیجئے۔ اللہ اکبر! اس صحابیہؓ نے حسن معاشرت کا حق ادا کر دیا، صبح ان کے خاوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں یہ معاملہ ہوا، میری

بیوی نے میری خوشی کے خاطر اتنے صبر وضبط کا مظاہرہ کیا، اللہ کے نبی نے دعا دی، چنانچہ اللہ نے اس رات میں برکت ڈالی اور وہ عورت اپنے خاوند سے ملنے کی وجہ سے حاملہ ہوئی، اللہ نے ان کو ایک اور بیٹا عطا کیا جو حافظِ قرآن بھی بنا اور حافظِ حدیث بھی بنا۔

سیدنا حضرت حسینؓ کا عفو ودرگزر

سیدنا حسینؓ ایک مرتبہ گھر میں تشریف لائے تھے، ایک مہمان آیا، آپ نے اسے بٹھا کر باندی سے فرمایا، جاؤ، اس مہمان کے لئے کچھ لے کر آؤ، گھر کے اندر کچھ شوربہ تھا، اس باندی نے وہی شوربہ گرم کیا، پیالے میں ڈال کر لانے لگی، جب دروازے میں سے داخل ہونے لگی تو اس وقت بے توجہی کی وجہ سے اس کا پاؤں اٹکا اور وہ شوربہ نیچے گرا، اس کے کچھ قطرے آپ کے جسم مبارک پر بھی گرے، چونکہ شوربہ گرم تھا اور گرم شوربہ جسم پر پڑے تو جسم جلتا ہے، آپ کو تکلیف ہوئی اس لئے سیدنا حسینؓ نے اس باندی کی طرف غصے کے ساتھ دیکھا، وہ باندی پہچان گئی کہ آپ کو بہت غصہ آیا، مگر وہ آپ کی زندگی کے اصول وضوابط کو جانتی تھی، جب آپ نے غصہ اور جلال سے اس کی طرف دیکھا تو وہ فوراً کہنے لگی "**والکاظمین الغیظ**" قرآن کی وہ آیت جس میں اللہ تعالی مؤمنین کی صفات گنواتے ہیں کہ وہ تو غصہ کو پی جانے والے ہوتے ہیں، آپ نے فوراً کہا کہ میں نے اپنے غصہ کو پی لیا ہے، وہ کہنے لگی "**والعافین عن الناس**" انسانوں کو معاف کرنے والے، آپ نے فرمایا: جا میں نے تیری غلطی کو معاف کر دیا، کہنے لگی: "**واللہ یحب المحسنین**" اللہ تعالی نیکو کاروں سے محبت کرتے ہیں، آپ فرمانے لگے: جا میں نے تجھے اللہ کے راستے میں آزاد کر دیا۔

آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عفو ودرگزر

ایک مرتبہ امام زین العابدینؒ نے ایک شخص کو دیکھا جو ان کی غیبت کر رہا تھا، آپ نے فرمایا: "اے دوست! اگر تو سچا ہے تو خدا مجھے بخش دے اور اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھے بخش دے"۔۔۔۔سبحان اللہ! کتنا آسان جواب ہے، بات ہی سمیٹ دی۔

ایک اور شخص نے ایک مرتبہ آپ کی غیبت کی تو آپ نے اسے فرمایا: ''اے دوست! جتنا تجھے میرے عیبوں کا پتہ ہے اس سے بہت زیادہ عیب ایسے ہیں جن کا ابھی تجھے پتہ ہی نہیں ہے''۔۔۔۔اس کے بعد آپ نے اس بندے کو ایک ہزار دینار ہدیہ کے طور پر پیش کئے، جب اس بندے نے آپ کا یہ حسن سلوک دیکھا تو اسے شرم آئی، چنانچہ اس نے معافی مانگی اور کہنے لگا ''میں تصدیق کرتا ہوں کہ آپ نواسۂ رسول کے بیٹے ہیں''۔

صبر وتحمل کی انتہا تو دیکھئے

ایک مرتبہ ایک شخص امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ذہنی اذیت دینے کے لئے مجمع میں کہنے لگا، آپ کی والدہ بیوہ ہیں، آپ ان کا نکاح میرے ساتھ کردیں، اب یہ کتنا غصہ دلانے والی بات تھی کہ بوڑھی والدہ کے لئے نکاح کا پیغام بھیج رہا ہے، آپ نے بڑی نرمی سے جواب دیا، میری والدہ عاقلہ بالغہ ہیں، ان سے پوچھ کر فیصلہ کیا جائیگا، وہ شخص وہاں سے رخصت ہوکر آگے جا کر گر پڑا، گردن ٹوٹ گئی اور وہیں مر گیا، اس پر آپ نے فرمایا، ابوحنیفہ کے صبر نے ایک آدمی کی جان لے لی۔

ستانے والوں کو دعاؤں کا تحفہ

ایک مرتبہ ابراہیم بن ادہمؒ نے حلق کروایا یعنی ٹنڈ کروائی، وہ کشتی پر سوار ہوکر کہیں جا رہے تھے، اس وقت کشتیاں اتنی بڑی ہوتی تھیں کہ ان میں دو تین سو بندے آسانی سے بیٹھ سکتے تھے، آپ کشتی میں ذکر واذکار میں مشغول ہوگئے، جب چھوٹے بچوں نے چمکتی ہوئی ٹنڈ دیکھی تو ان کو اچھی لگی، چھوٹوں کو کیا وہ تو بڑوں کو بھی اچھی لگتی ہے، ٹنڈ کروائیں تو اس پر ہاتھ پھیرنے کا اپنا مزہ ہوتا ہے، ایک بچے نے پاس آکر ان کے سر کے اوپر ہاتھ پھیرا تو اس کو بڑا مزہ آیا، دوسرے بچے نے بھی ہاتھ پھیرا تو اسے بھی مزہ آیا، اس نے تیسرے کو بتایا، حتیٰ کہ بچے باری باری آتے رہے اور ان کی ٹنڈ پر ہاتھ پھیر کر جاتے رہے، ان میں سے ایک بچہ کچھ زیادہ ہی شرارتی تھا، جب وہ آیا تو اسے شرارت سوجھی اور اس نے ہاتھ پھیرنے کے بعد ایک تھپڑ سا لگا

دیا، اس کے بعد دوسرے بچے نے بھی تھپڑ لگا دیا، اس کے بعد تیسرے نے بھی لگا دیا، بچے ان کو تھپڑ لگاتے رہے اور بڑے ان کو دیکھ کر ہنستے رہے، کشتی کے سب آدمی ان کا مذاق اڑاتے رہے، حتی کہ عجیب طوفانِ بدتمیزی بپا ہوا، جب انہوں نے اللہ کے ایک ولی کو اس طرح بہت زیادہ ایذا پہونچائی تو پھر اللہ رب العزت کی غیرت بھی جوش میں آ گئی، چنانچہ اللہ رب العزت نے ان کو الہام فرمایا: اے ابراہیم بن ادہم! انہوں نے طوفان بدتمیزی بپا کرنے میں حد کر دی ہے اگر اس وقت تو دعا کرے تو میں کشتی کو اُلٹ دوں اور سب غرق ہو جائیں، جیسے ہی الہام ہوا حضرتؒ نے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا مانگی، اے اللہ! آپ ان سب کے دلوں کی کشتی کو الٹ دیجئے اور ان کو نیک بنا دیجئے، چنانچہ دعا قبول ہوئی اور کشتی میں جتنے تھے سب نے مرنے سے قبل ولایت کا انعام حاصل کیا۔

حضرت اقدس تھانویؒ کی تحمل مزاجی

حضرت اقدس تھانویؒ ایک جگہ تقریر کرنے کے لئے تشریف لے گئے، وہاں اسٹیج پر انہیں ایک چٹ ملی، اس پر لکھا تھا، اشرف علی! آپ کافر ہیں، ولدالزنا ہیں اور ذرا سنبھل کر بات کرنا، آپ نے یہ پڑھ کر بہت محبت سے جواب دیا، بھائی! یہ پرچی آئی ہے، سارے مجمع کو پڑھ کر سنائی اور پھر کہا کہ اگر میں کافر ہوں تو لو اب کلمہ پڑھ لیتا ہوں **لا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** اور جو دوسری تہمت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حسن اتفاق سے اس مجمع میں میرے والد کے نکاح کے گواہ موجود ہیں، ان سے پوچھ لیں اور تیسری بات ذرا سنبھل کر بات کرنے کی ہے تو نہ میں چندہ مانگنے آیا ہوں نہ رشتہ مانگنے آیا ہوں، میں سنبھل کر بات کیوں کروں، میں تو اپنا حق بیان کروں گا۔

ایک آفیسر نے قلی کا دل جیت لیا

ایک آدمی گورنمنٹ کے کسی محکمہ کا آفیسر تھا، اس نے اپنی زندگی کی داستان میں اپنا ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ لکھا ہے، میں آپ کو وہ واقعہ سنا دیتا ہوں۔

وہ ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرا ہوا تھا، اسے ایک مرتبہ کسی سرکاری دورے پر ایک شہر سے دوسرے شہر جانا تھا، اسے ریل گاڑی کے ذریعہ جانا تھا، چنانچہ وہ اسٹیشن پر پہنچا اور اس نے ٹکٹ خریدا، گاڑی جس لائن پر کھڑی تھی اسے وہاں پہنچنا تھا، اس نے سامان اٹھانے کے لیے قلی کو بلایا اور اسے کہا کہ بھئی! میرا سامان فلاں پلیٹ فارم پر پہنچا دو، اس نے کہا، جی بہت اچھا اور سامان اٹھالیا، چونکہ وقت بہت کم تھا اس لیے وہ تیزی سے پلیٹ فارم کی طرف چلا، پیچھے سے قلی بھی سامان اٹھا کر بھاگا، وہ آدمی تیز تیز چل کر پلیٹ فارم پر بوگی کے دروازے پر جلدی پہنچ گیا لیکن بھیڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے قلی وقت پر نہ پہنچ سکا، اس وقت اس کو بہت غصہ آیا، یہاں تک کہ گارڈ نے وسل دے دی اور گاڑی چلنا شروع ہوگئی، وہ اس پر چڑھ بھی نہیں سکتا تھا، کیونکہ اس کا سامان پیچھے تھا، بالآخر اسے گاڑی چھوڑنا پڑی۔

جب وہ گاڑی سے رہ گیا تو اسے بہت افسوس ہوا کہ میرا پروگرام مس ہو گیا ہے، جب گاڑی چل دی اور مسافروں کو الوداع کہنے والے لوگ بھی چلے گئے تو اس وقت وہ قلی پسینے سے شرابور سامان اٹھائے ہوئے اس کے پاس آیا، اس کے چہرے پر بڑی ندامت اور شرمندگی تھی، وہ کہنے لگا، صاحب! مجھے معاف کردیں، میں نے یہاں پہنچنے کی بڑی کوشش کی لیکن راستے میں اتنی بھیڑ تھی کہ راستہ بھی نہیں مل رہا تھا، اس کے دل میں خیال آیا کہ اب گاڑی تو جا چکی ہے، اب اگر میں اس بیچارے پر غصہ کروں گا بھی تو مجھے کیا فائدہ ہوگا، چنانچہ اس نے اسے پیار سے کہا، کوئی بات نہیں، اللہ کو ایسا ہی منظور تھا، چلو میں کل چلا جاؤں گا، جیسے ہی اس نے یہ کہا، اس قلی کے چہرے پر بشاشت آگئی اور کہنے لگا، اچھا میں آپ کا سامان آپ کی گاڑی میں پہنچا دیتا ہوں، چنانچہ اس نے اس کا سامان گاڑی تک پہنچا دیا، اس نے وہ رات وہیں گزاری۔۔۔۔۔۔اگلے دن وہ وقت سے کچھ زیادہ پہلے اسٹیشن پر پہنچ گیا، جب وہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہی قلی پہلے سے اس کا انتظار کر رہا تھا، جیسے ہی اس نے دیکھا تو اس سے ایسے گرمجوشی سے ملا جیسے کوئی بڑا ہی عزیز ہوتا ہے، اس کے بعد اس قلی نے اس کا سامان سر پر اٹھالیا اور کہنے لگا، صاحب! آج تو ابھی رش نہیں ہوا، لہٰذا آج تو آپ کو پہنچا ہی دوں گا،

جب قلی نے اس کا سامان پلیٹ فارم پر پہنچا دیا اور اس نے اسے پیسے دینے چاہے تو وہ کہنے لگا، نہیں صاحب! میں پیسے نہیں لوں گا، کیونکہ میری ہی غلطی کی وجہ سے آپ کی ٹرین مس ہوئی تھی، اس نے پیسے دینے کی بڑی کوشش کی لیکن قلی نے اس کی منت سماجت کرنی شروع کر دی کہ اگر آپ مجھے پیسے نہیں دیں گے تو میں زیادہ خوش ہوں گا، بالآخر اس نے پیسے نہ لیے۔

قلی نے اسے گاڑی پر بٹھایا اور بوگی کے باہر آ کر اس کے ساتھ والی کھڑکی کھول کر کھڑا ہو گیا اور گاڑی کے چلنے کے وقت تک وہ اسے بڑی احسان مندانہ نظروں سے دیکھتا رہا، اور جب گاڑی چلنے لگی تو اس قلی نے اسے ایسی محبت سے الوداع کیا کہ اسے پوری زندگی میں کبھی کسی رشتہ دار نے اتنی گرمجوشی کے ساتھ الوداع نہیں کیا تھا۔

اس نے اس واقعہ کے بعد لکھا کہ لیٹ ہونے کا جو غم تھا وہ تو رات کو ہی ختم ہو گیا تھا لیکن اس کی محبت بھری الوداعی نظر آج بیس سال گزرنے کے بعد بھی میرے دل میں ٹھنڈک پیدا کر دیتی ہے۔۔۔۔۔۔۔اب دیکھئے کہ وہ بندہ دو گالیاں دے کر اپنے دل کا غصہ ٹھنڈا بھی کر سکتا تھا اور وہ سن کر گھر چلا جاتا، لیکن اس نے معاف کر دیا اور اس معاف کرنے کا نتیجہ نکلا کہ اس نے احسان مانا، اس دن بھی اس کا سامان پہنچایا اور اگلے دن بھی سامان پہنچایا، حتی کہ جب تک وہ روانہ نہ ہوا وہ پلیٹ فارم پر ہی کھڑا رہا، اس کے لیے دعائیں بھی کرتا رہا اور اسے محبت بھری نظروں سے الوداع بھی کیا، جی ہاں! جب انسان دوسروں کی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے تو ان کی غلطیوں کی تکلیف تو یاد نہیں ہوتی لیکن معاف کر دینے کا مزہ اسے زندگی بھر نصیب ہوتا رہتا ہے، اس لیے جب کبھی کوئی معافی مانگنے آئے تو سب سے پہلے اپنی آخرت کے بارے میں سوچیں کہ اگر میں نے آج اس کو معاف نہ کیا تو پھر میں قیامت کے دن اللہ رب العزت سے کس منہ سے معافی مانگوں گا۔

فیصلۂ خداوندی پر تسلیم ورضا

(۱) حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ سے کسی نے کہا، حضرت! انگریز کی ہندوستان پر گرفت تو مضبوط ہوتی جا رہی ہے، کیا یہ اولیاء کچھ بھی نہیں کر سکتے؟ مولانا یعقوب

نانوتویؒ نے فرمایا، ایک تسبیح گھمانے کی بات ہے، مگر کیا کریں کہ اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۲) جب ساتویں صدی ہجری میں تاتاری فتنہ اٹھا اس وقت تذکرۃ الاولیاء کے مصنف خواجہ فریدالدین عطارؒ زندہ تھے، انہیں پتہ چلا کہ تاتاری لشکر ان کے شہر کی طرف آرہا ہے، جس وقت اطلاع ملی اس وقت وہ پیالے میں کچھ پی رہے تھے، انہوں نے اس پیالے کو دوسری سمت گھما دیا، جب پیالے کو گھمایا تو لشکر راستہ بھول گیا، پورے کا پورا لشکر کسی اور سمت میں چلا گیا، ایک سال اسی طرح گزر گیا۔

ایک سال کے بعد دوبارہ پتہ چلا کہ تاتاری لشکر اس شہر کی طرف آرہا ہے، انہوں نے پھر ارادہ کیا کہ میں کچھ کروں، مگر الہام ہوا کہ پیارے! مرضی تو ہماری چلتی ہے، یہ قضاوقدر کے فیصلے ہیں جو آپ کو تسلیم کرنا پڑیں گے، چنانچہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے کہ اے اللہ! جب تیری رضا یونہی ہے، جب تیری قضاوقدر کے فیصلے ایسے ہی ہیں تو ہم کٹ جائیں گے، پھر نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تاتاری لشکر آیا، انہوں نے شہر فتح کیا اور لوگوں کا قتل عام کیا، خواجہ فریدالدین عطارؒ بھی انہیں شہید ہونے والوں میں سے تھے۔

(۳) جب ریشمی رومال کی تحریک چل رہی تھی، اس وقت اولیاء اور علماء میں انگریز کے خلاف بڑا غصہ تھا، مولانا تاج محمود امرویؒ ایک موقع پر بات کرتے ہوئے بڑے جلال میں آگئے اور فرمانے لگے، جی تو چاہتا ہے کہ ایڈورڈ کے محل میں گھس کر اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا دبا دوں مگر کیا کروں کہ مجھے اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۴) حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ ایک محفل میں فرمانے لگے کہ اگر میں ایک توجہ کروں تو پورے مجمع کو تڑپا کر رکھ دوں مگر کیا کروں، مجھے اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(۵) ایک مرتبہ خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے سامنے بتایا گیا کہ بادشاہ بڑا نافرمان بنتا چلا جارہا ہے، فرمانے لگے، اگر تصرف کروں تو بادشاہ ننگے پاؤں دوڑتا ہوا ابھی چل

کر یہاں آجائے مگر کیا کروں کہ اوپر سے ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ

جب تاتار کا فتنہ اٹھا تو خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ملی کہ تاتاری اس شہر پر ہلہ بولنے والے ہیں، انہوں نے اٹھ کر دعا مانگی، اے اللہ! ہمیں اس فتنہ سے محفوظ فرما، جو لشکر شہر کی طرف چلا تھا وہ اس دعا کی برکت سے راستہ بھول گیا اور کسی دوسری طرف کو جا نکلا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پورے شہر کو محفوظ فرمالیا، اگلے سال تاتاریوں نے پھر اس شہر کا رخ کیا تو اس مرتبہ خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں ارادہ کیا کہ میں دعا مانگوں، مگر الہام کر دیا گیا کہ میرے بندے! یہ میری مشیت ہے، اب تمہیں سر جھکانا پڑیگا، آپ نے پہلے دعا مانگی تھی، جسے ہم نے قبول کرلیا اب مت ہاتھ اٹھانا، یہ قضا وقدر کے فیصلے ہیں، اسے ہو کر رہنا ہے، چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دعا نہ مانگی اور نتیجہ یہ نکلا کہ تاتار آئے اور پورے شہر کو تہس نہس کر دیا، اسی دوران خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

☆لطیفہ☆

حضرت امام شافعیؒ نے صافہ اتار کر

امام شافعیؒ ایک دفعہ درس قرآن دے رہے تھے، اسی دوران دو چڑیاں لڑتی ہوئی ان کے قریب آ کر گریں، یہ کم عمر تو تھے ہی سہی، انہوں نے اپنا عمامہ اُتارا اور ان چڑیوں کے اوپر رکھ دیا، اب جو درس قرآن کے درمیان یہ کام کیا تو جو مشائخ بیٹھے تھے، انہوں نے اس چیز کو Mind (محسوس) کیا کہ یہ ادب کے خلاف ہے، چنانچہ انہوں نے عمامہ اپنے سر پر رکھا اور یہ فرمایا الصبی صبی و لو کان ابن نبی کہ بچہ تو بچہ ہی ہوتا ہے، چاہے کسی نبی علیہ السلام کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، پھر ان مشائخ کو تسلی ہوگئی کہ ہاں کم عمری کی وجہ سے ایسی باتیں ہوسکتی ہیں۔

تواضع وانکساری

صدیق اکبرؓ کی عجز وفنائیت

اپنے آپ کو مٹانے کی بہترین مثال تو صدیق اکبرؓ کی زندگی میں ملتی ہے، محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو صدیقیت کی بشارت دیتے ہیں، عشرہ مبشرہ میں ان کے تذکرے فرماتے ہیں، احد سے کہتے ہیں کہ احد! کیوں ہلتا ہے، تیرے اوپر صدیق ہے، اپنی حیات مبارکہ میں ان کو مصلی پر کھڑا فرماتے ہیں، ہجرت کے وقت رفیق سفر بناتے ہیں، مگر اس سب کچھ کے باوجود صدیق اکبرؓ کی یہ حالت تھی کہ جب اپنے آپ پر نظر ڈالتے تو کانپ اٹھتے، رو پڑتے اور رو رو کر کہتے، کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا، کاش! میں کسی مؤمن کے بدن کا بال ہوتا، کاش! میں کوئی پرندہ ہوتا، کاش! میں گھاس کا کوئی تنکا ہوتا جسے کوئی جانور ہی کھالیتا۔

ان کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَمْشِی عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اِبْنِ اَبِی قُحَافَةَ" (کہ جو شخص چاہے کہ زمین کے اوپر چلتی ہوئی کسی لاش کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکرؓ کو دیکھ لے)

سبحان اللہ! پھر اللہ رب العزت نے ان کو غار میں "ان اللہ معنا" کی بشارتیں دیں، کیونکہ خواہشات ختم ہوگئی تھیں، ہوائے نفسانی کا نام ونشان نہ رہا تھا، حقیقت انسانیت نصیب ہوچکی تھی، وہ زندہ تو تھے مگر دنیا میں نہیں تھے بلکہ ان کے دل ودماغ عرش کے اوپر پہنچے ہوئے ہوتے تھے۔

فاتح خیبر کے عجز وانکساری کا عالم

ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت علیؓ سے ملا، وہ تابعین میں سے تھا، اس نے حضرت علیؓ کو نہ پہچانا، کیوں کہ مدینہ میں نو وارد تھا، لہٰذا اس نے پوچھا: "مَنْ اَنْتَ"؟ آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا "مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ" (میں نہیں ہوں مگر

مسلمانوں میں سے ایک آدمی) میرے دوستو! انہوں نے یہ نہ بتایا کہ میں دامادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، میں خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراءؓ کا خاوند ہوں، میں "سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الجَنَّۃِ" حسنؓ وحسینؓ کا والد ہوں، میں باب العلم ہوں، مجھے اسد اللہ الغالب کہا گیا، میرے ہاتھ پر اللہ رب العزت نے خیبر فتح کروایا، انہوں نے اپنے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہی، بلکہ اپنی ذات کی نفی کر دی، اپنی شان کی نفی کر دی، اپنے مقامات کی نفی کر دی، جب ان اکابرین کا یہ حال تھا، تو میں اور آپ کس کھیت کے گاجر مولی ہیں کہ ہم دعوے کرتے پھریں کہ ہمیں تو یہ کیفیت اور مقام حاصل ہے۔

ابدال کا مقام کیسے ملا؟

حضرت بایزید بسطامیؒ ابدال کے مقام پر کیسے فائز ہوئے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ اہل شہر نے کہا کہ کافی دن ہوئے ہیں بارش نہیں ہوئی، لگتا ہے کہ شہر میں کوئی ایسا گنہگار ہے کہ جس کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالی نے رحمت کی بارش کو روکا ہوا ہے، فرمایا کہ ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ میں نے دل میں سوچا کہ بایزید! اب تمہیں اس شہر میں رہنے کا کوئی حق نہیں، تم ہی وہ گنہگار ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے اپنی رحمتوں کو روکا ہوا ہے، میں اپنے آپ کو پورے اہلِ شہر میں سے سب سے کمتر سمجھ کر شہر سے باہر نکل گیا، میرے مالک نے میری عاجزی کو قبول کر کے مجھے ابدال کا مقام عطا فرمایا۔ سبحان اللہ!

سید الطائفہ کا تواضع

مشائخ میں تو اتنا عجز ہوتا ہے کہ اگر ہمارے سامنے کھل جائے تو ہم حیران ہو جائیں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے ایک آدمی نے آ کر کہا کہ فلاں بزرگ تو لوگوں کو بڑے استخارے کرنے کے بعد بیعت کرتے ہیں، لیکن آپ کے پاس تو جو بھی آتا ہے آپ اسے بیعت کر لیتے ہیں، فرمایا کہ میں تو ہر ایک کو اس لئے بیعت کر لیتا ہوں کہ اگر قیامت کے

دن میرے مرید اپنے پیر کو جہنم میں جاتا ہوا دیکھیں گے تو کوئی تو ان میں سے ایسا ہوگا جو پیر کی شفاعت کریگا، کسی ایک کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ پیر کو بھی جنت میں جانے کی توفیق دے دیں گے۔

بانیٔ دارالعلوم کی شانِ فنائیت

حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی بات سنائے بغیر محفل کا مزہ ہی نہیں آتا، اللہ تعالیٰ ان کو علم وعمل میں بہت ہی بلندی عطا کیا تھا، اس دور میں شاہ جہاں پور انڈیا میں سال میں ایک مرتبہ تمام مذاہب کے لوگ اکٹھے ہوتے تھے اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے، مسلمان علماء نے سوچا کہ ہم کن کو بلائیں، جب حضرت قاسم نانوتویؒ کا نام سامنے آیا تو سب مطمئن ہوئے کہ اچھا ہے کہ حضرت تشریف لائیں اور دین اسلام کی حقانیت پر بیان فرمائیں، چنانچہ انہوں نے حضرت سے رابطہ کیا، حضرت نے کہا کہ میں مباحثے سے ایک دن پہلے وہاں بذریعہ ٹرین پہنچ جاؤں گا، جب ان علماء نے یہ جواب سنا تو وہ مطمئن ہوگئے کہ چلو حضرت تشریف لے آئیں گے۔

جس دن حضرت نے آنا تھا، اس دن لوگوں نے ان کے استقبال کی تیاریاں کیں اور اسٹیشن پر پہنچ گئے، حضرت کی باطنی بصیرت کے واقعات مشہور تھے، حدیث شریف میں ہے کہ ''اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ'' (مؤمن بندے کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) چنانچہ حضرت نے اپنی باطنی بصیرت سے بھانپ لیا کہ چوں کہ لوگوں کو میرے آنے کی اطلاع ہے ایسا نہ ہو کہ وہ استقبال کے لیے اکٹھے ہوجائیں، میں تو پہلے ہی بگڑا ہوا ہوں، میرا نفس کہیں اور نہ بگڑ جائے، چنانچہ یہ سوچ کر آپ منزل سے ایک اسٹیشن پہلے ہی نیچے اتر گئے کہ میں اگلے شہر تک کا سفر پیدل طے کرلوں گا، تقریباً پانچ میل کا سفر بنتا تھا، آپ نے پیدل چلنا شروع کردیا، ادھر جب ٹرین پہنچی تو لوگوں نے دیکھا کہ ٹرین میں حضرت تشریف نہیں لائے، بہت حیران ہوئے کہ کیا بنا، ان میں سے ایک بڑے عالم نے

کہا کہ شہر کے مسافر خانہ یا ہوٹل سے معلومات حاصل کرو کہ کہیں وہاں آ کے ٹھہر نہ گئے ہوں، چنانچہ انہوں نے ہوٹلوں میں پتہ کیا تو وہاں بھی قاسم کے نام کا کوئی آدمی نہیں تھا، ایک ہوٹل میں خورشید حسن کا نام نظر آیا۔

ادھر جس اسٹیشن پر حضرت اترے تھے، وہاں سے اگلے شہر جب روانہ ہوئے تو راستے میں ایک نہر عبور کرنا پڑی، جب حضرت وہ نہر عبور کرنے لگے تو پاجامہ پانی میں بھیگ گیا، جب اس نہر سے باہر نکلے تو اس وقت کوئی خادم، کوئی شاگرد، کوئی رفیق سفر ساتھ نہ تھا، اکیلے جا رہے تھے، سبحان اللہ! یہ دیوانہ اللہ کی محبت میں فنا ہو کر دین اسلام کا نمائندہ بن کر جا رہا تھا۔۔۔۔۔۔جب آپ نہر سے باہر نکلے تو آپ نے چادر باندھ لی، پاجامے کو اتار لیا ہاتھ میں چھڑی تھی، سفر کرنا بھی ضروری تھا، خشک کرنے کا انتظار بھی نہیں کر سکتے تھے، چنانچہ اس چھڑی کو کندھے پر رکھ لیا اور اس کے پیچھے اپنا پاجامہ لٹکا لیا، دین اسلام کا نمائندہ اس فقیرانہ چال سے جا رہا ہے، لوگ استقبال کے لیے جمع ہیں اور یہ فقیر اللہ کی یاد میں مست اپنی منزل کی طرف چل رہا ہے، شہر پہنچ کر آپ نے خورشید حسن (یہ آپ کا اصلی نام ہے اور قاسم لقب ہے) کے نام سے ہوٹل میں ایک کمرہ بک کروا لیا اور سوچا کہ آج آرام کر لوں، کل مباحثے سے پہلے میں متعین جگہ پر پہنچ جاؤں گا۔

دوسری طرف جب لوگ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ہوٹل پہنچے تو خورشید کا نام دیکھا، پہچان لیا کہ یہ حضرت ہی ہوں گے، انہوں نے ہوٹل والے سے پوچھا کہ یہاں اس کمرے میں کون ہیں؟ اس نے کہا کہ ایک مولانا ہیں، دبلے پتلے اور ہلکے پھلکے سے ہیں انہوں نے کہا، بس وہی جو دیکھنے میں دبلا پتلا ہے وہ **بسطة فی الجسم** تو نہیں مگر **بسطة فی العلم** ضرور ہے، اللہ تعالیٰ نے علم کے اعتبار سے اسے بڑا وزن عطا فرمایا ہے، چنانچہ وہ حضرت کے پاس گئے اور مل کر عرض کیا، حضرت! آپ یہاں پر ہیں اور ہم تو آپ کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے، حضرت نے فرمایا، ہاں میں بھی اسی لیے آ گیا کہ آپ میرے استقبال کے لیے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے، وہ بڑے حیران ہوئے کہ حضرت یہ کیا فرما رہے

ہیں، پھر حضرت نے ان کو عاجزی انکسار کا انمول درس دیا اور بڑی حسرت کے ساتھ اپنے بارے میں فرمایا کہ دو لفظ پڑھ لیے ہیں جس کی وجہ سے دنیا جان گئی ورنہ تو قاسم اپنے آپ کو ایسے مٹا تا کہ کسی کو نام کا بھی پتہ نہ چلتا۔

میرے دوستو! جب اپنے دل میں اپنے آپ کو مٹانے کی یہ کیفیت ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اوپر اٹھایا کرتے ہیں، آج جہاں تک علم کا نام رہے گا قاسم نانوتویؒ کا نام بھی وہاں تک رہے گا۔ سبحان اللہ!

طالبانِ علوم نبوت کے سامنے تواضع کی مثال

ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حدیث پڑھا رہے تھے کہ ایک دم بارش شروع ہو گئی، طلباء نے اپنی کتابیں سمیٹیں اور کمرے میں بھاگ گئے، حضرتؒ نے رومال بچھایا، طلباء کی جوتیاں اس میں ڈالیں اور اس کی گٹھڑی باندھ کر سر پر رکھی اور کمرے میں لے آئے، طلباء نے دیکھا تو ان کی چیخیں نکل گئیں، کہنے لگے، حضرت! ہم خود جوتے اُٹھا لیتے، حضرت نے جواب دیا، بچو! تم سارا دن "قال اللہ" اور "قال الرسول" پڑھتے ہو، رشید احمد تمہارے جوتے نہ اُٹھائیگا تو اور کیا کریگا۔

شیخ طریقت کے سامنے عجز و بے کسی

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ ایک مرتبہ دسترخوان پر بیٹھے، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت فضل الرحمن گنج مرادآبادی بھی ساتھ تھے، حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک پلیٹ میں دال ڈال دی اور ایک روٹی حضرت گنگوہی کے ہاتھ میں پکڑوا دی اور فرمایا کہ وہاں پیچھے دسترخوان کے کونے پر بیٹھ کر کھالو اور خود دسترخوان پر پڑی طرح طرح کی نعمتیں کھانا شروع کر دیں، آج کا کوئی مرید ہوتا تو پیر سے بدظن ہو جاتا کہ اس پیر کو تو مساوات ہی نہیں آتی، اس پیر کو تو آدابِ معاشرت نہیں آتے، اس پیر کو تو شریعت کا پتہ ہی نہیں ہے، یہ بندے کو بندہ ہی

نہیں سمجھتا، اس کے اندر تو تکبر ہے، اس کے اندر عجب ہے، اس کے اندر دنیا کی محبت ہے، معلوم نہیں کیا کیا فتوے لگ جاتے، مگر وہ کامل تھے، طالب صادق تھے، وہ جانتے تھے کہ اس میں کوئی حکمت ہوگی، لہٰذا آرام سے بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا، ادھر حضرت حاجی صاحبؒ اپنے کھانے میں تو بریانی اور بوٹیاں کھا رہے ہیں اور ادھر دال دی ہوئی تھی، تھوڑی دیر کھانا کھاتے رہے، تھوڑی دیر کے بعد کہا، میاں رشید احمد! جی تو یہ چاہتا تھا کہ تجھے اُدھر جوتوں پر بٹھا دیتا کہ وہاں بیٹھ کر کھانا کھاؤ، مگر تم پر احسان کیا کہ تمہیں اپنے دسترخوان کے کونے پر بٹھا لیا، یہ کہنے کے بعد حضرت حاجی صاحب نے ان کی طرف دیکھا، حضرت گنگوہی نے مسکرا کر کہا، حضرت! میری اوقات تو یہی ہے کہ میں جوتوں میں بیٹھنے کے قابل تھا، آپ نے احسان فرمایا کہ اپنے دسترخوان کے کونے پر بٹھا لیا، جب حضرت حاجی صاحب نے دیکھا کہ ایسی بات کو سن کر نفس بھڑکا نہیں، چمکا نہیں، بلکہ عاجزی کا بول نکالا ہے تو فرمایا! الحمد للہ اب کام بن گیا ہے، اس امتحان کے بعد حضرت حاجی صاحب نے ان کو نسبت القاء فرمائی۔

خواجہ عبد المالکؒ کی انکساری

ابھی حضرت ماسٹر نجم صاحب مجھے مجمع میں بیٹھے سامنے نظر آئے، ان کو دیکھ کر مجھے ایک بات یاد آ گئی، جو ایک مرتبہ انہوں نے سنائی، وہ خود اس کے چشم دید گواہ ہیں مگر ہم نے سنی ہے، چونکہ وہ بات موضوع سے متعلقہ ہے اس لئے آپ کو بھی سنا دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ماسٹر صاحب حضرت خواجہ عبد المالک صدیقیؒ کی محفل میں خانیوال تشریف فرما تھے کہ اس وقت حضرت کے ایک مرید آئے، اس مرید کا تعلق ایسے علاقے سے تھا جہاں حضرت صدیقیؒ کے ایک اور پیر بھائی رہتے تھے، ان کو بھی اجازت و خلافت تھی اور وہ بھی بڑے شیخ تھے، حضرت بھی اپنے علاقے کے شیخ اور عالم تھے اور وہ بھی اپنے علاقے کے بڑے شیخ اور عالم تھے، میں اس وقت ان کا نام بتانا مناسب نہیں سمجھتا، جب محفل میں وہ مرید حاضر ہوئے تو حضرت صدیقیؒ نے ان سے پوچھا کہ بھئی! آپ آتے ہوئے

فلاں شیخ سے مل کے آئے ہیں؟ اس نے بتایا کہ ہاں، حضرت! میں مل کے آیا ہوں۔

یہ وہ دور تھا جب حضرت صدیقیؒ پر اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا تھا، دنیا کی ریل پیل تھی، دنیا قدموں میں بچھی جاتی تھی، حضرت نے پوچھا کہ اچھا جب آپ مل کے آئے تو انہوں نے کیا فرمایا؟ اس نے جھجکتے جھجکتے کہا کہ سلام بھی بھیجا ہے مگر حضرت نے پہچان لیا کہ یہ کوئی بات چھپا رہا ہے۔

پیر آخر پیر ہوتے ہیں، ہمارے حضرت، حضرت مرشد عالمؒ ایک مرتبہ کراچی میں تشریف فرما تھے، ایک صاحب آئے تو کسی نے کہا کہ حضرت! یہ فلاں آدمی اس اس کام کے لئے آیا ہے، حضرتؒ نے غصے سے فرمایا، میں لعنت کرتا ہوں اس پیر پر کہ جس کے پاس مرید آئے اور اسے پتہ بھی نہ چلے کہ یہ کس مقصد کے لئے آیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو نور فراست عطا فرما دیتے ہیں۔

جب حضرت صدیقیؒ پہچان گئے کہ کوئی بات چھپا رہا ہے تو فرمایا کہ بتاؤ، اب وہ خاموش رہا، حضرت نے سختی فرمائی کہ بتاؤ اور من وعن اسی طرح بتاؤ کہ جس طرح بات پیش آئی، جب حکم دیا تو وہ صاحب بھی سیدھے ہو گئے، اور کہنے لگے، حضرت! جب میں ان سے ملا تو بتایا کہ میں حضرت صدیقیؒ کی خدمت میں جا رہا ہوں تو انہوں نے مجھے کہا کہ ان کو میرا سلام پہنچا دینا اور یہ کہنا کہ دنیا اور آخرت وہ دو بہنیں ہیں جو ایک نکاح کے اندر جمع نہیں ہو سکتیں، {اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ} یہ بتا کر کہنے لگا، حضرت! مجھے تو بات کچھ بھی سمجھ نہیں آئی اس لئے میں نے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا، حضرت نے جب یہ بات سنی تو رونا شروع کر دیا، کوئی ہم جیسا ہوتا تو ہم کہتے کہ بڑے زاہد بنے پھرتے ہیں، کیا ہمارے اندر دنیا کی محبت ہے، ہم بھی تو اللہ کی محبت میں دین کا کام کر رہے ہیں، ہم اس کے سو جواب دے دیتے، مگر وہاں تو عاجزی تھی۔

حضرت صدیقیؒ کافی دیر تک سر جھکا کر روتے رہے، بالآخر سر اٹھایا اور ایک ٹھنڈی سانس لیکر فرمایا، الحمد للہ ابھی دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ہماری اصلاح فرماتے رہتے ہیں، سبحان اللہ! ہماری یہ حالت ہے کہ اگر کوئی ہمیں اصلاح کی بات کہہ دے تو توبہ، وہ تو گولی کی طرح لگتی ہے اور ہم ہر ممکن مخالفت پر اتر آتے ہیں۔

برا کہنے والوں کو برا نہ کہئے

حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ کی خانقاہ مسکین پور شریف میں دور دراز سے سالکین آ کر قیام کرتے اور تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی محنت کرتے تھے، عام طور پر یہ حضرات جب فجر کے وقت قضائے حاجت کے لئے بستی سے باہر ویرانے میں جاتے تو واپسی پر کچھ خشک لکڑیاں بھی اٹھا کر لے آتے، حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ کی عادتِ شریفہ تھی کہ لکڑیوں کا بہت بڑا گٹھڑ سر پر اٹھا کر لاتے، مقامی لوگ اتنا بڑا گٹھڑ دیکھ کر حیران ہوتے اور آپس میں طنز و مزاح کرتے، یہ باتیں کسی ذریعہ سے حضرت قریشیؒ کو پہنچیں تو حضرتؒ نے حضرت مولانا عبد الغفور مدنیؒ کو بلا کر فرمایا، مولانا! آپ اتنا بڑا گٹھڑ سر پر نہ لایا کریں، بس تھوڑی سی لکڑیاں بھی لے آئیں گے تو کار خیر میں شرکت ہو جائے گی، حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ نے عرض کیا، حضرت! مجھے اس میں کوئی مشقت نہیں اٹھانا پڑتی، میں اپنے شوق سے لے آتا ہوں، حضرت قریشیؒ نے فرمایا، مولانا! یہاں کے مقامی لوگ جاہل ہیں، یہ لوگ آپ کی قدر نہیں جانتے لہٰذا آپ کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں، حضرت مولانا مدنیؒ نے پوچھا، حضرت! آخر کیا باتیں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ مولانا! جب آپ اتنا بڑا گٹھڑ سر پر لا رہے ہوتے ہیں تو یہ لوگ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں دیکھو پیر قریشی نے خراسان سے گدھا منگوایا ہے، حضرت مولانا عبدالغفور مدنیؒ نے فوراً کہا، حضرت! یہ لوگ مجھے پہچانتے ہیں اسی لئے گدھا کہتے ہیں، سبحان اللہ! تواضع کا کیا عالم تھا۔

حضرت سعید احمد کی تواضع

حضرت مولانا سعید احمد گوہانویؒ حضرت احمد سعید قریشیؒ احمد پور شرقیہ والوں کے خلفاء میں سے تھے، یہاں بھی تشریف لاتے تھے، حضرت مولانا حکیم محمد یاسین صاحب دامت برکاتہم کے شیخ تھے، اس عاجز کو بھی چند ایک مرتبہ یہاں ان کے جوتوں میں بیٹھنا

نصیب ہوا، اس وقت چھوٹی عمر تھی، تاہم زیارت نصیب ہوئی، وہ ایک مرتبہ جھنگ تشریف لائے ہوئے تھے، ان کی محفل میں جا کر بیٹھے تو وہ ایک مضمون بیان کر رہے تھے، کہنے لگے، فقیرو! تم تو بہت اچھے ہو، فقیرو! تم تو بہت اچھے ہو، یہ سب خلفاء حضرات دل کے کانوں سے سنیں، علماء حضرات بھی دل کے کانوں سے سنیں، اساتذہ کرام بھی دل کے کانوں سے سنیں، فرمایا، فقیرو تم تو بہت اچھے لوگ ہو کہ دین کی محبت میں یہاں پہنچے ہو، مجھے نیک سمجھتے ہو، اللہ والا سمجھتے ہو، اس حسن ظن کو لیکر تم یہاں آئے ہو، فقیرو! تم تو بہت بہت اچھے ہو، میں تو کہتا ہوں کہ تم جنتی ہو، میں تو کہتا ہوں کہ تم جنتی ہو، بار بار جنت کے تذکرے کئے، سوچنے والا سوچتا ہے کہ جی یہ تو جنت کی ٹکٹیں یہیں تقسیم ہونے لگیں، ہمارے جیسا کوئی بدگمان ہوتا تو ہم تو اٹھ کر ہی آجاتے کہ جی یہ شیخ بھی کیا جو دنیا میں بیٹھے جنت کی ٹکٹیں تقسیم کر رہا ہے، نہیں، بعض اوقات مشائخ بات اس انداز سے کرتے ہیں کہ حقیقت کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے، جب بار بار کہا کہ تم جنتی ہو تو آخر میں یہ بھی کہہ دیا کہ میں لکھ کر دینے کو تیار ہوں کہ تم سب جنتی ہو۔۔۔ یہ کہنے کے بعد فرمایا، ہاں! رہا معاملہ تمہارے پیر کا تو وہ کھٹائی میں ہے، قیامت کے دن مجھے تو زنجیروں میں باندھ کر پیش کیا جائے گا، میں جب تک ثابت نہ کر دوں گا کہ میں نے اس امانت کا حق ادا کر دیا ہے اس وقت تک میری زنجیروں کو نہیں کھولا جائے گا۔ اللہ اکبر!

معاملہ تمہارے پیر کا تو کھٹائی میں ہے

یاد رکھیں کہ کسی غریب یا گنہگار کو کم نظر سے نہ دیکھا کریں کیونکہ کیا پتہ کہ وہ غریب آدمی اللہ کی نظر میں اس امیر آدمی کی نسبت بہت زیادہ پسندیدہ ہو اور کیا پتہ کہ وہ گنہگار آدمی ایسی توبہ کر لے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دے۔

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے، راستے میں آپ نے ایک گنہگار آدمی کو دیکھا، وہ اپنے گناہوں پر بہت ہی نادم اور شرمندہ ہو رہا تھا، آپ نے اس سے پوچھا

کہ تمہاری خواہش کیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ میں نے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں، میری تو بس یہی خواہش ہے کہ میرا مالک مجھے معاف فرمادے، پھر تھوڑا سا آگے جا کر آپ نے ایک عبادت گزار آدمی کو دیکھا، آپ نے اس سے بھی پوچھا کہ تمہاری خواہش کیا ہے؟ اس نے اس گنہگار آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا حشر اس کے ساتھ نہ کرے، اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمادی کہ اے میرے پیارے روح اللہ! آپ ان دونوں سے کہہ دیں کہ میں نے ان دونوں کی دعاؤں کو قبول کرلیا ہے، جو گنہگار مجھ سے رحم طلب کر رہا تھا میں نے اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل کر اس پر جنت واجب کر دی ہے اور عبادت گزار نے یہ دعا مانگی تھی کہ مجھے اس کے ساتھ اکٹھا نہ کرنا، اب چونکہ وہ گنہگار جنت میں پہنچ چکا ہے، اس لیے اب میں اس عبادت گزار کو جنت کی بجائے جہنم میں داخل کروں گا۔۔۔۔اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ نہ تو ہم اپنی عبادت پر ناز کریں اور نہ ہی کسی گنہگار کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔

شرابی کی عجز و بے کسی پر مغفرت

ایک مرتبہ سفیان ثوریؒ سوئے ہوئے تھے، ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے پڑوسی کا جنازہ تیار ہے، تم جا کر اس کا جنازہ پڑھو، سفیان ثوریؒ جانتے تھے کہ ان کا پڑوسی بڑا شرابی بندہ تھا، اب وہ اٹھ تو بیٹھے لیکن بڑے حیران تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے فرمایا گیا کہ جاؤ اس کی نماز جنازہ پڑھ کے آؤ، پھر ان کے دل میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی وجہ ہو، چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پوچھوایا کہ اس کو موت کس حال میں آئی، انہوں نے جواب دیا کہ یہ ایک غافل سا بندہ تھا، لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کر رہا تھا: ''اے دنیا و آخرت کے مالک! اس شخص پر رحم فرما جس کے پاس نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے''۔

اس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہوں کو معاف فرمادیا۔۔۔سبحان اللہ!

ایک بوڑھی عورت کی کسمپرسی

میرے ایک دوست کہنے لگے کہ میں ریل گاڑی میں سفر کررہا تھا، ایک نوے سال سے زیادہ عمر کی بوڑھی عورت مجھے کہنے لگی، کیا آپ مسلمان ہیں؟ میں نے کہا ہاں، میں مسلمان ہوں، کہنے لگی کہ میں نے سنا ہے کہ مسلمان وعدے کے بڑے پابند ہوتے ہیں، میں نے کہا، ہاں بڑے پابند ہوتے ہیں، کہنے لگی: کیا آپ مجھ سے ایک وعدہ کرسکتے ہو؟ جی مجھے بتائیں کہ میں کیا وعدہ کروں، کہنے لگی، بس آپ مجھے وعدہ کریں پھر میں آپ کو بتاؤں گی، میں نے کہا مجھے بتاؤ تو سہی کہ کیا وعدہ لینا ہے، کہنے لگی کہ وعدہ یہ لینا ہے کہ آپ امریکہ میں جہاں بھی کہیں ہوں روزانہ پانچ منٹ کے لیے مجھے Collect Call کردیا کریں، Collect Call ایسے ٹیلیفون کو کہتے ہیں کہ آپ ٹیلیفون سے کسی آدمی کو فون کریں مگر بل آپ کی بجائے اس بندے کو آئیگا، جس کو ٹیلیفون کیا جارہا ہے، گویا وہ کہہ رہی تھی کہ بل میں ادا کروں گی، میں نے پوچھا کیوں؟ آپ کے بچے نہیں ہیں؟ کہنے لگی کہ بچے تو ہیں مگر ان کے پاس مجھے ملنے کے لیے ٹائم ہی نہیں ہے، میرا بہت بڑا گھر ہے، مجھے اتنی پنشن ملتی ہے، مجھے خرچ کی پرواہ نہیں، مگر میں اپنے بچوں کو یاد کرتی ہوں اور اتنے بڑے گھر میں سارا دن اکیلی رہتی ہوں، جس کی وجہ سے اب میری صحت بھی خراب ہوتی چلی جارہی ہے، اگر آپ مجھے کال کرنے کا وعدہ کریں تو ۲۴ رگھنٹوں میں مجھے انتظار رہیگا کہ کبھی نہ کبھی میرے فون کی گھنٹی بجے گی، میں یہی سمجھوں گی کہ امریکہ میں کوئی بندہ تو میرے بارے میں سوچ رہا ہوگا، اس طرح آپ کے فون کے انتظار میں مجھے سارا دن جینے کے لیے ایک طاقت مل جائیگی۔

اب بتایئے کہ جس ماں کی اسی ملک میں اولاد بھی موجود ہے، وہ ماں پانچ منٹ کے لیے کسی سے بات کرنے کو ترستی پھرتی ہے، یہ یورپی اور امریکی سوسائٹی کا سب سے کمزور پہلو ہے۔

عجب وكبر

فاروق اعظم کے عجب کا انمول علاج

سیدنا عمر بن الخطابؓ نے اپنے آپ کو کیسے مٹایا؟ ایک مرتبہ کسی جہاد سے مالِ غنیمت آیا، قیدی بھی آئے، آپ نے دیکھا تو خوش ہوئے، اس کے بعد لوگوں سے کہا، ذرا منبر کے قریب ہو جاؤ، لوگ منبر کے قریب ہو گئے، پھر آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اپنے آپ کو کہا ''عمر! تو وہی تو ہے جس کی ماں خشک گوشت چبایا کرتی تھی'' عرب میں یہ غربت کی علامت ہوتی تھی کہ جن کو کھانے کا کچھ وافر حصہ میسر نہیں ہوتا تھا وہ بھوک کی شدت کی وجہ سے خشک گوشت چبایا کرتے تھے، یہ بات کہہ کر حضرت عمر منبر سے نیچے اتر گئے، صحابہ کرامؓ حیران ہوئے کہ ہمیں امیر المومنین نے اکٹھا کیا تھا تو کیا یہی کچھ کہنا تھا، بعد میں انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا! حضرت آپ نے اتنے لوگوں کو اکٹھا بھی کیا کہ بات سنو اور کوئی خاص بات بھی نہیں کی، بس یہی کہا کہ عمر! تو اس ماں کا بیٹا ہے جو خشک گوشت چبایا کرتی تھی، آخر کیا وجہ ہے؟ حضرت عمر نے جواب دیا، جب قیدی آئے اور مالِ غنیمت بھی آیا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ عمر! اللہ نے تجھے کیا ہی شان دی ہے کہ تیرے زمانے میں اسلام کو فتوحات ہو رہی ہے، میں نے محسوس کیا کہ میرے نفس کے اندر کہیں عجب پیدا نہ ہو جائے، میں نے اس کا یہ علاج تجویز کیا کہ سارے لوگوں کو بلا کر ایک ایسی بات کہہ دی جس نے میرے اندر سے خود پسندی کو ختم کر کے رکھ دیا۔

کسی غیر کو بھی حقیر نہ جانئے

شیخ عبداللہ اندلسیؒ حضرت شبلیؒ کے پیر تھے، عیسائیوں کی بستی کے قریب سے گذر رہے تھے، اس بستی کے اوپر صلیبیں لٹک رہی تھیں، تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کنویں پر عصر کی

نماز ادا کرنے کے لئے وضو کرنے گئے، وہاں کسی لڑکی پر نظر پڑی، شیخ کا سینہ وہیں خالی ہو گیا، اپنے مریدین سے کہنے لگے، جاؤ، واپس چلے جاؤ، میں ادھر جاتا ہوں جدھر یہ لڑکی ہوگی، میں اس کی تلاش میں جاؤں گا، مریدین نے رونا شروع کر دیا، کہنے لگے شیخ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ وہ شیخ تھے جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں، قرآن کے حافظ تھے، سینکڑوں مسجدیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں، خانقاہیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں، انہوں نے کہا کہ میرے پلے کچھ نہیں جو میں تمہیں دے سکوں، اب تم چلے جاؤ، شیخ ادھر بستی میں چلے گئے، کسی سے پوچھا کہ یہ لڑکی کہاں کی رہنے والی ہے، اس نے کہا کہ یہ یہاں کے نمبردار کی بیٹی ہے، اس سے جا کر ملے، کہنے لگے، کیا تم اس لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر سکتے ہوں، اس نے کہا، یہاں رہو، ہماری خدمت کرو، جب آپس میں موانست ہو جائیگی تو پھر آپ کا نکاح کر دیں گے، چنانچہ انہوں نے کہا، بالکل ٹھیک ہے، وہ کہنے لگا، آپ کو سوروں کا ریوڑ چرانے والا کام کرنا پڑیگا، شیخ اس پر بھی راضی ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہاں، میں خدمت کروں گا، اب کیا ہوا؟ صبح کے وقت سور لے کر نکلتے، سارا دن چرا کر شام کو واپس آیا کرتے، ادھر مریدین جب واپس گئے اور یہ خبر لوگوں تک پہونچی تو کئی لوگ تو بے ہوش ہو گئے، کئی موت کی آغوش میں چلے گئے اور کئی خانقاہیں بند ہو گئیں، لوگ حیران تھے کہ اے اللہ! ایسے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی تیری بے نیازی کا یہ معاملہ ہو سکتا ہے۔

ایک سال اسی طرح گذر گیا۔ حضرت شبلیؒ سچے مرید تھے، جانتے تھے کہ میرے شیخ صاحب استقامت تھے، مگر اس معاملے میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی، ان کے دل میں بات آئی کہ میں جا کر حالات معلوم کروں، چنانچہ اس بستی میں آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ میرے شیخ کدھر ہیں؟ کہا، تم فلاں جنگل میں جا کر دیکھو، وہاں سور چرا رہے ہوں گے، جب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی عمامہ، وہی جبہ اور وہی عصا جس کو لے کر وہ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے، آج اسی حالت میں سوروں کے سامنے

کھڑے سور چرا رہے ہیں، علامہ شبلیؒ قریب ہوئے، پوچھا، حضرت! آپ تو قرآن کے حافظ تھے، آپ بتایئے کہ کیا آپ کو قرآن یاد ہے؟ فرمانے لگے، قرآن یاد نہیں، پھر پوچھا: حضرت! کوئی ایک آیت یاد ہے، سوچ کر کہنے لگے مجھے ایک آیت یاد ہے، پوچھا، کونسی آیت؟ کہنے لگے "وَمَنْ يُّهِنِ اللهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ" جسے اللہ ذلیل کرنے پر آتا ہے اسے عزتیں دینے والا کوئی نہیں ہوتا، پورا قرآن بھول گئے اور صرف ایک آیت یاد رہی جو کہ ان کے اپنے حال سے تعلق رکھتی تھی، حضرت شبلیؒ رونے لگ گئے کہ حضرت کو صرف ایک آیت یاد رہی، پھر پوچھا: حضرت! آپ تو حافظِ حدیث تھے، کیا آپ کو حدیثیں یاد ہیں؟ فرمانے لگے، ایک یاد ہے، من بدل دینه فاقتلوه جو دین کو بدل دے اسے قتل کر دو، یہ سن کر حضرت شبلیؒ پھر رونے لگے تو انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا، کتابوں میں لکھا ہے کہ شیخ روتے رہے اور روتے ہوئے انہوں نے کہا: اے اللہ! میں آپ سے یہ امید تو نہیں کرتا تھا کہ مجھے اس حال میں پہونچا دیا جائیگا، رو بھی رہے تھے اور یہ فقرہ بار بار کہہ رہے تھے، اللہ تعالی نے شیخ کو توبہ کی توفیق عطا فرما دی اور ان کی کیفیتیں واپس لوٹا دیں، پھر بعد میں شبلیؒ نے پوچھا: یہ سارا معاملہ کیسے ہوا؟ فرمایا، میں بستی سے گذر رہا تھا، میں نے صلیب لٹکی ہوئی دیکھیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کیسے کم عقل لوگ ہیں، بے وقوف لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں، اللہ تعالی نے میرے اس بات کو پکڑ لیا کہ عبداللہ! اگر تم ایمان پر ہو تو کیا یہ تمہاری عقل کی وجہ سے ہے یا میری رحمت کی وجہ سے ہے، یہ تمہارا کمال نہیں ہے یہ تو میرا کمال ہے کہ میں نے تمہیں ایمان پر باقی رکھا ہوا ہے، اللہ تعالی نے ایمان کا وہ معاملہ سینے سے نکال لیا کہ اب دیکھتے ہیں تم اپنی عقل پر کتنا ناز کرتے ہو، تم نے یہ لفظ کیوں استعمال کیا، تمہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ اللہ تعالی نے ان کو محروم کر دیا ہے، تم نے عقل اور ذہن کی طرف نسبت کیوں کی؟

عجب وکبر کا حکیمانہ علاج

حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی حسین وجمیل تھے، ان کی طبیعت میں نفاست بھی تھی، وہ اچھے اور صاف کپڑے پہنتے تھے، وہ اپنا واقعہ خود لکھتے ہیں کہ میں چھوٹی عمر میں ہی مہتمم بن گیا تھا، چھوٹی عمر اور مہتمم ۔۔۔۔اس کی وجہ سے ان میں خود پسندی سی کچھ آ گئی تھی، یہ مہتمم کا لفظ ہم سے بنا، یہ ہم عربی زبان کا ہے اردو کا نہیں، اردو کے ہم کا مطلب ہوتا ہے، ہم ہی ہم ہیں اور عربی کے ہم کا مطلب ''غم'' ہوتا ہے، چونکہ ان کی عمر چھوٹی تھی اس لئے ان میں غم والے ہم کے بجائے ''ہم ہی ہم والا'' ہم تھا، ان کی بیعت کی نسبت حضرت اقدس تھانویؒ کے ساتھ تھی، جب انہوں نے محسوس کیا کہ میرے اندر خود پسندی آ گئی ہے تو انہوں نے حضرت اقدس تھانویؒ کو خط لکھا کہ حضرت! میں اپنے اندر یہ چیز محسوس کرتا ہوں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، سب کچھ چھوڑ کر ہمارے پاس آ جاؤ، چنانچہ انہوں نے اہتمام کو چھوڑا اور حضرت کے پاس آ گئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے علاج تجویز فرمایا، دیکھو۔۔۔۔۔ جو حاذق طبیب ہوتا ہے وہ بندے کی بیماری کے مطابق دوا دیتا ہے، انہوں نے ان کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی کہ خانقاہ میں جو لوگ آتے ہیں وہ اپنے جوتے اتار کر مسجد میں داخل ہوتے ہیں، آپ نے ان کے جوتوں کو سیدھا کرنا ہے۔

اب نوجوان اور اتنے اختیارات کا مالک اور اتنے علم والے ان کو جوتے سیدھے کرنے پر لگا دیا، شروع میں طبیعت کو ناگواری تو محسوس ہوئی مگر شیخ کے حکم پر جوتے سیدھے کرنے شروع کر دیئے، حضرت تھانویؒ نے ان پر نظر رکھی کہ کیسے جوتے سیدھے کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت نے دیکھا کہ جو نئے نئے جوتے ہیں ان کو بالکل سیدھا کر کے رکھتے ہیں اور جو گندے اور پرانے ہیں ان کو بس تھوڑا سا ہاتھ لگاتے ہیں، حضرت سمجھ گئے کہ ابھی اندر سے تکبر نہیں نکلا، حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ پرانے جوتوں کو پہلے ٹھیک کرو، فرماتے ہیں کہ بس حضرت کا یہ حکم ہونا ہی تھا کہ میرے اندر سے عجب تکبر سب کچھ نکل گیا، چند دن جوتیاں سیدھی

کرنے نے میرے من کے اندر سے تکبر کو بالکل ختم کر دیا۔

بڑائی جتانے کا عبرت ناک انجام

ایک آدمی کو اللہ نے اتنی زرعی زمین دی تھی کہ تین ریلوے اسٹیشن اس کی زمین میں بنے ہوئے تھے یعنی پہلا ریلوے اسٹیشن بھی اس کی زمین میں، دوسرا بھی اس کی زمین میں اور تیسرا بھی اس کی زمین میں تھا، اتنی جاگیر کا مالک کروڑوں پتی بندہ تھا، ایک مرتبہ دوستوں کے ساتھ شہر کے مرکزی چوک میں کھڑا ہوا باتیں کر رہا تھا، دوستوں نے کہا کہ کاروبار کی کچھ پریشانیاں ہیں، وہ ذرا موڈ میں آ کے کہنے لگا، او! بھوکے ننگو، تمہارے پلے ہی ہے کیا؟ کبھی کبھی جب پیٹ بھر کر کھانے کو مل جاتا ہے نا تو بندہ خدا کے لہجے میں بولنا شروع کر دیتا ہے، اس نے دوستوں کو کہا کہ تم پریشان رہتے ہو کہ آئے گا کہاں سے اور میں تو پریشان پھرتا ہوں کہ لگاؤں گا کہاں پہ، بس یہ عجب کا بول اللہ تعالیٰ کو ناپسند آ گیا، بیمار ہو گیا اور چند مہینوں کے بعد خود تو دنیا سے رخصت ہوا اور ایک بیٹا پیچھے چھوڑ گیا، جوان العمر بیٹا جب سر پر باپ نہیں اور کروڑوں کا سرمایہ ہاتھ میں ہے تو پھر اس کے کئی الٹے سیدھے دوست بن گئے، اس کو انہوں نے شراب اور شباب والے کاموں میں لگا دیا، اب جوانی بھی لٹ رہی ہے، مال بھی لٹا رہے ہیں، وہ اپنی مستیاں اڑا رہا ہے کسی نے اس کو یہاں سے لاہور کا راستہ دکھا دیا، پھر کسی نے لاہور سے کراچی کا راستہ دکھا دیا، کسی نے اس کو جوئے کا راستہ دکھا دیا، کسی نے کہا کہ کیا تم پاکستان میں پڑے ہو چلو باہر کسی ملک میں چلتے ہیں، اس نے اسے بنکاک کا راستہ دکھا دیا، پانی کی طرح اس نے پیسہ بہایا اور جوئے میں تو پھر کروڑوں ہارے، حتیٰ کہ جتنا بینک میں تھا سارا لگ گیا، زمینیں بکنا شروع ہو گئیں، آہستہ آہستہ ایک ایک مربع زمین بکتی گئی اور وہ لگاتا گیا، ایک وہ وقت آیا جب ساری زمینیں بک گئیں، پھر وہ وقت آیا کہ وہ نوجوان جس گھر میں رہتا تھا اس کو وہ گھر بھی بیچنا پڑا، اب اس کے پاس اپنا گھر نہیں تھا، کھانے کے لئے اس کے پاس کچھ نہیں تھا، جس جگہ پر اس کے باپ نے بڑا بول بولا تھا، اس کا بیٹا اسی جگہ پر آ کر کھڑا ہوتا اور لوگوں سے بھیک مانگا

کرتا تھا۔ اللہ اکبر کبیرا! اللھم انا نعوذ بک من شرور انفسنا و من سیآتِ اعمالنا

غریبوں کی آہ سے ڈرو

امیروں سے نہ ڈرو بلکہ غریبوں کی آہ سے ڈرو، اس لیے کہ اگر امیر بھاگے گا تو وہ حاکم کے دروازے پر جائیگا اور اگر غریب نے آہ بھر لی تو وہ اللہ تعالیٰ کے دروازے کو کھٹکھٹائیگا۔

ایک مرتبہ سردارانِ قریش، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں تھے، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت تھی کہ اگر یہ لوگ دین میں آجائیں تو ان کی وجہ سے بہت سارے لوگ دین میں آجائیں گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت فرمانا شروع کردی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نصیحت فرمارہے تھے تو اس وقت ایک نابینا صحابی چلتے ہوئے آئے اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں طلب گار ہوئے کہ مجھے بھی نصیحت کی جائے، اس وقت نبیؐ کے دل میں یہ بات ہوئی کہ یہ تو اپنا ہے، اس کو تو بعد میں بھی نصیحت کرسکتے ہیں اور یہ قریش مکہ اس وقت آئے بیٹھے ہیں اس لیے اس وقت کسی اور سے بات نہیں کرتا، لہٰذا جب نابینا صحابی نے اپنی بات بڑھانے کی کوشش کی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں کچھ رنجش سی پیدا ہوگئی اور آپ کے چہرہ انور پر غصے کے آثار ظاہر ہوگئے کہ یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہا، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے پر جو غصے کے تھوڑے سے آثار ظاہر ہوئے ان کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں آیات اتار دیں اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوبانہ خطاب فرمایا کہ "عَبَسَ وَتَوَلّٰی۔ اَنْ جَاءَہُ الْاَعْمٰی۔ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی۔ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی۔ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی۔ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی۔ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی۔ وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ یَسْعٰی۔ وَهُوَ یَخْشٰی" [تیور چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ آیا اس کے پاس اندھا اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ سنورتا یا سوچتا

تو کام آتا اس کا سمجھانا، وہ جو پرواہ نہیں کرتا، سوتو اس کی فکر میں ہے اور تجھ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ درست نہیں ہوتا اور وہ جو آیا تیرے پاس دوڑتا ہوا اور وہ ڈرتا ہے] اللہ تعالیٰ نے اس نابینا صحابی کی دو صفات خاص طور پر گنوائیں۔

(۱) "وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى" (اور وہ تیز تیز چل کر محفل میں آیا)

(۲) "وَهُوَ يَخْشٰى" (اور اس دل کے اندر خشیت بھی تھی)

معلوم ہوا کہ سچی طلب کی نشانی یہ ہے کہ آدمی نیک محفلوں میں جائے تو ایک تو وہاں پہنچنے میں جلدی کرے اور تیز تیز چل کر جائے اور دوسرا یہ کہ دل میں خشیتِ الٰہی بھی ہو، ایسے بندے کی اللہ رب العزت کے ہاں بڑی قدر ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس نابینا صحابیؓ کو ایسی عزت عطا فرمائی کہ روایت میں آیا ہے کہ اس کے بعد جب بھی وہ صحابیؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر بچھا دیا کرتے تھے۔۔۔۔۔۔ جی ہاں! وہ سچی طلب لے کر آئے تھے، اس لیے اللہ رب العزت کے ہاں ان کا جو مقام تھا اس مقام کا کوئی عشر عشیر حصہ بھی ان سردارانِ قریش کے لیے نہیں تھا۔

وَلاَ تَحَاسَدُوْا وَلاَ تَبَاغَضُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانا

حرص وحسد

حاسد شرمندہ اور نمدیدہ رہا

ایک دوسرے واقعہ میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنویؒ کے مصاحبین نے انہیں یہ شکایت لگائی کہ بادشاہ سلامت ایاز کی ایک الماری ہے، یہ اس الماری کو تالا لگا کر رکھتا ہے، وہ روزانہ اس الماری کو کھول کر دیکھتا ہے اور کسی دوسرے بندے کو دیکھنے نہیں دیتا، ہمارا خیال ہے کہ اس نے آپ کے خزانے کے قیمتی ہیرے اور موتی اس کے اندر چھپا کر رکھے ہوئے ہیں، آپ ذرا اس کی تلاشی لیجئے ۔۔۔۔۔۔۔۔ جب بادشاہ کو یہ شکایت لگائی گئی تو بادشاہ سلامت نے اسی وقت ایاز کو بلوایا اور کہا: ایاز! کیا تمہاری کوئی الماری ہے؟ اس نے کہا جی ہے، پوچھا: کیا اسے تالا لگا کر رکھتے ہو؟ اس نے کہا، جی ہاں! پوچھا: کسی اور کو دیکھنے دیتے ہو؟ عرض کیا، جی نہیں! پھر پوچھا: کیا تم خود اسے روزانہ دیکھتے ہو؟ عرض کیا، جی ہاں! پھر بادشاہ نے فرمایا کہ چابی لاؤ، ایاز نے چابی دے دی، بادشاہ نے کسی بندے کو بھیجا کہ جاؤ اور اس الماری میں جو کچھ موجود ہے وہ سب کچھ لا کر یہاں سب کے سامنے پیش کر دو، وہ حاسدین بڑے خوش ہوئے کہ دیکھو اب اس کی حقیقت کھل جائیگی، جب اس کی چوری کا سامان سامنے آئیگا تو بادشاہ ابھی اس کو یہاں سے دھکے دے کر نکال دیگا۔

اللہ کی شان کہ جب وہ بندہ واپس آیا تو اس نے آ کر بادشاہ کے سامنے تین چیزیں رکھ دیں، ایک پُرانا جوتا، ایک پُرانا تہبند اور ایک پُرانا کُرتا۔ بادشاہ نے پوچھا اس میں کچھ اور نہیں تھا؟ اس نے کہا جی نہیں، پھر بادشاہ نے ایاز کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: ایاز! کیا اس میں کچھ اور نہیں ہے؟ اس نے کہا جی نہیں، یہی کچھ تھا، بادشاہ نے کہا: ایاز! اس میں تو کوئی ایسی قیمتی چیز نہیں ہے جسے تم تالے میں بند کر کے رکھو اور کسی دوسرے کو دیکھنے بھی نہ دو اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ جسے تم روزانہ آ کر چیک کرو کہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ اس نے کہا: بادشاہ سلامت! بات یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ بہت قیمتی ہیں، بادشاہ نے پوچھا: بھئی! وہ کیسے؟ اس نے کہا: بادشاہ سلامت! وہ اس لئے کہ جب میں آپ کے دربار میں پہلی مرتبہ آیا تھا تو یہ جوتے پہنے ہوئے تھا، یہ تہبند باندھے ہوا تھا اور یہ کرتا پہنا ہوا تھا، میں نے ان تینوں چیزوں کو محفوظ کر لیا

تھا، اب میں روزانہ الماری کھول کر ان کو دیکھتا ہوں اور اپنے نفس کو سمجھاتا ہوں کہ ایاز! تمہاری اوقات یہی تھی، تم اپنی اوقات نہ بھولنا، اب تمہیں جو کچھ ملا ہے یہ سب تمہارے بادشاہ کا تم پر احسان ہے، لہٰذا تم اپنے بادشاہ کا احسان سامنے رکھنا، بادشاہ سلامت! اس طرح مجھے اپنی اوقات یاد رہتی ہے کہ میں کیا تھا اور مجھے بادشاہ کے قرب نے کیا کیا عزتیں بخشیں۔۔۔۔۔۔ کاش! ہماری بھی یہی کیفیت ہوجاتی کہ ہم اللہ رب العزت کی نعمتوں کا استحضار رکھتے اور اپنی اوقات کو یاد رکھتے، ہمیں تو ذرا سا کچھ مل جاتا ہے تو سب سے پہلے اپنی اوقات کو بھولتے ہیں۔

دو خطرناک روحانی بیماری

جب حضرت نوح علیہ السلام اپنے امتیوں کو لے کر کشتی میں بیٹھے تو انہیں کشتی میں ایک بوڑھا نظر آیا اسے کوئی پہچانتا بھی نہیں تھا، آپ علیہ السلام نے ہر چیز کا جوڑا جوڑا کشتی میں بٹھایا تھا، مگر وہ اکیلا تھا، لوگوں نے اسے پکڑ لیا، وہ حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے پوچھا: بتاؤ، تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا، جی میں شیطان ہوں، آپ نے سن کر فرمایا، تو اتنا چالاک بدمعاش ہے کہ کشتی میں آ گیا، کہنے لگا: جی، مجھ سے غلطی ہوگئی ہے، اب آپ مجھے معاف فرمادیں، آپ نے فرمایا: تمہیں ہم ایسے ہی نہیں چھوڑیں گے تو ہمیں اپنا گُر بتاتا جا جس سے تو لوگوں کو سب سے زیادہ نقصان پہونچاتا ہے، کہنے لگا: جی! میں سچ سچ بتاؤں گا البتہ آپ وعدہ کریں کہ آپ مجھے چھوڑ دیں گے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ٹھیک ہے ہم تمہیں چھوڑ دیں گے، وہ کہنے لگا: میں دو باتوں سے انسان کو زیادہ نقصان پہونچاتا ہوں: (۱) حسد (۲) حرص۔

وہ پھر کہنے لگا کہ حسد ایک ایسی چیز ہے کہ میں خود اس کی وجہ سے برباد ہوا اور حرص وہ چیز ہے جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اُتار دیا گیا، اس لئے میں انہیں دو چیزوں کی وجہ سے انسانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہونچاتا ہوں۔

واقعۃً یہ دونوں ایسی خطرناک بیماریاں ہیں جو تمام بیماریوں کی بنیاد بنتی ہیں، آج

کے سب لڑائی جھگڑے یا تو حسد کی وجہ سے ہیں یا حرص کی وجہ سے، حاسد انسان اندر ہی اندر آگ میں جلتا رہتا ہے، وہ کسی کو اچھی حالت میں دیکھ نہیں سکتا، دوسرے انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوتی ہیں اور حاسد کے اندر مروڑ پیدا ہوتے ہیں کہ وہ اچھی حالت میں کیوں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے حاسدین

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حاسدین بہت زیادہ تھے، جب انسان میں کمال آتا ہے تو حاسد بھی بن جاتے ہیں، اب بھی ایسے لوگ ہیں جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نہ کسی انداز سے نشانہ بناتے ہیں، دشمن دو طرح کے ہوتے ہیں، انجان یا حاسد۔ انجان اپنی ناواقفیت کی وجہ سے بندے کی خوبیوں سے نابلد ہوتا ہے، انجان تو کسی تعارف کے بعد دوست بن جاتے ہیں البتہ حسد کرنے والے کا کیا کریں۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن عبد اللہ بن مبارکؒ سے کہا اے خراسانی! یہ ابوحنیفہ کون ہے جو دین میں نئی نئی باتیں گھڑتا رہتا ہے؟ عبد اللہ بن مبارکؒ نے ''**کتاب الرھن**'' لاکر رکھ دی، انہوں نے اس کتاب کو پڑھا تو کہنے لگے: عبد اللہ! یہ نعمان کون ہے؟ یہ تو بڑا عالم ہے، اگر تم علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کی صحبت اختیار کرو، ان کو پہلے تعارف نہیں تھا، ابن مبارکؒ نے عرض کیا، حضرت! یہی وہ ابوحنیفہؒ ہیں، جنہیں آپ بدعتی کہہ رہے تھے۔

امام صاحب سے حسد کی انتہاء

تاریخ میں اس قسم کے واقعات بہت ہیں، چنانچہ حاسدین نے سوچا کہ امام ابوحنیفہؒ کے دامن پر ایسا دھبہ لگا دیا جائے کہ لوگ بدظن ہو جائیں، لہٰذا انہوں نے ایک جوان عمر بیوہ عورت سے رابطہ کیا کہ کسی حیلہ سے امام صاحب کو اپنے گھر بلا، ہم تمہیں اس کے بدلے میں بھاری رقم ادا کریں گے، عورت بیچاری پھسلتی بھی جلدی ہے اور پھسلاتی بھی جلدی ہے، وہ جھانسے میں آ گئی، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ جب رات کو گھر جاتے وقت اس عورت کے گھر کے

سامنے سے گذرے تو عورت با پردہ ہو کر نکلی اور کہنے لگی، امام ابوحنیفہ، میرا خاوند فوت ہو رہا ہے، وہ کوئی وصیت کرنا چاہتا ہے اور وہ وصیت میرے سمجھ میں نہیں آ رہی، خدا کے واسطے آپ وہ سن لیں، آپ گھر میں داخل ہوئے، عورت نے دروازہ بند کر دیا، کمروں میں چھپے ہوئے حاسدین باہر آ گئے اور کہنے لگے ابوحنیفہؒ آپ رات کے وقت ایک علیحدہ مکان میں اکیلی نوجوان عورت کے پاس برے ارادے سے آئے ہیں۔

چنانچہ اس عورت کو اور امام اعظمؒ کو لوگوں نے پکڑ کر پولس کے حوالے کر دیا، حاکم وقت تک بات پہونچی تو اس نے کہا انہیں فی الحال حوالات میں بند کر دیا جائے، میں صبح کے وقت کارروائی مکمل کروں گا، امام اعظمؒ اور اس عورت کو ایک تاریک کوٹھری میں بند کر دیا گیا، امام اعظمؒ باوضو تھے، لہٰذا وہ نوافل پڑھنے میں مشغول ہو گئے، جب کافی دیر گذر گئی تو اس عورت کو اپنی غلطی کا احسان ہوا کہ میں نے اتنے پاکدامن شخص پر بہتان لگایا ہے، جب امام اعظمؒ نے نماز کا سلام پھیرا تو وہ عورت کہنے لگی، آپؒ مجھے معاف کر دیں، پھر اس نے ساری کہانی سنا دی، امام اعظمؒ نے فرمایا کہ اچھا جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا، اب میں تجھے ایک تدبیر بتاتا ہوں تاکہ ہم اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کر سکیں، اس نے پوچھا وہ کیسے؟ آپؒ نے فرمایا کہ تم اس پہریدار کی منت سماجت کرو کہ لوگ مجھے اچانک پکڑ کر لے آئے ہیں، مجھے ایک ضروری کام سمیٹنے کے لئے گھر جانا ہے، تم میرے ساتھ چلو تاکہ میں وہ کام کر سکوں، پھر جب پہریدار مان جائے تو تم میرے گھر چلی جانا اور میری بیوی کو صورت حال بتا دینا تاکہ وہ تمہارے اسی برقع میں لپٹ کر یہاں میرے پاس آ جائے، عورت نے رو دھو کر پولس والے کا دل موم کر لیا اور یوں امام صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ حوالات میں ان کے پاس پہونچ گئیں۔۔۔۔۔ جب صبح ہوئی تو حاکمِ وقت نے طلب کیا کہ امام اعظمؒ اور اس عورت کو میرے سامنے پیش کیا جائے، حاسدین کا جم غفیر موجود تھا، جب پیشی ہوئی تو حاکم نے کہا کہ ابوحنیفہؒ تم اتنے بڑے عالم ہو کر بھی کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہو، امام اعظمؒ نے پوچھا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ حاکم نے کہا کہ آپ ایک نا محرم عورت کے ساتھ رات کے وقت ایک مکان میں دیکھے گئے ہیں، امام صاحب نے فرمایا وہ

نامحرم نہیں ہے، حاکم نے پوچھا، وہ کون ہے؟ آپ نے اپنے سسر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ان کو بلاؤ تا کہ شناخت کریں، وہ آئے، انہوں نے دیکھا تو فرمانے لگے کہ یہ تو میری بیٹی ہے، میں فلاں مہینے میں ان کا نکاح امام ابوحنیفہؒ سے کر دیا تھا، چنانچہ امام صاحبؒ کی خداداد فہم سے حاسدین کی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی اور ان کی سازش خاک میں مل گئی۔

دنیا میں ہمارے سب سے بڑے دشمن

یہ فقیر فرانس گیا تو ایک دوست کہنے لگے کہ رمضان المبارک آیا، مجھے روزے رکھنے تھے تراویح پڑھنی تھی، میں نے اپنے پروفیسر سے کہا کہ مجھے چھٹی دے دو، اس نے کہا کیوں؟ میں نے کہا مجھے روزے رکھنے ہیں اور تراویح پڑھنی ہے، اس نے کہا کہ تمہیں چھٹی کی کیوں ضرورت ہے؟ میں نے کہا مجھے فلاں جگہ جانا ہے اور وہاں سے میں روز آ نہیں سکتا، اس نے کہا کہ میں تمہیں یہیں جگہ دیتا ہوں، میں نے کہا کہ بہت اچھا، وہ مجھے یونیورسٹی میں ایک جگہ لے گئے جہاں پر گورے چٹے نوجوان لڑکے کالی داڑھیاں، عمامے باندھے ہوئے، جبے پہنے ہوئے، مسواک سے وضو کر رہے ہیں، نمازیں پڑھ رہے ہیں اور اذانیں دے رہے ہیں، قرآن پاک ایک آگے پڑھ رہا ہے، دوسرے پیچھے سن رہے ہیں، روزے رکھ رہے ہیں، پورا مہینہ۔۔۔ پھر اعتکاف میں بھی بیٹھے، پھر صبح شام جیسے روزے کی سحری وافطاری ہوتی ہے، اس کے مطابق کر رہے ہیں، کہنے لگے کہ میں عید پڑھ کر واپس آیا تو میں نے ٹیچر سے کہا کہ آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے ایسے نیک لوگوں سے ملا دیا، میرا رمضان شریف تو بڑا اچھا گزرا، وہ مسکرا کے کہنے لگا کہ آپ کو پتہ ہے یہ سب یہودی تھے؟ میں نے کہا مجھے تو پتہ نہیں ہے، کہنے لگا کہ انہوں نے ایک پراجیکٹ (Project) شروع کیا ہے کہ اسلام میں مسلمانوں کو جیسے روزے رکھنے کے لیے کہا گیا ہے، تم ہو بہو ایک مہینہ اس طرح دیکھو کہ اس میں کیا اچھائیاں ہیں، کیا برائیاں ہیں، اچھائیاں ہوں گی ہم بن کہے قبول کر لیں گے اور جو خامیاں ہوں گی اس کے خلاف پروپیگنڈہ کریں گے۔

اب بتایئے! آج دنیا میں یہ کام ہو رہا ہے، ہمارے نوجوان بیرون ملک جن یونیورسٹیوں سے اسلامیات کی پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگریاں لیتے ہیں، وہاں پر اسلامیات کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ یہودی ہوتے ہیں، اب بتایئے دنیا میں اس وقت اسلام کے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے، اللہ اکبر! اس وقت ہمارے سب سے بڑے دشمن دنیا کے اندر یہودی ہیں، جو بالواسطہ اسلام کو ہر وقت نقصان پہنچانے کے لیے کوششیں کر رہے ہیں۔

رشیا میں یہود کی سازش

فقیر ایک دفعہ روس میں سفر کر رہا تھا، مولانا عبداللہ اور دوسرے حضرات رفقاء سفر تھے، ٹرین میں سفر کر رہے تھے کہ ایک آدمی آیا، فقیر سے بھی ملا اوروں سے بھی ملا، داڑھی رکھی ہوئی تھی، پھر ساتھیوں سے باتیں کرنے لگا، جب وہ چلا گیا تو فقیر نے ساتھیوں سے پوچھا، کیا باتیں کر رہا تھا، کہنے لگے کہ آپ کے متعلق پوچھ رہا تھا کہ کون ہے؟ ہم نے کہا کہ عالم ہیں، پیر ہیں، کہاں سے آئے ہیں؟ بتایا گیا کہ پاکستان سے تشریف لائے ہیں، کہنے لگا آپ بھی رشین ہیں، میں بھی رشین ہوں، آپ لوگ اس کو دھوکہ دو، اس کو کہیں باہر باہر پھراتے رہو، اس کا سارا پیسہ خرچ کروا دو، پھر یہ خود بخود یہاں سے چلا جائیگا، ہمیں ان لوگوں سے کیا فائدہ ہے؟ اس کو یہیں سے ٹرخا دو تا کہ یہاں کوئی دین اسلام کا کام نہ کر سکے، اس قسم کے ذاتی تجربات اور مشاہدہ فقیر کو کئی مرتبہ ہوئے ہیں، اب بات سمجھ میں آئی ہے کہ ان کے دلوں میں کیا غیض وغضب کی صورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: "قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ" (تم مرجاؤ اپنے غصے میں) "كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِباً" اور "قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُوْرُهُمْ اَكْبر" زبان سے باتیں کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اتنا کچھ اسلام کے خلاف چھپا ہوا ہوتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلٰی سَیِّدِنَـامُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ★ وَالرَّحْمَۃِ لِلْعَـالَمِیْنَ ظُھُوْرُہٗ★ عَدَدَ مَنْ مَّضٰی مِنْ خَلْقِکَ وَمَنْ ھُمْ بَقِیَ ★ وَمَنْ سَعِدَ مِنْھُمْ وَمَـنْ شَقِیَ★ صَلَاۃً تَسْتَـغْرِقُ العَدَّوَتُحِیْطُ بِالحَدِّ★ صَلاۃً لاَغَایَۃَ لَھَا وَلاَ انْتِـھَآئَ★وَلاَ اَمَدَ لَھَا وَلَاانْقِضَائَ★ صَلَوَاتِکَ الَّتِیْ صَلَّیْتَ عَـلَـیْہِ ★صَلَاۃً دَآئِمَۃً بِدَوَامِکَ ★ وَعَـلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ کَذَالِکَ★ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ★

الحیاء شعبة من الایمان

حسن معاشرت
اور
حسن اخلاق

مثبت سوچ کا فائدہ

ابوالحسن خرقانیؒ ہمارے سلسلے کے ایک بزرگ تھے، لیکن ان کی ایک آزمائش تھی کہ ان کے گھر میں بیوی بڑی تیز طرار تھی، وہ اس پر صبر کرتے تھے اور اس صبر پر اللہ نے ان کو ولایت عطا فرمادی تھی، چنانچہ ایک مرتبہ ایک مرید ان سے ملنے کے لئے آیا، اس نے گھر جا کر پوچھا کہ حضرت کہاں ہیں؟ بیوی نے کہا کہ کون حضرت؟ کہاں کے حضرت؟ اس نے کہا کہ جی میں ان سے ملنے کے لئے آیا ہوں، جواب دیا کہ جاؤ وہاں کہیں جنگل میں بیٹھے ہوں گے، وہیں مل لو، مرید سمجھ گیا کہ معاملہ ذرا نازک سا ہے، چنانچہ وہ حضرت کو ملنے جنگل میں آیا، مگر کیا دیکھتا ہے کہ حضرت شیر کے اوپر سوار ہو کر آرہے ہیں، یہ ایک کرامت تھی، جو اللہ نے ظاہر کر دی، اب جب اس نے یہ دیکھا کہ حضرت تو جنگل میں شیر پر سواری کر رہے ہیں اور گھر میں بیوی ان پر سواری کر رہی ہے، سوچنے لگا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب حضرت ان کو ملے تو حضرت نے بھی ان کو پہچان لیا اور فرمایا کہ دیکھو میں گھر میں بیوی کی اس تکلیف کا بوجھ اُٹھاتا ہوں، اللہ تعالیٰ اس شیر کو میرا بوجھ اُٹھانے پر لگا دیتے ہیں، تو جب یہ بات بتائی تو وہ مرید تو رخصت ہوا لیکن جب حضرت گھر کو آنے لگے تو دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ عورت بہت ہی زیادہ غصہ والی ہے اور تیز طرار ہے، اے اللہ! کوئی ایسا معاملہ ہو کہ یہ عقیدت والی بن جائے تاکہ دین کے کام میں رکاوٹ نہ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک کرامت بخشی کہ وہ ہوا میں اُڑنے لگ گئے اور اُڑتے اُڑتے اپنے گھر کے اوپر سے گذرے، جب واپس گھر آئے تو گھر میں داخل ہوتے ہیں، بیوی نے استقبال کیا کہ بڑے بزرگ بنے پھرتے ہو اور بڑے ولی بنے پھرتے ہو، ولی تو وہ تھا جسے میں نے آج ہوا میں اُڑتے ہوئے دیکھا۔۔۔۔۔۔۔ حضرت نے ان کی بات سن کر کہا کہ اللہ کی بندی وہ میں ہی تو تھا، جو یہاں سے اُڑ کر گذر رہا تھا، میں نے ہی اللہ سے دعا مانگی تھی، جب بیوی نے یہ سنا تو تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگی: اچھا، آپ تھے، انہوں نے کہا، ہاں ہاں میں ہی تھا، کہنے لگی میں بھی سوچ رہی تھی کہ ٹیڑھا ٹیڑھا کیوں اُڑ رہا ہے، اب سوچئے کہ گھر کیوں کر آباد ہو، لہٰذا منفی سوچ سے بچنے کی کوشش کریں اور مثبت سوچ رکھیں۔

بیوی سے حسنِ سلوک پر مغفرت

حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک آدمی کی بیوی سے غلطی ہوگئی، اتنا بڑا نقصان تھا کہ اگر وہ چاہتا تو اسے طلاق دے دیتا، کیونکہ وہ حق بجانب تھا، لیکن اس نے اسے اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد اس کی وفات ہوگئی، کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا، سناؤ بھئی! آگے کیا بنا، کہنے لگا کہ بس اللہ تعالی نے مجھ پر مہربانی فرمادی اور میرے گناہوں کو معاف کر دیا، اس نے پوچھا، کس وجہ سے آپ کی معافی ہوئی؟ وہ کہنے لگا کہ ایک ایسی بات تھی جو میں بھول ہی گیا تھا، ہوا یہ تھا کہ ایک مرتبہ میری بیوی سے کوئی غلطی ہوگئی تھی، میں اگر چاہتا تو سزا دیتا، طلاق دے دیتا، مگر میں نے اسے اللہ کی بندی سمجھ کر معاف کر دیا، پروردگار نے کہا، تو نے اسے میرے بندی سمجھ کر معاف کر دیا تھا آج میں نے تجھے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیتا ہوں

بیوی کو معاف کرنے پر رحمت

چنانچہ ایک آدمی کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی بیوی بے عقل سی تھی، غلطیاں کر بیٹھتی تھیں، کبھی کوئی نقصان کبھی کوئی نقصان، غصہ تو اس آدمی کو بہت آتا لیکن سوچتا کہ اگر میں نے اسے طلاق دے دی تو یہ بیچاری تو پریشان ہو جائیگی، پھر کون اسے لے گا، چلو اس کی زندگی بھی گذر جائے گی اور میرا بھی وقت گزر جائے گا، لہٰذا وہ اس کی غلطیوں کو معاف کر دیتا کہ کوئی بات نہیں، اللہ کی بندی ہے، اسی حال میں زندگی گزار دی، حتیٰ کہ اس کی وفات ہوگئی، مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ سنایئے، آپ کے ساتھ کیا معاملہ بنا؟ کہنے لگا: مجھے اللہ رب العزت کے حضور میں پیش کیا گیا، اللہ رب العزت نے فرمایا: میرے بندے! تو اپنی بیوی کو میری بندی سمجھ کر معاف کیا کرتا تھا، جا، آج میں نے اپنا بندہ سمجھ کر معاف کر دیا۔

محبت بھری زندگی کا طریقہ

ایک مرتبہ پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام گھر تشریف لائے، صحن میں دیکھا کہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ پیالے سے پانی پی رہی ہیں، دور سے دیکھا، تو وہیں سے فرمایا: حمیرا (نام عائشہ تھا مگر پیار سے حمیرا کہا کرتے تھے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس میں بھی سبق دیدیا) دور سے فرمایا، حمیرا بولیں، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے، فرمایا تھوڑا سا پانی میرے لئے بھی بچا دینا، وہ امتی تھیں، بیوی تھیں، آپ ﷺ خاوند بھی تھے، سید المرسلین بھی تھے، رحمت للعالمین بھی تھے، برکتیں تو آپ کی ذات سے ملتی تھیں، مگر سبحان اللہ محبت بھی عجیب چیز ہے کہ رفیقۂ حیات کو دیکھا پانی پی رہی ہیں تو دور سے کہا کہ کچھ پانی میرے لئے بھی بچا دینا، حضرت عائشہؓ نے کچھ پانی بچا دیا، جب آپ ﷺ قریب تشریف لائے تو اپنی بیوی کا بچا ہوا پانی ہاتھ میں لے کر پینا چاہا، اچانک آپ ﷺ رُک گئے، پوچھا کہ اے حمیرا تو نے اس پیالے پر کس جگہ لب لگایا تھا، حضرت عائشہؓ نے جس جگہ کی نشان دہی کی، آپ ﷺ نے اسی جگہ پر اپنا لب مبارک لگایا۔

شاکر و صابر دونوں جنتی

علماء کرام نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بیوی بہت خوب صورت تھی، جبکہ خاوند بہت بدصورت اور شکل کا انوکھا تھا، رنگ کالا تھا، بہر حال زندگی گذر رہی تھی، نیک معاشرے میں زندگیاں گزر جایا کرتی ہیں ایک موقعہ پر خاوند نے بیوی کی طرف دیکھا تو مسکرایا، خوش ہوا، بیوی دیکھ کر کہنے لگی کہ ہم دونوں جنتی ہیں، اس نے پوچھا: یہ آپ کو کیسے پتہ چلا، بیوی نے کہا جب آپ مجھے دیکھتے ہیں، خوش ہوتے ہیں، شکر ادا کرتے ہیں اور جب میں آپ کو دیکھتی ہوں تو صبر کرتی ہوں، شریعت کا حکم ہے کہ صبر کرنے والا بھی جنتی ہے اور شکر کرنے والا بھی جنتی ہے۔

دنیا میں جنت کے مزے

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا تعلق سکھ گھرانے سے تھا، آپ ابتدائے جوانی میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا، حتی کہ آپ دورۂ حدیث کے درجے تک پہنچ گئے۔

آپ یہ واقعہ خود سنایا کرتے تھے کہ جب میرے سسر کو ان کے گھر والوں نے کہا کہ اب ہماری بچی جوان ہے اس لیے کوئی مناسب رشتہ تلاش کر کے نکاح کر دینا چاہئے، وہ پنجاب کے مدارس کے دورے پر نکلے تا کہ انہیں اپنی بچی کے لیے کوئی عالم فاضل نوجوان مل سکے، حتی کہ دارالعلوم دیوبند پہنچ گئے، جب انہوں نے دورۂ حدیث کی کلاس کو دیکھا تو ان کی نگاہیں میرے اوپر ٹک گئیں، انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سکھ گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اور مسلمان ہو کر ہمارے پاس علم حاصل کیا ہے، انہوں نے پوچھا، کیا یہ شادی شدہ ہے؟ شیخ الہندؒ نے فرمایا نہیں، انہوں نے شیخ الہندؒ سے پوچھا، کیا یہ شادی کرنا چاہتا ہے؟ تو میرے استاد محترم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم شادی کرنے کے لیے تیار ہو؟ میں نے عرض کیا: حضرت! میں مسلمان ہوں اور میرا سارا خاندان کافر ہے، اب مجھ اکیلے کو کون اپنی بیٹی دیگا، انہوں نے پوچھا کہ اگر کوئی اپنی بیٹی آپ کو دے تو آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا، حضرت! میں اس سنت کو ضرور ادا کروں گا، میں اس کے ترک کا گناہ اپنے سر کیوں لوں، چنانچہ میرے سسر صاحب نے فرمادیا کہ کل عصر کے بعد نکاح ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے دوستوں کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ کل میرا نکاح ہے، طلباء طلباء ہی ہوتے ہیں، وہ یہ سن کر مجھے سے محبت پیار کی باتیں کرنے لگ گئے، کافی دیر کے بعد ایک دوست نے کہا، جی آپ کے کپڑے بڑے میلے ہیں، لہٰذا آپ کو چاہئے کہ آپ کسی دوست سے ادھار کپڑے لے لیں اور وہ پہن کر نکاح کی تقریب میں جائیں، میں نے کہا کہ میری عزت نفس اس بات کو گوارا نہیں کرتی، میں جو کچھ ہوں سو ہوں، میں ادھار

تو نہیں مانگوں گا۔۔طلباء بھی منطقی ہوتے ہیں، آسانی سے نہیں چھوڑتے۔۔۔۔چنانچہ وہ کہنے لگے، اچھا اگر کسی دوسرے سے نہیں مانگنا تو آپ اسی سوٹ کو دھو کر دوبارہ پہن سکتے ہیں تاکہ صاف کپڑے ہوں، حضرت کے اپنے الفاظ ہیں کہ:

''میرے بھیڑ کد پئے'' یعنی میری بدبختی آ گئی کہ میں نے اپنے دوست کی بات مان لی چنانچہ میں نے اگلے دن دھوتی باندھی اور کپڑے دھو لیے، سردی کا موسم تھا اور اوپر سے آسمان ابر آلود ہو گیا، عصر کا وقت آ گیا، میں نے مسجد کے ایک طرف کپڑے ہوا میں لہرانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی دعائیں بھی مانگنی شروع کر دیں کہ اے اللہ! ان کپڑوں کو خشک فرما دے اور موسم کی خرابی کی وجہ سے کپڑے خشک ہونے پر نہیں آ رہے تھے، حتی کہ عصر کی اذان ہو گئی اور میں نے سردی کے موسم میں گیلے کپڑے پہنے اور مجمع میں آ کر بیٹھ گیا، لیکن میرے سسر کا دل بھی سونے کا بنا ہوا تھا کہ ان کی نظر ان چیزوں پر بالکل نہیں تھی، انہوں نے دیکھا کہ کل بھی یہی کپڑے تھے اور میلے تھے اور آج بھی وہی کپڑے ہیں اور گیلے ہیں اور اس کے پاس کوئی دوسرا جوڑا بھی نہیں ہے، انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، کچھ عرصے کے بعد رخصتی ہو گئی۔

ابتداء کے چند دنوں میں میرے اوپر فاقے آئے کیونکہ میں طالب علم تھا اور تازہ تازہ پڑھ کر فارغ ہوا تھا، کمائی کا کوئی ایسا سلسلہ بھی نہیں تھا، کبھی کھانے کو مل جاتا اور کبھی نہ ملتا، کچھ عرصہ میری دلہن میرے گھر میں رہی، اس کے بعد جب وہ اپنے والدین کے گھر گئی تو اس کی والدہ نے اس سے پوچھا: بیٹی! تو نے اپنے نئے گھر کو کیسے پایا؟ فرماتے ہیں کہ میری بیوی تقیہ، نقیہ، نیک اور پاک عورت تھی، اس کی نظر میری دینداری پر تھی، چنانچہ اس نے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی والدہ سے کہا: ''اماں! میں تو سمجھتی تھی کہ مر کر جنت جائیں گے لیکن میں جیتی جاگتی جنت میں پہنچ گئی ہوں'' ۔۔۔۔حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے۔۔۔۔۔۔''میرے سسر نے مجھے اس وقت پہچان لیا تھا جب احمد علی احمد علی نہیں تھا اور آج تو احمد علی احمد علی ہے''۔

مسکراہٹ محبت کا سرچشمہ ہے

کراچی کے ایک صاحب کا مجھ سے تعلق تھا، ایک مرتبہ وہ میاں بیوی دونوں ملنے آئے، وہ کہنے لگے حضرت! ہماری شادی کو چار سال ہو چکے ہیں اور ہم اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ اب ہمارا گزارہ مشکل ہے، چونکہ ہم دونوں آپ سے بیعت ہوئے ہیں، حاضر اس لئے ہوئے ہیں کہ آپ سے اجازت بھی لے لیں اور نصیحت بھی لے لیں تا کہ آپ ناراض نہ ہوں کہ تم نے تو بتایا ہی نہیں، یہ میاں صاحب کے الفاظ تھے۔

اب انہوں نے آ کر کچھ باتیں تو بتائیں، ایسے حالات میں پیروں کا کام یہ ہوتا ہے کہ Read in between the line (بین السطور اصل حقیقت کو سمجھیں) کچھ تو مرید آ کر بتاتے ہیں اور کچھ ان کو پڑھنا پڑتا ہے کہ اندر کی بات کیا ہے، خیر اندر کی بات کا پتہ چل گیا کہ ان دنوں خاوند کا کاروبار کچھ مشکل سا بنا ہوا ہے اور وہ جب گھر آتے ہیں تو وہی تفکرات اور وہی سوچیں انہیں گھیرے رہتی ہیں، بیوی اس وقت کھانا کھاتی ہے جب وہ گھر آتے ہیں اور جب وہ گھر آتے ہیں تو ان کا موڈ بنا ہوتا ہے، ایسے حالات میں تو گھر میں محبت والا ماحول پیدا نہیں کیا جا سکتا۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ جن فیصلہ کن نتیجے پر پہونچے ہیں، اس کے لئے آپ چھ مہینے انتظار کریں، وہ کہنے لگے جی! بہت اچھا، میں نے کہا خاوند یہ وعدہ کرے کہ وہ ایک کام کریگا، اس نے کہا: جی حضرت! میں ضرور کروں گا، میں نے کہا کہ وعدہ یہ لینا ہے کہ آپ جب بھی گھر آئیں گے، آپ اپنی اہلیہ کو دیکھ کر مسکرائیں گے، ان کو یہ چھوٹی سی بات نظر آئی، وہ کہنے لگا: جی حضرت! بہت اچھا، وہ اس وقت اس بات کی حقیقت کو نہ پا سکے، اب بتائیں کہ بیوی انتظار میں ہو، مل کر کھانا کھانا چاہتی ہو، خاوند کے لئے دروازہ کھولے اور خاوند اس کی اس پر نظر پڑے اور وہ مسکرائے تو بہاریں شروع ہو جاتی ہیں یا نہیں۔۔۔۔۔۔ میں نے ان کو چھ مہینے کی مہلت دی تھی، انہوں نے اس نصیحت پر عمل کرنا شروع کر دیا، چنانچہ چھ مہینے تو کیا ایک مہینے

کے بعد فون آیا کہ حضرت! جتنی محبت کی زندگی ہم اب گذار رہے ہیں، ہم نے اس کے بارے میں کچھ سوچا بھی نہیں تھا، ذرا سوچئے کہ ایک مسکراہٹ نہ ہونے کی وجہ سے دونوں کی زندگی تلخ ہو کر رہ گئی تھی، جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سنت کے چھوٹنے پر گھر اُجڑنے کی نوبت آ رہی تھی، وہاں وہی سنت زندہ کرنے پر گھر جنت کا منظر پیش کرنے لگا۔

قابل افسوس واقعہ

لاہور میں ایک صاحب کی بیٹی کی شادی ہونی تھی، اس نے ایک سال پہلے اس کی پلاننگ شروع کر دی، کارڈ چھپوائے اور بڑے پیسے خرچ کئے، حتی کہ اس نے یہاں تک انتظام کیا کہ اس نے بارات کے ساتھ آنے والے ہر مہمان کے گلے میں ایک ہزار روپے کا ہار ڈالا، اور وہ برتن جن میں باراتیوں نے کھانا کھایا وہ پتھر کے بنے ہوئے انمول قسم کے برتن تھے، وہ برتن اس نے خود بنوائے تھے، ان برتنوں پر اس نے اس شادی کی یادگار بھی لکھوائی تھی، ہر باراتی کو اجازت تھی کہ وہ اپنے استعمال آنے والے برتن یادگار کے طور پر لے جا سکتا ہے، ادھر لڑکے والوں نے بھی کیا خوب انتظام کیا کہ چڑیا گھر سے کرایے پر ہاتھی لے آئے، دولہا میاں اس ہاتھی پر بیٹھ کر سسرال پہنچا۔۔۔ جیسے جنگ کرنے چلا ہو۔۔۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے پیسہ پانی کی طرح بہایا۔

جب رخصتی ہوگئی اور مرد گھر واپس آئے تو عورتوں نے لڑکی کے والد سے پوچھا کہ حق مہر کتنا مقرر کیا ہے؟ اس وقت ان کو خیال آیا کہ ہم نے تو نکاح پڑھا ہی نہیں ہے، تب انہوں نے باراتیوں کی طرف پیغام بھجوایا کہ بارات کو یہیں راستے میں ہی روک لیا جائے تاکہ بچی کا نکاح کرنے کے بعد اس نئے گھر میں داخل کیا جائے۔۔۔۔ اندازہ کیجئے کہ اتنے پیسے خرچ کئے اور اتنے عرصے سے پلاننگ کی، ہر چیز کا تو خیال رکھا لیکن اللہ کے حکم کا خیال نہ رکھا، یہ دین سے دوری کا نتیجہ ہے، اس کے برعکس جو لوگ دینداری کی بنیاد پر اپنے نئے گھر کی بنیاد رکھتے ہیں وہ دنیا ہی میں جنت کے مزے لیتے ہیں۔

ساس بہو کے جھگڑے کا حل

میرے پاس ایک خاتون آئی جو کافی پڑھی لکھی لگتی تھی، شاید ایم، اے کیا ہوا تھا، اس نے پردہ کے پیچھے بیٹھ کر بات کی، اپنی ساس کے بڑے گلے شکوے کئے کہ ناک میں دم کر رکھا ہے، بات بات پر نوک جھونک کرتی ہے، غرض اس نے ساس کا خوب رونا رویا، تقریباً آدھا گھنٹہ ساس کے شکوے کرتی رہی اور اس دوران وہ رو پڑی، لیکن ساتھ ہی بتایا کہ خاوند میرے ساتھ بہت اچھا ہے، بہت پیارا سلوک رکھنے والا ہے، اس کے خاوند کی ایک فیکٹری ہے، بڑا کھاتا پیتا گھرانہ ہے، کار کوٹھی اس کے پاس ہے لیکن ساس کی وجہ سے بہت پریشان تھی، جب اس نے بتایا کہ خاوند اس کے ساتھ بہت اچھا ہے، اس سے اسے کوئی شکوہ نہیں تو میں نے اس سے ایک سوال کیا، کیا آپ کو خاوند اور گھر اچھا لگا؟ کہنے لگی، جی ہاں، میں نے پوچھا کہ آپ اس گھر میں کیسے آئیں؟ کہنے لگی وہ تو میری ساس میرے گھر آئی، مجھے دیکھا اور پسند کیا اور مجھے بیاہ کر لے آئی، اس پر میں نے کہا کہ اس نے تو آپ پر احسان کیا کہ اتنے اچھے گھر میں آپ کو لے آئی جس میں آپ کو خاوند بھی اچھا ملا، اس بڑے احسان پر تو آپ کو عمر بھر اپنی ساس کا شکر گزار رہنا چاہئے تھا، لیکن یہ شکوے کیسے؟ میں نے کہا اب بتائیں کہ اتنے بڑے احسان کے مقابلہ میں تمہاری یہ باتیں کیسی ہیں؟ کہنے لگی، آپ نے تو میرا مسئلہ حل کر دیا، اس احسان کے مقابلے میں تو یہ باتیں واقعی کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔

شکر رنجی کو اس طرح دور کیجئے

دو بھائی تھے، جن میں محبت کا تعلق تھا، لیکن بیویوں کی آپس میں نہ بنتی تھی، ان میں سے ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو دعوت کھانے کے لئے گھر بلایا اور اس کے سامنے کھانا لا کر رکھا، اس کی بیوی کو پتہ چلا تو اس نے سامنے سے اُٹھا لیا کہ ہم اس بندے کو کھانا نہیں دیتے، یہ بھائی دل میں بہت رنجیدہ ہوا، اس کے بھائی نے جب چہرے پر غصے کے اثرات

دیکھے تو کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میں آپ کے گھر آیا تھا، یاد رہے کہ آپ نے بھی کھانا میرے سامنے رکھا تھا، آپ کی ایک مرغی بھاگتی ہوئی آئی اور سالن میں اس کا پاؤں پڑا تو سالن گر گیا، میں نے روٹی نہ کھائی کیونکہ سالن اور نہیں تھا، تمہاری گھر کی ایک مرغی نے سالن خراب کر دیا اور میں نے یہ محسوس نہ کیا، اگر میری بیوی نے غصے میں کھانا اُٹھا لیا تو آپ غصے کیوں ہوتے ہیں، دوسرے بھائی نے کہا بات تو سچی ہے، کیا میں اتنا بھی اس کا لحاظ نہیں کر سکتا، جتنا اس نے میری مُرغی کا کیا تھا، چنانچہ بات جلدی سمجھ میں آ گئی، معاملہ الجھتے الجھتے بالکل سُلجھ گیا، اگر سمجھنے کی نیت ہو تو بات جلدی سمجھ میں آ جاتی ہے، اگر لڑنے کی نیت ہو تو بات بالکل سمجھ میں نہیں آتی، اچھا پڑوسی بن کے رہنا یہ مکارم اخلاق میں سے ہے۔

بااخلاق پڑوس کی قیمت

حضرت عبداللہ بن مبارک کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، اسے مکان بیچنے کی ضرورت پیش آئی، ایک آدمی خریدنے کیلئے آیا، تو اس نے پوچھا کہ آپ یہ مکان کتنے کا دیں گے؟ وہ یہودی کہنے لگا: دو ہزار دینار کا، اس نے کہا: جی! اس جیسا مکان تو یہاں ایک ہزار دینار کا ملتا ہے، یہودی اس کے جواب میں کہنے لگا کہ واقعی ایک ہزار دینار تو اس مکان کی قیمت ہے اور دوسرا ہزار دینار عبداللہ بن مبارک کے پڑوس کی قیمت ہے۔ سبحان اللہ!

یتیم۔۔۔ نبی اکرمؐ کی نظر میں

مشہور روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عید کے دن گھر سے مسجد کی طرف تشریف لانے لگے، راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے، بچوں نے سلام عرض کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب ارشاد فرمایا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے چل کر دیکھا تو ایک بچے کو خاموشی کے ساتھ اداس بیٹھا دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ

وسلم اس کے قریب رک گئے اور اس بچے سے پوچھا، تمہیں کیا ہوا ہے؟ کیا وجہ ہے کہ تم اداس اور پریشان نظر آرہے ہو؟ اس نے رو کر کہا: اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں یتیمِ مدینہ ہوں، میرے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہے، جو میرے کپڑے لا دیتا، میری امی مجھے نہلا کر نئے کپڑے پہنا دیتی، اس لیے میں یہاں اداس بیٹھا ہوں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا کہ تم میرے ساتھ آؤ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر واپس اپنے گھر تشریف لائے اور سیدہ عائشہؓ سے فرمایا: حمیرا! انہوں نے عرض کیا، **لبیک یارسول اللہ!** اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اس بچے کو نہلا دو، چنانچہ اسے نہلا دیا گیا، اتنے میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کر دیئے، کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دیا گیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دیا گیا، پھر اس کے سر پر تیل لگا کر کنگھی کی گئی، حتیٰ کہ جب وہ بچہ تیار ہو گیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چلنے لگا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نیچے بیٹھ گئے اور اس بچے کو فرمایا: آج تو پیدل چل کر مسجد نہیں جائیگا، بلکہ میرے کندھوں پر سوار ہو کر جائیگا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس یتیم بچے کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اسی حالت میں اسی گلی میں تشریف لائے جس میں بچے کھیل رہے تھے، جب انہوں نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ رو کر کہنے لگے کہ کاش! ہم بھی یتیم ہوتے اور آج ہمیں بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف نصیب ہو جاتا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے تو وہ بچہ نیچے بیٹھنے لگا، نبی علیہ الصلوٰہ والسلام نے اسے اشارہ کر کے فرمایا کہ تم آج زمین پر نہیں بیٹھو گے بلکہ میرے ساتھ منبر پر بیٹھو گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص یتیم کی کفالت کریگا اور محبت وشفقت کی وجہ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیریگا اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں اتنی نیکیاں لکھ دیگا۔ سبحان اللہ!

لختِ جگر ہو تو ایسی ہو

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود تھے، سیدہ فاطمہ تشریف لائیں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے پوچھا کہ کیسے آئیں؟ آپ نے اپنے دو بیٹے کا ایک پلو کھولا، اس کے اندر آدھی روٹی تھی، آپ نے وہ روٹی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی اور کہا کہ ابا جان! میں آپ کے لیے اپنی طرف سے تحفہ لائی ہوں، پوچھا: فاطمہ کیا بات بنی؟ عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کئی دنوں سے بھوکے تھے، حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا اور آٹا لے کر آئے، میں نے روٹیاں پکائیں، ایک حسنؓ نے کھائی اور ایک حسینؓ نے کھائی اور ایک علیؓ نے کھالی، ایک روٹی سائل کو دے دی، اور ایک میرے لیے بچی تھی، ابا جان! جب میں روٹی کھا رہی تھی تو دل میں خیال آیا، فاطمہؓ! تم بیٹھی روٹی کھا رہی ہو، پتہ نہیں کہ تمہارے ابا حضور کو کچھ کھانے کو ملا یا نہیں ملا، اس لیے میں نے بقیہ! آدھی روٹی کپڑے میں لپیٹی اور آپ کی خدمت میں لے آئی ہوں، ابا حضور! میں آپ کو یہ ہدیہ پیش کر رہی ہوں، اس کو قبول فرما لیجئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہؓ! مجھے قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، آج تین دن گزر گئے، تیرے باپ کے پیٹ میں کھانے کا کوئی لقمہ نہیں گیا۔

باپ کا بیٹی سے سلوک

ہمارے ایک پروفیسر ہمیں انجینئرنگ کا ایک مضمون پڑھا رہے تھے، کہنے لگے کہ میں نے جرمنی سے ایک کورس کیا، جس آفس میں کام کرتا تھا، اس آفس میں میرے ساتھ والے کاونٹر پر ایک لڑکی بیٹھی تھی، ایک دن وہ دیر سے آفس میں پہنچی، میں نے دیکھا کہ پریشان سی لگ رہی ہے، میں نے اس سے پوچھا: کیا کوئی مشکل درپیش ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میں اپنے والد کے مکان میں رہتی تھی، میرے والد مجھ سے بہت زیادہ کرایہ وصول کرتے تھے، کچھ دنوں سے کسی آدمی نے ان کو زیادہ کرایہ Offer کر دیا تھا، وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ یا

تو تم بھی کرایہ بڑھاؤ یا پھر میں دوسرے آدمی کے ساتھ معاملہ کرلوں گا، میں نے کہا کہ میری سالانہ ترقی آنے والی ہے، اس کے بعد میں زیادہ دینا شروع کردوں گی مگر وہ دو روز پہلے آئے اور کہنے لگے کہ میں نے اس آدمی سے بات چیت کرلی ہے، لہٰذا تم اپنے لیے جگہ کا بندوبست کر لو، مجھے نئے مکان کا بندوبست کر کے اپنا سامان شفٹ کرنا پڑا جس کی وجہ سے میں آج تھکی ہوئی اور پریشان حالت میں دفتر پہنچی ہوں یہ ہے انکا منفی پہلو۔

بھوکوں، بیماروں کی خدمت کی عظمت

حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو کھڑا کیا جائیگا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندے! میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، وہ حیران ہوجائیگا کہ یا اللہ تیری شان بڑی ہے، آپ بھوک پیاس سے منزہ ومبرا ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیگا، اے میرے بندے! تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی، وہ بندہ حیران ہوکر رہ جائیگا، حیران ہوکر عرض کریگا، یا اللہ یہ کیسی بات ہے کہ آپ بھوکے پیاسے تھے، میں نے کھانا نہیں کھلایا، آپ بیمار تھے، میں نے بیمار پرسی نہیں کی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دنیا میں فلاں موقع پر تیرا پڑوسی بھوکا اور پیاسا تھا تو اسے کھانا کھلاتا، یہ ایسا ہی ہوتا جیسے تو نے مجھے کھانا کھلا دیا، اگر بیمار کی عیادت کرتا ایسا ہی تھا جیسے تو نے میری عیادت کی، انسان کو اس وقت احساس ہوگا دوسرے انسانوں کی غمگساری پر کیا ثواب ہوتا ہے؟ آج اچھا پڑوسی بن جانا بھی قسمت والے کو نصیب ہوتا ہے، آج تو لڑائی ہی پڑوسیوں سے ہوتی ہے، حالانکہ پڑوسی کے حق کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیلؑ میرے پاس اتنی بار آئے کہ مجھے شک ہوا کہ مرنے کے بعد پڑوسی کو وارث میں شامل کرلیا جائیگا، لیکن ہمارا جھگڑا چلتا ہی پڑوسیوں کے ساتھ ہے، بچوں کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں الجھ پڑتے ہیں، تھوڑی دیر میں رشتے ناطے ختم کر کے رکھ دیتے ہیں، حالانکہ بات کو اگر سلجھانا چاہے تو سلجھ بھی جاتا ہے۔

مکھی پر شفقت بھی موجبِ رحمت

ایک محدث فوت ہونے کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے، اس نے پوچھا: حضرت! آگے کیا بنا؟ فرمانے لگے کہ ایک عمل کو میں چھوٹا سمجھتا تھا مگر پروردگار کے ہاں قبول ہو گیا اور میری بخشش ہو گئی، اس نے پوچھا: حضرت! وہ کون سا عمل تھا؟ فرمایا: ایک مرتبہ میں احادیث کی کتابت کر رہا تھا، میں نے اپنا قلم دوات میں ڈبو کر نکالا، اس کے اوپر سیاہی لگی ہوئی تھی، ایک مکھی آئی اور اس سیاہی کے اوپر بیٹھ گئی، میں نے سوچا کہ یہ پیاسی ہوگی، چلو میں تھوڑی دیر کے لئے قلم روک لیتا ہوں، چنانچہ میں نے ایک لمحے کیلئے قلم وہیں روک لیا کہ مکھی سیاہی چوس لے، اس کے بعد وہ مکھی اڑ گئی اور میں نے لکھنا شروع کر دیا، میں تو اس عمل کو بھول گیا تھا مگر نامۂ اعمال میں موجود تھا، پروردگار نے فرمایا کہ تم نے مکھی کی پیاس کا خیال رکھا آج میں تیری پیاس کا خیال رکھتے ہوئے تجھے جہنم سے بری کر دیتا ہوں۔ سبحان اللہ!

صدق و امانت سے کیا شرف ملا!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شادی سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی، یہ وہ خاتون تھیں جن کو اللہ رب العزت نے بڑا شرف عطا فرمایا تھا، جب نکاح ہونا تھا تو انہوں نے تجارت کے لیے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تجارت پر گئے، انہوں نے اپنے غلام میسرہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھیجا کہ پتہ کرو کہ حالات سفر کیسے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو گنا منافع عطا فرمایا، میسرہ نے آ کر بڑی اچھی باتیں سنائیں، خدیجۃ الکبریٰ کا دل بہت خوش ہوا کہ جس انسان کی امانت اور صداقت اتنی اچھی ہے، وہ زندگی کا اچھا ساتھی بن سکتا ہے، چنانچہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرے رشتے کے لیے آنا چاہتے ہیں تو میرے بھائی عمر سے یا میرے والد سے بات کیجئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے ان کی بات کہی اور بالآخر

ان کا نکاح ہوا، نکاح میں بیس اونٹ مہر رکھے گئے اور دو اونٹوں کو ولیمہ کے لیے ذبح کیا گیا تھا۔

یہ وہ خاتون تھیں کہ جن کو اللہ رب العزت نے بڑا اعزاز یہ بخشا کہ جب اللہ کا قرآن نازل ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے سنا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنی زوجہ محترمہ کو یہ بات سنائی، چنانچہ نبوت کی زبان سے سب سے پہلے قرآن سننے کا شرف ایک عورت کو حاصل ہوا، اس امت کے مردوں پر عورتوں میں سے اس عورت کو یہ فضیلت حاصل ہے، جس کو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے سب سے پہلے قرآن سننے کا شرف حاصل ہوا ہے اور اس امت میں سے اس عورت کو اعزاز حاصل ہوا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے محمد بن عبداللہ کو محمد رسول اللہ بنتے ہوئے سب سے پہلے دیکھا۔۔۔۔۔۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وجہ سے غمزدہ ہوتے اور فرماتے: ''خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِی'' کہ جب فرشتہ آتا ہے تو مجھے اپنی جان کا خوف ہوتا ہے، آپ فرماتی تھیں ''کلا'' ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کریں گے، چنانچہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیاں دیتی تھیں، ہجرت سے تین سال پہلے ۵۶ رسال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔

اخلاقِ نبویؐ نے اُم جمیل کو دامنِ اسلام میں

دیکھئے کہ اُم جمیل ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوڑا کرکٹ ڈالتی تھی، وہ بیمار ہوگئی، اس کی بیٹی اس کی تیمارداری کرتی، ان کے گھر میں کوئی مرد نہیں تھا، ان کا حال پوچھنے والا کوئی نہ تھا، وہ ماں اور بیٹی زندگی کا تکلیف دہ وقت گزار رہی تھیں، قریب کے لوگوں کے پاس فرصت ہی نہیں تھی کہ ان غریبوں کے کھانے یا دوائی کے بارے میں پوچھ لیتے، اس کسمپرسی کے عالم میں کئی دن گذر گئے۔

ایک مرتبہ بیٹی اپنی ماں کے ساتھ بیٹھی کچھ باتیں کر رہی تھی، مگر ماں نقاہت کی وجہ سے جواب بھی نہیں دے پاتی تھی، اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی، ماں نے کہا، بیٹی! جاؤ دیکھو کون ہے؟ بیٹی دروازے پر آئی اور دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو باہر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ہمراہ کھڑے تھے، وہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئی، وہ بھاگ کر ماں کے پاس گئی اور کہا کہ جن کے اوپر تو کوڑا کرکٹ پھینکتی تھی آج وہ بدلہ لینے کے لئے اپنے دوستوں کو لے کر آ گئے ہیں، ہمارے پلے تو کچھ نہیں ہے، وہ تو ہمیں گلا گھونٹ کر جان سے مار دیں گے، اس بیمار بڑھیا کے دل پر بہت پریشانی گذری، چنانچہ کہنے لگی: اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟ پوچھو وہ ہمیں کیا کہتے ہیں؟ ہم رحم کی اپیل کر لیں گے، بہر حال، ان کو آنے دو، ہم معافی طلب کر لیں گے، چنانچہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ام جمیل پریشان حال ہو کر بستر پر بیٹھی ہے، نگاہیں نیچی ہیں، پوچھتی ہے: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آج آپ نے یہاں کیسے قدم رنجہ فرمایا؟ آپ فرماتے ہیں کہ کئی دنوں سے تو نے میرے اوپر کوڑا کرکٹ نہیں ڈالا تھا، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ جو عورت آپ پر کوڑا کرکٹ ڈالتی تھی وہ اب بیمار ہو چکی ہے، لہٰذا میں تیری بیمار پُرسی کے لئے تیرے پاس چل کر آیا ہوں۔

اب بتائیے کہ اس عورت کے دل میں کیا ہی محبت پیدا ہوئی ہوگی کہ وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے والی عورت عین اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔

تین سو آدمیوں کا قبول اسلام

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں آ کر بیٹھا، تھوڑی دیر کے بعد اس کو رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی، اس نے مسجد کے صحن میں ہی ایک طرف جا کر پیشاب کرنا شروع کر دیا، صحابۂ کرام نے دیکھا تو انہوں نے منع کیا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو صحابۂ کرام سے فرمایا کہ جو یہ کر رہا ہے تم اسے اس حال میں مت روکو، چنانچہ جب وہ فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اللہ تعالیٰ عظمتوں والے ہیں اور عظمتوں والے اللہ پاک کے گھر کو بھی پاکیزہ رکھنا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے پیار سے اسے سمجھایا کہ وہ بڑا

متأثر ہوا، تھوڑی دیر کے بعد وہ کہنے لگا کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہننے کے لئے ایک لباس بھی ہدیہ کے طور پر دیا اور جب وہ پیدل جانے لگا تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری بھی اس کو ہدیہ کے طور پر دے دی، اس نے لباس زیب تن کیا اور سواری پر سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ اپنے قبیلے کے لوگوں قریب ہونے لگا تو آبادی کے باہر سے ہی پکارنے لگا، او میرے بھائی! او میرے ماموں! او میرے چچا! ذرا میری بات سننا، لوگ بھاگ کر اکٹھے ہو گئے کہ کیا بات ہے، پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا؟ کہنے لگا: میں نے ایک ایسے معلم کو دیکھا جو یقینا ایک بڑی شفیق اور با اخلاق ہستی ہیں، میں نے اتنا بڑا جرم کیا کہ اللہ کے گھر میں گندگی پھیلا دی، مگر انہوں نے مجھے ڈانٹا نہیں، مارا نہیں، گالی نہیں دی، انہوں نے مجھ سے سختی نہیں کی، بلکہ مجھے پیار سے سمجھا دیا اور پھر مجھے آتے ہوئے یہ ہدیہ اور تحفے دیئے، سب لوگ کہنے لگے کہ اچھا ہم بھی جا کر انہیں دیکھیں گے، چنانچہ اس قبیلے کے تین سو آدمی اس کے ساتھ آئے اور اسلام کے دامن میں داخل ہوئے۔ سبحان اللہ!

مفتی لطف اللہ کے کردار میں تاثیر

حضرت مفتی لطف اللہ سہارنپوریؒ دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں، ایک مرتبہ اپنی مستورات کو لے کر کسی شادی کی شمولیت کے لئے جانا تھا، ایک سواری بنالی جس کے اوپر گھر کی ساری عورتیں بیٹھ گئیں، بچے بھی بیٹھ گئے، مرد صرف آپ ہی ساتھ تھے، آپ ان کو لے کر شادی میں شریک ہونے کے لئے دوسری جگہ جا رہے تھے، راستہ میں ایک جگہ ویرانہ آیا، وہاں کچھ ڈاکو چھپے ہوئے تھے، انہوں نے جب دیکھا کہ کوئی سواری آ رہی ہے جس پر بہت ساری پردہ دار خواتین ہیں اور صرف ایک مرد ہے تو وہ باہر نکل آئے، سواری کو گھیر لیا، کہنے لگے کہ ہم مال لوٹیں گے اور عزتیں بھی خراب کریں گے، حضرتؒ فرمانے لگے، آپ یہ سارے کا سارا مال لے جائیں، مگر ان پردہ دار خواتین کے سروں سے چادریں نہ کھینچئے، آپ کو

ان کے کانوں سے زیور کھینچنے کی ضرورت نہیں، ہم خود ہی اتار کر سارے کا سارا زیور آپ کو دے دیتے ہیں، ڈاکو کہنے لگے بہت اچھا۔ آپ نے گھر کی مستورات سے فرمایا کہ سب زیورات اتار کر دے دو، وہ نیک عورتیں تھیں، انہوں نے سب چوڑیاں، سب انگوٹھیاں وغیرہ اتار کر ایک رومال میں رکھ دیں، آپ نے اس کو گٹھری میں باندھی، ڈاکوؤں کے سردار کے حوالے کر دی اور فرمایا کہ ہمارے پاس جتنا زیور تھا وہ ہم نے آپ کو دے دیا ہے، آپ ہماری پردہ دار خواتین کی ناموس کو دھبہ نہ لگائیں اور اب ہماری جان بخشی کر دیں، ڈاکوؤں نے جب دیکھا کی مال کی گٹھڑی خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے باندھ کر دے دی ہے تو کہنے لگے بہت اچھا اب آپ جائیے۔

جب آپ تھوڑا سا آگے بڑھے تو گھر کی عورتوں میں سے ایک نے کہا کہ اوہو! میری ایک انگلی میں سونے کا بنا ہوا ایک چھوٹا سا چھلہ (Ring) رہ گیا ہے، میرا دھیان ہی نہیں گیا، میں نے تو وہ دیا نہیں، آپ نے سنا تو سواری کو روک دیا اور اسے کہا کہ وہ بھی اتار کر دے دو کیونکہ میں نے کہا تھا کہ ہم تمہیں سارے زیورات دیں گے، اب یہ مناسب نہیں کہ ہم یہ چھلہ واپس لے جائیں، چنانچہ آپ نے وہ چھلہ لیا اور ڈاکوؤں کے پیچھے بھاگنے لگے، جب ڈاکوؤں نے دیکھا کہ کوئی پیچھے بھاگتا ہوا آ رہا ہے تو پہلے تو وہ گھبرائے، پھر انہوں نے کہا، کوئی بات نہیں، یہ تو اپنے ہاتھ سے پوری گٹھڑی باندھ کر دے چکا ہے، اب یہ ہمارا کیا کریگا، چنانچہ وہ وہیں کھڑے ہو گئے، جب حضرتؒ وہاں پہونچے تو آپ کے آنکھوں میں آنسو تھے، آپ ان کی منت کر کے فرمانے لگے کہ میں نے آپ سے تو وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے سب زیورات آپ کو دے دیں گے، مگر یہ ایک چھوٹا سا چھلہ ہماری ایک بیٹی نے پہنا ہوا تھا اس کی طرف دھیان ہی نہ گیا اور یہ ہمارے ساتھ جا رہا تھا، میں یہ لے کر آیا ہوں تا کہ یہ بھی آپ لوگوں کے حوالے کر دوں۔

ڈاکوؤں کے سردار نے جب یہ سنا تو اس کے جسم کے اندر ایک ایسی لہر دوڑی کہ اسے پسینہ آ گیا اور کہنے لگا، اوہو! یہ اتنا نیک اور دیانتدار بندہ ہے، یہ تو اتنی چھوٹی سی بات کا اتنا لحاظ رکھتا ہے اور میں نے بھی اپنے پروردگار کا کلمہ پڑھا ہے مگر میں اپنے پروردگار کے کلمے کی لاج نہیں رکھتا، چنانچہ اسی وقت کہنے لگا: حضرت میری زندگی برائی کرنے اور لوگوں کی عزتیں

لوٹنے میں گذر گئی ہے اور میں نے لوگوں کا مال بھی چھینا ہے، میں بہت گنہگار ہوں، مجھے آپ بھی معاف کر دیں اور مجھے توبہ کا طریقہ بھی بتا دیں تا کہ میرا پروردگار بھی مجھے معاف کر دے۔

ایثار و ہمدردی میں جان کی قربانی

اسلام اپنی تاریخ میں ایثار و محبت کے ایسے ایسے واقعات پیش کر سکتا ہے جن کے بارے میں آج کی دنیا تصور بھی نہیں کر سکتی، کیا جنگ یرموک کا واقعہ یاد نہیں ہے کہ ایک صاحب شہید ہونے والے ہیں، تڑپ رہے ہیں، **العطش العطش** (پیاس، پیاس) پکار رہے ہیں، ان کا چچا زاد بھائی پانی کے لے کر جاتا ہے، دوسری طرف سے آواز آتی ہے، وہ اپنے ہونٹ کو بند کر لیتا ہے اور اشارہ کرتا ہے کہ میرے بجائے میرے بھائی کو پانی دیا جائے، ادھر جاتے ہیں تو تیسری طرف سے آواز آتی ہے، وہ بھی ہونٹ بند کر لیتے ہیں اور تیسری طرف بھیج دیتے ہیں، جب تیسری جگہ جاتے ہیں تو وہ آدمی فوت ہو جاتا ہے، فوراً لوٹ کر دوسرے کے پاس آتے ہیں وہ بھی فوت ہو چکے ہوتے ہیں، پھر جب لوٹ کر پہلے کے پاس آتے ہیں تو دیکھا کہ وہ بھی فوت ہو چکے ہیں، یوں اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے کی تعلیمات اسلام نے دی ہیں، پوری دنیا اپنی ٹیکنالوجی کے باوجود یہ مثالیں کبھی بھی پیش نہیں کر سکتی، ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی زندگی کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق گزاریں تا کہ کفر کی دنیا کے سامنے اسلام کی حقیقتیں کھل سکیں، اسلام کی حقانیت ان کے سامنے آجائے اور وہ سارے کے سارے اسلام کے دامن میں داخل ہو جائیں، آج مسلمانوں کی بے عملی کی وجہ سے کفار اسلام میں داخل ہونے سے گھبراتے ہیں۔

راست بازی کا کرشمہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایران کا ایک شہزادہ جو مسلمانوں کے ساتھ بہت زیادہ جنگ کرتا تھا اور مسلمانوں کو نقصان پہونچاتا تھا، وہ ایک مرتبہ گرفتار ہو کر حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا، جب آپ نے جلاد کو بلا لیا، اُس وقت شہزادہ بھی سامنے کھڑا تھا، تو

آپ نے شہزادہ سے پوچھا کہ تمہاری کوئی آخری خواہش ہے؟ کیونکہ عام طور پر جس پر یہ حد جاری کی جاتی ہے، اس سے پوچھا جاتا تھا، اس نے کہا کہ مجھے پانی پینے کی تمنا ہو رہی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کو پانی کا پیالہ دے دو، چنانچہ پانی کا پیالہ جب اسے دیا گیا تو وہ شہزادہ پی نہیں رہا تھا، اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، آپؓ نے فرمایا کہ تو پانی کیوں نہیں پیتا، وہ کہنے لگا، مجھے اس جلاّد کی تلوار کا خوف ہے کہ کہیں میں پانی پینے لگوں اور یہ تلوار کا وار کر کے میری گردن اُڑا دے، حضرتؓ نے فرمایا، تم مطمئن رہو کہ جب تک تم پانی نہیں پی لو گے تمہیں قتل نہیں کیا جائیگا، تو اس شہزادے نے چالاکی یہ کی کہ اس نے پانی کا پیالہ زمین پر گرا دیا، پانی زمین میں جذب ہو گیا، وہ کہنے لگا کہ اے مسلمانوں کے امیر المؤمنین! اپنے وعدہ پر پکے رہئے کیونکہ میں نے پانی نہیں پیا، اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے، اب حضرت عمرؓ کے سامنے یہ ایسا موقع تھا کہ ایک طرف تو اتنا بڑا دشمن اسلام کھڑا ہے اور دوسری طرف زبان کا قول ہے، عقل کہتی ہے کہ تم اس کی بات کو نہ سنو اور اس کی گردن اُڑا دو کیونکہ یہ اسلام کو نقصان دینے والا بندہ ہے، حضرت عمرؓ کی سچی سچی زندگی تھی، آپ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کہا کہ میں نے قول دے دیا تھا، لہٰذا چونکہ وہ پانی تم نے نہیں پیا، ہم تمہیں قتل نہیں کر سکتے، اس لئے میں تمہارے قتل کا حکم واپس لیتا ہوں، جب آپ نے قتل کا حکم واپس لے لیا، تو مسلمان بڑے حیران ہوئے کہ یہ شہزادہ اپنی چالاکی کی وجہ سے پھر بچ نکلا، لیکن حیرانی اس بات پر ہوئی کہ جب اس کو معافی کا حکم نامہ سنایا تو وہ کہنے لگا، امیر المؤمنین! میں نے یہ حرکت اس لئے کی تھی کہ اگر جلاد کو دیکھ کر میں کلمہ پڑھ لیتا تو دنیا کہتی کہ شہزادہ تھا موت کے ڈر کی وجہ سے مسلمان ہو گیا، میں نے ایک حیلہ اختیار کیا، جس سے کہ اب میری جان بچ گئی، آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے، اب میں آزاد ہوں، اپنے دل سے کہتا ہوں کہ جس دین کے اندر سچ کا اتنا احترام ہے، میں بھی اس دین کو قبول کرتا ہوں، چنانچہ وہ شہزادہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا، کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کئی معاملات میں اس سے مشورہ کرتے تھے، وہ اسلام کا دشمن پھر اسلام کا بہت بڑا جرنیل بن کر زندگی گذارنے والا بن گیا۔۔۔۔۔۔۔اس واقعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ عقل کہتی ہے کہ جھوٹ بولنا آسان راستہ ہے، جان چھوٹ جائیگی، ہرگز نہیں، ہم سچ بولیں گے، سچ ہمیشہ آسان راستہ ہوتا ہے اور سچ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوتی ہے۔

مسلمان ہار گئے!۔۔اسلام جیت گیا

کاندھلہ میں ایک مرتبہ ایک زمین کا ٹکڑا تھا، اس پر جھگڑا چل پڑا، مسلمان کہتے تھے کہ ہمارا ہے، ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے، چنانچہ یہ مقدمہ بن گیا، انگریز کی عدالت میں پہونچا، جب مقدمہ آگے بڑھا تو مسلمان نے اعلان کر دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا اگر مجھے ملا تو میں مسجد بناؤں گا، ہندوؤں نے جب یہ سنا تو انہوں نے ضد میں کہہ دیا کہ یہ ٹکڑا اگر ہمیں ملا تو ہم اس پر مندر بنائیں گے، اب بات تو دو انسانوں کی انفرادی تھی، لیکن اس میں رنگ اجتماعی بن گیا، حتیٰ کہ ادھر مسلمان جمع ہو گئے، اُدھر ہندو اکٹھا ہو گئے اور مقدمہ ایک خاص نوعیت کا بن گیا، اب سارے شہر میں قتل وغارت ہو سکتی تھی، خون خرابا ہو سکتا تھا، تو لوگ بھی حیران تھے کہ نتیجہ کیا نکلے گا؟ انگریز جج تھا وہ بھی پریشان تھا کہ اس میں کوئی صلح صفائی کا پہلو نکالے، ایسا نہ ہو کہ یہ آگ اگر جل گئی تو اس کا بجھانا مشکل ہو جائے، جج نے مقدمہ سننے کے بجائے ایک تجویز پیش کی کہ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ آپ لوگ بات چیت کے ذریعہ مسئلہ کا حل نکالیں، تو ہندوؤں نے ایک تجویز پیش کی کہ ہم آپ کو ایک مسلمان عالم کا نام تنہائی میں بتائیں گے، آپ اگلی پیشی پر ان کو بلا لیجئے اور ان سے پوچھ لیجئے، اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین ہے تو ان کو دے دیجئے اور اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین نہیں، ہندوؤں کی ہے تو ہمیں دے دیجئے، جب جج نے دونوں فریقوں سے پوچھا تو دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے، مسلمانوں کے دل میں یہ تھا کہ مسلمان ہوگا جو بھی ہوا تو وہ مسجد بنانے کے لئے بات کریگا، چنانچہ انگریز نے فیصلہ دے دیا اور مہینہ یا چند دنوں کی تاریخ دے دی کہ بھئی اس دن آنا اور میں اس بڈھے کو بھی بلوالوں گا، اب جب مسلمان باہر نکلے تو بڑی خوشیاں منا رہے تھے، سب کود رہے تھے، نعرے لگا رہے تھے، ہندوؤں نے پوچھا: اپنے لوگوں سے کہ تم نے کیا کہا، انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک مسلمان عالم کو حکم بنالیا ہے، وہ اگلی پیشی میں جو کہے گا اسی پر فیصلہ ہوگا، اب ہندوؤں کے دل مرجھا گئے اور مسلمان خوشیوں سے پھولے نہیں سماتے تھے، لیکن انتظار میں تھے کہ اگلی پیشی میں کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ ہندوؤں نے مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کا

نام بتایا جو کہ شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگردوں میں سے تھے اور اللہ نے ان کو سچی سچی زندگی عطا فرمائی تھی، چنانچہ جب ہندوؤں نے ان نام کا لیا تو انگریز نے اگلی پیشی کے موقع پر ان کو بھی بلوالیا، چنانچہ جب انگریز نے پوچھا کہ بتایئے مفتی صاحب! یہ زمین کا ٹکڑا کس کی ملکیت ہے، ان کو چونکہ حقیقت حال کا پتہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا تو ہندوؤں کا ہے، اب جب انہوں نے یہ کہا کہ یہ ہندو کا ہے تو انگریز نے اگلی بات پوچھی کہ کیا اب ہندو لوگ اس کے اوپر مندر تعمیر کر سکتے ہیں؟ مفتی صاحب نے فرمایا، جب ملکیت اُن کی ہے تو وہ چاہے گھر بنائیں یا مندر تعمیر کریں، یہ ان کا اختیار ہے، چنانچہ فیصلہ دے دیا گیا کہ یہ زمین ہندوؤں کی ہے، مگر انگریز نے فیصلہ میں ایک عجیب بات لکھی، فیصلہ کرنے کے بعد لکھا کہ ''آج اس مقدمے میں مسلمان ہار گئے، مگر اسلام جیت گیا'' جب انگریز نے یہ بات کہی تو اس وقت ہندوؤں نے کہا کہ آپ نے تو فیصلہ دے دیا، ہماری بات بھی سُن لیجئے، ہم اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور آج یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب ہم اپنے ہاتھوں سے یہاں مسجد بنائیں گے۔۔۔۔۔۔تو عقل کہہ رہی تھی کہ جھوٹ بولو مسجد بنے گی مگر مفتی صاحب نے سچ بولا اور سچ کا بول بالا ہوا۔

میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں

ایک مرتبہ یہ عاجز کسی ائرپورٹ پر فلائٹ کے انتظار میں بیٹھا تھا، ایک نوجوان سامنے سے گزرا، وہ شراب پی رہا تھا، ایک مرتبہ تو وہ سامنے سے گزر گیا، تھوڑی سی دور جا کر وہ پھر لوٹا اور آ کر مجھے ہیلو ہائے کرنے کے بعد کہنے لگا:

(میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں) I want to be the you جب میں نے اسے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل بھی ہے تو میں یہ سمجھا کہ اس کو یہ پگڑی اور لباس اچھا لگا ہوگا۔۔۔۔۔ہم سے جب باہر ملک میں لوگ پوچھتے ہیں کہ آپ نے یہ لباس کیوں پہنا ہوا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ''کیوٹ'' لباس ہے، ان کافروں کو ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ سنت ہے کیونکہ کیا پتہ کہ وہ آگے سے کیا بکواس کر دیں اور کیوٹ والا ایسا لفظ ہے کہ جب ہم ان کو جواب

میں یہ کہتے ہیں تو وہ آگے بول ہی نہیں سکتے۔۔۔۔۔۔خیر جب اس نے کہا کہ میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں تو میں نے اس سے کہا:

Do you like this turban and this white dress?

(کیا آپ یہ پگڑی اور سفید لباس پسند کرتے ہیں؟)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ کہنے لگا:

No, I want to be like you because I am seeing some light on your face.

(نہیں، میں آپ کی طرح اس لیے بننا چاہتا ہوں کہ مجھے آپ کے چہرے پر نور نظر آرہا ہے)

جب اس نے یہ الفاظ کہے تو مجھے فوراً احساس ہوا کہ کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلنے کا فیصلہ کرلیا ہو۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا:

O brother ! then you can be better than me

(اے بھائی! آپ مجھ سے بھی بہترین بن سکتے ہیں)۔۔۔۔۔۔۔وہ کہنے لگا:

(کیا سچ مچ ایسا ہی ہے؟)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ کہنے لگا:

Ok, I am just comming.(ٹھیک ہے، میں ابھی آرہا ہوں)

وہ یہ کہہ کر سامنے واش روم میں چلا گیا، اس نے میرے دیکھتے ہی شراب کی بوتل پھینکی اور واش بیسن پر کلی کر کے چہرہ دھویا، وہ تازہ دم ہو کر دوبارہ میرے ساتھ والی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ کہنے لگا Let me to introduce my self.?

(کیا میں آپ کو اپنا تعارف کراؤں؟)۔۔۔۔۔میں نے کہا، جی ہاں کرائیں۔

اب اس نے اپنا تعارف کرایا کہ میرا یہ نام ہے اور میں نے ٹوکیو (جاپان) کی یونیورسٹی سے ایم۔ایس۔سی کمپیوٹر سائنسز کیا ہوا ہے اور میں اس وقت فلاں بڑی کمپنی کے اندر منیجر ہوں۔اس نے پھر وہی بات دوہرائی کہ (میں آپ جیسا بننا چاہتا ہوں) I want to be like you. میں نے بھی کہا You can be better than me.

(آپ تو مجھ سے بھی بہتر بن سکتے ہیں)۔۔وہ کہنے لگا، یہ کیسے ممکن ہے جبکہ میں نوجوان ہوں۔

میں نے کہا، تو کیا ہوا؟ نوجوان ہی تو بن سکتے ہیں۔

وہ کہنے لگا، نہیں، میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ میری Personality (شخصیت) کو دیکھ رہے ہیں کہ میں کتنا خوبصورت ہوں، میرا Status (عہدہ) اور Pay (تنخواہ) بھی آپ کے سامنے ہے، مجھے اس ملک میں ہر دن کہیں نہ کہیں سے گناہ کی دعوت ملتی ہے اور میں ''ان'' کا مہمان ہوتا ہوں، آج ادھر عیاشی کر رہا ہوتا ہوں تو کل اُدھر، میرے گاہک نت نئے ہوتے ہیں، جب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا ہے تو مجھے بتائیں کہ میں گناہ سے کیسے بچ سکتا ہوں۔۔۔۔میں نے کہا بھئی! اگر آپ کے لیے گناہوں سے بچنا مشکل ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے تو آپ کو گناہوں سے بچا دینا آسان ہے۔

وہ کہنے لگا: ہاں، یہ تو ہے۔۔۔میں نے کہا: ہم نے گناہوں سے بچنے کے لیے اپنے بڑوں سے ایک نسخہ سیکھا ہوا ہے، میں آپ کو وہ سکھا دیتا ہوں، پھر اس کی برکت خود دیکھنا۔

وہ کہنے لگا، جی بتائیں۔۔۔۔۔۔۔۔میں نے اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے اس آدمی کو بیعت کے کلمات پڑھائے اور اس کو مراقبہ کرنے کا طریقہ بتایا، اس نے کہیں اور جانا تھا اور میں نے کہیں اور البتہ ہم نے ایڈریس ایکسچینج کر لیا۔

اللہ کی شان کہ تین ماہ کے بعد اس نوجوان نے انگلش میں خط لکھا، اس خط کو میں Preserve (محفوظ) کیا ہوا ہے، اس نے اس خط میں دو باتیں لکھی:

☆ پہلی بات یہ لکھی کہ ''میں پانچ وقت کی نماز تو پڑھتا ہی ہوں، کبھی کبھی مجھے تہجد کی نماز بھی مل جاتی ہے''۔

☆ دوسری بات یہ لکھی کہ ''اس بات پہ حیران ہوں کہ میں گناہوں کے سمندر میں رہتے ہوئے گناہوں سے بچا ہوا کیسے ہوں؟''۔۔۔۔میں نے اس کو جواب میں لکھا کہ ''ہمارے بڑوں کی دعائیں ہمارے گرد پہرہ دیا کرتی ہیں''۔

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

موت وقبر

اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدة

اور

میدان حشر

محشر کے ہولناک مناظر اور اولادِ آدمؑ کی نفسا نفسی

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سورج دس گنا زیادہ تیز ہوگا اور ہر آدمی کو یوں محسوس ہوگا کہ سورج زمین سے چند گز کے فاصلے پر ہے، دھوپ کی سختی کی وجہ سے لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے، سات قسم کے آدمیوں کو عرش کا سایہ نصیب ہوگا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ مخلوق دھوپ اور پیاس کی وجہ سے تڑپ رہی ہوگی، کوئی پرسان حال نہیں ہوگا، اس حالت میں کئی ہزار سال گزر جائیں گے۔

حضرت آدمؑ کی خدمت میں درخواست:

بالآخر لوگ پریشان ہوکر حضرت آدمؑ کی خدمت میں پیش ہونگے اور کہیں گے "یا ابانا قدم معنا" اے ہمارے ابا جان! آپ ہمارے ساتھ آگے قدم بڑھایئے اور اللہ کے حضور عرض کیجئے کہ اے اللہ اس سختی کو برداشت کرنا مشکل ہے، آپ ہم سے حساب لے لیجئے، تاکہ ہم نے جہاں جانا ہے وہاں جلدی پہنچ جائیں، یہ تنگی ہماری برداشت سے باہر ہے، مگر حضرت آدمؑ اس وقت یہ کہتے ہوئے انکار فرمادیں گے کہ نہیں میں نے بھول کی وجہ سے ایک دانہ کھالیا تھا اور اس دانہ کے کھانے پر تین سو سال تک رو رو کر معافی مانگتا رہا، حدیث پاک میں آیا ہے کہ پورے انسانوں کے جتنے آنسو ہیں وہ سارے کے سارے دسواں حصہ ہیں اور نو حصے آنسو حضرت آدم علیہ السلام کے ان تین سو سالوں میں نکلے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا، اتنا روئے اور معافی مانگنے کے بعد اور توبہ قبول ہوجانے کے بعد بالآخر انہوں نے بیت اللہ شریف بنایا اور تیس حج پیدل چل کر کئے، مگر قیامت کے دن وہ پھر بھی فرمائیں گے نہیں، مجھے اللہ رب العزت کے سامنے جانے میں شرمندگی محسوس ہو رہی ہے، غور کیجئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا بھی فیصلہ آچکا ہے، لیکن بندہ اپنے کئے پر پشیمان ہوتا

ہے، جب قیامت کے دن ہمارے جد امجد کا یہ حال ہوگا تو ہم لوگ جب اپنے گناہوں کو لے کر جائیں گے اور بغیر توبہ کے مر جائیں گے تو ہمارے لئے قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے کھڑا ہونا کتنا مشکل ہوگا، اسی لئے قرآن مجید میں آتا ہے {ولو تری اذا المجرمون ناکسوا رءوسھم عند ربھم} کہ اگر آپ اس منظر کو دیکھیں، جس دن مجرم اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو شرم کی وجہ سے ان کے سر جھکے ہوئے ہوں گے، جب قیامت کے دن اتنی شرم محسوس ہوگی تو بہتر ہے کہ ہم اپنے گناہوں سے آج ہی توبہ کرلیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں درخواست:

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کو کہیں گے کہ آپ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس چلے جائیں، لہٰذا ساری مخلوق حضرت نوح علیہ السلام کی تلاش میں لگ جائیگی، جب حضرت نوح علیہ السلام ملیں گے تو مخلوق عرض کرے گی، اے آدم ثانی! آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کر دیجئے اور ہمیں اللہ کے سامنے پیش کر دیجئے، حضرت نوح علیہ السلام ان کو فرمائیں گے کہ نہیں، میں نے اپنے بیٹے کے لئے ایک دعا کر دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا {انی اعیذبك ان تکون من الجاھلین} اے نوح! ایسی دعا نہ کیجئے کہ کہیں آپ کو مرتبہ نبوت سے اتار نہ دیا جائے، اس لئے مجھے تو اس فرمان سے ڈر لگتا ہے کہ میں وہ دعا ہی کیوں کر بیٹھا، میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور فوراً معافی مانگی تھی، لہٰذا میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش نہیں ہوسکتا، حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبد الغفار تھا مگر وہ اس دعا کے مانگنے کے بعد اتنا روئے کہ ان کا نام نوح پڑ گیا، نوح کا مطلب ہے نوحہ کرنے والا یعنی رونے والا، اتنا رونے کے باوجود قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے جانے سے جب ان کو بھی اتنا ڈر لگے گا تو سوچنا چاہئے کہ ہم تو اپنے گناہوں پہ روتے بھی نہیں بلکہ جب گناہ کرتے ہیں تو خوشی خوشی دوسروں کو بتاتے ہیں، میں نے فلاں گناہ کیا ہے، سوچیں تو سہی کہ قیامت کے دن ہم اللہ تعالیٰ کے حضور کیسے پیش ہوں گے۔

حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں درخواست:

حضرت نوح علیہ السلام سب انسانوں کو فرمائیں گے کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جائیں، ساری انسانیت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ڈھونڈھ کر ان سے عرض کرے گی کہ اے اللہ تعالیٰ کے خلیل! آپ ہمیں اللہ رب العزت کے حضور پیش کر دیجئے، لیکن وہ فرمائیں گے کہ نہیں آج مجھے اللہ رب العزت کے پاس جاتے ہوئے گھبراہٹ ہو رہی ہے کیونکہ میری زندگی میں تین باتیں ایسی تھیں جو مصلحت کی بنا پر تو ہوئیں لیکن خلاف واقعہ تھیں، آج مجھے ان تین باتوں پر شرمندگی ہے، ان میں سے پہلی بات یہ تھی کہ ایک مرتبہ ان کو ان کی قوم کہیں لے کر جانا چاہتی تھی مگر انہوں نے کہہ دیا تھا کہ میں بیمار ہوں، واقعی ان کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جانے میں تو روحانی بیماری ہی تھی، اس لئے انہوں نے ان کو عذر پیش کر دیا تھا، اللہ پاک نے قرآن پاک فرمایا کہ انہوں نے فرمایا تھا {فقال انی سقیم} کہ میں بیمار ہوں، انہوں نے یہاں بیماری کا عذر تو کیا لیکن واقعہ کے خلاف تھا، اس لئے فرمائیں گے کہ مجھے اللہ رب العزت کے سامنے حاضر ہونے سے شرم محسوس ہو رہی ہے۔۔۔۔دوسری بات یہ کہ ایک مرتبہ وہ اپنی بیوی حضرت سارہؓ کو لے کر مصر کے قریب سے گزرے، وقت کا بادشاہ ایک ظالم انسان تھا، اس نے پولس والوں کو کہا ہوا تھا کہ تم جہاں کہیں بھی کسی خوبصورت عورت کو دیکھو تو اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ، اس طرح وہ اس کی بے حرمتی کر کے گناہ کا مرتکب ہوتا، اللہ تعالیٰ نے بی بی سارہ علیہا السلام کو حسن و جمال کا مرقع بنایا تھا، چنانچہ پولس والوں نے جب ان کو دیکھا تو انہیں بھی پکڑ کر لے گئے، اس کا دستور یہ تھا کہ اگر اس عورت کے ساتھ اس کا شوہر ہوتا تو وہ اسے قتل کروا دیتا اور اگر بھائی یا والد ہوتا تو پھر وہ ان کو قتل نہیں کرواتا تھا، البتہ برائی کا مرتکب ہوتا تھا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پہنچے تو ان سے بھی اس نے پوچھا کہ تم کون ہو اور اس عورت کے کیا لگتے ہو؟ آپ نے اپنی جان کی حفاظت کے پیش نظر کہہ دیا کہ یہ میری بہن ہے، اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں {انما المؤمنون اخوۃ} کہ بیشک ایمان والے بھائی بھائی ہیں، اس لئے ایمان کی نسبت سے مؤمن مرد اور مؤمنہ عورت کو دینی بھائی اور بہن کہہ دیا جاتا ہے، آپ نے بھی

اسی نسبت سے حضرت سارہ علیہا السلام کو بہن کہہ دیا، کیونکہ وہ اسی دین پر تھی جس پر آپ تھے، یہ بات سو فیصد شریعت کے مطابق جائز تھی، جان بچانے کے لئے تو حرام چیز بھی حلال ہو جاتی ہے مگر اس کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جھجک محسوس ہوگئی۔

تیسری بات یہ کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا تھا، جب کافروں نے آکر ان سے پوچھا کہ ہمارے اصنام کو کس نے توڑا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ تم اس سے پوچھو جو تمہیں ان بتوں میں سے بڑا نظر آتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ کر کلہاڑا سب سے بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا تھا اس لئے بڑے بت سے پوچھنے کو فرمایا: اب ظاہراً یہ کوئی اتنی بری بات تو نہیں تھی، کافروں کو سمجھانے کے لئے ایسا کیا تھا کہ وہ پوچھیں گے تو بت انہیں جواب نہیں دیں گے، لیکن بات تو حقیقت سے مختلف تھی، لہٰذا اس بات پر بھی اتنا افسوس ہوگا کہ اللہ کا خلیل ہونے کے باوجود انہیں اللہ کے سامنے جاتے ہوئے شرمندگی محسوس ہو رہی ہوگی۔

اس پر ہم لوگ سوچیں جو دن رات جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں، لوگوں کے سامنے اپنی غلطیوں پر پردے ڈالنے کے لئے اور اپنے آپ کو دنیا کی شرمندگی سے بچانے کے لئے جھوٹی باتیں کرتے پھر رہے ہیں، قیامت کے دن ہمیں اللہ رب العزت کے حضور جاتے ہوئے کتنی شرمندگی ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں درخواست:

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آپ سب لوگ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے پاس چلے جائیں، وہ آپ کی شفاعت کریں گے، چنانچہ ساری انسانیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے گی اور کہے گی: اے کلیم اللہ! آپ ہماری شفاعت فرما دیجئے، مگر حضرت موسیٰ کلیم اللہ فرمائیں گے کہ نہیں، میں آپ کی شفاعت کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ ایک مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ میرے مخالفین میں سے ایک آدمی میری اتباع کرنے والے ایک آدمی سے جھگڑ

رہا تھا اور میں نے نصیحت کی خاطر اس کو ایک مکا مارا تھا تا کہ اسے سمجھ آ جائے لیکن اس کو وہ مکا ایسا لگا کہ وہ مر گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی، اگر چہ اللہ تعالیٰ نے میری معافی کا اعلان بھی فرما دیا مگر پھر بھی وہ میرا مکا لگنے سے مرا تو تھا اس لئے مجھے اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جاتے ہوئے آج شرم محسوس ہو رہی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں درخواست:

حضرت موسیٰ علیہ السلام ساری انسانیت کو فرمائیں گے کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جائیں، ساری انسانیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیگی، مگر وہ بھی کہیں گے کہ نہیں مجھے اللہ رب العزت کے سامنے جاتے ہوئے اس لئے ڈر لگ رہا ہے کہ میری امت نے مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا دیا تھا، آج اللہ تعالیٰ مجھ سے کہیں یہ نہ پوچھ لیں کہ کیا آپ نے تو نہیں کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے ساتھ شریک بنالو، اس لئے آج مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے جاتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔

شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درخواست:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جائیں، چنانچہ سب لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے، ترغیب وترہیب میں حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات لکھی ہے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے منبر لگوائیں گے اور تمام انبیائے کرام اپنے اپنے منبروں پر جلوہ افروز ہوں گے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بھی منبر پیش کیا جائیگا، مگر اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر نہیں بیٹھیں گے کیونکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس منبر کے اوپر بیٹھ جاؤں اور یہ اڑ کر جنت میں چلا جائے اور میری امت کے گنہگار پیچھے رہ جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائیگا، اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ منبر پر کیوں نہیں بیٹھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے،

اے اللہ! میری امت کے گنہگاروں کا تو ابھی فیصلہ نہیں ہوا میں اس منبر پر ابھی کیسے بیٹھوں، پھر اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خاص تجلی فرمائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس تجلی فرمانے پر اللہ تعالیٰ مجھے ''مقام محمود'' عطا فرمادیں گے، میں وہاں جا کر ایک سجدہ کروں گا اور اس سجدے میں اللہ تعالیٰ کی وہ تعریفیں کروں گا، جو نہ پہلے کسی نے کی اور نہ بعد میں کوئی کریگا، رونے کی حالت میں سجدہ کروں گا، اللہ رب العزت میرے اس سجدے کو قبول فرمائیں گے اور مجھ سے پوچھیں گے، اے میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیا چاہتے ہیں؟ میں عرض کروں گا، اے اللہ! آپ اپنے بندوں کا حساب لے لیجئے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اچھا تم لوگوں کو حساب کے لئے پیش کرو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب:

روایت میں آیا ہے کہ جب اجازت مل جائیگی تو اس وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہاتھ سے پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنا چاہیں گے کہ آپ جایئے تاکہ حساب کتاب شروع ہو جائے، یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں سے آنسو آجائیں گے اور وہ کہیں گے کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی عمر کے آخری حصے میں مسلمان ہوا تھا، میری عمر کا زیادہ حصہ اسلام سے پہلے کا ہے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں آگے نہ پیش کیا جاؤں، مگر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے، ابوبکر! تجھے آگے جانا ہوگا، چنانچہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھیں گے تو وہ وہی کام کریں گے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا، وہ بھی آگے قدم بڑھا کر اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہو جائیں گے اور رونے لگ جائیں گے، کتابوں میں لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اتنا روئیں گے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار! کیوں روتے ہو؟ سجدے سے سر اٹھاؤ، کیا چاہتے ہو؟ چنانچہ اللہ رب العزت ان کے سجدے کو قبول فرمائیں گے اور ان پر ایک خاص تجلی فرمائیں گے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ ''ان اللّٰہ یتجلی للخلق عامۃ ولکن لابی بکر خاصۃ'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر

عام تجلی فرمائے گا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوپر خاص تجلی فرمائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس یار سے اتنے خوش ہو جائیں گے کہ خاص تجلی فرمائیں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشی:

ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا جائیگا، حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے **السلام علیک یا عمر** اے عمر! تجھ پر سلامتی ہو، ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ "**اول من یسلم علیه رب عمر**" قیامت کے دن جس پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سلام فرمائیں گے وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے، انہوں نے ایسی صاف ستھری زندگی گزاری ہوگی کہ ان کے اعمال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں گے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

پھر ان کے بعد اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پیش کریں گے، کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اللہ رب العزت کے حضور پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کا حساب بہت ہی جلدی لے لیں گے، وہ اس لئے کہ ایک مرتبہ عید کا دن تھا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عید کی نماز کے لئے تشریف لے جانے لگے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کچھ دے دیجئے تاکہ ہم کچھ پکالیں، مدینہ کی بیوائیں اور یتیم بچے امید لے کر آئیں گے، میں ان کو کچھ دے سکوں گی، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے۔

جب واپس آئے تو دیکھا کہ گھر میں سب کچھ پکا ہوا ہے اور مدینہ کی بیوائیں اور یتیم لے لے کر جا رہے ہیں، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، یہ کہاں سے آیا؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے گئے تو

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سامان سے لدا ہوا ایک ایک اونٹ آپ کی سب ازواج کو ہدیہ کے طور پر بھیجا ہے، یہ سن کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل اتنا خوش ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی "یا رحمن سهل الحساب علی عثمان رضی اللّٰہ عنه" اے رحمن! تو عثمان رضی اللہ عنہ کا حساب آسان فرما دینا، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا قبول ہوگی اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حساب کتاب بہت جلدی لے لیا جائے گا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حساب وکتاب:

ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت کے حضور پیش کیا جائے گا، حدیث پاک میں آیا ہے کہ اسرع المحاسبة یوم القیامة حساب علی کہ قیامت کے دن سب سے آسان اور جلدی حساب علی رضی اللہ عنہ کا لیا جائے گا۔

پل صراط کا سفر:

جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاروں یار پیش ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا جلال اسکے جمال میں تبدیل ہو جائے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے {وامتازوا الیوم ایها المجرمون} اے مجرمو! میرے نیک بندوں سے آج جدا ہو جاؤ، لہٰذا کافروں اور مشرکوں کو ایک طرف کر دیا جائیگا اور دوسری طرف نیک بندوں کو کر دیا جائیگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جہنم کے اوپر بنی ہوئی پل صراط سے گزر کر یہ نیک لوگ جنت میں چلے جائیں، چنانچہ جب مومن بندے پل صراط کے اوپر سے گزرنے لگیں گے تو کچھ ایمان والے ایسے بندے ہوں گے جو بجلی کی تیزی سے گزر جائیں گے، کچھ ہوا کی تیزی سے، کچھ گھوڑے کی تیز رفتاری کے ساتھ، کچھ بھاگتے ہوئے آدمی کی رفتار کے ساتھ، کچھ چلتے ہوئے آدمی کی رفتار کے ساتھ اور کچھ رینگتے ہوئے آدمی کی رفتار کے ساتھ گزر جائیں گے، جو لوگ بھی پل صراط سے آگے گزر جائیں گے اللہ تعالیٰ ان کو جنت عطا فرما دیں گے، پل صراط کے اوپر سے ہر ایک کو گزرنا پڑیگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے {وان منکم الا واردها کان علی ربك حتما مقضیا

ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا} جو گنہگار ہوں گے وہ کٹ کٹ کر جہنم کے اندر گرتے جائیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں داخلہ:

جب پل صراط سے آگے چلے جائیں گے تو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھیں گے کہ میری امت کے سارے لوگ میرے ساتھ آگئے ہیں اور جہنم سے پار ہو چکے ہیں، لہٰذا آپ ان سب لوگوں کو لے کر جنت میں تشریف لے جائیں گے حتیٰ کہ جنت میں رہتے ہوئے بہت عرصہ گزر جائیگا۔

مسلمانوں کو جہنم میں کفار کا طعنہ:

روایت میں آیا ہے کہ جو لوگ پل صراط سے گزرتے ہوئے جہنم میں گریں گے انہیں عذاب ہوگا، جہنم کے سب سے اوپر کے درجے میں ایمان والے گنہگار ہوں گے، جب بہت عرصہ گزر جائیگا تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے ان کے اور کافروں مشرکوں کے درمیان کی آگ کو شیشے کی مانند بنا دیں گے، کافر اور مشرک جب مسلمان گنہگاروں کو دیکھیں گے کہ وہ بھی جہنم کی آگ میں جل رہے ہیں تو وہ مسلمانوں کو طعنہ دیں گے کہ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کا انکار کیا جس کی وجہ سے ہم جل رہے ہیں لیکن آپ تو خدا کو مانتے تھے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے تھے اور اس کے باوجود آپ بھی ہماری طرح جل رہے ہو، آپ کا خدا آپ کے کس کام آیا؟

جہنمی مسلمانوں سے جبرئیلؑ امین کی ملاقات:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب جہنمی کافر مسلمان گنہگاروں کو طعنہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام کو بلائیں گے اور فرمائیں گے کہ اے جبرئیل! آج ہمارے ماننے والوں کو طعنہ دیا جا رہا ہے کہ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو رہا ہے جو نہ ماننے والوں کے ساتھ ہو رہا ہے، جاؤ ذرا جہنم سے حالات معلوم کر کے آؤ، چنانچہ جبرئیل علیہ السلام جہنم میں جائیں گے، جہنم کے دروازے پر اس کے داروغہ مالک کھڑے ہوں گے، وہ دروازہ کھول کر

حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اندر داخل کریں گے، جب گنہگار مسلمان ان کو دیکھیں گے تو وہ فرشتوں سے پوچھیں گے کہ یہ کون ہیں؟ اس وقت ان کو بتایا جائیگا کہ یہ وہ فرشتے ہیں جو تمہارے پیغمبر علیہ السلام کے پاس وحی لے کر جاتے تھے۔

شفیع اعظمؐ کے نام گنہگاروں کا پیغام:

جب ان کے پاس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا جائیگا تو اس وقت گنہگار لوگوں کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد آئیگی، اور وہ کہیں گے **وا محمداہ وا محمداہ** جہنمی لوگ ان الفاظ میں جبرئیل علیہ السلام کو روکر کہیں گے کہ اے جبرئیل! آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اللہ کا پیغام لے کر جاتے تھے، آج ہم گنہگاروں کا پیغام بھی ہمارے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دینا کہ آقا! آپ تو ہمیں بھول ہی گئے، ہم جہنم کی آگ میں جل رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے اندر ہیں جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ وعدہ کریں گے کہ میں آپ کا پیغام اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور پہنچاؤں گا۔

شفاعتِ کبریٰ:

چنانچہ جب جبرئیل علیہ السلام جہنم سے باہر آئیں گے تو اللہ رب العزت فرمائیں گے، جبرئیلؑ! آپ نے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار امتیوں سے جو وعدہ کیا ہے، اس وعدے کو نبھانا ضروری ہے، لہٰذا جبرئیل علیہ السلام جنت میں جائیں گے، اس وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت الفردوس میں انبیاء کی مجلس میں منبر پر تشریف فرما ہوں گے، جبرئیل علیہ السلام کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں گے تو فرمائیں گے، جبرئیل! آج کیسے آنا ہوا؟ جبرئیل علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں آج آپ کی امت کے گنہگاروں کا پیغام آپ کے پاس لے کر آیا ہوں، جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سنیں گے کہ میری امت کے کچھ گنہگار ابھی بھی جہنم میں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حیران ہوں گے کہ اچھا، مجھے تو خیال ہی نہیں تھا، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی وقت اللہ رب العزت کے حضور سجدہ فرمائیں گے

اور اللہ رب العزت کے سامنے کہیں گے، اے پروردگار! میری امت کے گنہگاروں کو معاف فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ ان کو ''شفاعت کبریٰ'' کی اجازت فرمائیں گے کہ اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جس کے بارے میں چاہیں شفاعت فرمایئے، ہم اس کو جہنم سے نکال دیں گے۔

شفاعت کبریٰ کی یہ خوشخبری سن کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جہنم کی طرف چلیں گے، اس وقت جبرئیل علیہ السلام ایک اعلان کر دیں گے کہ اے جنتیو! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جہنمیوں کی شفاعت کے لئے جا رہے ہیں، تم بھی ساتھ چلو، چنانچہ اس دولہے کے ساتھ شفاعت کرنے کے لئے ایک بارات چلے گی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت فرمائیں گے، دیگر انبیاء کرام بھی شفاعت فرمائیں گے، سارے جنتی شفاعت فرمائیں گے، جس کا جو بھی واقف ہوگا ہر اس بندے کو جہنم سے نکال لیا جائیگا، حتیٰ کہ اگر کسی نے دنیا میں کسی مومن کو ایک پیالہ پانی پلایا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس عمل کی برکت سے اس کو بھی جہنم سے نکال لیں گے۔

عتقاء رحمن کون؟

جب سب لوگ شفاعت کر چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اے میرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کی امت کے تین لپ بھر کر جہنم سے نکالوں گا، چنانچہ اللہ رب العزت اپنی قدرت کے دونوں ہاتھوں سے جہنم سے تین لپ بھر کر نکالیں گے، یعنی جیسے آدمی دونوں ہاتھوں سے آٹا نکال لیتا ہے اس لپ میں اس امت کے کھرب ہا کھرب لوگ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جہنم سے نکال دیں گے۔

ان کے جسم جل جل کر کوئلے کی طرح کالے ہو چکے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو نہر حیات سے غسل دیا جائے، چنانچہ جب ان کو غسل دیا جائے گا تو ان کے جسم ٹھیک ہو جائیں گے، لیکن ان کے ماتھے پر عتقاء الرحمن کا نام لکھ دیا جائے گا، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ رحمن

نے اپنی رحمت سے ان کی بخشش کر دی ہے، اس کے بعد ان کو جنت میں بھیج دیا جائیگا، اب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا کوئی گنہگار بھی پیچھے نہیں رہے گا، سب کے سب بخش دیئے جائیں گے۔

عتقاء رحمن کی فریاد:

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جب یہ لوگ جنت میں زندگی گزارنے لگیں گے تو وہ جنتی جو پہلے سے جنت میں ہوں گے جب ان کو دیکھیں گے تو مذاق کیا کریں گے اور کہیں گے کہ دیکھو! ہم پر تو اللہ کی رحمت ہوگئی اور اس نے ہمارے عملوں کو قبول فرمالیا لیکن آپ لوگ تو رعایتی پاس ہیں، آپ کے ماتھے پر تو عتقاء الرحمن کا نام لکھا ہوا ہے، ان جنتیوں کے ساتھ پہلے والے جنتی اس طرح سے خوشی مزاجی کریں گے، جن جنتیوں کے ماتھوں پر عتقاء الرحمن لکھا ہوگا ان کو یہ بات محسوس ہوگی لہٰذا ایک مرتبہ وہ سب جنتی اللہ رب العزت کے حضور دعا کریں گے کہ اے اللہ! آپ نے ہمیں جہنم سے نجات تو دے دی لیکن ماتھے پر ایک مہر بھی لگا دی، جس کی وجہ سے سب پہچان رہے ہیں کہ ہم خود اس قابل نہیں تھے بلکہ رعایتی پاس ہو کر آ گئے ہیں، اے اللہ! ہمیں اس سے بچا لیجئے، اللہ تعالیٰ ان کی اس فریاد کو قبول کریں گے اور فرمائیں گے کہ ہم نے خود یہ مہر لگائی تھی تا کہ تمہارے اپنے دل میں یہ کیفیت پیدا ہو اور تم ہم سے مانگو اور ہم تمہیں عطا کر دیں، چنانچہ ان کی فریاد پر اللہ رب العزت ان کے ماتھوں سے عتقاء الرحمن کی اس مہر کو بھی ہٹا دیں گے۔

شفاعت کی دعا:

محترم جماعت! کاش کہ ہم بھی ان رعایتی پاس لوگوں میں قیامت کے دن شمار ہو جائیں، اپنے عمل تو اس قابل نہیں ہیں مگر اللہ رب العزت کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے، دوسرے انبیاء کی شفاعت، اللہ کے نیک بندوں کی شفاعت نصیب ہو جائے، کاش کہ اللہ کا کوئی ایسا نیک بندہ ہو جو دنیا میں ہمیں بھی پہچاننے والا ہو، ہم بھی کسی کی پہچان میں آنے والے بن جائیں جو قیامت کے دن ہمیں جہنم میں جلتا دیکھے تو اتنا تو کہہ دے

کہ اے اللہ! یہ مجھ سے تعلق رکھنے والا تھا، یہ میری عزت کرتا تھا اور میرے ساتھ رابطہ رکھنے والا تھا کاش کہ کوئی ایسا کہہ کر ہمیں بھی جہنم سے نکالنے والا بن جائے۔

رب کریم! سے دعا ہے کہ پروردگار عالم ہمیں اپنی رحمت سے قیامت کے دن ان رعایتی پاس لوگوں میں شامل فرمالے، ہمارے اپنے اعمال تو اس قابل نہیں البتہ اللہ رب العزت کی رحمت ہی کا سہارا ہے اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ رب العزت نے رحمۃ للعالمین بنا دیا، دل میں تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں شرمندہ ہونے والوں میں شامل نہ فرمائے بلکہ ہمیں اپنی رحمت میں سے حصہ پانے والوں میں شامل فرمادے۔ آمین ثم آمین

مہلت زندگی کا عجیب واقعہ

مہلت زندگی کو سمجھنے کے لئے ایک واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کا باغ تھا اور اس باغ کے کئی حصہ تھے۔ اور ہر ہر حصہ میں پھل لگے ہوئے تھے، چنانچہ بادشاہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اس باغ سے پھل توڑ کر لاؤ، کوشش کرنا کہ تم اچھے پھل توڑ کر لانا، میں تم سے خوش ہوں گا اور تمہیں انعام دوں گا، لیکن میری ایک شرط ہے کہ جس حصہ سے ایک دفعہ گذر جاؤ گے اس میں تمہیں دوبارہ واپس آنے کی اجازت نہیں ہوگی، چنانچہ اس آدمی نے ٹوکری ہاتھ میں لی اور باغ میں داخل ہوا، اس نے دیکھا کہ پہلے حصہ میں بہت اچھے پھل لگے ہوئے تھے، دل میں آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں، پھر سوچا کہ اگلے حصہ میں دیکھ لیتا ہوں، جب اگلے حصہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں بہت اچھے پھل لگے ہوئے ہیں، دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں، پھر سوچا کہ اگلے حصہ میں سے جا کر توڑ لوں گا، ہوسکتا ہے کہ وہاں اور بہتر ہو، جب وہاں جا کر دیکھا تو اور بہتر پھل لگے ہوئے تھے، دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں، پھر سوچنے لگا، نہیں میں اپنی ٹوکری میں سب سے بہترین پھل لے کر جاؤں گا، اس لئے اگلے حصہ میں دیکھتا ہوں، جب اگلے حصہ میں گیا تو دیکھتا ہے کہ وہاں پر بہت ہی

بہترین پھل لگے ہوئے ہیں، دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں، پھر سوچا اگلے حصہ سے توڑ لوں گا، جب آخری حصہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس حصے کے درختوں پر پھل نہیں لگے ہوئے تھے، وہاں رونے کھڑا ہو گیا کہ کاش مجھے پتہ ہوتا تو میں پہلے حصوں میں سے پھل توڑ لیتا، آج میری ٹوکری خالی تو نہ ہوتی۔

اے انسان! تیری زندگی کی مثال ایسی ہی ہے، تیرا ہر دن تیرے لئے باغ کا حصہ ہے، تو اس میں پھلوں کو توڑ سکتا ہے یعنی نیکی کما سکتا ہے، لیکن انسان یہی سوچتا ہے کہ میں آج نہیں کل نیکی کر لوں گا اور یہی آج کل کرتے کرتے بالآخر انسان کو موت آ جاتی ہے، پھر اسے اتنی مہلت بھی نہیں ملتی کہ اپنے گھر والوں کو وصیت کرے **اذا جاء اجلھم فلا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون** موت آ جاتی ہے تو نہ ایک لمحہ آگے نہ ایک لمحہ پیچھے ہوتی ہے، بس انسان کو اپنے وقت پر جانا ہوتا ہے، اگر پانی کا پیالہ ہاتھ میں ہو تو اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ پانی کا پیالہ پی لے حتیٰ کہ آدھا سانس اندر ہوتا ہے اور آدھا باہر آتا ہے اور وہیں اس کی روح کو قبض کر لیا جاتا ہے۔

ایک انسان کی عجیب موت

سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے تھے، ایک آدمی آیا اور پوچھتا ہے کہ کوئی اچھی جگہ ہے کہ جہاں کوئی مر سکے، کہنے لگے ہم نے کنویں کا راستہ دکھا دیا کہ وہ سایہ دار اچھی جگہ ہے، کہنے لگے، ہمارے سامنے وہ بندہ گیا، وضو کیا، دو رکعت نفل پڑھی اور لیٹ گیا، ہم سمجھے کہ وہ سویا ہوا ہے، جب نماز کا وقت ہوا تو جگایا اس کو، تو دیکھا کہ وہ اللہ کو پیارا ہو چکا ہے، اللہ والے غیب دان نہیں ہوتے مگر سنتوں پر عمل کی برکت سے حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ ملک الموت ان کو بتا دیتے ہیں کہ تمہاری موت کا قریب وقت ہے۔

تو اللہ والوں کی موت اس طرح ہوتی ہے۔

موت کی یاد دہانے کیلئے آدمی مقرر تھا

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کتنی بڑی شان والے صحابی ہیں، انہوں نے ایک آدمی کو اپنے ساتھ لگا رکھا تھا اور اس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ تم مجھے وقتاً فوقتاً موت کی یاد دلاتے رہنا، چنانچہ مختلف محفلوں میں وہ موت کا تذکرہ کرتے رہتے تھے، ایک دن آپ نے انہیں فرمایا، اب آپ کوئی دوسرا کام کر لیجئے، کہنے لگے کہ حضرت کیا اب موت یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے؟ آپ نے اپنی ریش مبارک کی طرف اشارہ کیا جس میں کچھ سفید بال آ گئے تھے، فرمایا: یہ سفید بال مجھے موت کی یاد دلانے کے لئے کافی ہیں، مجھے ان کو دیکھ کر موت کی یاد آتی رہیگی۔

ایک حیران کن منظر بھی دیکھا

پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں کسی کام کے سلسلے میں لاہور گیا ہوا تھا، وہاں ایک دوست نے مجھے کہا، حضرت! اگر آپ کے پاس وقت ہو تو آپ کو ایک چیز دِکھانا چاہتا ہوں، میں نے پوچھا، کونسی چیز؟ وہ کہنے لگا، حضرت! آپ وہ چیز دیکھ کر یقیناً خوش ہونگے، لہٰذا اگر آپ کے پاس وقت ہے تو میں آپ کو لئے چلتا ہوں، میں نے کہا، ٹھیک ہے چلیں، اس نے مجھے اپنی گاڑی پر بٹھا لیا اور تقریباً دس کلومیٹر کا سفر کرنے کے بعد اس نے بریک لگائی، وہ خود بھی گاڑی سے نیچے اترا اور مجھے بھی کہا حضرت! آپ بھی اُتر آئیں، چنانچہ میں بھی اُتر گیا، اس نے مجھے وہاں سڑک کے کنارے پر برگد کا ایک ایسا درخت دکھایا جو سخت آندھی کی وجہ سے جڑوں سے اکھڑا ہوا تھا، میں نے کہا، اس درخت کی کیا خوبی ہے؟ وہ کہنے لگا، حضرت! آپ ذرا اس کے قریب ہو کر اس کی جڑوں کے اندر دیکھیں، چنانچہ جب میں نے قریب ہو کر دیکھا تو میں حیران رہ گیا کہ اس درخت کی جڑوں کے درمیان والی مٹی میں نورانی چہرے والے ایک باریش آدمی کی میت دفن تھی، اس میت کو درخت کی جڑوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا، درخت کے اکھڑنے کی وجہ سے اس کی جڑوں میں سے مٹی گر گئی جس کی وجہ سے

اس کی میت نظر آ رہی تھی اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس کے جسم اور کفن بالکل صحیح سلامت تھے۔ سبحان اللہ!۔۔۔۔ بعد میں ہم نے غور کیا کہ یہ درخت تقریباً ایک سو سال پہلے لگایا گیا تھا، جوں جوں درخت بڑھتا گیا اس کی جڑیں اس آدمی کی میت کو چاروں طرف سے گھیرتی گئیں، معلوم نہیں کہ اس آدمی کو اس درخت کے لگنے سے کتنا پہلے دفن کیا گیا تھا۔

اللہ والوں کی موت

اللہ والوں کی موت بھی ایسی ہوتی ہے، خواجہ علاؤالدین عطارؒ عطار تھے، عطر بیچتے تھے، چھوٹی چھوٹی شیشیاں رکھتے تھے، ایک اللہ والے آئے اور بڑے غور سے ان کی شیشیوں کو دیکھنے لگے، یہ نوجوان تھے، کہنے لگے، بڑے میاں کیا دیکھ رہے ہو؟ فرمانے لگے کہ دیکھ رہا ہوں کہ اتنی شیشیوں میں تمہاری جان اٹکی ہوئی ہے، یہ کیسے نکلے گی؟ نوجوان تھے، غصّے میں آ گئے، کہنے لگے، بڑے میاں جیسی تمہاری نکلے گی ویسے میری نکلے گی، تو جب انہوں نے یہ کہا: بڑے میاں اس کے سامنے لیٹے اور انہوں نے چادر اپنے اوپر اوڑھ لی اور کہنے لگے کہ میری تو پھر ایسے نکلے گی، **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** یہ کہہ کر سو گئے، پہلے تو یہ اس واقعہ کو یوں ہی سمجھے لیکن جب ہلا کر دیکھا تو وہ انتقال کر چکے تھے، بس اس واقعہ سے دل دنیا سے اُچاٹ ہو گیا، پھر یہ بڑے اللہ والوں میں شامل ہوئے حتیٰ کہ انہوں نے ''تذکرۂ اولیاء'' جیسی کتاب لکھ ڈالی۔ تو اللہ والوں کی تو ایسے موت آ جاتی ہے۔

قبر کیا سلوک کرتی ہے؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جنازہ پڑھنے گئے۔۔۔۔۔ اب ذرا غور کیجئے گا کیونکہ یہ عاجز جو نکتہ آپ کے ذہن میں بٹھانا چاہتا ہے وہ فوراً آپ کے ذہن میں آ جائیگا جنازہ پڑھنے کے بعد قبرستان میں ایک قبر کے پاس کھڑے ہو کر انہوں نے رونا شروع کر دیا، لوگوں نے پوچھا: حضرت! آپ تو اس جنازہ کے سرپرست تھے، آپ پیچھے کیوں

کھڑے ہو گئے؟ فرمانے لگے کہ مجھے اس قبر میں سے ایسے آواز محسوس ہوئی جیسے یہ میرے ساتھ ہمکلامی کر رہی ہے، لوگوں نے پوچھا کہ قبر نے آپ کے ساتھ کیا ہمکلامی کی؟ فرمایا کہ قبر نے مجھ سے یہ ہم کلامی کی کہ اے عمر بن عبدالعزیز! تو مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتا کہ جو بندہ میرے اندر آتا ہے تو میں اس کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں؟ میں نے کہا، بتادو، قبر کہنے لگی کہ میں اس کے ساتھ یہ سلوک کرتی ہوں کہ:

-اس کے گوشت کو کھا جاتی ہوں

-اس کی انگلیوں کے پوروں کو اس کے ہاتھوں سے جدا کر دیتی ہوں

-اس کے ہاتھوں کو اس کے بازوؤں سے جدا کر دیتی ہوں

-اس کے بازوؤں کو اس کے جسم سے جدا کر دیتی ہوں

-یوں اس کی ہڈیوں کو جدا کر کے ان کو بھی کھا جاتی ہوں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمانے لگے کہ جب قبر نے یہ بات کہی تو مجھے رونا آ گیا۔

قبر میں عذاب الٰہی کے مناظر

یہ واقعہ اس عاجز نے ایک مرتبہ ایک ملک میں سنایا، اس محفل میں پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈاکٹر، ایم بی بی ایس ڈاکٹر اور سائنسدان قسم کے کے لوگ بلائے گئے تھے، محفل کے اختتام پر ایک سائنسدان صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے، حضرت! کیا آپ نے یہ واقعہ کسی کتاب میں پڑھا؟ میں نے کہا، جی ہاں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ نے فضائل صدقات میں بھی نقل فرمایا ہے، جب ایسے مستند بزرگ کوئی واقعہ نقل کریں تو وہ صحیح ہوتا ہے۔

وہ کہنے لگے، حضرت! کیا آپ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہیں گے؟ میں نے کہا، بھئی! آپ کا کیا مطلب؟ وہ کہنے لگے، حضرت! یہ چیز یہاں ایک جگہ آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے، میں نے اس کی بات سن کر بڑا حیران ہوا، وہ کہنے لگے، حضرت! آپ تین

گھنٹے فارغ کریں اور میں آپ کو لے جا کر یہ سب منظر آنکھوں سے دکھاؤں گا، مجھے اور حیرانی ہوئی، میں نے کہا، ٹھیک ہے کل چلیں گے۔

اگلے دن وہ ڈاکٹر صاحب وقت پر ہی آ گئے اور ہمیں ایک میوزیم (عجائب گھر) میں لے گئے، اس عجائب گھر کے اندر ان کافروں نے حنوط شدہ لاشیں رکھی ہوئی تھیں۔۔۔۔۔۔ اس سٹیج پر بیٹھ کر میں یہ بات بڑی ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں، میں باوضو ہوں، مسجد میں بیٹھا ہوں اور سو فیصد صحیح بات کہہ رہا ہوں۔۔ انہوں نے اس عجائب گھر میں شیشے کے کمرے بنائے ہوئے تھے۔

جب پہلے کمرے میں گئے تو اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے، جب ہم اندر گئے تو ہمیں ایک لاش نظر آئی جس پر انہوں نے کیمیکل لگا کر اسے ہر چیز سے بچایا ہوا تھا۔۔۔۔ اس کو حنوط شدہ لاش کہتے ہیں، انگلش میں اس کو Mummy (ممّی) کہتے ہیں، انہوں نے کہا کہ جب کوئی بندہ مرتا ہے تو وہ اس حالت میں ہوتا ہے، ہم نے اس کو کیمیکل لگا کر یہاں رکھ دیا ہے۔۔۔ ہم اس لاش کو دیکھ کر حیران ہوئے۔

پھر وہ دوسرے کمرے میں لے کر گیا، وہاں ایک پلیٹ پر لکھا ہوا تھا کہ یہ آدمی مرا، ہم نے اسے قبر میں ڈالا اور چند دنوں کے بعد ہم نے قبر کو کھولا اور جس حالت میں اس کی لاش کو پایا، ہم نے اسی حالت میں اس پر کیمیکل چھڑک کر یہاں رکھ دیا، ہم نے جب اس بندے کو دیکھا تو اس کا باقی سارا جسم ٹھیک تھا مگر اس کی دونوں آنکھوں کے ڈھیلے ڈھلک کر اس کے رخساروں پر آ چکے تھے اور ان میں کیڑے پڑ چکے تھے۔۔۔۔ معلوم ہوا کہ قبر کے اندر بندے کے جسم میں جو سب سے پہلی تبدیلی آتی ہے، وہ یہ ہے کہ آنکھوں کے ڈھیلے ڈھلک کر رخساروں پر آ جاتے ہیں اور ان میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔۔۔ جن آنکھوں سے غیر اللہ کو محبت کی نظر سے دیکھتا تھا ان پر سب سے پہلے کیڑے چمٹتے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے تیری آنکھیں قابو میں نہیں تھیں، تو غیر اللہ کو چاہتوں اور محبتوں سے دیکھتا تھا مگر یہ حق تیرے پروردگار کا تھا لیکن تجھے غیر محرموں کے چہرے اچھے لگتے تھے،

تو جو آنکھیں غیر محرم کو محبت کی نظر سے ہوس کے ساتھ دیکھتی پھرتی ہیں قبر میں سب سے پہلے انہی آنکھوں کو کیڑے کھائیں گے ۔۔۔۔۔اس کے بعد ہم تیسرے کمرے میں گئے، اس کمرے میں پڑی ہوئی لاش کی آنکھوں کے ڈھیلوں کو بھی کیڑوں نے کھالیا تھا مگر اب اس کے ہونٹوں کو بھی کیڑے کھا چکے تھے، صرف دانتوں کی بیتیسی نظر آرہی تھی، اس کے علاوہ باقی لاش ٹھیک تھی ۔۔۔تو دوسری تبدیلی یہ آئی کہ اس کے منہ میں کیڑے پڑ گئے اور کیڑوں نے اس کے ہونٹوں کو کھالیا، جس کی وجہ سے دور سے اس کے دانت نظر آرہے تھے، غلط محبت بھری باتیں کرتا ہے اب دوسرے نمبر پر اس زبان کو کیڑوں نے کھالیا۔

پھر ہم چوتھے کمرے میں گئے، ہم نے وہاں بھی دیکھا کہ آنکھوں سے ڈھیلے نکلے ہوئے تھے اور ان کو کیڑوں نے کھالیا تھا اور زبان کو بھی کیڑوں نے کھالیا تھا، اس کے علاوہ ہم نے دیکھا کہ اس کا پیٹ پیالے کی طرح بنا پڑا ہے اور اس پیالے کے اندر کیڑے پڑے ہوئے ہیں ۔۔۔جس پیٹ میں حرام ڈالتا تھا اب اس میں کیڑے پڑ چکے تھے اور اسے کھا رہے تھے ۔۔۔۔۔۔ پھر اگلے کمرے میں دیکھا کہ کیڑوں نے پھیلنا شروع کر دیا تھا، بالآخر ایک ایسے کمرے میں گئے جہاں کیڑوں نے جسم کا پورا گوشت کھالیا تھا فقط ہڈیاں موجود تھیں ۔۔۔ پھر اگلے کمروں میں ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کی حالت کا مشاہدہ کیا اور جب ہم آخری کمرے میں پہنچے تو وہاں لکھا ہوا تھا کہ جب ہم نے اس قبر کو کھودا تو فقط ریڑھ کی ہڈی کا اتنا سا حصہ باقی تھا، باقی سب ہڈیوں کو بھی مٹی نے کھالیا تھا۔

یہ سب معاملات انسان کو قبر کے اندر پیش آتے ہیں، ہماری کتابوں میں لکھا ہوا تھا اور اس ملک کے کافروں نے قبر میں جو تبدیلی دیکھی اسے حنوط شدہ لاشوں کی صورت میں لوگوں کے لیے Display (نمائش) بنایا ہوا تھا، مگر وہ کونسی لاشیں ہوتی ہیں جن کو مٹی اور کیڑے کھاتے ہیں؟ یہ ان لوگوں کی لاشیں ہوتی ہیں جو گناہ کرتے ہیں، چونکہ ان کے اندر گناہوں کے اثرات ہوتے ہیں اس لیے مٹی اور کیڑے ان کی لاشوں کو کھاتے ہیں اور جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں اور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں، چونکہ انہوں نے اپنے علم اور

ارادے سے گناہ نہیں کیا ہوتا اس لیے ان کی لاشیں قبروں میں محفوظ رہتی ہیں، انبیائے کرام کے بارے میں تو حدیث پاک میں آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرامؑ کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا، اسی طرح جو انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور وہ گناہوں سے اپنے جسموں کو بچاتے ہیں، چونکہ ان کے جسموں میں گناہوں کی نجاست نہیں ہوتی، اس لیے جب ان کے جسموں کو قبروں میں رکھ دیتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کی زمین ان کے جسموں کو بھی نہیں گلا سکتی اور کیڑے بھی ان کے جسموں میں نہیں پڑ سکتے، اسی لیے بعض اولیاء اللہ کے جسم کو بھی نہیں گلا سکتی اور کیڑے بھی ان کے جسموں میں نہیں پڑ سکتے، اسی لیے بعض اولیاء اللہ کے جسم قبرستان کی کھدائی کے وقت بالکل صحیح سالم پائے گئے کیونکہ ان کے جسم میں گناہوں کے اثرات نہیں تھے۔

بوقت موت انابت الی اللہ

ہمارے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ گزرے ہیں حضرت مولانا حسین علی داں پھجراں والے، حضرت خواجہ سراج الدینؒ سے خلافت پائی، حالانکہ حضرت خواجہ سراج الدینؒ ان کے شاگرد تھے، ان سے پڑھتے تھے یہ بھی خلوص دیکھئے ہمارے اکابر میں اخلاص کی اس سے بڑی کیا مثال ہوگی کہ جس کو کتابیں پڑھا رہے ہیں خود اسی سے بیعت ہو رہے ہیں سلوک سیکھنے کے لئے، اکابر کے اصاغر سے فیض پانے کی بہترین مثال اس دور میں اس سے بڑی نہیں مل سکتی، ان سے خلافت پائی لیکن اللہ تعالیٰ نے مقام بڑا دیا تھا حضرت رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد تھے، بڑی نسبت تھی، بڑے بھاری عالم تھے، لیکن جب ان کا آخری وقت آیا تو حضرت کی یہ کیفیت تھی کہ جو بھی ان سے ملنے آتا وہ اس سے مصافحہ کرتے اور مصافحہ کر کے حال احوال پوچھتے اور حال احوال پوچھنے کے بعد فرماتے کہ دیکھو! میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے، آپ نے بھی تیاری کرنی ہوگی میں نے بھی تیاری کرنی ہے، اچھا پھر ملیں گے اور رخصت کر دیتے، پھر دوسرا آتا ملاقات کرتے اس کا حال پوچھتے اور پھر یہی فرماتے میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے، میں نے بھی تیاری کرنی ہے، آپ نے بھی تیاری

کرنی ہوگی، اچھا پھر ملیں گے، کئی مہینے ان کا یہی معمول رہا، شوق اور اشتیاق اتنا بڑھ گیا تھا، سبحان اللہ! جب کوئی پرندے کو آزاد کرنے لگے نا اور پرندہ دیکھے کہ دروازہ کھلنے لگا ہے تو پرندہ پھڑکتا ہے، ایسی ان کی کیفیت تھی حالت تھی کہ میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے، ہم نے کبھی اس انداز سے سوچا کہ میرا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔